

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 ہم نے اسے تذکرہ اور ضرورت کا سرمایہ بنادیا

۵۸ سدا
 ۱۱
 ۲

تراجم علمائے حدیث شریف

۵۹ م ۱۳۵۲

جلد اول

مؤلف: ابوبکری امام خاں نوشہروی

ماہ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ
 ماہ جنوری ۱۹۳۸ء

چھپا برقی پریس دہلی چھپائی

تعداد اشاعت بار اول ۱۰۰۰ (قیمت ہائی نسخہ دو روپے آٹھ آنے)

۱۳۵۲
 ۱۹۳۸
 ۷۶
 ۱۵۹
 ۱۵۹

فِيهِ رِجَالٌ حَبُونِ أَنْ يُطَهَّرُوا

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ (الآيَة)

اس کتاب میں پاکیزہ لوگوں کا ذکر ہے

کہ اللہ پاک بھی پاکیزہ رہنے والوں کا محب ہے

جملہ حقوق محفوظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ہم نے

اسے فیکس اور ضرورت کا سرمایہ بنا دیا

تراجم علما کا حدیث

۵۶ ھ ۱۳

جلد اول

مؤلف

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

مستطبر

تراجم خاندان ولی اللہی دہلی و علما کے دہلی و صوبہ یوپی مرحومین و موجودین

بتعداد ۲۰۰

مکتبہ دارالعلوم دیوبند
پتہ: پورہ کلاں، دیوبند

قیمت فی نسخہ دو روپے آٹھ آنے

تعداد اشاعت اول ایک ہزار

۴۲
۱۵

بجاء حقوق محفوظہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہم نے

اسے ذکر خیر اور ضرورت کا سرمایہ بنا دیا

تراجم علما کا جدید

۱۳ ۵ ۵۶

جلد اول

مؤلف

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

مشتہر

تراجم خاندان ولی اللہی دہلی و علمائے دہلی و صوبہ یوپی مرحومین و موجودین

بتعداد ۲۰۰

مکتبہ دارالعلوم دہلی
پیشکش

قیمت فی نسخہ دو روپے آٹھ آنے

تعداد اشاعت اول ایک ہزار

فہرستیں

صفحہ	عنوان فہرست	عدد	صفحہ	عنوان فہرست	عدد
۲۱	فہرست اصحاب تفاسیر القرآن	۹	۳	فہرست سائنسی علمائے مرحومین و موجودین	۱
۲۲	فہرست شارحین حدیث	۱۰	۱۲	فہرست ضمیر (از علمائے سبئی)	۲
۲۳	فہرست غازیان راہِ خدا	۱۱	۵	افراد حاشیہ	۳
۵	فہرست شہیدان راہِ خدا	۱۲	۱۵	فہرست تہذیبی مقامات معتمدین و علماء و مفتیان	۴
۵	فہرست تلامذہ میاں صاحب	۱۳	۱۶	فہرست اصحاب تدریس	۵
۲۴	فہرست علمائے دیدہ و مولف	۱۴	۱۸	فہرست اصحاب تصنیف	۶
۲۶	فہرست علمائے اعلا (کتبِ علم ہے جگانِ حرا)	۱۵	۲۰	فہرست اصحاب تصانیف کثیرہ	۷
۲۷	فہرست کتب (جس سے استفادہ کیا)	۱۶	۶	فہرست اصحاب تصنیف مشہورہ	۸

اعلام
صفحہ ۵۷

مقدمہ
صفحہ ۳۲

انجمن
صفحہ ۳۱

اظہار

اس جلد میں حنا نمان عالی ولی الہی کے علاوہ علمائے اہلحدیث یوپی
(موجودین و مرحومین ہر دو صنف) کے تراجم ہیں۔

ان کے ماسوا البقیہ صوبہ جات ہند کے علماء کے تراجم کا بیضہ میرے پاس
موجود ہے جس کی مکمل فہرست اس کتاب (کے آخر) میں درج ہے۔ ضخامت زیادہ
ہو جانے کی وجہ سے یہ حصہ مؤخر کرنا پڑا۔

اس وقت تک یہ خیال ہے کہ بقیہ حصہ دوسری جلد میں شائع کر دیا جائے
ولیکن اگر یہ جلد (اول) شائع ہونے پر مزید مضامین حاصل ہوئے اور ضخامت میں
وسعت ہوتی نظر آئی تو ایک جلد اور بڑھانا پڑے گی (یعنی جلد اول و دوم و سوم)
جلد دوم کا طراز عنوان علمائے صادق پور (بہار) ہوگا اور توابع علمائے بنگال
و صوبہ بھٹی و دکن و راجپوتانہ و پنجاب وغیرہ۔

علمائے بنگال کے تراجم بہت کم تعداد میں حاصل ہوئے ہیں۔ اُدھر کے احباب
اس حصہ کی تکمیل میں خاص توجہ فرمائیں۔

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
(سودہ خلع گوجرانوالہ)

فہرست اسامی العلماء مرحومین و موجودین

مقام	در عثمان	در سلسل	در ترمذی	در حنفی	اسامی العلماء	صفحہ
از دہلی	۱	۱	۱		محمد اللہ شاہ ولی اللہ محدث م ۱۱۶۶ھ	۲
	۲	۲	۲		شاہ عبدالعزیز محدث م ۱۲۳۹ھ شوال	۴۹
	۳	۳	۳		شاہ عبدالغنی محدث م ۱۲۲۶ھ	۶۳
	۴	۴	۴		شاہ عبدالقادر محدث م ۱۲۲۳ھ	۶۴
	۵	۵	۵		شاہ رفیع الدین محدث م ۱۲۴۵ھ	۶۵
	۶	۶	۶		شاہ محمد سمیع شہید م ۱۲۲۶ھ ذیقعدہ	۶۷
	۷	۷	۷		شاہ محمد مخصوص اللہ م ۱۲۷۳ھ	۱۱۳
	۸	۸	۸		شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی م ۱۲۶۳ھ رجب	۱۱۵
	۹	۹	۹		شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی م ۱۲۸۳ھ ذیقعدہ	۱۲۱
	۱۰	۱۰	۱۰		ملا محمد عبدالقیوم البڈہانوی م ۱۲۵۹ھ	۱۲۳
	۱۱	۱۱	۱۱		محمد بن شاہ سمیع شہید م	۱۲۴
	۱۲	۱۲	۱۲		شاہ عبدالغنی البڈہانوی م ۱۲۵۳ھ شعبان	۱۲۵
	۱۳	۱۳	۱۳		میاں صاحب سید فیروز حسین محدث م ۱۲۳۲ھ رجب	۱۳۱
	۱۴	۱۴	۱۴		سید محمد حامد علی م ۱۳۰۶ھ صفر	۱۶۱

از خاندان عالی ولی مہاجر

صفحہ	اسامی العلماء	تعداد	تعداد	تعداد	مقام
۱۶۲	سید شریف حسین م ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۲	۱۵	۱۵	۱۵	ازدہنی
۱۶۳	حافظ عبداللہ بیگ م ۳۳۲	۱۶	۱۶	۱۶	
۱۶۴	حفیظ اللہ خاں م ۳۳۲	۱۷	۱۷	۱۷	
۱۶۵	عبدالرحمن معین الدین عمر پوری م ۳۳۱	۱۸	۱۸	۱۸	
۱۶۵	عبدالغفور م ۲۳ شعبان ۱۳۳۲	۱۹	۱۹	۱۹	
۱۶۶	عبدالجبار عمر پوری م ۳۳۲	۲۰	۲۰	۲۰	
۱۶۶	حافظ عبدالستار عمر پوری م ۳۳۲	۲۱	۲۱	۲۱	
۱۶۷	سید عبدالسلام م ۴ محرم ۱۳۳۵	۲۲	۲۲	۲۲	
۱۶۸	عبدالرحمن خاں ولایتی م ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۶	۲۳	۲۳	۲۳	
۱۶۸	ڈپٹی سید احمد حسن م ۱۷ برہان آباد ۱۳۳۵	۲۴	۲۴	۲۴	
۱۷۰	حافظ عبدالوہاب (نابینا) م ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۳۲	۲۵	۲۵	۲۵	
۱۷۱	عبدالستار کلانوری م ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۹	۲۶	۲۶	۲۶	
۱۷۲	حافظ محمد ابراہیم م ۹ ربیع الاول ۱۳۵۱	۲۷	۲۷	۲۷	
۱۷۳	شیخ الحدیث احمد اللہ محدث	۱	۲۸	۲۸	
۱۷۹	محمد یونس بہتاب گھٹی	۲	۲۹	۲۹	
۱۸۱	ابوسعید شرف الدین	۳	۳۰	۳۰	
۱۸۵	عبدالرحمن شاہ پوری	۴	۳۱	۳۱	

مقام	در مقامی	در مجلس	در خدمت	اسامی العلماء	صفحہ
از دہلی	۳۲	۳۲	۵	محمد جونا گدھی	۱۸۶
	۳۳	۳۳	۶	علیم عبید الرحمن عمر پوری	۱۹۰
	۳۴	۳۴	۷	سید عبد الحفیظ	۱۹۱
	۳۵	۳۵	۸	نواب ضمیر الدین احمد (لویارو)	۱۹۲
	۳۶	۳۶	۹	شیخ احمد مہاجر (مدنی)	۱۹۳
	۳۷	۳۷	۱۰	عبید اللہ	۱۹۵
	۳۸	۳۸	۱۱	عبد الرشید [الاخون]	۱۹۶
	۳۹	۳۹	۱۲	حاجی عبد الغفار	۱۹۸
	۴۰	۴۰	۱۳	شیخ عبد الوہاب [آف علیجان]	۲۰۰
	۴۱	۴۱	۱۴	ضیاء الرحمن عمر پوری	۲۰۱
	۴۲	۴۲	۱۵	عبد اللہ عبد الصبور	۲۰۲
	۴۳	۴۳	۱۶	عبد اللہ عبد الشکور	۲۰۳
	۴۴	۴۴	۱۷	عبد الوکیل	۲۰۵
	۴۵	۴۵	۱۸	عبد الحلیل	۲۱۹
	۴۶	۴۶	۱۹	عبد الغفار عمر پوری	
از پانی پت	۱	۴۷	۲۸	بہتی وقت قاضی شہار شہ پانی پتی م	۲۰۵
بزمیرٹھ	۱۰	۴۸	۲۹	حمید اللہ (سراوہ) م	۲۱۹

مقام	روز شنبه	روز جمعه	روز پنجشنبه	اسامی العلماء	سفر
۲۳۱	۲	۲۵	۲۰	محمد عثمان	۲۳۱
۲۳۲	۱	۵۰	۲۰	محمد بنفیل	۲۳۲ م ۲۴ ر شوال ۱۳۱۱
۲۳۳	۲	۵۱	۳۱	محمد اسحاق عرشی	۲۳۳ م ۱۰ ر شوال ۱۳۱۱
۲۳۴	۳	۵۲	۳۱	محمد عثمان	۲۳۴
۲۳۵	۴	۵۳	۲۲	محمد سلطان	۲۳۵
۲۳۶	۵	۵۴	۲۳	محمد یونس خاں	۲۳۶
۲۳۷	۶	۵۵	۲۴	عبدالقواب (غزنوی)	۲۳۷
۲۳۸	۷	۵۶	۲۲	محمد حسین خاں (خوری)	۲۳۸ م ۵۰ ر ذی القعدة ۱۳۰۵
۲۳۹	۱	۵۷	۳۳	سید امیر حسن محدث	۲۳۹ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۲۹۱
۲۴۰	۲	۵۸	۳۲	سید محمد تقی	۲۴۰ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۲۹۵
۲۴۱	۳	۵۹	۳۵	سید محمد عبدالباری	۲۴۱ م ۵ ر ذی القعدة ۱۳۰۳
۲۴۲	۴	۶۰	۳۶	سید امیر احمد	۲۴۲ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۰۶
۲۴۳	۵	۶۱	۳۷	سید احمد	۲۴۳ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۰۷
۲۴۴	۶	۶۲	۳۸	محمد بنفیل	۲۴۴ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۱۲
۲۴۵	۷	۶۳	۳۹	سید غلام جیلانی	۲۴۵ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۲۵
۲۴۶	۸	۶۴	۴۰	محمد تقی	۲۴۶ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۲۶
۲۴۷	۹	۶۵	۴۱	محمد بشیر	۲۴۷ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۲۶
۲۴۸	۱۰	۶۶	۴۲	محمد بنفیل	۲۴۸ م ۱۰ ر ذی القعدة ۱۳۲۶

ردیف	اسم	تاریخ	مقدم
۱	ابو بشار میر احمد م رجب ۱۳۳۵ هـ	۴۳	۴۶
۲	سید عبد یاقی م یکم بهار دی ۱۳۵۴ هـ	۶۶	۴۸
۳	سید ابو عبد الله خرد ۲۵	۶۹	۱۳
۴	سید اعجاز محمد خیر ۲۶	۷۰	۱۴
۵	سید قنار محمد سحر ۲۷	۷۱	۱۵
۶	سید علی م ۱۲۹۵ هـ ۲۶۳	۷۵	۷۲
۷	سید منظور احمد م ۱۳۰۶ هـ ۵	۷۶	۷۳
۸	سید عبد الله م ۲۲ ربیع ثانی ۱۳۲۴ هـ ۲۶۷	۷۷	۷۴
۹	سید عبد الله م ۲۰ رمضان ۱۳۳۱ هـ ۲۶۸	۷۸	۷۵
۱۰	النواب سید نور حسن م ۲۵۳ هـ ۲۶۹	۷۹	۷۶
۱۱	النواب حسن عرش م ۵ جمادی اولی ۱۳۴۲ هـ ۲۷۰	۸۰	۷۷
۱۲	النواب صدیق سن م یکم رجب ۱۳۴۴ هـ ۲۷۱	۸۱	۷۸
۱۳	النواب علی حسن زکریا م ۳ رمضان ۱۳۵۲ هـ ۲۷۲	۸۲	۷۹
۱۴	قاضی بشیر الدین م ۲۶۳ هـ ۳۲۵	۸۳	۸۰
۱۵	شاه محمد فی خرد م ۱۳۶۷ هـ ۳۳۷	۸۴	۸۱
۱۶	محمد عبد الله جواد م ۳۰۰ هـ ۳۳۸	۸۵	۸۲
۱۷	عبد الرؤف آملی ۲۸	۸۶	۸۳
۱۸	محمد یوسف برزی پری پرتی م ۱۳۶۸ هـ ۳۶۲	۸۷	۸۴

مقام	تاریخ	تعداد	روز	اسم	صفحه
۱	۱۰۳	۶۸	م	سید علی	۳۴۰
۲	۱۰۴	۶۹	م	عبد الباری	۳۴۳
۳	۱۰۵	۷۰	م	قاضی شیخ محمد	۳۴۴
۴	۱۰۶	۷۱	م	شاه ابوالسحاق (لہری)	۳۸۲
۵	۱۰۷	۷۲	م	عبد اللہ	۳۸۴
۶	۱۰۸	۷۳	م	سید مت	۳۸۶
۷	۱۰۹	۷۴	م	محمد سلیم (پیراوی)	۳۸۹
۸	۱۱۰	۷۵	م	غلام بخش (عظیم شاہی)	۳۹۰
۹	۱۱۱	۷۶	م	عبد العزیز	۳۹۲
۱۰	۱۱۲	۷۷	م	اسد اللہ	۳۹۳
۱۱	۱۱۳	۷۸	م	محمد شکر اللہ	۳۹۴
۱۲	۱۱۴	۷۹	م	حفیظ اللہ	۳۹۵
۱۳	۱۱۵	۸۰	م	حافظ عبد الرحیم	۳۹۸
۱۴	۱۱۶	۸۱	م	عبد السلام	۳۹۹
۱۵	۱۱۷	۸۲	م	عبد الرحمن صاحب خانہ حوزی	۴۰۰
۱۶	۱۱۸	۸۳	م	عبد اللہ	۴۰۱
۱۷	۱۱۹	۸۴	م	عبد الرحمن	۴۰۸
۱۸	۱۲۰	۸۵	م	محمد بشیر	۴۱۰

ردیف	نام	تاریخ	محل	ملاحظات
۱	ملا حسام الدین	۸۲	۱۳۶	۱
۲	خلیل الرحمن	۸۳	۲۳	۲
۳	محمد فیض الله	۸۶	۶۶	۳
۴	محمد سعید	۸۵	۲۵	۴
۵	عبد الله و غفر	۸۶	۲۶	۵
۶	سلیم الله	۸۶	۲۷	۶
۷	عبد الشکور	۸۸	۲۸	۷
۸	عبد القادر	۸۹	۲۹	۸
۹	به نیکو محمد بن	۹۰	۳۰	۹
۱۰	بو محمد و غفر	۹۱	۳۱	۱۰
۱۱	عبد غنی و بن ملا حسام الدین	۹۲	۳۲	۱۱
۱۲	احمد (بن ملا حسام الدین)	۹۳	۳۳	۱۲
۱۳	سلیمان بن داود	۹۴	۳۴	۱۳
۱۴	نور محمد بن غفر	۹۵	۳۵	۱۴
۱۵	عبد الله شائق	۹۶	۳۶	۱۵
۱۶	غفر احمد	۹۷	۳۷	۱۶
۱۷	محمد بن محمد بن فیض الله	۹۸	۳۸	۱۷

صفحہ	اسامی العلماء	پیشین	پیشین	پیشین	پیشین	مقام
۴۳۵	ابوالنعمان عبدالرحمن آزاد علیہ	۴۷	۱۳۵	۱۸	ازمنہ	عقلمند
۴۳۶	سید محمد سیدمان	۴۸	۱۴۰	۱۹		
۴۳۷	مصطفیٰ بن عبدالرحیم	۴۹	۱۴۱	۲۰		
۴۳۸	عبدنجم بن سعید الدین	۵۰	۱۴۲	۲۱		
"	محمد اسد اللہ بن نعمت اللہ	۵۱	۱۴۳	۲۲		
۴۳۹	محمد بن عبدالرحیم	۵۲	۱۴۴	۲۳		
"	محمد عظیم اللہ بن حافظ احمد	۵۳	۱۴۵	۲۴		
۴۴۰	عبدوحید بن عبدالرب	۵۴	۱۴۶	۲۵		
۴۴۱	بشیر اللہ بن عبدالغنی	۵۵	۱۴۷	۲۶		
۴۴۲	محمد نعمت اللہ بن حافظ نور محمد	۵۶	۱۴۸	۲۷		
"	سعید احمد بن محمد علی	۵۷	۱۴۹	۲۸		
۴۴۳	علیم عصمت اللہ	۵۸	۱۵۰	۲۹		
۴۴۵	قاری عبدالجبار	۵۹	۵	۳۰		
۴۴۶	قاری عبدالستار	۶۰	۱۵۲	۳۱		
۴۴۷	محمد نعیم	۶۱	۱۵۳	۳۲		
"	محمد فیصل	۶۲	۱۵۴	۳۳		
۴۴۸	محمد حبیل	۶۳	۱۵۵	۳۴		
"	عبد اللہ مبارک پور	۶۴	۱۵۶	۳۵		

ردیف	نام	تاریخ	مبلغ	توضیحات
۱	عبدالحق	۵۰	۹۳	م. ۱۳۳۵
۲	عبدالحق	۵۸	۹۶	م. ۱۳۳۶
۳	عبدالحق	۵۹	۹۵	م. ۱۳۳۷
۴	عبدالحق	۱۶۰	۹۶	م. ۱۳۳۸
۵	عبدالحق	۶۰	۹۵	م. ۱۳۳۹
۶	عبدالحق	۶۲	۹۶	م. ۱۳۴۰
۷	عبدالحق	۶۳	۹۶	م. ۱۳۴۱
۸	عبدالحق	۶۴	۹۶	م. ۱۳۴۲
۹	عبدالحق	۶۵	۹۶	م. ۱۳۴۳
۱۰	عبدالحق	۶۶	۹۶	م. ۱۳۴۴
۱۱	عبدالحق	۶۷	۹۶	م. ۱۳۴۵
۱۲	عبدالحق	۶۸	۹۶	م. ۱۳۴۶
۱۳	عبدالحق	۶۹	۹۶	م. ۱۳۴۷
۱۴	عبدالحق	۷۰	۹۶	م. ۱۳۴۸
۱۵	عبدالحق	۷۱	۹۶	م. ۱۳۴۹
۱۶	عبدالحق	۷۲	۹۶	م. ۱۳۵۰
۱۷	عبدالحق	۷۳	۹۶	م. ۱۳۵۱
۱۸	عبدالحق	۷۴	۹۶	م. ۱۳۵۲
۱۹	عبدالحق	۷۵	۹۶	م. ۱۳۵۳
۲۰	عبدالحق	۷۶	۹۶	م. ۱۳۵۴
۲۱	عبدالحق	۷۷	۹۶	م. ۱۳۵۵
۲۲	عبدالحق	۷۸	۹۶	م. ۱۳۵۶
۲۳	عبدالحق	۷۹	۹۶	م. ۱۳۵۷
۲۴	عبدالحق	۸۰	۹۶	م. ۱۳۵۸
۲۵	عبدالحق	۸۱	۹۶	م. ۱۳۵۹
۲۶	عبدالحق	۸۲	۹۶	م. ۱۳۶۰
۲۷	عبدالحق	۸۳	۹۶	م. ۱۳۶۱
۲۸	عبدالحق	۸۴	۹۶	م. ۱۳۶۲
۲۹	عبدالحق	۸۵	۹۶	م. ۱۳۶۳
۳۰	عبدالحق	۸۶	۹۶	م. ۱۳۶۴
۳۱	عبدالحق	۸۷	۹۶	م. ۱۳۶۵
۳۲	عبدالحق	۸۸	۹۶	م. ۱۳۶۶
۳۳	عبدالحق	۸۹	۹۶	م. ۱۳۶۷
۳۴	عبدالحق	۹۰	۹۶	م. ۱۳۶۸
۳۵	عبدالحق	۹۱	۹۶	م. ۱۳۶۹
۳۶	عبدالحق	۹۲	۹۶	م. ۱۳۷۰
۳۷	عبدالحق	۹۳	۹۶	م. ۱۳۷۱
۳۸	عبدالحق	۹۴	۹۶	م. ۱۳۷۲
۳۹	عبدالحق	۹۵	۹۶	م. ۱۳۷۳
۴۰	عبدالحق	۹۶	۹۶	م. ۱۳۷۴
۴۱	عبدالحق	۹۷	۹۶	م. ۱۳۷۵
۴۲	عبدالحق	۹۸	۹۶	م. ۱۳۷۶
۴۳	عبدالحق	۹۹	۹۶	م. ۱۳۷۷
۴۴	عبدالحق	۱۰۰	۹۶	م. ۱۳۷۸
۴۵	عبدالحق	۱۰۱	۹۶	م. ۱۳۷۹
۴۶	عبدالحق	۱۰۲	۹۶	م. ۱۳۸۰
۴۷	عبدالحق	۱۰۳	۹۶	م. ۱۳۸۱
۴۸	عبدالحق	۱۰۴	۹۶	م. ۱۳۸۲
۴۹	عبدالحق	۱۰۵	۹۶	م. ۱۳۸۳
۵۰	عبدالحق	۱۰۶	۹۶	م. ۱۳۸۴
۵۱	عبدالحق	۱۰۷	۹۶	م. ۱۳۸۵
۵۲	عبدالحق	۱۰۸	۹۶	م. ۱۳۸۶
۵۳	عبدالحق	۱۰۹	۹۶	م. ۱۳۸۷
۵۴	عبدالحق	۱۱۰	۹۶	م. ۱۳۸۸
۵۵	عبدالحق	۱۱۱	۹۶	م. ۱۳۸۹
۵۶	عبدالحق	۱۱۲	۹۶	م. ۱۳۹۰
۵۷	عبدالحق	۱۱۳	۹۶	م. ۱۳۹۱
۵۸	عبدالحق	۱۱۴	۹۶	م. ۱۳۹۲
۵۹	عبدالحق	۱۱۵	۹۶	م. ۱۳۹۳
۶۰	عبدالحق	۱۱۶	۹۶	م. ۱۳۹۴
۶۱	عبدالحق	۱۱۷	۹۶	م. ۱۳۹۵
۶۲	عبدالحق	۱۱۸	۹۶	م. ۱۳۹۶
۶۳	عبدالحق	۱۱۹	۹۶	م. ۱۳۹۷
۶۴	عبدالحق	۱۲۰	۹۶	م. ۱۳۹۸
۶۵	عبدالحق	۱۲۱	۹۶	م. ۱۳۹۹
۶۶	عبدالحق	۱۲۲	۹۶	م. ۱۴۰۰
۶۷	عبدالحق	۱۲۳	۹۶	م. ۱۴۰۱
۶۸	عبدالحق	۱۲۴	۹۶	م. ۱۴۰۲
۶۹	عبدالحق	۱۲۵	۹۶	م. ۱۴۰۳
۷۰	عبدالحق	۱۲۶	۹۶	م. ۱۴۰۴
۷۱	عبدالحق	۱۲۷	۹۶	م. ۱۴۰۵
۷۲	عبدالحق	۱۲۸	۹۶	م. ۱۴۰۶
۷۳	عبدالحق	۱۲۹	۹۶	م. ۱۴۰۷
۷۴	عبدالحق	۱۳۰	۹۶	م. ۱۴۰۸
۷۵	عبدالحق	۱۳۱	۹۶	م. ۱۴۰۹
۷۶	عبدالحق	۱۳۲	۹۶	م. ۱۴۱۰
۷۷	عبدالحق	۱۳۳	۹۶	م. ۱۴۱۱
۷۸	عبدالحق	۱۳۴	۹۶	م. ۱۴۱۲
۷۹	عبدالحق	۱۳۵	۹۶	م. ۱۴۱۳
۸۰	عبدالحق	۱۳۶	۹۶	م. ۱۴۱۴
۸۱	عبدالحق	۱۳۷	۹۶	م. ۱۴۱۵
۸۲	عبدالحق	۱۳۸	۹۶	م. ۱۴۱۶
۸۳	عبدالحق	۱۳۹	۹۶	م. ۱۴۱۷
۸۴	عبدالحق	۱۴۰	۹۶	م. ۱۴۱۸
۸۵	عبدالحق	۱۴۱	۹۶	م. ۱۴۱۹
۸۶	عبدالحق	۱۴۲	۹۶	م. ۱۴۲۰
۸۷	عبدالحق	۱۴۳	۹۶	م. ۱۴۲۱
۸۸	عبدالحق	۱۴۴	۹۶	م. ۱۴۲۲
۸۹	عبدالحق	۱۴۵	۹۶	م. ۱۴۲۳
۹۰	عبدالحق	۱۴۶	۹۶	م. ۱۴۲۴
۹۱	عبدالحق	۱۴۷	۹۶	م. ۱۴۲۵
۹۲	عبدالحق	۱۴۸	۹۶	م. ۱۴۲۶
۹۳	عبدالحق	۱۴۹	۹۶	م. ۱۴۲۷
۹۴	عبدالحق	۱۵۰	۹۶	م. ۱۴۲۸
۹۵	عبدالحق	۱۵۱	۹۶	م. ۱۴۲۹
۹۶	عبدالحق	۱۵۲	۹۶	م. ۱۴۳۰
۹۷	عبدالحق	۱۵۳	۹۶	م. ۱۴۳۱
۹۸	عبدالحق	۱۵۴	۹۶	م. ۱۴۳۲
۹۹	عبدالحق	۱۵۵	۹۶	م. ۱۴۳۳
۱۰۰	عبدالحق	۱۵۶	۹۶	م. ۱۴۳۴

مقام	تاریخ	شماره	اسم و القاب	صفحه
از رامپور	۳	۱۴۵	۱۰۱ م	۵۰۰
	۴	۱۴۶	۱۰۲ م	۵۰۲
	۵	۱۴۷	۱۰۳ م	۵۰۳
	۶	۱۴۸	۱۰۴ م	۵۰۳
	۷	۱۴۹	۱۰۵ م	۵۰۴
از بلپور	۱	۱۵۰	۱۰۶ م	۵۰۹
از بلپور	۲	۱۵۱	۱۰۷ م	۵۰۲
از بلپور	۱	۱۵۲	۱۰۸ م	۵۰۳
از بلپور	۱	۱۵۳	۱۰۹ م	۵۰۴
از بلپور	۱	۱۵۴	۱۱۰ م	۵۱۴
از بلپور	۲	۱۵۵	۱۱۱ م	۵۱۴
از بلپور	۱	۱۵۶	۱۱۲ م	۵۲۰
از بلپور	۲	۱۵۷	۱۱۳ م	۵۲۲
از بلپور	۱	۱۵۸	۱۱۴ م	۵۲۳
از بلپور	۲	۱۵۹	۱۱۵ م	۵۲۵
از بلپور	۱	۱۶۰	۱۱۶ م	۵۵۵
از بلپور	۲	۱۶۱	۱۱۷ م	۵۶۰
از بلپور	۳	۱۶۲	۱۱۸ م	۵۶۲

مقام	پہلے	دوم	سوم	چوتھے	نام	تاریخ
۱۰۰	۱	۱۵۳	۴۵		حافظ عزیز حسین	۱۳۲۳
۱۲۵	۲	۱۵۷	۸۰		محمد حسین	۱۳۲۶

غیمہ از ملک بنو ہاشم بن عبدمناف

مقام	پہلے	دوم	سوم	چوتھے	نام	تاریخ
۱۰۰	۱	۹۵	۸۰		محمد بن عبدمناف	۱۳۲۱
۱۲۵	۲	۹۷	۸۲		قبر حسین بن عبدمناف	۱۳۲۲
۱۵۰	۳	۱۹۶	۸۳		عبدلرزاق بن عبدمناف	۱۳۲۳
۱۷۵	۴	۹۸	۸۴		سرتہ بن عبدمناف	۱۳۲۴
۲۰۰	۵	۹۹	۸۵		عبدفند بن عبدمناف	۱۳۲۵
۲۲۵	۶	۱۰۰	۸۶		عبدمناف بن عبدمناف	۱۳۲۶

اشراون شہید

۱۰۰	۱	۹۵	۸۰	۷۵	۶۵	۵۵	۴۵	۳۵	۲۵	۱۵	۵
۱۲۵	۲	۹۷	۸۲	۷۷	۶۷	۵۷	۴۷	۳۷	۲۷	۱۷	۷
۱۵۰	۳	۱۹۶	۸۳	۷۹	۶۹	۵۹	۴۹	۳۹	۲۹	۱۹	۹
۱۷۵	۴	۹۸	۸۴	۸۱	۷۱	۶۱	۵۱	۴۱	۳۱	۲۱	۱۱
۲۰۰	۵	۹۹	۸۵	۸۲	۷۲	۶۲	۵۲	۴۲	۳۲	۲۲	۱۲
۲۲۵	۶	۱۰۰	۸۶	۸۳	۷۳	۶۳	۵۳	۴۳	۳۳	۲۳	۱۳

۱۰	قنبر شیرین قنبر	۸۰	عبدبارق زنجیلی	۹۰	عبدسدر بن عبدکرم	۱۰۰	حکیم محمد سلیمان
۱۱	شاه محمد فیروز نوری	۸۱	شیخ محمد	۹۱	موسی	۱۰۱	موسی
۱۲	محمد عبدلله جواد	۸۲	ابو یحیی زکریا	۹۲	مفضل الله	۱۰۲	سید احمد بن
۱۳	محمد یوسف بن	۸۳	حکیم عبد الله	۹۳	طیل الرحمن	۱۰۳	محمد علی موسی
۱۴	شیخ عبدالحق محمد	۸۴	حیراجوری	۹۴	عبدالله	۱۰۴	فوری عبدسیر
۱۵	سیدالدین محمد	۸۵	سید مستانه	۹۵	سلیمان الله	۱۰۵	موسی
۱۶	شهبازالدین محمد	۸۶	حیراجوری	۹۶	عبد قادر	۱۰۶	محمد حیل بن
۱۷	نذیر بن محمد	۸۷	شکر الله	۹۷	بوکر محمدی	۱۰۷	عبدالحق موسی
۱۸	بشیر بن محمد	۸۸	حنید شمس	۹۸	موسی	۱۰۸	محمد بن عبد الرحیم
۱۹	محمد سعید	۸۹	عبد عزیز بن	۹۹	ابوالعالی محمد علی	۱۰۹	موسی
۲۰	بوکر محمد	۹۰	عبد الله بن	۱۰۰	موسی	۱۱۰	محمد اسحق فخر ازغاری
۲۱	محمد سعید	۹۱	عبد رحیم مبارکی	۱۰۱	عبد علی	۱۱۱	عبد شان بقا
۲۲	عبد خیر	۹۲	عبد رحیم مبارکی	۱۰۲	احمد	۱۱۲	استاذ الاسلام
۲۳	سید عبد الباقی	۹۳	عبد سلام	۱۰۳	سیمون بن	۱۱۳	عبد الله
۲۴	حیات محمد	۹۴	عبد الله	۱۰۴	موسی	۱۱۴	عبد الغفور ازبکی
۲۵	حکیم عبد الحمید	۹۵	عبد رحیم	۱۰۵	نور محمد	۱۱۵	عبد القادر
۲۶	محمد شیرین	۹۶	عبد الله	۱۰۶	عبد شمس	۱۱۶	عبد السلام
۲۷	بوکر محمد	۹۷	محمد بشیر	۱۰۷	ابوالنعمان	۱۱۷	عبد الصمد
۲۸	سید اسحاق	۹۸	نذیر محمد موسی	۱۰۸	عبد رحیم موسی	۱۱۸	عبد الرحیم

۱۰	مهرابی	۳۰	مهرابی	۴۰	مهرابی
۱۱	مهرابی	۳۱	مهرابی	۴۱	مهرابی
۱۲	مهرابی	۳۲	مهرابی	۴۲	مهرابی
۱۳	مهرابی	۳۳	مهرابی	۴۳	مهرابی
۱۴	مهرابی	۳۴	مهرابی	۴۴	مهرابی
۱۵	مهرابی	۳۵	مهرابی	۴۵	مهرابی

تجدید تعظیم به یوم ولادت

۱۰	تجدید تعظیم	۳۰	تجدید تعظیم	۴۰	تجدید تعظیم
۱۱	تجدید تعظیم	۳۱	تجدید تعظیم	۴۱	تجدید تعظیم
۱۲	تجدید تعظیم	۳۲	تجدید تعظیم	۴۲	تجدید تعظیم
۱۳	تجدید تعظیم	۳۳	تجدید تعظیم	۴۳	تجدید تعظیم
۱۴	تجدید تعظیم	۳۴	تجدید تعظیم	۴۴	تجدید تعظیم
۱۵	تجدید تعظیم	۳۵	تجدید تعظیم	۴۵	تجدید تعظیم

تجدید تعظیم

تجدید تعظیم

۲۹ سید منصور محمد حسن قزوینی	۵۳ سید عزیز دین محمد بناری	۶۶ عبدالحسین بابا پور شمشیری	۸۰ بوکی محمد (شاہجہاں پوری)
۳۰ غازی محمد دین	۵۴ محمد سعید کجی	۶۷ عبدالحکیم	۸۱ محمد یوسف شمس قزوینی
۳۱ نواب ورجین قزوینی	۵۵ دہ جوتہ	۶۸ عبدالحق درستی	۸۲ حیدر علی رام پوری
۳۲ سید محمد حسن مرشدی	۵۶ محمد منیر خان	۶۹ بو مہار محمد علی	۸۳ سید محمد شاہ محمد رامپوری
۳۳ نواب صدیق حسین	—	۷۰ ابوالفضل محمد علی	۸۴ خرم علی بلہوری
۳۴ قاضی شیر دین	۵۷ سخاوت علی جوہری	۷۱ [انور محمد بن شعیب]	۸۵ حسین احمد طبع بادی
۳۵ شاہ محمد زمانہ تر	۵۸ شیخ محمد یحییٰ شہری	۷۲ مسعودی شمشیری	۸۶ محمد علی صد پوری
۳۶ محمد عبد اللہ جھاقو	۵۹ شاہ ابوالساق بادی	۷۳ عبد اللہ شائق	۸۷ فرید الدین شاہ کاکوری
۳۷ عبد الرؤف مسوی	۶۰ غلام گشتی	۷۴ ابوالفتح عبدالحسین	۸۸ مرزا حسن علی سعید شاہ
—	۶۱ حکیم عبد اللہ جبر چورکی	۷۵ حکیم محمد	۸۹ عبد الحکیم تر
۳۸ سید محمد دین محمد بناری	۶۲ شریعت الغفر کجی	۷۶ حکیم محمد دین	۹۰ سید یحییٰ حسن علی بادی
۳۹ سید عبداللہ محمد	۶۳ محمد سیام پوری	۷۷ حکیم محمد شاہ	۹۱ سید علی
۴۰ سید یحییٰ محمد	۶۴ نہ بخش	۷۸ فقط عبد اللہ خاں پوری	۹۲ سید بوخی خجستی
۴۱ سید شہید الدین محمد	۶۵ سید محمد بادی	۷۹ عبد اللہ مستوی	۹۳ فقط عزیز دین
۴۲ سید شیر الدین محمد	۶۶ سید احمد مبارک پوری	۸۰ ابوالرشاد محمد بادی	—

• کتاب فن عبد بنی بناری میں آپ کی کتاب "کشف سہرہ فی منیہ مسیمہ" درج ہے۔

صفحہ ۱۰۷ پر "سوانح سید" کے سوسن بن ماجہ کی شرح "عربی میں"

نگاہ رہے ہیں ۱۲۔ مؤلف۔

اس وقت کی تاریخ

۱. در این کتاب که در این کتاب
 ۲. در این کتاب که در این کتاب
 ۳. در این کتاب که در این کتاب
 ۴. در این کتاب که در این کتاب
 ۵. در این کتاب که در این کتاب
 ۶. در این کتاب که در این کتاب
 ۷. در این کتاب که در این کتاب
 ۸. در این کتاب که در این کتاب
 ۹. در این کتاب که در این کتاب
 ۱۰. در این کتاب که در این کتاب

حزب ترقی و ترقی

رد	مصنف	کتاب	رد	مصنف	کتاب
۱۴	سید تقی محمد حسینی	کتب - سند	۲۹	حافظ عبد شمس غازی پوری	تسبیح القرآن
۱۵	عرب ارشد سن فتویٰ	رسمت	۳۰	ابو یحییٰ محمد شمس غازی پوری	لارشاد فی سبیل الرشاد
۱۶	نور باریق حسن شاہ	کتب - سند	۳۱	سید عبد علی محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری
۱۷	محمد سعید کجایی نیازی	سید محمد علی	۳۲	سید محمد علی محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری
۲۰	شہ محمد فخر زکریا پوری	دیور علی عید	۳۳	غلام علی محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری
۲۱	امام عبد شمس غازی پوری	سید محمد علی	۳۴	حسین احمد علی پوری	رحالہ جواز قرآنہ خلف الامام
۲۲	محمد یوسف شمس غازی پوری	سید محمد علی	۳۵	محمد علی محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری
۲۳	سید سید علی محمد پوری	تقدیم فی حدیث سید سید	۳۶	فرید علی محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری
۲۴	شہ بوتقہ محمد علی	فہمیں فی ثبات نفع الیہ	۳۷	میرا حسن علی محمد	فتویٰ دقاری
۲۵	عبد اسد محمد کپوری	سید محمد علی محمد پوری	۳۸	عبد محمد محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری
۲۶	عبد محمد محمد کپوری	محمد محمد علی محمد پوری	۳۹	سید عبد الحمید بریلوی	گل رعنا
۲۷	عبد محمد محمد کپوری	سید محمد علی محمد پوری	۴۰	حافظ غفر الدین مرد آبادی	اکمل البیان بتائید تقویۃ الایمان

اصحاب شمس غازی پوری

۱	اشفاق شمس غازی پوری	سید محمد علی محمد پوری
۲	شہ محمد علی محمد پوری	سید محمد علی محمد پوری

۱	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۲	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۳	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۴	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۵	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۶	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۷	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۸	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۹	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۰	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۱	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۲	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۳	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۴	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۵	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۶	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۷	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۸	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۱۹	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر
۲۰	حد و اسالیق	کسی یک کتاب گرامر

شرح حدیث به حد و اسالیق

مؤلف	کسی یک کتاب گرامر	مؤلف	کسی یک کتاب گرامر
۱	شرح حدیث	۱	شرح حدیث
۲	شرح حدیث	۲	شرح حدیث
۳	شرح حدیث	۳	شرح حدیث
۴	شرح حدیث	۴	شرح حدیث
۵	شرح حدیث	۵	شرح حدیث
۶	شرح حدیث	۶	شرح حدیث
۷	شرح حدیث	۷	شرح حدیث
۸	شرح حدیث	۸	شرح حدیث
۹	شرح حدیث	۹	شرح حدیث
۱۰	شرح حدیث	۱۰	شرح حدیث
۱۱	شرح حدیث	۱۱	شرح حدیث
۱۲	شرح حدیث	۱۲	شرح حدیث
۱۳	شرح حدیث	۱۳	شرح حدیث
۱۴	شرح حدیث	۱۴	شرح حدیث
۱۵	شرح حدیث	۱۵	شرح حدیث
۱۶	شرح حدیث	۱۶	شرح حدیث
۱۷	شرح حدیث	۱۷	شرح حدیث
۱۸	شرح حدیث	۱۸	شرح حدیث
۱۹	شرح حدیث	۱۹	شرح حدیث
۲۰	شرح حدیث	۲۰	شرح حدیث

عدد	مصنف	کسی ایک کتاب کا نام	عدد	مصنف	کسی ایک کتاب کا نام			
۱۵	خواجہ سکن بخاری	عل و سکوت لکھی	۲	عابد عبد خدا پوری	معدن مسکن ۲۰ فی			
۱۶	قاضی شیخ محمد علی شہری	۲۱	عبد السد پوری	شرح و ترجمہ ریتا ہفت	۲۲	محمد یوسف حسن شیش پوری	مجمع	
۱۷	سنی و علی جونپوری	الحکم فی رتہ سی کریم	۲۳	فرید الدین کاکوروی	نظم و رتہ سیدہ سفر	۲۴	محمد دیکھوی	مصدقہ اہری
۱۸	شاہ یوسف ہر دین محمدی	نوحینیر فی رتہ سیدہ	۲۵	خرم علی بلہوری	تہجد سنار قی رتہ	۲۶	عبد رتہ سر کپوری	تہجد سنار قی رتہ

خانہ زبان راوند

شاہ محمد معین شہید پوری (۲) شاہ عبد الحی پوروی (۳) سید قباور حسن آفری (۴) عبد اللہ حیا و اہل پوری (۵) سنی و علی جونپوری (۶) سید حید علی پوری (۷) سید محمد علی پوری (۸) خرم علی بلہوری

شہیدان راوند

شاہ محمد معین شہید پوری

تراہد و میا صاحب شیخ اکل السید نذیر حسین میرٹ پوری بتعداد ۵			
عدد	پانی	عدد	پانی
۱	زادہ	۲	زادہ
۳	زادہ	۴	زادہ
۵	زادہ	۶	زادہ
۷	زادہ	۸	زادہ
۹	زادہ	۱۰	زادہ
۱۱	زادہ	۱۲	زادہ
۱۳	زادہ	۱۴	زادہ
۱۵	زادہ	۱۶	زادہ
۱۷	زادہ	۱۸	زادہ
۱۹	زادہ	۲۰	زادہ
۲۱	زادہ	۲۲	زادہ
۲۳	زادہ	۲۴	زادہ
۲۵	زادہ	۲۶	زادہ
۲۷	زادہ	۲۸	زادہ
۲۹	زادہ	۳۰	زادہ
۳۱	زادہ	۳۲	زادہ
۳۳	زادہ	۳۴	زادہ
۳۵	زادہ	۳۶	زادہ
۳۷	زادہ	۳۸	زادہ
۳۹	زادہ	۴۰	زادہ
۴۱	زادہ	۴۲	زادہ
۴۳	زادہ	۴۴	زادہ
۴۵	زادہ	۴۶	زادہ
۴۷	زادہ	۴۸	زادہ
۴۹	زادہ	۵۰	زادہ

۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸

کتاب دیدار مولف بقدره

سابق	سابق	سابق	سابق
۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳

عدد	سامی لغات	عدد	سامی لغات	عدد	سامی لغات	عدد	سامی لغات
۱	سعید محمد منوی	۲۶	عبد السدم بستوی	۴	عبد الغفار محمد منوی	۵۵	سید علی ابوالحسن بستوی
۲	محمد سفیان طیلندی	۲۸	عبد القدر محمد منوی	۶۰	عبد قدوس بستوی	۵۶	محمد بن عبد الرحیم منوی
۳	محمد مسیحان منوی	۲۹	عبد الله شهاب منوی	۶۱	حکیم عبد الرحمن دبلوی	۵۷	محمد حسین شاه منوی
۴	بو سعید شهاب منوی	۳۰	عبد الله عبد شهاب منوی	۶۶	عبد الرحمن مبارکپوری	۵۸	محمد حسین کاتبی ادری
۵	ابو ضمیر الدین احمد	۳۱	عبد الله شهاب منوی	۴۵	عبد الله مبارکپوری	۵۹	محمد حبیب منوی
۶	کاف حیدر	۳۲	عبد الله بستوی	۴۶	عبد الله دبلوی	۶۰	محمد خلیل
۷	خضر محمد منوی	۳۳	عبد الله غزنوی	۴۷	عبد الوکیل	۶۱	ابو مسعود دمر باری
۸	عبد الرحمن مبارکپوری	۳۴	عبد حبیب دبلوی	۴۸	عبد وحید منوی	۶۲	محمد منوی
۹	عبد الرحمن شهاب منوی	۳۵	عبد محمد منوی	۴۹	عبد الله دبلوی	۶۳	محمد نعیم
۱۰	عبد الرحمن بستوی	۳۶	سید عبد الغنی دبلوی	۵۰	شیخ عبد الوهاب	۶۴	نذیر احمد منوی
۱۱	عبد الرحمن دبلوی	۳۷	عبد الرزاق بستوی	۵۱	آب علیان دبلوی	۶۵	نعمت الله منوی
۱۲	عبد رشید دبلوی	۳۸	عبد السبحان منوی	۵۲	محمد عثمان طیلندی	۶۶	نور محمد
۱۳	عبد الله دبلوی	۳۹	عبد الغفور بستوی	۵۳	عثمان بن مرثی	۶۷	محمد یوسف شمس قنیش
۱۴	عبد الله دبلوی	۴۰	عبد الغفار آف	۵۴	عبد الله منوی	۶۸	یونس خان دبلوی
۱۵	عبد الله منوی	۴۱	عبد الله دبلوی	۵۵	عظیم الله	۶۹	محمد یونس دبلوی

عبد حبیب منوی

اسامی العلماء والاعلام

جن کے شہور القابات سے ان کا ذکر ہوا

حجۃ اللہ ————— جتہ امدرتہ دہلی المحدثات دہلی

امیر المؤمنین ————— میر انور حسین اسحاق احمد بریلوی

شمس ————— سیدنا شہداء محمد اکمل شمس دہلی

شیخ اکمل
میان صاحب ————— سید نذیر حسین محدث دہلی

صاحب ان المعجود ————— سید شمس الحق محدث دہلی نوی

حب تحفہ ————— مولوی عبد الرحمن مبارک پوری

مولانا رحیم آبادی ————— مولانا رحیم آبادی ترقی جباری

حب فقہ ————— مولانا رحیم آبادی ترقی جباری

شیخ پنیب ————— مولانا رحیم آبادی ترقی جباری

اسامی الکتاب

جن سے تہذیب میں استفادہ کیا

- ۱ اخبار المحدثین (امریکہ) مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری
- ۲ رسالہ معارف (اعظم گڑھ) العلامة السید سلیمان ندوی
- ۳ { تواریخ عجیبہ موسومہ بہ
سوانح احمدی } فنی (مولوی) محمد جعفر تھانیسری
- ۴ { ترجمہ السید الامام
احمد بن عرفان (عربی) } السید ابی الحسن علی بن علامہ عبدالحی بکھنوی
- ۵ بحیۃ بعد المماتہ سونخدی میانصا ^ح قاضی منشتر حسین ^ع منشتر پوری ^{سید نذیر حسین}
- ۶ حیات ولی مولوی رحیم بخش مرحوم دہلوی
- ۷ ولی اللہ مولوی محمد اسماعیل گودہروی
- ۸ حیات عزیز می مولوی رحیم بخش (مدفوع) دہلوی
- ۹ الدار المنشوری فی تراجم اہل صدقہ مولوی عبدالرحیم صادق پوری

۱ بر و تهن المهور فی ترجمہ مولوی

۲ تهن نور احمدی المغفور

۳ الی قوت والمحبان

۴ فی ذکر علی سہسوان

۵ بتدوین فی القادر المحسن

۶ لقطۃ العبدان فی تمس

۷ الی حاجۃ انسان

۸ تقصیر جنود الماہر من

۹ تذکار جنود الاحرار

۱۰ فتح الطبیب من ذکر المنزل

۱۱ و ابکیب

۱۲ اتحیۃ النبیین المستقین

۱۳ یا حیارہ اثر شفقت

۱۴ و الخیرین

۱۵ ابجد العوالم

۱۶ جمہوریہ محنت آباد خنورہ

۱۷ سید سید بابا فی دانی

۱۸ برزخ بحدیث و تحقیق

۱۸ مائثر مسدیقی نواب علی حسن بن نواب حبیب حق خاں

۱۹ قصار الارباب فی ذکر
علاء النجوالادب مولوی ذوالفقار احمد مرحوم بھوپالی

۲۰ تذکرہ علمائے ہندوستانی مولوی رحمت علی مرحوم (ریاست یوگان)

۲۱ تطیب الاخوان بذکر علمائے
الزمان عقبہ بتذکرہ علمائے
مولوی محمد ادریس نگرانی

۲۲ مشاہیر کاشمیری مولوی حافظ محمد حیدر علی کاشمیری

۲۳ کامران رام پور مولوی حافظ احمد علی مرحوم رام پوری

۲۴ حیات طیبہ میرزا حیرت دہلوی

۲۵ سوانح عمری عبداللہ صاحب غزنوی
مولوی عبد الجبار غزنوی
مولوی غلام رسول قلعہ والے

۲۶ سوانح حیات
سوانح عمری مولوی
غلام رسول
مولوی عبدالقادر (قلعہ والے)

نوا نغمہ مولانا محمد قاسم
نانوتوی مولوی محمد یعقوب مرحوم نانوتوی

۲۸ قاموس المشاعر

مولانا قاضی بدایونی

۲۹ یادگار دہلی

سید احمد دلی الہی دہلی

۳۰ تذکرہ

{ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب
"الہدال لغزاً"

(۲۰ نثری عمدے)

۳۱ تذکرۃ الکرام (۱۰۰۰)

سید محمود احمد علی امرہوی

۳۲ رسالہ اشاعت السنہ

مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی

۳۳ جہتری عدسہ

مطبوعہ نامی پریس کھنڈ

۳۴ نثری کرم

میرزا محمد علی آزاد دہلی

۳۵ سہ و سزاو

۳۶ ترجمہ مختلف اسید بڑی نمونہ آواز، سید شمس الدین صاحب بٹالوی

۳۷ مکتوب مصنف علی

مولانا محمد رفیع الدین صاحب بٹالوی

۳۸ اہم کتب

مولانا محمد رفیع الدین صاحب بٹالوی

مولانا محمد رفیع الدین صاحب بٹالوی

ہدیہ

بکثرت منیر جاعلیٰ حدیث جناب حافظ حمید اللہ صاحب سو داگر وینس دلی

جن کے ہل وزر کے بعض مصارف یہ ہیں

۶۵
۱۵

۱۔ مسجد و مدرسہ اہل حدیث کی تعمیر

۲۔ مدرسہ اہل حدیث کی امانت

۳۔ کتب توحید و سنت کی تقسیم و شاعت

۴۔ وینس دلی نڈیا حدیث کی امداد

۵۔ منسوخ و مجبور شدہ عت کی کفایت

۶۔ کشتہ زلزلہ شدہ کے شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ

کو پیر پڈوں ۵ سورہات

رکعیہ یا رب یو در گنجینہ کو بکشتہ ہیں

مجموع

۱۔ شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ کے کشتہ زلزلہ شدہ کے شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ

۲۔ کشتہ زلزلہ شدہ کے شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ کے کشتہ زلزلہ شدہ کے شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ

۳۔ کشتہ زلزلہ شدہ کے شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ کے کشتہ زلزلہ شدہ کے شجرہ زر و قومیہ ساتیعیہ

سورہات

و تفصیل مندرجہ ذیل

بکثرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتاح

رحمہم رب العالمین
خود بخود ہونے کو سب سے پہلے جو کہ ایک انسان کے دل میں
سب سے پہلے ہونے سے مسخ ہونے میں کہ خود کو ان کے سامنے کہ جس سے وہ
ورن کے بھی کہ ہر ہفتوں سے ہر ہفتوں ورن کے ہفتوں ہفتوں سے
رویاں پیدا ہونے اور ان کے روپوں کا ہر ہفتوں کے ہفتوں ہفتوں کے
میں میں ہفتوں ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
وہ کہ ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
گوشہ ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے

قنوں سے کہ ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
کہ ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے
ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے ہفتوں کے

میں نے ان کے بارے میں سوچا ہے کہ وہ ایک ایسی ہی شخصیت ہیں جو ان کے لئے جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر لیتا ہے۔
 ان کے بارے میں سوچا ہے کہ وہ ایک ایسی ہی شخصیت ہیں جو ان کے لئے جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر لیتا ہے۔
 ان کے بارے میں سوچا ہے کہ وہ ایک ایسی ہی شخصیت ہیں جو ان کے لئے جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر لیتا ہے۔

دوستوں میں تم کو خوب یاد رکھیں۔

میں سنت و سادہ و خوبہ نفس کا مقتدا ہوں سنت کو اس دور میں میں اختیار
 کرتا ہوں اور دیر وقت کے لئے کہ بات میں وزن کو نہ سنت میں کی بات میں
 منجم میں بات با اس پر کہ ہے خوب ہیں کہ ہیں

دیر و بزم و میز و میست و میمنہ پر سرزد ہو کر سست و سہل ہوئے

بہارِ حقیقت و روئے مست و خجہ ہو، غنم کی نگوشت ششوں کی بدوست یک بڑی
 کی چرکی تھی۔ ندوں کو سرف کی بہت کر پڑی یہ گھٹیں۔ بوڑی رہنما کے قدم نے

بانت است و من کلمات کو نیز بر یک است و در تمام سببها و کلمات است
که از آن کلمات که در آن است که در آن است که در آن است که در آن است

بہارِ نبوت میں جس نسبت کی طرف جہتوں کے ساتھ ایک نوبت پر اس کے لیے کہ
اس وقت کو یاد نہ کر رہا ہو تو اس کے لیے کہ اس کی پہلی سہ ماہی کے لیے

کے نزدیک رہنے سے صرف کسارت کی بنیادیں پڑتی ہیں اور ان سے ہمیشہ کی طرح جوہر پڑتا ہے۔

ایک کے جذبات کے سین وڑسٹھ کی تحقیق نہیں ہے۔ یہاں سے جو رقی
مستحقہ ہوتی ہو وہ اور اس کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ

مستحقان کے لئے ہمارے اور مقدمہ و جہتیں میں کہ سب کاموں کے پیش و

ہے۔ اس میں کچھ نہ کچھ نہ میاں رہیں گی تاہم دھڑ سے صرف نظر فرمائیں گے۔

امید ہے کہ بزرگوں کے حدیث کے پڑھنے سے ہمارے فوجیوں میں غم و ملال کی تڑپ
پیدا ہوگی اور اس نئی تحریک سے واقفیت ہوگی جو ہندوستان میں سداۓ عظمت
کی تباہی کے بعد شروع ہوئی اور جو فسوس بہت بھاری ہی تھا جنگی کی بدولت قبل از وقت مگر

اہل حدیث کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے

حقیقت کی روش سے وہ قدیم نہیں صرف نقش قدیم ہے۔ مولانا سمیع شہید رحمۃ اللہ علیہ

جس تحریک کو سیکرٹری نے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امت کبریٰ توحید خاص

و اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں مگر فسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا

اور باقی جو رو گیا ہے وہ گزر رہا ہے پانی کی فتنہ کسیر ہے

بہر حال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے

دور بار بار کی سالن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بچے خود مفید

اور رقی شکر یہ ہے بہت سی برکتوں کا استیصال ہو۔ توحید کی حقیقت نکھر رہی گئی۔

قرآن پاک کی تحیم و تقیہ کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑ گیا

حدیث نبوی کی قیہ و تدریس و تالیف و اشاعت کی کوششیں کو مدیہ ہوئیں اور

دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیا نے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک

کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔

دیہ و ریت سے کچھ لاگوں سے نصیحتیں بھی ہوئی ہوں، لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ

دلوں سے نیا نیا نبوی کی جوینہ بگم ہو گیا تھا وہ سالہا سال تک کے سے دوبارہ پیدا ہو گیا

مگر فسوس ہے کہ اب وہ بھی بار بار ہے۔ اس تحریک کی بہ گہرے تاثر یہ بھی تھا کہ وہ جہاد

اس درس کا دسک دوسرے نامور مولانا جس بق صاحب (عبد غفور العبود) ہیں
جنہوں نے کتب حدیث کی جمع اور شاعت کو اپنی دوست و زندگی کا مقصد قرار دیا اور
اس میں وہ کامیاب ہوئے

اس درس گاہ کے تیسرے نامور مولانا عبد اللہ صاحب خانہ پور ری میں جنہوں نے درس
تدریس کے ذریعہ خدمت کی ور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے بعد
درس کا اتنا بڑا عقد اور شاگردوں کا مجمع ان کے سو کسی ورکون کے شاگرد نہیں مل
اس درس گاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ بہرست جامع الغنم گریڈ میں مولانا
عبد الرحمن صاحب مرحوم مبارک پوری تھے جنہوں نے تدریس و تالیف کے ساتھ ساتھ
جامع ترمذی کی شرح "تحفۃ الاحیاء" عربی لکھی

اس تحفہ کا ایک ور فائدہ یہ ہو کہ مدت کا زنگ عبیتوں سے دور ہوا اور جو خیال
ہو گیا تھا کہ با تحقیق کا درو زدنہ ور نے اچھا دکا راستہ سدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا
اور لوگ اسے نو تحقیق و کاوش کے دی ہوئے گئے۔ قرن پاک اور حدیث مبارک سے
دلائل کی خو پیدا ہوئی ور قیل و قال کے مکرر دشمنوں کی بجائے ہدایت کے صلی سر چشمہ
مصنف کی طرف ورتی ہوئی۔ اسی درک کا ہر ور مشاہیر کے احوال پر تامل اور زمانہ حال
کے بہت سے ناموروں کے سوانح پر حاوی یہ ورق ہیں۔ گر مصنف ان بہتوں کے
منتخبہ اوراق کو آج بڑا نہ کر دیتے تو شاید حوادث کی تیر اندازی ان کو اس طرح پر بزرگ ڈالتی
جس طرح بہت سے پچھلے دوروں کے مراقب اس ملک میں ضائع ہو چکے ہیں

مصنف نے اپنی اس کے نام و نسب و سنین ساتھ ویشیوخ تصنیف
ور مسائل اور ان کے دوسرے کارناموں کو قید تھری میں رنے کی کوشش کی ہے جو

آج تک ہر سبب و سبب کے لئے کوئی نہیں ہوئی۔
لہذا ہر مومن کو ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے
اور کاموں کی قیادت و توفیق بخشے اور ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے
ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے
و ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے ہر سبب و سبب کے لئے

سید علیہ السلام
در مسند احمد

ص ۱۰۰

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خاندانِ عسکالی ولی اللہی دہوی

وکلیمہ کانواعلماء نجباء حکماء فقہاء عکاسلام
واعمامہم کین وھم من بیت العلم الشرع
والنسب الفاروقی المذہب

ایجاد العلوم لتواب

”ہر یکے از ایشان بے نظیر وقت و فرید و ہر و وحید و علم و عمل
و عقل و فہم و قوت و تقریر و فصاحت و تحریر و تقوی و دیانت و امانت و
مراتب و ولایت بود و ہم چنین اولاد و اولاد و این سلسلہ از علم
تاب است“

”تمنی و املا متقین بامین، ماثر لغتہا، المحدثین
الکتاب“

خاندان عالی ولی اللہی

فَجَعَلْنَاهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا

حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث

۱	شاہ عبدالعزیز	۲	شاہ مخصوص است
۲	شاہ عبدالغنی	۳	شاہ محمد اسحاق مہاجر علی
۳	شاہ عبدالقادر	۴	شاہ محمد یعقوب مہاجر علی
۴	شاہ رفیع الدین	۵	مذاہب القیوم
۵	شاہ محمد اسماعیل شہید	۶	محمد عمر دین شہید

۱۲ شاہ عبدالکلی بڈپانوی ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ ان کے لئے اجر عظیم دے اور ان کو جہنم سے محفوظ رکھے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ

(معدوم)

وفات ۱۱۵۶ھ

”پھر ہزار ہوں صدی کا ایک غنیمت ترین تہو یوم و موقع
 دیکھو زمین بھر ہو چلی تھی پھر بھی گھنٹوں کی سہری اور چنبوں کی دلی ست
 کوئی گوشہ یا نکل نہ ملے ۲ دین صدی کے تمام کاروبار و عبادت کے
 اکبر و سائنس کی صدی میں نہ ہو کر وہ جوئے جنس بیت پرستوں
 ورس و قدر سب کی بنیادیں اسی غم میں ستور ہو میں بیت خاندان شہور
 خلیفہ محل اور مہندستان سے باہر بد و عربیہ و عثمانیہ میں کائنات سیر
 عمر ویت و حیات شہزادہ ابراہیم کورانی محمد بن احمد سعیدی نجدی سید
 عبد الستار کوہاں شیخ احمد انی تونس شیخ سید احمد جہری میر محمد بن اسمعیل یانی
 شیخ احمد شافعی نجدی عدم وانی مدحہ اہل لکھنؤ شیخ محمد بیات سندھی“

اللہ فی وغیرہ کہ شاہ راو عام سے اپنی انگ راو رکھتے تھے اور حقیقت مسطورہ
 کے شتاسا و حق اکاہ تھے بایں ہمہ معاوم ہے کہ وہ خود و را آخر کے "خارج"
 اور سلطان عنہ ہونے کا مقام تھا اور قطبیت وقت کا وہ صرف حجت الاسلام شاہ
 ولی اللہ (رحمۃ اللہ عنہ) ہی کے لئے تھا اور لوگ بھی بیکار نہ تھے کام کرتے
 رہے مگر حکام بہاں انجی م پایا و صرف ہمیں کے لئے تھا،
 فیضی سنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
 گرم دار و ز تو سنگ مسہ رسوائی لا؛

تقریبات میں اسی معادہ کے مدارف لکھتے ہوئے کہیں تو اپنی طرف
 بیگانہ وار اشارہ کرتے ہیں کہیں کہیں جوش قلبی کی بے اختیار یوں
 میں صاف صاف بھی لکھ گئے ہیں چنانچہ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں بر سر مرد و نو
 کہ میں حقیقت بمردم برس کہ امروز وقت وقت است و زمان زمان تو دے
 ترکے کہ زیر لوائے تو نہ باشد "ایک اور فہم میں یہ کیفیت زیادہ سہجہ کے
 ساتھ کہل ہے فہمینی ربی انا جعلت امام هذا الطريقة وسد
 طرق الوصول إلى حقيقة القرب کلها لیوم غیر طریقہ الا واحدہ و هو
 محبت و لا نقیاد لک و لیس من عاداتی و لیست ارض
 علیہ بارض فاضل الشرق و اقرب کلہم مد عینک و انت سبطہم
 علوا و لم یعلوا فان علوا و ازواوان جملوا خابوا"

اس باب میں ان کے اشارت بے شمار ہیں علی الخصوص تفہیمات میں

اس فندان کے جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان میں وارد ہوئے وہ
 شیخ شمس الدین مفتی تھے جو غانا، سنی حکومت کے غانا ہی میں یہاں آگئے۔ رہتک
 میں قیام فرمایا یہ اس وقت بھی ایک بار رونق شہر تھا۔ شیخ ممدوح علوم نہ ہری و باہنی
 و دونوں کے عامل اور صاحب کشت بزرگ تھے۔ جب کہ شاہ صاحب (حضرت ولی اللہ)
 اپنے رب لہ "امداد" میں فرماتے ہیں "وایں بزرگ ممدوح و بدوہ است و
 اول کیلکہ از شرا و قریش و رآن بدوہ و سبب و سے شہر اسلام ظہور نمود و
 طغیان کفر منطقی شد" شیخ نے رہتک میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اپنی بزرگی اور علوم و
 کی وجہ سے اس زمانہ کے دستور کے موافق مفتی شہر مقرر ہوئے۔ تاکہ آپ کے بڑے
 بیٹے کمال الدین مفتی ان کے جہ شیخ عبد الملک پھر قاضی گویہ مدین پھر قاضی قاسم
 اور سب سے آخر میں قاضی قوام الدین (عزت قاضی) اسی ائمہ پر تیار رہے۔ اسی
 وجہ سے قاضی قاضی کے بیٹے محمود کی موت کی تو چونکہ یہ سب بیٹے زندہ ہی کے دلدادہ
 تھے اس لیے انہوں نے قبول ائمہ سے انکار کر دیا مگر اس پر بھی فندان کے شرف
 علم و فضل میں کوئی تغیر نہ ہوا۔

شیخ محمود کی شادی سیونی پت کے ساتھ ہوئی اس حرم کے فرزند جن کی
 تربیت شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الیکم سو فی تہی نے بہترین طریق پر کی، شیخ احمد
 جوانی ہی کے عالم میں بہت لوٹ آئے بیرون قندھار ایک عالی شان مسلمان
 بنو گڑھے غانا ان کے تمام افراد کو اس میں رہنے کے لیے مکان دیتے گئے ان بزرگ
 شیخ احمد کے صاحبزادے منصور اور پوتے شیخ محمد عظیم بھی علم و فضل میں عالیاں پایہ

رکتے تھے لیکن طرز زندگی چونکہ سب میں نہ تھی اسی لئے ماری عمر بچک و بچال میں
 تیار ہوئی، ان دونوں کی شجاعت و مردانگی کے تذکرے جو بے منتوں میں ہیں
 تو بیچ حضرت جنتہ، سردار شاد و دل آتش صاحب کے بھی رسالہ آمد میں
 کی ہے۔

در شیعہ و معتزلیہ کہتے ہیں کہ دین داروں میں صاحب کے دو اولاد ہیں
 و یہ صاحب کے ہونے کے ساتھ ایک ہاں در سب ہی ہیں تھے چنانچہ یہ بھی کہتے تھے کہ
 یونانیوں کے بعد ان شیعہ کے ساتھ موفی و جہل میں بختم شکر ہوں۔ تو موفی
 بھلائی میں موفی پر شیعہ کے ہر دست ہر مانی سے جن کے مومن کے ہر دست
 پر ہی شیعہ و معتزلیہ کہتے ہیں کہ یہ سب کے زیادہ شیعہ پر ہر مانی پر ہی
 ہر مانی کے ہر دست سے سوئے ہیں بیٹا بپا ہر مانی کے ہر دست سے
 زہری ہر دست کے ہر دست، ہر مانی ہی ہر دست پر ہر مانی کے ہر دست
 ہر دست سے ہر مانی ہی، ہر مانی کے ہر دست سے ہر مانی ہی، ہر مانی
 ان کی مریں، ہر دست سے ہر مانی، ہر دست میں ہر دست سے ہر مانی
 کے ہر دست سے ہر مانی میں سید و جی کی ہر دست سے ہر دست سے ہر دست
 کے ہر دست سے ہر مانی ہی کو اس ہر دست سے ہر دست سے ہر دست
 کے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے

بہر گوشت و خون و ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے

مست و ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے

بہر گوشت و خون و ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے

بہر گوشت و خون و ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے ہر دست سے

جن کے ۱۰ برس کی عمر تک اور نہ تھی اور اسی عمر میں آپ کو متعدد دبار اور دکی بٹائیں ہوئیں مگر مہیہ کا آغاز پیری بھی ہو چکا تھا آخر آپ نے ابوالرضا شیخ محمد صاحب (مستوفی) ۱۰۰۰ (مکرم سنہ) کی صاحبزادی سے عقد کر لیا اس نیک بخت خاتون کے بطن سے جو

(بقیہ غفرلہ) آپ والد مرحوم و مرزہ محمد زابد ہرزی ابرہیادی سے بڑھنا ۱۱ برس کی عمر میں عقد و حدیث کی طاعت متوجہ ہوئے سن و شبہ ہی میں بچہ موتی تھے کہ بعد موتہ میں پر سبقت سے گئے۔ درس کا غنیمت ہندوستان کے بہتر تک کے لوگوں کا ویزا و شش بن رہا غامگیر میں مسند علم و ارشاد پر مجبور ہوئے، فق و مہمگیر پر نظر ثانی کی جست غازی اور مجرب نے بہت سارا پختہ عمل میں آئے کہ غنیمت عیسیٰ و بعد سے بظاہر مستر و غنیمت ہے، مگر شش بیکاری کے بوش میں پر پختہ تھے، فی تحلف، لا، و نماز جنازہ میں ترک نہ فرماتے جیسا کہ حدیث الامداد ابو عسنا عید علی کھنوی "غیرت مغم" میں لکھتے ہیں

"اور یہی منہ رست صاحب حجۃ اللہ اولیٰ (عہد صاحب)، اور ان کے والد ماجد کا حضرت شام صاحب نے "انہی من الدرفین" میں اپنے والد ماجد، عید لرحیم کی بات لکھی کہ وہ اکثر ذہنی مسائل میں نہ سبب حنفی کے موافق عمل کرتے مگر بغیر اس میں جب کو حدیث نبوی یا حدیثی کی سبب کی ترجیح معلوم ہو جاتی تو اسی پر عمل کرتے مگر ان کے فکرم ہے "امت، امتد و جن زہ میں"

من وہ نہی متر حبا

"بجو تغیر وضع ہیں"

شام و حد لرحیم صاحب کے صاحبزادے تھے۔ محبت اللہ شام و اولیٰ اللہ صاحب شام بل شام و رشتہ حبیب اللہ - نقد

المدح الہی
۲۰۲۰

اپنے مالی منزلت والہ کے سوا جن حضرات سے پڑھا ان کا تذکرہ اس طرح

سے ہے یعنی
 شیخ محمد انصاری، کوئی سے بعض کتب حدیث، شیخ وفداستہ کی بن شیخ
 محمد سیہان مغربی سے موطا، امام مالک قراۃ بروایت یحییٰ بن یحییٰ، شیخ تاج الدین
 احمدی المالک الحنفی سے صحیح بھٹی ری، موطا، محمد کتب راجہ اور مسند الدارمی
 مسند میں مدینہ النبی پونچے اور شیخ ابو یوسف ہرگزوی (متوفی ۲۵۰ھ)
 ابن شیخ ابراہیم انکساری المدنی کے دیس میں بکا مع شیخ بھٹی ری کا دیس شروع تھا
 اس میں شرکت کے علاوہ بقیہ کتب صحیح ستہ و موطا، امام مالک و مسند دارمی و
 کتب آثار کے احقران سند و ابانت کی بکثرت کی بشمول چند دیگر کتب حدیث
 کے شیخ ابو یوسف ہرگزوی کو آپ چاہے سند بخیرتی کہ اکثر فرما کر تے "وہی اسے لفظ کی سند
 مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں"

نسبت بیعت و خلافت

اپنے والد ماجد مولانا شہید رحیم صاحب کے علاوہ شیخ ابو یوسف ہرگزوی سے

اس باب کے ساتھ میں ایک بڑے شیخ انھیں سرمنہ ہی مشہور ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت مجدد دہلوی
 حمید رحمہ سے بیان کیا جاتا ہے مگر تحقیق سے معلوم ہو کہ حضرت مجدد صاحب کی سبب مبارک سے اس نام کا
 کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ لقب اس شیخ محمد غفران سیاحی کی اس نسبت بیعت سے ہوا جو آپ کو حضرت مجدد
 صاحب مدوح کے سلسلہ بیعت کی وجہ سے تھی۔

مدظلہ مجدد صاحب مدظلہ حضرت غفران ج ۲۲ نمبر
 ص ۴۴۲

شیخ احمد شادی سے شیخ احمد شادی سے سید عبد العزیز و سید احمد شادی سے
 سے شیخ عیسیٰ جعفری مغربی سے شیخ شمس الدین محمد بن عربی ہادی شیخ احمد
 کردی مدنی سے شیخ حسین عیسیٰ شادی سے شیخ احمد شادی سے سید احمد شادی سے
 بن حضرت سے یہ شہادت زہداتی مدنی میں احمد شادی سے سید احمد شادی سے
 آپ کی تربیت روحانی پر متوجہ ہوئے تو اس ذات آپ کی مراد و دل میں شروع
 تھا جب اس کی عمر تک پہنچے تو آپ کے وہ عظیم الشان نے آپ کو بہت داریت و
 کی اب زت و محبت نزدیکی اور خود اس سال میں اندھ لے گئے تھے۔ آپ کی حالت
 کے بعد شادی اندھ شادی نے اس تک میں مستند تھوڑا سا کوڑی فرمایا اور
 آپ کے بعد آخرت پر آپ کے پاس بیٹے میں شغل محمد بن کی تربیت کو سبب بنے آخر تک
 آپ کے پوتے مورث شادی سے احمد شادی سے سید احمد شادی سے سید احمد شادی سے
 چنانچہ حضرت و لدی ہی سید نواب احمد بن احمد شادی سے سید احمد شادی سے

وہمہ من میب علم لاسرکت و سبب لہد رقی المذنب و مت
 دن رزق انان ب ندرت لاسبب و ہذا فن سید و نایہ
 راجعوں

وہمہ من میب علم لاسرکت و سبب لہد رقی المذنب و مت
 دن رزق انان ب ندرت لاسبب و ہذا فن سید و نایہ
 راجعوں

بعض علماء معقول وعد من غیر بصیرة من الفحول ولكن
 لم يعلم علم بعد ثبوت والمفسر والفقه والاصول وما يليها الا
 في هذا السبيل الاختلاف في ذلك مختلف من موافق ولا خلاف في
 الا من اعداه الله عن الانصاف ومسته العصبية والاعتساف
 واين الثرى من الشرب والنبيذ من الحمير "والله يختص
 من يشاء"

(امجد العلوم ص ۹۱۴)

ترجمہ

اور اس خاندان کے ہر ایک فرد اپنے اسدات و راغلام کی طرح عالم دین و صاحب مرتبت و حکیم و
 فقیہ تھے، کیوں نہ ہوتے، یہ حضرات غمزدگی میں گرفتار نہ ہونے کے ساتھ سب عالمی و دینی کمالی
 تو عامل تھے۔

وہیں کس قدر فحش ہے کہ حیرت دست زمانہ کی شوخی سے اس خاندان کو یک سر سے۔

"صفیہ مستی سے کھوڑا۔ ان سے نہ الیہ، اجماع

اس بیتِ اعلیٰ کے تمام افراد بدعنوانی و عشیہ میں کمال ہونے کے ساتھ ساتھ وقت بھی
 "تھے حتیٰ کہ ہندوستان بھر میں گہنی ایک گھڑا بھی اس کا بھرتہ نہ ہو سکا ورنہ یہ وہ نہ ہوتا جو
 "معتورات میں کچھ اس طرح مشہور ہوا کہ جو مہاجرین سمجھ سکتے تھے تو کسی تعجب کی بات ہے"

لے مولفہ نے اس خاندان معقول کی خفیش کاری میں پراپیٹر تھیں، بہتیرے غرض گزیر بہت کچھ
 حضرت پر مولانا محمود حسن مرحوم، دیوبندی نے اپنی اسی طرح نقل کیا ہے

(ملاحظہ ہو امجد المتقین ص ۳۴۴)

یہی وقت ہم احمدی تہنیتی شہادت پائی تھی ، عذرا سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی ،
 مولانا رفیع الدین مراد آبادی ، مولانا خیر الدین سورتی ، مولانا محمد دوم تھنوی (ربا
 خانہ محمد تونہ بن مولوی عبدالسمیع بن سید محی الدین المشہدی) ، مولانا سید جہاں الدین
 رامپوری ، مولوی محمد عبدالستغاب رامپوری ، مولوی محمد سعید خاں (بہا علی
 مولانا نجم الغنی خاں صاحب اختیار الصداقہ رامپوری) ، شیخ فخر الدین عبدالرحیم
 رامپوری ، مولوی محمد معین بن مولانا محمد مین صاحب درسات العلیب اور
 مولانا محمد مین مدد (مدد شاہ محمد عاشق بھٹتی) معروف بہ بابا عثمان کشمیری ابن
 شیخ محمد روق ، شیخ محمد بن بیر محمد بن شیخ ابوالفتح بلگرامی مراد آبادی (جسکے دست خاں
 کی ایک تحریر معہ تحریر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں شیخ بنی ری
 کے ایک نسخہ پر ثبت ہے ، اور شاہ شارعی الہ آبادی ثم مظفر آبادی سید جہاں الدین
 رامپوری خلیفہ و دادا حضرت سید احمد شہید بریلوی

۱۵ شرح مولانا ام مالک کا جو نسخہ ۱۲۵۲ھ میں مولانا محمد بن عبداللہ صاحب غزنوی دکن
 نے مطبع مرتضوی دہلی میں چھپوایا۔ اس کے آخر میں ابن ہی بزرگ شاہ محمد عاشق کی ایک
 درج ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ مدد شاہ (ولی اللہ صاحب) کے مسودہ کو جو منتشر اوراق میں
 تھا باعانت خواجہ محمد امین "ولی القی" مرتب کیا ، شاہ محمد عاشق نے خوبہ صاحب کو ولی القی
 لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کے شاگرد خواجہ کو اس لقب سے لقب کرنے میں اپنا حوالہ
 سمجھتے۔ اسی طرح آپ کے طریق تہذیب و "ولی شہید" لکھ جاتا ہے۔ جیسا کہ "مقدمۃ المسوی" سے ایک
 حوالہ شاہ محمد اسحق صاحب کے ترجمہ میں منقول ہے۔ من شاء فدی رجوع الیہ در انہی بنہ
 مولانا محمد عاشق نے شاہ ولی اللہ کو "تحت تہذیب" لکھنے کی توجہ دی۔ بیا کہ شاہ صاحب
 (بقیہ صفحہ بعد پر ملاحظہ ہو)

مسند تیسرا اور علم بالحديث

جواب تیسرا: شاہ ولی اللہ صاحب، اپنی مصنفیت شروع ان دینے والی
 و "معنی" اور دوسری تصنیف میں "عقد بحیہ" اور "انصاف فی بیان
 سبب اختلاف" وغیرہ میں تیسرا اور علم بالحديث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع
 بالحديث کو کھٹے مور پر ترجیح دیتے ہیں لیکن اس بحث کی جس خوبی کے ساتھ "جہۃ اللعۃ
 لبر لعلہ" میں پھیلے ہوئے ہیں پُر غلط ہے، کہ گویا تمام کتابیں ہی بحث پر محمول ہیں
 جہۃ اللعۃ ہا ختم ہے ایک باب "الفرق بین الایمانیث و الرئی" کا کہہ کر
 جس میں محدثین کرام و فقہائے عظام کی محفلوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں
 "اعلم انہ کان فی عصرہ فی عصر سعید بن المسیب و ابراہیم
 و زہری و فی عصرہ مک و سفیان و بعد ذلک قوم یکرہون
 الخوف بالراعی و یہ یون النبی و الکتب ط رہنہ و رة
 لیجدون منہ بدآ و کان اکبر قہمہم رواۃ حدیث رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم"

انتیہ سبقت

و تیسرا: اذ قلنا احمل، خوئی، دی و کرم خانی علی محمد اومر و ف
 یہ مشق محفوظات میں حسن مذاہب کی

(حجۃ اللہ ابوالفتح مصری ج ۱ ص ۲)

مسند تیسرا اور علم بالحديث ج ۲ ص ۲۰۰

مسند تیسرا اور علم بالحديث ج ۲ ص ۲۰۰

وسئل عبد اللہ بن مسعود عن شیء نقول انی لا کراه ان احل
 لک شیئا حرمة اللہ علیک او احرم ما احله اللہ لک و قال معاذ
 بن جبل یا ایہا الذی لا تجہل بالبدن قبس نزولہ فانه لم یفک
 اسمون ان یکون فہم من اذا سئل سرد "وروی نحو ذلک
 عن عمرو عن علی وعن ابن عباس وابن مسعود فی کراہیۃ التکلم
 فیما لم یزل و قال ابن عمر لجا بر بن زید انک من فقہار البصرۃ
 فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنة ما ضیت فانک فان
 فعلت غیر ذلک ہکت و اہکت"

"و قال ابو النصر لما قدم البصرة ایتہ انا و الحسن
 قدین یحسن انت یحسن و ما کان احدا بالبصرة احب الی
 لقارہ منک و ذلک یعنی انک تفتی برأیک فدا تفت
 برأیک الا ان یکون سنة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم او کتاب منزل"

"واسئل الشیخی کیف کنتم تصنعون اذا سئتم قال
 علی الجہیر وقعت کان اذا سئل الرجال قال لصاحبه فستم
 فدا یزال حتی یرجع الی الاول و قال الشیخی ما حدثک
 صوابا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخذ بہ و ما قاضوا
 برأیکم فاحکمہ باخش"

"معلوم رہے کہ سعید بن مسیب زہری مالک سفیان اور ان کے قریبی زمانہ

میں ایسے علم (فتویٰ) جو دین و دنیا کے سب سے بڑے شہادت کے ساتھ ساتھ پختہ اور مستحکم
 سے، غائب کرتے ہیں ہر فتویٰ کے لئے حاکمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے
 "رسول عبداللہ بن مسعود نے کسی نے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ میں اس کو پوچھتا ہوں

ہوں کہ خداوند کی حرام کی چیز تمہاری غارتگری کر دوں اور اس کی حرام
 کی ہوئی چیز تمہاری وجہ سے حرام کر دوں، اسی طرح مودعین جس نے کہا کہ اسے
 میں ہوں اسے پوچھ کر اسے خود کو مضبوطوں میں نہ ڈالو تم سے پہلوں کا تویہ دھو دھو کہ
 وہ اسے ہوؤں سے مسئلہ دریافت کرتے جو اس مسئلہ کو حدیث کی طرف سے بات

"اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ایسے مسائل میں اٹھانی
 ناپسند کرتے ہیں جس میں نص خدا ہی نہ ملے اور عبد اللہ بن عمر کے تو جابر بن زید سے یہ کہ
 فرمایا کہ وہ کچھ تم بعد از ان فتویوں میں سے جو ان میں سے کہ تمہاری کمر بستہ تھے
 زائق و رغبت برسوں دعوں صبیحہ کے بعد ہر فتویٰ دوں اگر تم نے اسے لکھ لیا تو
 اپنے ساتھ دوں کو بھی لے ڈو گے"

"وہ بونہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بوسمہ بھرتہ اپنے ایک توحین کے بھرہ
 میں بھی رقت کے لئے بوسمہ نے حسن سے فرمایا "حسن، تم ان ساکنین بھرہ میں
 مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو گئے ہیں یہ کیا سنتا ہوں کہ تم بھی اس ہی سے فتویٰ دیتے
 تے ہو یہ مت کرو، بلکہ ہمہ تن سنت رسول اللہ و رقت ان سے فتویٰ دوں"

"اور امام شعبی سے کسی نے پوچھا آپ حضرت مسند کس طرح بتاتے ہیں فرمایا
 تم نے عرض یہ ہوں کہ اس لئے کہ جب اب تک وہی دستور تھا کہ مفتی اپنی رائے
 کی جیسے اپنے سے بیسوں کے لئے تدریس کرتے پھر فرمایا یا امام شعبی نے، صاحب اگر

موجودہ مفتی لوگ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ بتائیں تو اس پر عمل کرو و اگر یہ حضرات اپنی رائے سے تشریح تو اسے پانچاٹنے کی دیوار پر پڑے مارو۔“
اسی بحث کو کسی طراز سے بیان فرمانے کے بعد ”جہۃ اللہ الباقیہ“ کے
اگلے صفحہ (۱۵) پر فرماتے ہیں

”وبذہ، لطیفۃ ہی الصراط ذول من الطبقات المحدثین فرجع
المحققون منہم بعد حکام فن الروایۃ و معرفۃ مراتب الاحادیث
الی الفقہ فلم یکن عندہم من الراۃ ان یجمع علی تقلید رجل
ممن مضی مع ما یرون من الاحادیث و الآثار المتناضتہ فی
کل مذہب من تلک المذہب فاخذوا یتبعون احادیث
النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آثار الصحابۃ و التابعین و المجتہدین
علی قواعد حکموا فی نفوسہم“

(ترجمہ)

”جب محقق محدثین فن روایت و درجات حدیث کی تدوین کر چکے تو اب ان کی
توجہ فقہ کی طرف مبذول ہوئی، مگر انہوں نے احادیث اور آثار صحابہ کو باہم ایک دوسرے
(مجتہد) کے خلاف پایا، اس لئے کسی خاص شخص کی تقلید پر متفق نہ ہو سکے بلکہ انہوں نے
احادیث نبی اور آثار صحابہ و اقوال تابعین و مجتہدین کا تتبع شروع کیا جس سے
وہ حضرات اپنے بعد کے لوگوں کے لئے ایسے قواعد منضبط کر گئے جن کو اپنے ذہنوں
میں خوب راسخ کر لیا تھا۔“

قرآن کے بڑے مکرر ص ۱۴۳ پر جنہیں باب نہایت خاص مناسب ہے
 مرتبہ و بعد "اس ذکر کو دیکھیں وضاحت سے بیان فرمایا مکرر ص ۱۴۳ پر
 زیادہ توضیح سے کہہ لیں "اور جنہیں" من ابواب "عقیدہ" کا کتاب "سنہ"
 میں تو یہ "زبان" فی کمال کردیا فرماتے ہیں

"و قول الفرقۃ الناجیۃ ہم الیٰ نذون فی العقیۃ
 و عمل جمیع بہائم من کتاب و السنۃ و جری علیہ اہمہور
 صی باتہ و سابعین و ان اختلفوا فیما بینہم فیما بینہم
 فیہ من دینہم من صی باتہ اتفاق علیہ السنۃ ان منہم
 بعض ما اختلفوا فیہ و تفسیر فہمہ"

(ترجمہ)

"ہیں یہ کتاب میں کہ فرقہ ناجیہ ہے جو عقیدہ و عمل دونوں میں
 رب و سنت پر عمل کرتا ہے۔ یہ جمیع امتوں کی جہاں سرے پرچہ ہے و تابعین
 نے یہ عمل میں من کے نہیں من لیں یہ ہر فرقہ ہی کیوں نہ کہ ہو
 یہ فرقہ ناجیہ کی تحریف تھی اس کے ساتھ ہی غیباقی روہ کی تدبیر تھی
 "وینہ ناجیۃ من فرقۃ تلت علیہ خرافۃ عقیدۃ السنۃ
 او عمل دون ایمان و تقویٰ علی عقیدہ و عمل باجماع ہر ہر
 علی اس فرقہ" (ص ۱۳۶)

(ترجمہ)

ان کے لئے جو جہاں سن کے عقیدہ و عمل کے خلاف جہاں ہو گا کہ ہو گا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی اکثریت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی،
اور حصہ عبادات (جلد دوم) میں ان امور کی تشریح اور بھی کھول کر بیان
فرمائی،

”ويعبر الامام في الفجر وادلى المغرب والعشاء وان كان
ماموماً وجب عليه ان يقرأ فاتحة الكتاب وان كان
لم يقرر الا عند السكاة وان خافت فله الخيرة فان قرأ
فيسقر الفاتحة قرأةً لا يشوش على الامام“

(۴ ج ۲ ص ۷۷)

(ترجمہ)

”امام کو چاہئے کہ نماز فجر و مغرب و عشاء میں قرآن مجید پڑھے مگر ان تینوں نمازوں
میں مقتدی پر یہ واجب ہے کہ

(۱) پہلے تو متوجہ ہو کر امام کی قرآن پڑھنے

دیکھ جائے اور جب امام وقفہ آیت پڑھنے سے قدامت اس وقفہ میں آیت پڑھ لے
اگرچہ مقتدی کو یہ بھی اختیار ہے کہ کچھ نہ پڑھے، لیکن اگر پڑھے تو صرف سورہ
فاتحہ پڑھے اور اس طرح کہ آواز پڑھنے سے امام کو پریشانی نہ ڈال دے۔“
اثبات آئین باہر کے لئے پہلے ظہر میں قرآن سری کی حکمت ان
الفاظ میں بیان فرمائی،

”والسیر فی مخافتة النظر والعصران النهار منسنة والصخب
واللغط فی الأسواق والادوار والغير بها فست

بدوار نسوات والجر قرب الی تذکر القوم والیقاتہ
(در "ج ۲ ص ۷۷)

(ترجمہ)

در زمانہ عصر کی قزاقہ سری میں یہ رمز تھی کہ دن کے ان اوقات میں ہر
کوچہ و بازار میں ایک شور مچا رہتا ہے جس سے قزاق جہری سے کچھ نہ بولتے
وہیں سے گزرتے اور دوسرے اوقات میں جب کہ شور و غل مچا رہتے ہیں اور قزاق
دب جاتے ہیں یہ وقت بدوار قزاق پڑھنے کے لئے موزوں ہیں اور سامعین کو قرآن
سننے کی نصیحت و پند حاصل ہوتی ہے۔

اسی کے ساتھ حدیث

"ذکر من لا یفعل منہ من وافق تائیدتہ میں منہ منہ
غفرلہ مقدم من ذنبہ"

نفس کرتے ہوئے یا شیعہ، غصہ میں یا بھڑکی تاکید فرماتے ہیں
یہاں شاہ محمد قزاق نے یہ آید دی جو مکارا جو قزاق ذکر ہے۔
حضرت زکریا شریف کے جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں آیا
آمین کہہ ڈی دی میں یہ پہاڑی تھکا، غوام برداشت نہ کر سکے، بہت کچھ
گھیریں تو فانی اس کے فائدہ نہ ہوگا تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو
اس سے شکوہ دریافت کرو، لوگ آپ کو حضرت حمزہ، اللہ شادوں، اللہ حبیب
کی خدمت میں سے گئے، دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا کہ حدیث سے تو
باد زہین کہنا ثابت ہے، مجمع یہ سن کر محبت کیا، اب صبر مولانا محمد قزاق

زائر اور حضرت شاہ صاحب بصورت قرآن السعدین باقی تھے شاہ محمد ذفر
نے عرض کیا،

آپ کھنیں گے کب؟

فرمایا

اگر صبح گئی ہو تا تو آج آپ کو کیسے پی لیتا،

اور رفع الیدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ

”و لذي يرفع يده الى من لا يرفع فون الحديث لرفع

اکثر واثبت“

(رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸)

(ترجمہ)

”بعض تو رفع الیدین کرنے والے نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہیں، کہ ثابت

رفع الیدین کی حدیثیں ترک رفع الیدین کی حدیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ

میں قوی ہیں“

ترک تعلید پر مزید ارشاد

”عقد الجہد“ ہی میں تعلید کی ۲ قسمیں واجب و حرام قرار دے کر

فرماتے ہیں

(۱) تعلید واجب؟

”و اشارة بهذا التعليد ان يكون عمدا بقول المجتهد كالمشروط

لكونه موافقا لسنة فإزالة متفحصا عن السنة بقدر

مکان اُمتی نھرا الحدیث یہی حق توں ہے "اخذ بالحدیث دالیہ
اشار الائمۃ"

(۱۱ ص ۸۴)

(ترجمہ)

یقیناً جب تو یہ کہ اس کا عمل رُہ توں مجتہد کے موافق نہی مگر مشرک و بدعت
نہی ہے مگر حدیث کی پرکھنا نہ ہے بلکہ اس سنت کی توشش رکے پس جب بھی
مفسد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ توں بہتہ کو چھوڑ کر اس حدیث
کو فقیر کرکے سو دن تک ائمہ کا تارہ کرے۔

دب، تقلید حرام؟

"ذن بغه حدیث و ستیقن بصیحة یقیدہ کون ذمۃ مشغولہ با
تقییدہ فمذا اعتقد ذمۃ و قول کما سد لیس لہ شاپہ من انفس
العقل و کون حد من اقرون س بئہ یفعل ذلک"

(۱۱ ص ۸۵)

(ترجمہ)

"پس اگر مشد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت جمی میں مشد کے نزدیک
یعنی جو مگر اس پر بھی وہ (مشد) اس حدیث کو قبول نہ کرے اس وجہ سے کہ جس تقلید
کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا مشد و ذمہ دار
ہے توں وہ دوسری کو نہ عقل سے اس کا ثبوت ملے ہی نہ قرون سابق سے
ایسا کیا"

”عقد الحجة“ میں فرمایا

”اذا اراد هذا المتبحر في المذاهب ان يعمل في مسألة بخلاف مذہب
 امامه مقدماً فيها لمام آخر بل يجوز له ذلك ؛ اختلفوا فيه
 فمنه الغزالي وهو قول ضعيف عند الجمهور لان مبناه على
 ان الانسان يجب عليه ان ياخذ بالدليل فاذا فات ذلك
 بهمله بالدلائل اتقنا اعتقاداً افضلية امامه مقام الدليل فلا يجوز
 له ان يخرج من مذهبه كما لا يجوز له ان يخالف الدليل الشرعي
 ورد بان اعتقاد افضلية الامام على سائر الائمة مطلقاً
 غير لازم في صحة التقييد اجمالاً لان الصحابة والتابعين
 كانوا يعتقدون ان خير هذه الامة ابو بكر ثم عمر وكانوا يعتقدون
 في كثير من المسائل غيرهما بخلاف قولهما ولم ينكر ذلك احد فكن
 اجمالاً على ما قلناه واما فضيلة قوله في هذه المسئلة فمائل
 الى معرفته بمقتضى الصرف فلا يجوز ان يكون شرطاً للتقييد
 اذ يزم ان يصح تقييد جمهور المتقدمين فهو مسلم فمضى مستتباً هذه
 عليكم لا لكم لان كثيراً ما يطعن على حديث يخالف مذہب امامه
 او يجهل قياً قوياً يخالف مذهبه فيعتقد الا فضلية في تلك
 المسئلة بغیره وذهب ال اكثر من الى جواز هذه فمنهم الامام
 وابن الحاجب وابن الهمام والنووي واتباعه كابن حجر
 والمرئي وجما غات من احن برة والمالكية ممن لفظي ذكر اسمهم

من استویل و هو لذی بعد عیدہ - اتفاق من نسی مذہب
ربیعہ من امت خیرین واستخرجوه من کرم دانتهم
(مستخرجہ کو "نسی" سے "نس" کے ساتھ)

۱۰۰ ایک متحرک ہم استد پتہ نام کے قوی کے سو کی ۱۱۱۱ نام کے قوی کے

تویہ بھی جائز ہے ۹۔

[illegible]

دور نگر رہو جس سے کسی ملک کی فتنیت پر قلم ہونا بہر مجموعہ ہوا
ہو جس سے کہ تم بھی وہ درجہ یعنی جو بحر در علم کی فتنیت کے قلم سے
مکمل ہو چکی کٹر مرئی میں ان دونوں کے دروں کی تفسیر کرنا اور ان کے
فصل کا استعارہ کی بنا پر یہ

بہرہ فیضیت ہاں کی ایک سید میں ہوس رہی ہے اور یہ سید ہاں کی سید ہے
 اور یہ سید میں ہوس رہی ہے اور یہ سید ہاں کی سید ہے
 دھنیا الی آخر

نیز ”عقد الجید“ میں فرماتے ہیں

”فإن بلغنا حديث من الرسول المصوم الذي فرض الله علينا طاعة بسند صحيح يدل على خرافة مذهبه وترك حديثه واتباعنا ذلك التحمين فمن عظم من وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العالمين“

(” ” ص ۴۰)

(ترجمہ)

”پھر جب ہمیں رسول مصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے سند صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسول مصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس عہم کا جواب ہم قیمت کے دن رب العالمین کو گیا دیں گے؟“

اسی عنوان (تفسیر) ”تفسیرات الہیہ“ میں یوں رقم فرمایا
 ”اصول شرع اثنان آیت محکمۃ او سنتہ قاطبۃ لا یرید علیہما و
 بحکمۃ فی لراکی فی لدین تحریف و فی القضا حسنۃ“

(ترجمہ)

”و شرعیات داسدہم کے اصول دو ہیں (۱) آیات محکمہ (۲) سنتہ ان دونوں کے سوا کوئی اور شے دین میں مسلم نہیں ان غیر مسلم امور میں رائے (قیاس) دین میں (بمترادف) تحریف ہے مگر یہی مانے، قضایا میں مستحسن“

اور

”من کان مقصد لو حد من اہل کلمۃ و بطن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم یخلف قولہ فی مسند و بطن من کلمۃ ان ذلک من
 صحیح فیسرہ عذر فی ان یتربک حدیث علیہ السلام الی قول غیہ
 و ذلک شان مسلمین و یختص علیہ اتفاق ان فہل ذلک (میں)

(ترجمہ)

”جو شخص ائمہ ربہ میں کی ایک۔ مہ کا مقصد ہو جس سے مقصد کو جس حدیث سے
 جس کا مقصد اس کا لگن مہ کا حدیث صحیح بھی ہو پس اب اس کا کوئی دہائی کہ
 کا توں کو حدیث پر ترقی دے اور یہی ترقی ترقی کے منافی ہو و اتفاق کی مدد
 لے جانے والی“

اسی منہب کو مصنفی شرح موطا میں یوں بیان کیا
 ”بیدار است کہ سلف در مستند موطا و فتاویٰ پر دو وجہ و مذہب
 اس کہ قاتل و حدیث و سنی و سنی بہ جمع کے گردنہ و زانچہ استنبہ
 سے نمودند و اس طریق اصل راہ شیعہ تین ست و دیگر آئمہ قوالہ کہ
 کہ جمع را آئمہ غم متفق و تہذیب اس کردہ زیاد گیر مذہب
 مدفعہ خاندان پس ہر مسئلہ کہ وردے شد جواب اس انو
 ہمہ قوالہ مذہب کے گردنہ و اس طریقہ اصل و فقہ است“

اصحافی شرح موطا

دینی (ترک تہذیب) و تہذیب کی تائید آپ کے وعاہ سے متفق ہے

اول وصیت این فقیر چنگ زدن است بکتاب و سنت و راعتقاد و عمل پیوسته
بتدبیر هر روز مشغول شدن و هر روز حصہ از هر دو خواندن و اگر طاقت خواندن
ندارد ترجمہ و رستے از هر دو شنیدن و در عقائد مذہب قدمائے اہل السنۃ اختیار
کردن و از تفصیل و تفتیش آنچه تشبیش نکردند اعراض نمودن و بہ تشکیکات خام مقولیاں
التفات نہ کردن و در فروغ پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و
حدیث کردن و اما تفریعات فقیہہ را بکتاب و سنت عرض نمودن آنچه موافق باشد
در چیز قبول آوردن و الا کالائے بد پریش خاوند دزدن

”امت را هیچ وقت از عرض مجتہدات بکتاب و سنت استغنا حاصل
نہست و سخن متکشف فقہ کہ تقلید عالمی را دست آور ساز ختم تبع سنت را
ترک کردہ اند نشین و بدیشاں التفات نکردن و قرب خدا جستن بدوی
الشان“

اور از لفظ ”میں فرماتے ہیں۔“

آنکہ داعیہ الیہ نفس او قبول کند از سر تحقیق نہ از سر تقلید و چون
دریں داعیہ محقق باشد برکات عظیمہ در کار پاسے او ظاہر شود

(۲۶ ص ۴۴)

جناب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ان حوالوں کو کہاں تک نقل کیا جائے آپ کی
تمام تصانیف دہرہ کا ایک ایک ورق ن سے مزین ہے
پس اہل علم اور محب دانش کے لئے یہی کافی ہے مزید طہانیت کے لئے صرف
دو حوالے اور نقل کئے جاتے ہیں

یعنی
 دو خوراک محض بود پر رزق است فی یہ و کثرت کے گناہ پر کثرت
 و مہارت ہیں جہت نامی مشہور

۱۲۵۷ ع

سے سنا یہ ورتہ عن تنبیہ کی ہو سکتا ہے
 جمع کے سر یا یہ علم مثال شرع و قایہ و ہدایہ

باشد کجا اور اک سراپاں تو اشد کرد

انالہ الخفا ص ۸۴

مگر جناب تہذیب و تمدن کی رفعت شان نہ تو محض ترک تنبیہ پر چلنے
 سے جیسا کہ متذکرۃ السب درجہ یوں سے ثابت ہو نہ صرف علوم
 پر کس طرح مادی ہونے سے جیسا کہ آپ کی کثرت تنبیہ
 اور ان کے تنوع سے ظاہر ہے بلکہ آپ کی عو منزلت جتنی ہے
 اس بجا میں پر کہ جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کو عداوت
 کے جوہر سے نجات کی نہ الی و مسلمان صانع راہ عمل
 سے وفت ہوئے آپ کے بعد آپ کے سزا جہاںوں سے مل رہا ہو
 فاش کیا اور غریبوں کے پوتے شاہ اسماعیل شہید نے اسے
 ان کو سیکر کر دیا مسکن بد خوف و انگ میں ہر تہا شروع ہوئے اور
 میرے سے مدد کی بہتہ میں موعظ آپ کے ترجمہ کا وہ طرز ان کے ہو

جناب مولانا سید ابوالکلام احمد آزاد کے اثر خاصہ کا کرشمہ ہے کہ جسے شاہ صاحب کے اس ترجمہ کے شروع میں نقل کیا گیا ہے۔

الغرض

اس منشأ تفقید ہندوستان میں صدیوں سے مسلمان آباد تھے، ہر عہد میں بے شمار علماء پیدا ہوئے شہروں سے باہر مواصلت تک درس و تدریس سے بہرہ یاب ہوئے اس پر بھی وہی شرح و تہذیب اور تہذیب کی موٹنگا فیاں اور اقوال فقہی کی ترتیب و تہذیب، گاریدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اس حد تک لٹاؤ کہ متون و حواشی فقہ پر جہاں کہیں حدیث کا نام آگیا تو کان اس سے بھی آشنا ہو گئے۔

اسی دہلی کے اندر ۱۰ویں صدی ہجری میں شاہ عبدالحق صاحب محدث (متوفی ۱۰۷۲ھ) پیدا ہوئے جنہوں نے حدیث کی طرف اتنی توجہ فرمائی کہ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں لمعات و اشعة اللغات کہیں۔ "سفر السعادة" کو شرح کیا خود محدث کے لقب سے ملقب ہوئے مگر ان کی یہ توجہیں کارگر بھی ہوئیں؟ وہ تو خود ہی کو بے نقاب نہ کر سکے۔ دوسرے ان کی روشنی سے کہاں تک کسب نیا کر سکتے تھے۔ بالآخر یہ کہ مدوح موعوم کسی راہ پر گامزن رہے جس پر ان کے مقدم ہندوستانی علماء حادہ پیا سکتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب سے پہلے مصنفین (ہند) کی تصنیفات

دیکھئے، قصہ شمس ہزنہ و شرح معنی وغیرہ کے شروع و خوش اس
کثرت سے ملیں گے جن سے آپ یہ فتویٰ دینے کے لئے مجبور ہو جائیں گے کہ
ہندوستان کے مصدب دوس میں بندگان کے سو و کچھ ہتھی نہیں دیا دیا تر
نقہ اور ان کے شروع و شروع کے انبار نظر آئیں گے و عین گرفتار و حدیث
کی تلاش کیجئے گا، تو

کس نہایت کہ منزل گہ آرام کی ست

ایں قدمست کہ نگاہ جرم سے بہر

کے سو کوئی و زنی نہ دے گی، یعنی صرف اثبات قوال نہیں کے لئے
وہ بھی احادیث نہیں بدیہیٹ کی کتابوں کے، یعنی دو نہیں بکا، صرف
برقہ حق کہ استبداد نے فقہ کے سب سے قرآن کریم کی بھی کوئی حقیقت
رہی، ورنہ سب نصرت آیت قرآن، عربیہ، تو ہم بعد از حدیث و قرآن کوئی
و سوال جواب کا وقت و رہیں

مگرش و ولی اللہ صاحب نے نہایت و فقہ قرآن کے و دوسرا مان

ہم پہنچائے کہ جن کی ہر وقت سلمانوں کے کانوں میں و قوال رسولت

حقیقی مدعوں میں، شدہ ہونے کے مستحق ہیں، ہندو کہ شور و غوغا کہ مومن

شروع ہو، عداوت کے منتظر ہیں، چنی تھیں، وہاں ہیں حیات و قیامت کو بھی جلد بین

تہ و عاقبت کی کہ رہے حمید دہلی حیات کو دروازوں میں تھیں، میں نصف صدی تک

نوازشت جہت اللہ، اب غور سے رہے و قوال حیات پر چھائے، سب کے سب کے

بائیں و بائیں، مہینہ و مہینہ، و بار بار، یہ صاحب حدیث و سنت کے فرائض

نے سی مدرسہ میں ان علوم کی تجدید کی اور اس وقت مدرسہ کا نام شاہ عبد العزیز صاحب کا مدرسہ تھا،

شاہ عبد الغنی شاہ عبد لقادر شاہ رفیع الدین نے سی دہلی میں شاہ عبد العزیز صاحب کے مدرسہ اور دوسرے مقدمات پر تلمیذ کے ساتھ معارف حدیث و نکات تفسیر کی نشر و اشاعت کی،

حضرت حجتہ اللہ کے پوتے سیدنا محمد اسماعیل شہید کی تحدیث کا تو کیا ذکر آپ نے اسی آبائی مدرسہ کی مسند پر عبودہ بارہوی کر "حدیث" انت احکام بتا کر صحن جن پر "خبرنا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنائی دہلی کی گلیوں اور بازاروں میں چل پھر کر اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عوام کو شناسا کیا، جامع مسجد کی سیڑھیاں تو حضرت شہید کا مرکزی "دارالائتد" تھا، جہاں برسوں حلقہ درس قائم رہا اس درس کی برکتوں نے تلمیذوں کو مرد میدان بنادیا اور آخر کار مدرسہ شاہ عبد العزیز صاحب کی چار دیواری جامع مسجد کی یہ معمولی سی بلندی اور دیواریں جن کے رحوں کی یہ وسعت سب کے سب سیدنا شہید کی جولان گاہ سلم کے لئے نا کافی ہوتے گئے، اور آپ نے اس دعوت حدیث و ارشاد قرآن کے لئے کوہستان سرحد کشمیر کی بلند چوٹیوں کو پسند فرمایا جہاں طریق تدریس حدیث مسند و تلمیذ کی بجائے، سب باورفتار کی پشت اور حلقہ کی بجائے غازیوں کا میمنہ و میسرہ تھا، جن کے سامنے اس جامع العلم و عمل محدث نے کچھ ایسے جذبہ کے ساتھ

ایہ شاہ محمد اسماعیل شہید کے ترجمہ میں بدایت تہذیبیہ لکھنے کا واقعہ بیان کیا ہے

درس دیکھ کر کوہستان کے چہ چہ نے اس کا شرم قبول کیا، اور ابھی تک غصہ
 حدیث کی گونج میں سسہ کوہستان میں آپ کو باقی تکی
 کچھ قیوں کو یاد ہیں کچھ سببوں کو حفظ
 رام میں ٹکڑے ٹکڑے میری دستاویز ہیں
 وہی کوہستان کے رہنے والے اس تھوڑے کو سن کر منتقباں کو رہ گئے
 درس درس کے بغیر سیف تہذیب میں سے جو داپس ہندوستان کو لے
 انہوں نے یہاں سے لے کر تدریس قائم کی تھی جس سے لاکھوں غنہ مت سسر
 پسند بے تک نصیب ہو رہے ہیں

جناب شہید کے کوہستانی درس میں ملی تدریس کے ساتھ علمی بورڈ بھی
 جاری تھا جس کے اقتدار میں نے اپنی مرتبہ سن کر جادہ تہذیب کے رہ گئے
 تھوڑے دنوں کے اندر ہی رہا تھا جس پر غزبان ہند کے قیام کو
 نگاہیں ہیں، شہ قندہاری کی قید میں یہ علم مذہب کے
 کے عروج کی طرف سے قائم تھے، مگر یہاں سے حق کی روش بھی
 شہید کے تنگ رہا تھا بہت کرب و غم سنت پر گئے، صرف باہر سے
 صاحب غزوی، تدریس کے دوران کا مہ چشمہ یہ صاحب استاذ صاحب ہی تو
 میں بن کے دریائے معرفت سے لاکھوں مسکرات اس سلسلہ پر سسر، یہاں
 ہوئے جناب جتہ اللہ باغ شاہوں سے صاحب کے چشمہ تدریس و تہذیب
 سے بہتی دقت علم مدی حلت ترقی شہ، شہ پانی تھی سیر بھوئے
 جن کا نیش رام درس، تفسیر منہری کی صورتوں میں رہا ہے، سبب احرام

مرقئی بلگرامی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵) اسی شہ علم کے مرہون الطاف خردانہ
 ہو کر درجہ اجتہاد و امامت پر پہنچے جب کہ صاحب تذکرہ علمائے ہند فرماتے
 ہیں کہ اگر دے را مجد و صدی سیزدہم گویند "و است" علامہ بلگرامی کے
 تلامذہ میں "عداوہ دیگر مستر شان سلطان عبد الحمید خاں و محمد با شا
 صدر الوزارت ازو اجازت حدیث یافتند" کس کے فیضان کا ثمرہ
 ہے، یہ سلسلہ علمائے فرنگی محض (لکھنؤ) ہے، یہاں درس حدیث کی باقاعدگی
 مولانا عبد الرزاق سے شروع ہوئی، آپ نے مولانا حسین احمد محدث
 علی آبادی اور مرزا حسن علی محدث لکھنؤ سے حدیث پڑھی اور یہ دونوں
 حضرات شاہ عبد العزیز صاحب کے شاگرد تھے مولانا عبد الرزاق سے آپ کے
 صاحبزادگان عالی، مولانا عبد البسط و مولانا عبد الوہاب نے حدیث پڑھی
 مولانا عبد الحکیم (والد بزرگوار حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی)
 نے بزمہ تہجج شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی سے اجازت و سند حدیث و صل کی
 اور شاہ عبد الغنی مجددی مولانا مخصوص اللہ اور شاہ محمد اسحاق صاحب سے
 فیض یافتہ حدیث تھے، مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے والد مرحوم کے
 سوا شاہ عبد الغنی صاحب سے بھی حدیث پڑھی
 سلسلہ علما و یو بندہ کی شان آج بندہ مستان ہیں بلکہ تمام عالم
 اسلام میں ممتاز ہے اور جس میں ان دنوں حدیث کا تذکرہ گویا
 گفتہ آید در حدیث دیگران

لئے تذکرہ علما و یو بندہ نص ۲۲۴ ۱۵۱ ان بر دو حضرات کے حالات اس کتاب میں آپ کے میرے
 سہ تذکرہ علما کے ہند ص ۱۲۶

نہروار جہت اہل حدیث بہ رشتے یہ بزم بقائم ہے اور سلسلہ صدیق پور کی حدیث کا وہ جوہر کہ اصل دین ہے ان حضرات کے تراجم میں نظر آئے گا فن شاذ و کرام پور میں شاہ ابو سعید از اولاد حضرت مجدد الف ثانی و شاہ محمد عید مجددی دہلوی اور مولوی سید حیدر علی مجددی وغیرہ شاگردان حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے علاوہ مولوی محمد سعید خان مجددی مولانا نجم الغنی صاحب "اخبار الصنادید" جناب حجتہ اللہ کے بردار سندہ شاگرد تھے اور مولوی سید حسین محدث بواسطہ مولانا عظیم علی مراد آبادی (عن شاہ محمد سیّد) آپ کے تلمیذ ہر چند رام پور میں فاضل خیر آبادی کے علم و فضل کی بدولت منطق و فلسفہ کا علورہا مگر حدیث و تفسیر سے یہ مکرز بھی معزور تھے، سید حسن شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادے سید محمد شاہ تو محدث کے لقب سے متہود تھے ان تمام حضرات سے مختلف طریقوں پر حدیث و قرآن کی ترویج ہوئی حیدر آباد روکن میں وحید العزیز جناب مولانا نواب وحید الزماں اور ان کے برادر سر حقیقی مولانا بدیع الزماں کی خدمات قرآن و حدیث میں جناب نواب صاحب مرحوم نے تقریباً تمام کتب صحیحہ کا اردو میں ترجمہ کر دیا، تفسیر وحیدی لکھی اور بہت سی کتب ہیں یہ ہر دو حضرات اسی سلسلہ سے بواسطہ میں نصاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی وابستہ تھے

سند المحدثین و خاتمة المفسرین حضرت وال جاہی السید نواب صدیق حسن خان بھی منجملہ دیگر اساتذہ حدیث کے بواسطہ شاہ محمد یعقوب صاحب صاحب برکی (بنیرہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث) سے سلسلہ سے منسلک تھے

ن کی خدمت حدیث و قرآن تو بہترین شمس ہیں، صحیحین کی شکل عورت بانی
 اور اسے آج اوج اوج شریعتیں پہنچا رہی ہیں، اسے ہماری فاری
 عربی میں سیدہ دیکھ کر شرم کی ان کے سوا اور کتہ ہیں بھی
 حضرت دوسری نے تفسیر میں فتح البیان، عانی در ترجمان القرآن
 اردو میں لکھی، غرض ۲۲ کتبیں عربی فارسی و اردو میں لکھ کر اپنی سند
 دلی سے کو مستند ثابت کر دیا

دلی سے مسند توحید کی مسند میں نہایت کی توحید شمع مسند
 مجید شہ محمد اسحاق نے ذرا دغیر ذی ذرا غلطی میں قلم کی، جن کے چہ ز
 میں خود حدیث کو، نذرہ اس سے کہیں، کہ آپ کے غرض دن زہ پر
 شیخ عبد اللہ سرخسٹی (متوفی ۱۲۶۲ھ) نے فرمایا
 ”امامہ ہوانہ و کشل و قرارت“

علیہ و بیٹہ ہوا علی ہانت ہانہ
 سو سند بخیر، گریہ بزرگ، پود مدت و زنا درت اور میں ان کو
 اہ حدیث سند، تب بھی ان کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکتے
 مسند عاون میں کی ایک مسند توحید دہلی میں قلم ہوئی جس کے
 مبین شیخ میں میں صاحب، سیدنا حسین محدث تھے، آپ ہی سے روایت
 توحید میں منظم ترتیب پر در کس حدیث و مسند علیین بای بیٹہ قلم ہوا
 یہ شمع ۶۰ سال تک غیب پائش رہی، جس کے نور سے ملک میں بے نور
 تہذیبیں روشن ہوئیں، بہر میں مولوی ابو محمد براہیم آرومی (بانی مدرسہ

احمدیہ آراء) مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی اور جناب علامہ شمس الحق
ڈیوانوی شارجہ ابوداؤد کے وسیلہ سے یہ نور پہنچا، غازی پور میں
حافظ عبداللہ اور اعظم گڑھ میں مولوی عبدالسلام و صاحب تحفۃ
الاحوذی "مولانا کے عبدالرحمن مبارک پوری کے توسط سے یہ روشنی
آئی، صمدن (فرخ آباد) میں عزیز العلما عبدالعزیز والاخوان کے
ذریعہ سے اودھ میں مولانا عبدالحمید شہر نے آپ سے اقتباس کیا، صنم
بستی میں مولوی ... عبدالرحمن صاحب اس سے منور ہوئے، میرٹھ
میں مولای حمید اللہ اور صنم مظفرنگر میں مولوی عبدالرحمن معین الدین
(داناہ) نے اس نور کو پہنچایا

پنجاب میں عارف باللہ السید عبداللہ صاحب غزنوی اور ان کے
۶ صاحبزادگان گرامی و بعض الاحفاد حضرت السید میا صاحب بندہ حسین
سے حدیث پڑھ کر گئے، اور تمام پنجاب کو نور سے بھر دیا، جناب مولانا کے
ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم (حریف مرزا کے قادیان) آپ ہی کے
شاگرد تھے، حضرت شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث دزیر آبادی آپ ہی
فیض یافتہ تھے جن کے باقیات صالحات میں واقف رموز قرآنی جناب مولانا
ابو نعیم حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور صاحب تفسیر القرآن بکلام
الرحمن "جناب العزیز ابوالوقار اللہ صاحب امرتسری موجود ہیں
جن کے مینہ و میسرہ نے اعدائے اسلام کی صفوں کو پٹ رکھا ہے اور یا جوج
ما جوج قادیان کے لشکر جن کے سامنے لرزہ بر اندام ہیں

حضرت میں نظر حب کہ فیضانِ نبوت سے ہر ایک پیشہ و کار اور خدات
محدث مورخ ہر محمد خاں درمودی محمد صدیق (محدثین) سائنس پیشہ و کار
س کے ثبوت میں پیش کئے جاسکتے ہیں
دہلی میں سنتِ حرف و حدیث کے متعدد مدارس ہیں جن میں
در سب کے سب سی سلسلہ کی کڑیاں ہیں اس میں مدرسہ فتح پوری اور مدرسہ امینیہ
وغیرہ حرف کے اور احادیث کے مدرسے یعنی مدرسہ یاسین حب (السید
نذیر حسین) مدرسہ زبیدیہ اور مدرسہ سیدیہ عربیہ مدرسہ بنی اسد مدرسہ
در سلم مدرسہ محمدیہ مدرسہ علی بن ابی طالب مدرسہ ریاض الفیض مدرسہ
و در حدیث رحیمینہ

اور ان جہ مدارس کے اس تہذیب و حدیث و تفسیر کو مشاہدہ حدیثیہ اللہ
عمر کے سلسلہ بہ سلسلہ کر رہے ہیں
شہ ولی اللہ صاحب کا ابراہیم قرآن
شہ صاحب نے تفسیر قرآن پاک کو ترجمہ افشاری بنام مفتی مرتضیٰ
جس پر سہ کے دینی کی برہمی جمہوریت اراؤ قاتل شہر مولیٰ اور انوار الہیہ
امثال تفسیر میں لکھی یہ دونوں مخموان ہندوستان میں درجہ ولایت کھتے
ہیں جن کے بعد آپ کے بعد جنرل گان سہی مولانا عبد القدور صاحب
دشہریف اللہ میں بعد حب کہ مرثیہ کے علی ہمدانی و ترجمہ لکھنے شہ حب
نے ایک تفسیر سے تفسیر از مہر مہر اللہ ان مرتب کی جن کے بعد قرآن دانی
و راہیں اتنی فراخ ہوئیں کہ آج اردو زبان میں متعدد ترجمے شائع ہو رہے

تصانیف

کی تعداد ایک سو سے زائد تھی، غرض ماخذ کی دست برد نے پوری طرح محفوظ نہ رہنے دیں کہ بہت سی کتابوں کے تو نام بھی مشادے اس وقت ان میں سے بقدر ۱۵ ایسی کتابیں ہیں جن سے بقدر نصف کے ملتی ہیں اور باقی ابھی تک نایاب و نادر،

ان تصانیف میں ”حجۃ اللہ الب لغہ“ اصول تشرعی اور اسرار شریعت میں غیر مسبوق ہے۔

”فتح الرحمن“ ترجمہ قرآن مجید کی صورت میں بے نظیر اصول تفسیر میں ”النفوز الکبیر“ فائز و ممتاز ”شرح احادیث میں“ ”المصنفی“ و ”المسوی“ ”شرح موطا امام مالک“ مجتہدانہ شان کی منظر رموز داسرار تصوف پر ”تفہیمات الہیہ“ بلند ترین اور ”ازالۃ الخفا“ خفیات امامی کی مہر من

لے در فن خود غیر مسبوق الیہ واقع شدہ و مثل اس درین ۱۲

سہ سال ہجرت از بیچ یک از عمائد عرب و عجم تصنیف ہو جو دنیا

و منہ تصانیف بر بخش مرصی بودہ است

و فی الواقع بیش از ان است کہ بخش

توان نوشت — و دریں

کتابان تصور احکام سنت و عبادات

و معاملات بسیار کردہ و مذہب حنفیہ ضعیف

دست گردانیدہ الخ

فہرست تصانیف

صفحہ نمبر	نام کتاب	نمبر
۱	فتح الرحمن فی تہذیب عقائد	۱
۲	امول تفسیر میں (مثنوی بکیر عربی)	۲
۳	فتح تفسیر	۳
۴	موسم فی انوار شامون	۴
۵	مستفی فی شرح موطی	۵
۶	ترجمہ البخاری	۶
۷	مسدات (عربی)	۷
۸	ارشاد الی موتہ و زوالہ	۸
۹	نقدہ فی مسند و بیہ سوان	۹
۱۰	ذکر سیاحہ شمس کے درسیان (مکررہ مراجعہ بھی گاہیں تھیں)	۱۰

جو جہد یقی بہتہ کی ۲ رباعیوں کی تاج

۲۲۳ تا ۲۲۴ بحیرہ علیؑ و یحییٰؑ نے کہا ہے یہی طاق
۲۲۵ کر فی ہیں

قصص حبیبے کرم کے نکات و سرر

تہ مرتب	صفحہ	تہ مرتب
شرح رباعی	۱۸	
فیض کرمین	۱۹	
احیۃ الصمدیہ	۲۰	
النفاس المحمدیہ	۲۱	
لمعات (عربی)	۲۲	
ہمدت (فارسی)	۲۳	
اخیر اکثر (عربی)	۲۴	
البہار رباعیہ (عربی)	۲۵	
تفہیمت، ایہ	۲۶	
شفار شلوب (عربی)	۲۷	
زہرا دین (عربی)	۲۸	
عوارف	۲۹	
القول الجمیل (عربی)	۳۰	
الطاف القدس	۳۱	
تأویل آیات دین	۳۲	
فیض عام (فارسی)	۳۳	
مکتوب معروف	۳۴	
مکتوب مہنی	۳۵	

مضمون	عدد	نام کتاب	مضمون
سیرۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں	۳۶	ابحیث المنعم فی شرح سیرۃ العرب والعجم	
اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے	۳۷	سرور المخرزون (فارسی)	
اب آکر بعض ایڈیشنوں میں ابن تیمیہ کے	۳۸	مکتوبات مع فضائل ابو عبد اللہ ابن کباری و فضائل شیخ الاسلام ابن تیمیہ (فارسی)	
فضائل کا حصہ نکال دیا گیا ہے	۳۹	نبذۃ الابریزیہ فی طبقۃ الغریزۃ اپنے فائدہ ان کے حقائق پر	
" " "	۴۰	انفاس العارفین	
" " "	۴۱	الامداد فی مآثر الاجداد	
" " "	۴۲	انسان العین فی مشایخ الحرمین	
۱۔ ابن تیمیہ کی کتاب "القواعد الجلیلیہ"	۴۳	البدع البین فی اتباع خاتم النبیین (فارسی)	
کا مضمون (اردو ترجمہ میں ہو چکی ہے)	۴۴	المقدمۃ السنیہ (عربی)	
	۴۵	حسن العقیدہ	
	۴۶	مکاتیب	
	۴۷	فتح الودود و معرفت الجود (عربی)	

(۲) شاہ رفیع الدین صاحب 'م صاحب جزائے یعنی (۱) مولانا محمد عیسیٰ
 (۲) مولانا محمد موسیٰ (۳) شاہ مخصوص اللہ (۴) جناب حسن جان اور
 ایک ختران میں سے مولانا محمد موسیٰ کی ایک صاحبزادی جن کے سلسلہ
 اولاد میں سید معین الدین اور سید معزز الدین ہیں 'اول الذکر کی صرت
 ایک خترامۃ العایشہ 'ثانی الذکر کے صاحبزادہ سید احمد (مرحوم ناشر
 کتب ولی البنی) اور سید دامۃ العایشہ کے یک فرزند سید عبد الغنی صاحب
 'حال' سیدہ ششین درگاہ خواجه کلیم اللہ جناب آبادی دہلوی واقع متصل
 قلعہ معنی ہیں اور حضرت شاہ مخصوص اللہ کی ہاں ایک ختر نام مبارک
 امۃ العفراء صاحبزادی کے بطن مبارک سے مولانا عبد السلام کا ظہور ہوا
 (۳) شاہ عبد الغنی صاحب 'ایک صاحبزادہ گرامی تہذیب و دمان
 علی ولی اللہ سیدنا محمد اسماعیل شہید اور حضرت شہید کے ایک نور نظر مولانا
 محمد عمر جن پر سلسلہ صلب ختم ہو گیا
 (۴) شاہ عبد اللہ درہ صاحب اولاد

شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد و احفاد کا پورا شجرہ صفحہ ۲ پر منقول ہے۔

وفات

حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ۶۲ سال کی عمر میں ۱۱۷۶ھ
 میں دایم اہل کو بیٹک کد اور قبرستان ہندیاں میں اپنے والد بزرگوار
 مولانا شاہ عبدالرحیم کے پہلو میں راحت فرمایا ہوئے 'قبرستان ہندیاں

شاہ دکن دہلی ص ۱۱۱

خونی دروازہ (دہلی) سے باہر پرانے جیل خانہ کے عقب میں پرانے محلات
کے کثرت شجر حدیث کی وجہ سے اس کا نام محمد شین کا قبرستان بھی ہو اور
اس نام کے سننے کا اتفاق رقم موافق کو اس وقت ہوا جب بغیر من ریافت پہلی
مرتبہ اُدھر گیا،

محمد شین کے قبرستان میں خاندان ولی اللہی کے یہ تمام حضرات
موجود ہیں یعنی

شاہ عبد الرحیم صاحب شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبد العزیز صاحب
شاہ عبد الغنی صاحب شاہ عبد القدیر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب
مولانا مخصوص اللہ صاحب مولانا محمد موسیٰ صاحب مولوی محمد عمر صاحب
مولوی عبد السلام صاحب

اگرچہ تمام دکن کے اعتبار سے آج تمام ہندوستان اسی
خاندان عالی کا پیرو ہے، مگر نسل کے لحاظ سے اس قبیل گرائے یہ
کایوں نہ یاب ہو جانا کتن افسوس ناک ہے

اے فدک یوں بھی مٹاتے ہیں کسی عاشق کو
قیس کا نقش قدم تک نہ بیا باں ہا

شاہ عبد العزیز محدث

(بن حجتہ اللہ شاہ ولی اللہ محدث)

(عدد مسلسل ۲) متوفی، رثوال ۱۲۳۹ھ (عدد ۲)

سن ولادت ۱۱۵۹ھ تاریخی نام غلام حلیم اپنے تمام بھائیوں سے بڑے تھے، مگر وفات شاہ عبد الغنی صاحب کے بعد پائی،
۵ سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھنے بیٹھے، اس کے ساتھ ہی فارسی کے مختصر رسالے اور ابتدائی صرف و نحو پڑھتے رہے سن مبارک کے ۱۱ویں سال میں باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی، آپ کے والد ماجد (حجتہ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب) نے اپنے ایک مسترشد کے سپرد کر دیا، جنہوں نے ۲ سال میں معقولات جغرافیہ و تاریخ پڑھائے، اب بنفسہ حضرت شاہ صاحب نے ہتمام اپنے ہاتھ میں لیا، حدیث و فقہ خود پڑھنا شروع کی، ۲ سال کے عرصہ میں یہ منزل بھی ختم ہوئی، غرض ۱۵ سال کی عمر میں جمہ علوم رسمہ سے فارغ ہو گئے، اور اتنی کم مدت میں علوم کی تکمیل کچھ آپ ہی پر موقوف نہ تھی، بلکہ دودن ولی النہی کے ہر ایک د نے تقریباً اتنی ہی مدت میں فراغ حاصل کیا،

اور ابھی عمر شریف کا ۱۷واں سال تھا، کہ جناب حجتہ اللہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ، اصل بحق ہو گئے، چونکہ تمام بھائیوں سے عمر کے ساتھ علم میں بھی آپ ہی ممتاز و مشرف تھے، اس لئے حضرت شاہ صاحب کی مسند تدریس و خلافت بھی آپ ہی کو تفویض ہوئی

”اور حافظ آپ کا نسخہ ”نوع قدیر“ ہے۔“

دعظ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ ہر جمعہ دسہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کو چہ چین
میں بیان دیتے، معتزلہ تہل کرتے اور مذہب کی حکم کو واپس جاتے شیعیہ
کے راز پرانے دروں شاہہ دی شہ صاحب کے ”ازالۃ الخف عن خرافۃ
الخف“ سے منکشف ہو چکے تھے، مگر آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ”تحفہ اشاعتیہ“
نے اس راز کو بالکل طشت از بام کر دیا، اور جس طرح آپ کے بعد شیعی ترویج
کرنے والے مصنفین ازالۃ الخف عن خرافۃ الخف سے مستغنی نہ رہ سکے،

سہ تاریخ بعد ولید ص ۹۴

۱۵۵ رقم الحروف نے اس مدرسہ کی عمارت بہ سعیت حاجی عبدالغفار صاحب راقم الحروف نے
دیکھی جو کوچہ جیدان محلہ سوئی دان میں ہے اور شاہ محمد اسحاق کے مدرسہ سے موسوم اس کا
دوسرا استہجام مسجد سے سمت شرقی ٹھہری دان سے بڑھ کر ایک کمر کی ہے
اس راہ سے جاتے وہی کلی کا نام ”کلی شاہ عبدالعزیز صاحب“ ہے، عمارت کا اندرون
حصہ زمانہ تھا اس میں ایک بڑا دان ہے جس کی چوکھٹ درمچت سب ٹوٹ چکی ہے
دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے دامن ہیں جن کی دوسری سمت کئی ایک چھوٹے دامن
وسط میں بیس صحن زمانہ سے باہر مدرسہ کا حصہ دونوں حصوں کے سکن ہند
کا چھی اور کھار ہیں،

یہ عمارت ہنگامہ سن ۱۵۵۰ کے بعد میلیم ہو کر دہلی کے مشہور سینٹو چھنل والوں کے
ہاتھ میں چلی گئی، اور اب تک انہی کے قبضہ میں ہے

ہی "تحفہ اشعار شریعہ" سے بھی بے نیازی زدگی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔
 منشی سکرم خان صاحب مورخہ تاجید علی مرحوم فیض آبادی جیسے فتنی اور فقیہ
 عالم کو بھی "تحفہ" سے مفرغ ہو سکا۔
 تردید بقید و تباع سنت

تعلیق کے متعلق جو رائے شاہ ولی اللہ صاحب کی ہے
 "وہمیں کیوں عامیہ و یقیناً جس میں اس قدر بینہ ریزی اور یقیناً
 مشاعرہ الخفا و انما قال ہو غروب بختہ و انظر فی قبہ ن
 ریت ترک تعلیمہ و انظر ادریس علی خوفہ و ذلک و رواہ
 الترمذی عن عدی بن ابی ہاشم انہ قال سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول "اتخذوا حب ربکم و ربکم تم
 ارباباً من دون اللہ" قال انکم لم یحب و تم و من کا ہوا
 اذا صلو اہم شیا و استکھوہ و اذا حرمتوا علیہم شیا و حرمتوا
 عقد الحید (شاہ ولی اللہ صاحب) ص ۲۵

(ترجمہ)

"جو وہی شخص ان فقہاء کی ایک کا سر طعنے مقدمہ چکا ہو کہ اپنے
 اہم کے متعلق خفا سرزد ہونے کو خیر نہ سمجھے بیشک اس کا نام بھی لغزش
 اجتہاد سے مخدوم ہوا و لیکن گریہ مقدمہ ہمارے میں پتہ نام کی تعلیم یرق تم رست
 آنے کا دعویدار ہے اگرچہ اسے خوف نام دلیس ہی کیوں نہ مل جائے تو ایسا مقدمہ
 اس حدیث کا مصداق ہے جو ترمذی نے عدی بن ابی ہاشم سے روایت کی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت ”اتخذوا احبارہم و رہبیاہم ارباباً من دون اللہ“ پڑھ کر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی پوجا تو نہ کرتے تھے بلکہ صرف یہ کہ ان کی حدوں کی ہوئی چیزوں کو حدل اور ان کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے۔

اول تو اپنے والدہ جد کی توثیق ان الفاظ میں کی،
 ”ولهذا المقام تفصیل طویں یعنی عنہ ما حرره سیدنا و سندنا فی رسالۃ
 الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ و ”عقد الجہد فی مسائل الاجتہاد
 والتقلید“ فلیرجع الیہ واللہ یقول الحق وہو یدعی السبیل“

فتویٰ عزیزی ص ۱۰۸

بعینہ وہی اسے آپ سے منقول ہے
 ”چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر است و طاعت
 غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است و معنی طاعت غیر
 بالاستقلال آن است کہ رد مبلغ احکام او نہ است و بقہ
 طاعت او در گردن اندازد و تقلید او لازم شمارد با وجود
 ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر
 ندارد ایں ہم نوعی است از ”اتخاذ انداد“ کہ رأیت
 ”اتخذوا احبارہم و رہبیاہم ارباباً من دون اللہ“ و مؤدہ
 تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۱۵۹

ایک مقام پر فرماتے ہیں :-

"فی حقیقت اگر مشق نہ کرے گا وہ کب تک رہے گا
 ایتس رہے گا کب تک رہے گا ایتس رہے گا
 عیشی رہے گا ترن رہے گا ایتس رہے گا
 بہ پیغمبر کے رہے گا ترن رہے گا ایتس رہے گا
 ترن رہے گا ایتس رہے گا ایتس رہے گا
 ایتس رہے گا ایتس رہے گا ایتس رہے گا
 ایتس رہے گا ایتس رہے گا ایتس رہے گا
 ایتس رہے گا ایتس رہے گا ایتس رہے گا
 ایتس رہے گا ایتس رہے گا ایتس رہے گا

گفت آریں دوزخ و دوزخ ہیں ایتس رہے گا
 کہ منہ بھر کر تھیں دوزخ ایتس رہے گا
 دل کے دے ایتس رہے گا ایتس رہے گا

ایک روزی میں ۱۵۵

آج میں بہ کثرت تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں

کس پرچہ پر تھیں تھیں
 تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں

فاتحہ صفت الامام جس کے پڑھنے والے کے متعلق جناب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
علیہ کا فتویٰ "آتش بدہن" ہر شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

"خواندن سورہ فاتحہ یا قہ کے امام مقتدی را نزد ابو حنیفہ ممنوع است

و نزد شافعی بدون خواندن سورہ فاتحہ عدم جواز الصلوٰۃ و نزد فقہ امام

قول شافعی راجح است و ادلی چرا کہ بعد خطبہ میث صحیح

"لا تملؤا امانا بفاتحہ الکتب"

"بطمان نماز ثابت می شود و قول ابو حنیفہ جہی و رد است کہ جائے کہ

حدیث وارد شود و قول من خلافش افتد قول را ترک باید نمود و بہ

حدیث عمل باید کرد

"و حال آیہ کریمہ"

"واذا قرأ القرآن انما" این است کہ ہر گاہ امام سورہ دیگر ضم

کنہ مقتدی خاموش گردید سماعت کنہ نہ کہ برائے سورہ فاتحہ کہ

ام الکتاب است مستثنی است از مفهوم احادیث صحیحہ علمائے

محققین و محدثین و مفسرین دریں باب بسیار گفتگو کرده اند منقح

بریں معنی گردید کہ سورہ فاتحہ را پس امام باید خواند باین

طور کہ ہر گاہ امام حفظ الحمد بخواند مقتدی بشنود و بگوید الحمد للہ

تا آخر سورہ ہمیں طور با خفا ختم کردہ باشد و ہر گاہ امام بآمین

برسد ہمہ مقتدی یاں بگویند بالہ و الحمد آمین و دریں باب ہم در صحیح

بخاری حدیث وارد شدہ است احوال شریفین نزول موافق بیان

واقفیت ایسی کہ کس شہر میں اللہ تعالیٰ حب محمدت و جہاں دریا
 بید کرد کہ پیغمبر خدا صلعم در مسجد مدینہ نماز دے نمودند و صلی علیہ
 با قندے کائنات صلعم نماز سے خود نماز ہر سورہ و کتب پر صلعم
 ہر صلعم سے فرمودند مقتدیہ اس زمانہ میں سے نماز ہر کتب سے فرمودند
 شروع سے اس کو ربک علی مدی فرمودند صلی علیہ متبعات شروع
 سورہ مذکور و نمودند پس در ہمیں تنہا یسیت نماز فرمودند
 قرآن سترن ان پیغمبر فرمودند "قرآن سترن" ہر سورہ
 میں بحالت شد کہ یسیت نماز کو ہر سورہ سے سخت سورہ یسیت
 فرمودند کہ برائے قرآن نماز ہر سورہ سے یسیت رسول اللہ صلعم و
 قرآن ہمیشہ دست نماز کو ہر سورہ سے صلعم منع نہ فرمودند نماز
 لازم آید کہ صلعم سے مقتدیہ یسیت ہر سورہ نماز کو ہر سورہ
 تبیین مفہومین و تدبیر خواہ شاہین میں یسیت قرآن شریف حدیث صلعم واقع
 نحو ہر سورہ و کتب کہ صلعم میں حدیث ہر سورہ ہر سورہ ہر سورہ
 صلعم ہر سورہ ہر سورہ صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ
 ثابت شد و ترکش میں صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ

صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ
 صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ
 صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ
 صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ
 صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ صلعم میں یسیت ہر سورہ ہر سورہ

منہ تقیہ پر اس کے زیادہ بیانات اور کیا ہوں گی کہ سورہ فاتحہ پڑھو آمین

بالمذوالجبر کو

ترغیب جہاد

سیدنا شاہ محمد اسماعیل شہید نے اپنے پیرو مرشد حضرت امیر المومنین السید احمد بریلوی علیہ الرحمہ کی قیدت میں جس جہاد و جہاد میں شرکت و شہادت کا مرتبہ حاصل کیا، اس کے بانی جناب السید مودع مرحوم کے پیرو مرشد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الغفران ہی تھے، کہ صوبہ پنجاب میں سسل نوں پر سکھوں کے مظالم شاہ صاحب کی زندگی میں ٹوٹنے لگے، مگر کوئی ایسا مرد میدان نہ تھا کہ اس فتنہ کو دبانے کے لئے سر بکف ہو کر نکل آئے، تا آنکہ آپ کے برادر زادہ سیدنا شہید (شاہ محمد اسماعیل صاحب) نے ہوش سنبھالا اور حضرت السید احمد (امام الوقت) کی بیعت کا رشتہ گردن میں ڈال کر جامع مسجد کی سیڑھیوں پر اس زور سے نعرہ جہاد بلند کیا کہ اس کی آواز پنجاب کی فضا کو چیر کر کوہستان کشمیر تک جا پہنچی، اس تحریریں و تحریضیں علی الجہاد کے بانی جناب شاہ عبدالعزیز مرحوم تھے جس کا ثبوت حضرت کے اس خط (منظوم) سے ملتا ہے جو مودع نے اپنے علم بزرگ جناب شاہ اہل اللہ صاحب کی خدمت میں لکھا، یعنی

کریم الہدیٰ حادی فنون الغواصیل
وعن کل شرفی الخبیثۃ نازل
علی ما حمایہ عن صنوف الغواصیل

”سرمد“ علی مولیٰ الجسیم الفقہ کل
حمایہ الہ العالین عن الاذنی
و بعد فان العبد بحمد ربہ

دانشی وایدی ایست حاصل
نقدان وادین دین و دین
وکل امراتین با الحسین

باغ و اثواب، سفید و سی
وکن رکی کنر باب ردة
و لحد ر شرار فوق خیر

مقدیمه سرعین غیبه
و قد و جوی ایست و جوی
یخچان خون فین با الفی و حاصل
من بعد ایست ایست و حاصل
وین من غیبت ایست و حاصل

جزی، غیبت قوم سید و حاصل
فقد قتله جمیع ایست و حاصل
بسم الله علی م نهی فی بدو
نقد فست بدو و حاصل
فصل بعد بدو من مع و حاصل
تلاذ و

الذات حجة مدون است در کتاب که تدریس طریقی است که در
ایست و غیبت ایست و حاصل
مورثه و فیض مدین و حاصل
و شد و غیبت ایست و حاصل
الذات شد و حاصل
میه محبوب ایست و حاصل
و شد و حاصل
و شد و حاصل

مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا حسن علی ہاشمی لکھنوی، مولانا حسین احمد
 بیچ آبادی، مولانا سلامت اللہ بدایونی کاپنوری، مولانا رؤف احمد مجددی
 مسطفی آبادی، سید قطب الدین راسے بریلوی، شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی
 بیہقی وقت قاضی شہار اللہ پانی پتی، مولانا خرم علی بہوری، شیخ فضل حق بونٹ
 غلام فیاض کاکوڑی، ورثہ رحمت بخش حشتی، مولوی سید رمضان علی
 (امروہہ میں)

اور رام پور میں ؟

شاء ابوسعید (بن مصطفیٰ) قدر بن عزیز القدر بن سیف الدین بن خواجہ معصوم
 بن حضرت مجدد الف ثانی (دشدا احمد سعید مجددی و مولوی سید حیدر علی "مجاہد"
 و مولوی عیاض خان باجوڑی اکبر آبادی و سید جیدنی فاروقی و مولوی عظیم
 فیاض خاں بدسپوری)
 مولوی محمد شکور جعفری محبی شہری و مولانا شاہ فقیر الحق قادری قنبر
 پھلواری و مولانا شاہ عبدالغنی (ابوالحدادی منعمی)
 تفسیر شریف

(۱) فتح العزیز (معروف بہ تفسیر عزیزی) فارسی میں ۲ حصہ ایک میں بارہ
 فتح سے لے کر پارہ سیقول کے ربع اول تک کی تفسیر، دوسرے حصہ میں
 پارہ تبارک الذی و عہد قبلوں کی تفسیر اور اس قدر جمع و مختصر کہ جس کے
 مفاد سے بہت ہی اور مفسر ابقران دونوں کی استغناء نہیں

لے تذکرہ کاتبان رام پور

(۲) بستان المحدثین، محدثین کرم کے دست بڑا نسخہ (فارسی) کتاب پر
 (۳) غیۃ النافذ (فارسی)، سوال حدیث میں
 (۴) سرشت دین (عربی) فندل حسینی میں اس کے ترجمہ فارسی
 اور اردو میں بھی ہو چکے ہیں

(۵) مجموعہ فتویٰ (فارسی میں) یہ دو ترجمہ بھی موجود ہیں
 (۶) عزیر القتبس فی فندل، خیر السامس (عربی میں) فندل کے ترجمہ
 کے مناقب پر

(۷) تحفہ ثلث عشریہ (فارسی) اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔
 (۸) تقریر دلیلیہ فی شرح عظیم المنظر، مطبوعہ فندل مدنی دہلی قاضی
 فہیم مدین متوطن میرٹھ نے مولوی نصرت علی صاحب سکندر آباد ضلع پٹنہ کے
 کتب خانہ سے ۱۲۲۶ھ میں لے کر فارسی سے ترجمہ کیا "مضمون" کا ذکر ختم نہ
 روزہ زکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۱۰ اور مولوی عبد الباقی صاحب مدیر خیر مسکن
 سوہدراہ کے کتب خانہ میں موجود ہے

(۹) ہدایت المؤمنین برہان سواہرات عشرہ عشر (اردو) تصنیف تاج العارفین
 سید لطیف سید محمد جب ہجری میں چھپی "کتب خانہ نذیریہ" دہلی میں موجود ہے
 مضمون "روایات شروع" سے شروع ہو کر ہے

شکر خدا جس نے بنایا ہمیں راہ پیغمبر رحیم ہمیں
 ان کے سوا صاحب "حیات ولی" نے چند کتب غیر بیہودہ کا ذکر کیا ہے جن کے یہ
 نام ہیں: شرح مینہ ان مسبق (عربی) چند خواہشی بریدیع امینان
 سے تشریف لے کر آئے ہیں

چند خواشی بر شرح عقائد (عربی) عقائد میں

نیز الموسویٰ من احادیث الموط (عربی) موطوعہ مکہ معظمہ کے بعض مقامات پر
آپ کی تعلیمات پائی جاتی ہیں اسی طرح بعض فتویٰ و مکاتیب منتشر صورت میں
جایی پائے جاتے ہیں جیسا کہ کلمتہ کے ایک فتویٰ کا کچھ حصہ پیچھے نقل ہوا

اولاد

۳۔ صاحبزادیاں

ایک بی بی کا عقد مولانا محمد عیسیٰ (ابن شاہ رفیع الدین صاحب) سے ہوا
دوسری خاتون شیخ محمد فضل لاہوری کے گھر کی زینت بنیں ان کے
بطن سے شاہ محمد اسحاق (صدر الحمید) اور شاہ محمد یعقوب حجازین پیدا ہوئے
تیسری صاحبزادی مولانا شاہ عبدالحی بڑھنوی کے حرم میں داخل ہوئیں
ان سے مولانا (ملا) عبد القیوم بھوپالی کا ظہور ہوا، جنہیں مولانا شاہ
محمد اسحاق صاحب کی مصاہرت کا فخر نصیب ہوا

سفر آخرت

مرض انوت میں مبتلا ہیں مگر فیضہ تذکیر کا بھی تک خیال ہی فرمایا
”مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور ۲ آدمی میرے موٹے سے پکڑے رہو، لیکن جب
بیان کرنا شروع کروں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں چنانچہ
آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرما
رہے، گولت دلچہ سے تا توانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے، لیکن استقلال

سے الموسویٰ ص ۴۴ ۵۵، ترجمہ لفظی ج ۲ ص

وایں ہی پر رنگ جو کہ ہوئے تھے وہ غلط فہم کرنے کے بعد آپ سے نہ رہا
 وہ بکمال کے دربار میں تھا اس کے وہ اپنے دربار میں توں کے لئے
 خوش و خوش کے ساتھ دکانی نازاں بعد یہ وہ اس قدر ہی و اس قدر ہی
 دین اس میں نازبان نہیں توجہ پر رہی ہوئی و راستہ نازبان و اس میں
 طرف متوجہ ہو کر دین کی میری محبت میں اس قدر نقد و سبب تر سبب یک
 جگہ جمع کر دیا اس رشاد کی فوج تھیں ہوئی و عطر و وں نے آپ کے سر پر
 اس سبب و نقد جس قدر تھا ایک جگہ جمع کر دیا آپ نے آید مذکور کے بعد
 تمام چاروں داروں کے لئے یہ نقد کر دے اور جو شخص جس قدر شہر تہی رشتہ
 رکھتا تھا آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے تقسیم کر دیا اس کے بعد آپ نے وفات
 ہی میں غائب و غائب کے چہ شہر ایک درونک بٹے میں پڑت کر سننے و وں
 کے جسم میں جو کسٹنی پیدا ہوئی اور بدن پر روئے تھے اس کے لئے
 بروز یکشنبہ تاریخ ۱۲ شوال ۱۰۳۵ ہجری قمریہ پانی و درختستان مہندیں
 عتبہ میں خزانہ پئے و نذر نور کے پہلو میں دفن ہوئے

تعلیم مومن خور مہوم نے ذیل کا قندہ تاریخ وفات لکھی

حضرت امجد و ناظر کو یا	شہ عید العزیز فیروز زمین
روز یکشنبہ ہفتہ شوال	در میان پشت سائت و ہمن
در نصف امداد و عرفان	مثل بدرینہ در ہمہ فن
از سہ لطف و عودت و خوش	رہنی عہد عہد غفلت حسن

شاہ عبد الغنی محدث

(ابن حجتہ اللہ شاہ دلی اللہ محدث)

(عدد مسلسل ۳) سن وفات ۱۲۲۷ھ بمطابق ۱۸۱۱ء ۵۷ سال (عدد ۳)

”یہ بزرگوار جناب مولانا شاہ دلی اللہ صاحب کے چوتھے فرزند ہیں جو علم و فضل اور باطنی فیض میں شہرت عام رکھتے تھے، آپ نے تمام علوم خاص کر فقہ و حدیث کی تکمیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے کی، اتباع شریعت میں آپ کا قدم پیشروان مسلک دین سے آگے بڑھ ہوا تھا، وضع و لبس میں اپنے والد بزرگوار کے ان درجہ مشابہ تھے کہ جس نے انہیں دیکھ لیا، وہ آپ کو دیکھ کر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا، علمی کمال کے علاوہ اخلاق عامہ آپ میں ایسے تھے جو دوسروں میں بہت کم پائے جاتے تھے توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، اور باوجود عیال داری اور قایل ہونے کے دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے، آپ کے کثیر اوقات تدریس طلبہ میں مصروف اور عنان بہت افادہ طالبین کی طرف معطوف تھے،“

شاہ دلی اللہ کے چاروں صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے مگر وفات سب سے پہلی ہوئی، جب تک زندہ رہے، مشغلہ درس رہا، آیا، اولاد میں شاہ محمد سمیع شہید کو چھوڑا، جن کے علم و عمل نے چار دانگ مہم میں شہرت پائی، ”میرا مومنین سید احمد صاحب بریلوی سے آپ بھی بیعت تھے“ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے آپ سے حدیث پڑھی

شاہ عبدالقادر محدث

(بن جود سید شاہ ولی اللہ محدث)

(عدد مسلسل ۳)

متوفی ۹ رجب ۷۴۲ھ

(عدد ۳)

پتہ دہلی بدخواب جود اللہ (شاہ ولی اللہ محدث) سے علوم و فنون
پر بھی اعظمی ہر کے ساتھ فیض ہوا۔ مہینے کی بدولت حاصل بہت کم ہوا کہ
حصہ مسجد کبریا (دہلی) کے ایک حجرے میں بسر کر دیا۔ تحریک و تدریس قرآن ترقی
فہم سے جو وقت بچتا ذکر و فکر میں گزارتے اور دوسرے شہر ہمہ وقت خدمت
رہتے۔ جہاں کہیں کہیں کہیں کسی کو آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی۔ مزاج
میں مستغن حد درجہ تک تھا۔ سیریت میں بھی درگ تھا۔

تصانیف

(۱) قرآن کریم کا اردو ترجمہ جو اپنی اویسیت و ادبیت میں اتنی بھرپور کہ
" اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو انیس سو برس
میں رستہ ہوتا جس کی گیت موبنا شاہ و جلالہ رحمہما نے ستر ترجمہ
میں پیش نظر رکھی ہے۔ "

حیات دہلی ۳۵۲ھ

دریہ ترجمہ ۱۰۰۰ میں تھیں تک پہنچ آپ کا یہ ترجمہ باجمہ دورہ پکڑا دیا
(ترجمہ) آپ کے برابر مکرہ مولانا شاہ در فہم لکھتے ہیں جب نے یہ دورہ تحت ہفتہ
پکڑا پکی بند دیا۔ سب بزرگ حنفیہ کے علمائے کرام نے اس پر نمونہ لکھا اور

میر کسی کا نام معلوم نہیں ہو سکتا۔

مستطاب مندره

علامہ فضیل الحقؒ العمری خیر آبادی اشدہ محمد اسحاق صاحب و مولانا امام الدین
بخشی (امروہی) کے سوا اور حضرات کے نام معلوم نہیں ہو سکے

شاہد رفیع الدین محدث

ابن حجة الشرحه ولی الشرحه (محدث)

(عدد ۵) متوفی ۱۲۴۹ھ (عدد ۵)

شہ عبدالعزیز صاحب سے چھوٹے تھے، مگر تمام بھائیوں سے زیادہ عمر
 پائی، اور دیرینہ میں آپ کو ۴۴ فرزند (جن کا ذکر آگے آتا ہے) عتہ ہوئے،
 تمام کتابیں اپنے والد بزرگوار (شاہ ولی اللہ صاحب) سے پڑھیں، شہ
 عبدالعزیز صاحب کے مکفوف الہیہ و ضعیفہ موبائے پرمدوح نے اپنی مسند
 تدریس آپ کو تفویض فرمائی، بشر کا یہ عالم تھا کہ ایک فن شروع ہوا تو طلبا
 نے سمجھ کر اس میں حضرت کو زیادہ توکل ہے، مگر اس کے بعد دوسرا مضمون آیا
 تو سمجھنے والے اسی میں زیادہ ورک پایا، دھم جبراً، قرآن کریم کا اردو ترجمہ
 اس خوبی سے لکھا کہ اس طرز میں دوسرا ترجمہ لکھنے کی جرأت ان کے بعد پھر
 کسی کو نہ ہوئی،

اور میں سمجھا، جزائے تھی یعنی مولوی فخر موسیٰ، مولوی محمد عیسیٰ،

۱۰۰ تذکرۃ الکرام ص ۲۴۴

مردی محمد بن موسیٰ است و مودعی حسن بن ادریس مذکور کو اپنے عم بزرگوار
ت و جد بزرگوار کی خدمت میں شریعت میں تفسیر ہوئی۔

تفسیر

ترجمہ: حضرت محمد بن موسیٰ (تفسیر قرآن اردو) رسالہ دہلی
کتاب میں رسالہ دفع البیہاتل، سر راہ جہت
عمل: حدیث میں آپ کا طریق بھی واضح تھا اگر رسالہ تمیز میں فرستے ہیں
"سنت رفیع" (رفع یدین موصوف) باقی است وغیرہ بہت حدیثیں دہلی میں
در اصل سنت دہلی کے ہمدونہ و رجب و رجبائے دہلی اگرچہ بعض متعصبین نے
میں کلمہ زیر کہ از اس چیز ہائیت کہ ان صفات احوال معلوم ہوا ہے باقی است
در تکریمہ دہلی، و عیدین پس نیکرے نیست بزرگوار دہلی دہلی
سنت

تکامل

آپ دہلی میں بھی مشہور رہے، گزشتہ مذکور کی کوئی جامع نیست حاصل نہ ہو سکی
اس لئے ان سبب سے کہ جن

شہداء و عید مجتہدین دہلی کے ہر دو عقیقتی شہداء و عید مجتہدین دہلی کے ہر دو عقیقتی
شہداء و عید مجتہدین دہلی کے ہر دو عقیقتی شہداء و عید مجتہدین دہلی کے ہر دو عقیقتی

تربیت خاں

سنت دہلی دہلی دہلی

تمتہ دودمان عالی ولی اللہی

سیدنا محمد اسماعیل شہید

(ابن شاہ عبدالغنی محدث ابن حجر الشہادہ ولی اللہ محدث ہلوی)

از ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۵ھ تا ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۳۶ھ

حائل عمر نثار سے سیریا سے کر دم
 شاد دم از زندگی خوشش کہ کائنات کر دم

اور پھر چند مہ آگے بڑھو۔ مقام حرمیت دعوت کی کیسی کامل اور آشکارا
مثال سامنے آتی ہے ساری مثالوں سے آنکھیں بند کر لو صرف یہی ایک مثال
زیر بحث حقیقت کے فہم و کشف کے لئے کافی ہے حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام
ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے؟ بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا، تجدید و
تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا
اس سے آگے نہ بڑھ سکا، فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام
تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا، اور معلوم ہے کہ توفیق انہی نے
یہ معاملہ صرف حضرت علامہ و مجدد شہید رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کر دیا تھا
خود حضرت شاہ صاحب کا بھی اس میں حصہ نہ تھا۔

مے خواست رستخیز عالم پر آورد

آں باغبان کہ تربیت این نہال کرد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہیں کے مجتہد سے کے نیچے نظر
آتے حضرت پیر انصاری کا قول ہے ”من مرید خرقائی ام لیکن اگر خرقائی میں
وقت مے بود باوجود پیریشیں مرید مے کردم“، شاہ صاحب نے مزاج
وقت کے مے محسوس و استعداد سے مجبور ہو کر حکم

بہر مزینکتہ ادا مے کنم کہ خوتیاں

بہر سو بکشتادند و در فرد بستند

دعوت و اصلاح امت کے جو بھیہ کہ پُرانی دہلی کے گھنڈروں اور کوٹلہ کے
مجروں میں دفن کر دئے گئے تھے اب اس سلطان وقت و سکندر عزم

کی بدلت شہنشاہ آباد کے باز روں اور جمیع مسجد کی مٹھیوں پر
ان کا ہنگامہ پڑ گیا اور ہندوستان کے کنوؤں سے بھی اڑ کر نہیں
معلوم کہیں کہیں تک چرپے درخت سے پھیلے پتوں کی باتوں کے گتے کی
بڑوں بڑوں کو ہندو جھوٹ کے اندر بھرتا رہا نہ ہتی وہ اب سر باز کی جارہی
اور ہورہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف و دیات کو قتل و
جناہ صغیرہ عام پر ثبت کر رہے تھے

آنر تو میں گے کوئی افت فغاں سے ہم
جیت تہم کرتے ہیں آج آسمان سے ہم

پھر کیا اس وقت ہندوستان غم و غم سے نہ ہو گیا تھا؟ یہ حق پر چھنے والے
اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہوئے تھے کہن ہر جو یہ کہہ سکتا ہے؟
خون مندانہ میں رہتے کیسے کا رہا، ساتھ دہم و عمل موجود تھے،
محنت و جدوجہد و عزیز کے دس وقتہ سیں کی بادشاہت سمرقند و بخارا اور
معد و شام تک پھیلی ہوئی تھی شاہ عبدہ قادر و مرشاہ رفیع الدین غم
عمل کے قریب تھے خاندان سے بہرہ اگر ان کے تربیت یافتوں کو دیکھیں
تو کاپی گوشہ بیانیہ تھے جس کا فیضان غم کا ہم نہ کر رہا ہو اب اس ہم یہ
کیا معدوم ہے کہ وہ جو وقت کی ایک باب سے بڑا کام تھا اس کے لئے کسی
کے قدم کو جنبش نہ ہوئی سب دہرے دوست کو میوں میں رہ گئے چھوڑ کا
کوہ ہمدردیوں کا سین میدان مار لیا کسی سے بھی اس کی توجہ نہ ہوئی
خاص ہوتا تھا کہ ہر وقت ایک ہی جگہ کے لئے تھا اور ایک ہی پرست

آپ نیا کیلئے خلعت غنیمت اور تشریف قبول کا مذہبی پروٹوٹائپ
منشور دہائی تھی زمانہ اپنے سارے سامانوں کے ساتھ کب سے اس کی
رہنمائی، ہاتھ امیدواروں پر امیدوار کیلئے بعد دیکرے گزرتے رہے
مگر اس کا مستحق کوئی نہ نکلا

باز غم او عرض بہر کس کہ نمودم
عاجز شد و این قرعہ بنام زمر افتاد

”تذکرہ مولانا ابوالکلام ص ۲۳۶ تا ۲۳۷“

مولانا سکندر دہلی تیغ و رت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۹۳ء نام محمد اسماعیل لقب
شہید اور ۶ برس کی عمر میں پڑھتا شروع کیا ۱۲ برس میں قرآن مجید حفظ کر لیا،
۱۱ سال کی عمر تک صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں جن کے بعد مجدد منقول
منقول اپنے علم محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث) سے پڑھے
ذکاوت کا یہ دل تھا کہ صدرائے کبھی ۱۰۱۸ صفحہ سے کم نہ پڑھتے وہ بھی
مذہب کے بغیر نہ کبھی بعد میں سستی دہرایا اس طرف سے کچھ ایسا اطمینان تھا
کہ سبق کا نصف تک پڑھا دیتے صدر اہی میں ایک ہم سبق زسن رسیدہ مولوی
عبدالکریم چیمپنی تھے یہ آپ کی اس نظر سے ہمیشہ نالوں رہتے اور بے چارے
حق بھی نہیں تھے اگر ان کے اشکال اچھے ہی رہتے تھے، تا آنکہ ایک
روز مولانا محمد اسماعیل کو سبق کا صفحہ یاد نہ رہا، انہیں موقع مل گیا فوراً بول
اٹے ”میں صد جزا دے اس سے تو کھنٹی“ رگزنٹن پر رکھ دیا کہ ”آپ نے
کوئی جواب نہ دیا“ تو جمعاعت آپ کی عجب تہ چیں بہ چیں رہی تھی کیونکہ

ت میں کاہر و صہرا کے ایک ایک غلظ پر میرا دل سجتا کوئی تہنی تھا درجیہ کم
ب تک معمول ہو یا اور یہاں کہیں وقفہ ہوتا نہ کسی تہہ و پردہ یا نیت و عمل کی
فہ و رت بھلا ایسے تنہا میں تو فاق کیونکر ممکن تھا

کہ ورت بھل آئیے صدویں لوگوں یہ کہہ کر
 ایک وزندہ را میں کہیں مشعل سا تمام آگیا مودی عبد سریم ہر جب سے
 بیٹے تھے کہ آج میاں عبد اس ناندن کے افراد عام عبد عبد کی رونی
 دیکھنے ہی جیسے کہ کیونکر آگے چل سکتے ہیں! جب آپ نے قرآن و تفسیر
 ہی پہلا سہوب کہ تو آپ گزرا کر ہوئے اسے یا عبد عبد پر چلتے ہیں ہو
 کہ یہ نہی گھاس کاٹتے چلے بہ رست ہو "فریاد" کہ آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو وہ یہ
 کریکے "حر بن سہ" ہی تھے مکہ تل دریا نیت یا دستہ دمور نہ عبد عزیز عبد
 در عبد نے جو عت رب کی نذر "دھرمی" تھیں! مگر جب آپ نے محاسن کے
 ساتھ محشی کی نذر ہی تھی نہ ہرگز کی تو ایک مدت شاہ عبد عزیز عبد خوش
 ہو رہے تھے تو دوسری طرف تکتے چسپ نہ رہے۔

معتقدات کے جو احادیث و درست روئے ہوا یہ سب بھی بیعت کر چکے تھے۔
 کبھی پتہ نہ تھا کہ کیا زیادہ ہیں یا نہیں، منق و فلسفہ کے زمانہ میں کچھ پتہ کی
 کھمبیاں تھیں احادیث کے دور میں تیار نہ تھی، مذاق ناشتہ اور شوٹس کی
 مواریثہ مشغول، مگر ہم سبق اب بھی بڑے حضرت صاحبِ شاہ عبد الحزیز
 سے شکایتیں کرتے تھے، جن کی جیسے آخر ایک ذرا محنت سے دیکھا، تم نہیں دے
 میں زیادہ وقت صرف کرتے ہو، ورنہ ہم نہیں کرتے، عرض کیا حضرت ابابا
 بچہ سے پڑھا ہوا پھر دریافت فرمایا، شاہ صاحب نے دو ایک سوال کے

جن کا جواب اس عمدگی سے دیا کہ صلیب کا مجمع دنگ رہ گیا۔

ولی الہی خاندان کے نسبِ نعیم میں ریاضی لازمی مضمون تھا ذرا استعداد ہونے پر اقلیدس شروع کرادی جاتی جس سے دماغ میں صحیح توازن قائم ہو جانا لازمی ہے، ان مضامین میں اس حد تک تو غل ہوتا گیا کہ کھیل کے وقت زمین پر بھی اقلیدس کی شکلیں بنا لیتے اب ان اشکال کو حل کر رہے ہیں اور کھیل رہے ہیں

ہمیں مینے سے مطلب ہو جگہ کی قید کیا خود

اُسی کا نام جنت رکھ لیا بوتل جہاں کھڑی

درسیات میں تاریخ و جغرافیہ بھی پڑھا جو اسلام کی شان بڑھانے میں عمدہ ہوا، جس کی بدولت آپ مسلمانوں کے تنزل پر متوجہ ہوئے، اعدائے کلمۃ الحق اور قیام امامت کبریٰ کی ضرورت محسوس فرمائی جو دارین میں آپ کے علوم مرتب کا ذریعہ ثابت ہوئے کہ آپ شہید کے لقب سے مقبول و مشہور اناام ہوئے ان مضامین کا یہ اثر ہوا کہ بچپن میں جس طرح زمین پر اقلیدس کی شکلیں بنا کر ان سے کھیل کرتے، سن رشد پر پہنچ کر سب سے بڑھ کر دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ گھر میں بیٹھ کر ہندوستان اور سرحد کے نقشوں پر غور ہو رہا ہے جس کے نتائج آخر میں اُس جہاد کی شکل میں نمودار ہوئے جس میں آپ نے مسلمانوں کے ذریعہ و فلاح کے لئے جان شیریں جان آفریں کو سونپ دی

سن رشد پر تمام قسم کی درزشیں سلکھنا شروع کر دیں، پٹا اور گتکا مرزا

۱۵ حیاتِ عیسٰی اور اہل حق بعد امداد

رہتا ہے ایک سے سینہ بہت چلنے کی جگہ اور فی کورہ میں تھکا ہوا
 ایک ترکوزی کے فرار میں میرزا کی جگہ پر پہنچا اور اس کے
 قریب کھڑا ہو کر کچھ ہی عرصہ میں غائب ہو گیا۔ اس وقت جب اس
 قتل ہو گیا تو اس کے والد اس کی لاش کو دیکھ کر بہت غمزدار ہوا
 جس پر پڑوسیوں نے وہ زمانہ بتا کر اس سے اس کی خبر لی کہ جب اس میں
 لاشیں دبا کر پتھر پر رکھ کر پڑوسیوں نے پتھر سے جھٹکا کر کے
 پڑوسیوں میں ورہیت پڑا ہے اس میں اس کی پڑوسیوں نے لڑائی میں
 اس کو دھوکہ دیا ہے اس کے بلی سے اس کی لاش کی پتھر سے پتھر کے اور
 اس کی لاشوں کی جھڑپوں سے اس کی لاش میں پتھر سے اس کی لاشوں
 میں لاشوں کے پتھر کی مشق کی جا رہی ہے

وہاں کے مہمان دہل بدلتا ہے جب اس کے قتل کے وقت کے مہمان
 اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں
 میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں
 میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں
 میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں
 میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں
 میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں
 میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں میں اس کے قتل کے وقت کے مہمانوں

کراکے کی سڑائیوں میں ہریکے کی لڑائی کے وقت کے وقت
 پڑوسیوں میں جو کہ ہریکے کی لڑائی کے وقت کے وقت

اُس قدر حیرت بخش سے لکھی یہ وہ شخص ہیں جن کا دامن پہلے بدعات کی آلودگیوں سے
ملوث تھا، مگر آخر میں آپ کے فیضانِ صحبت سے خونِ شہادت کے چھینٹوں سے
نہ لہذا رہا بن گیا

بندوق کے نشہ میں گویہ دستِ قضا پہنا تھا فرمایا کرتے "ناممکن ہی
کہ جانور میرے سامنے آئے اور پھر زندہ بچ نکلے" بیکہ مرتبہ کسی ہمراہی نے اس کی
عرض کیا "اگر اس کی موت ہی نہ ہو تو آپ کیونکر مار سکتے ہیں" فرمایا "اس کی
موت نہ ہوگی تو میرے سامنے آنے ہی کا نہیں ہے"

نصابِ تعلیم پھلے سے ختم ہو چکا تھا، فنونِ سپہ گری پر اب آ کر قابو
پالیا علمی زندگی کا رنگ جمالی اور علمی نصاب کی مشق ان جہلی دونوں بیک
وقت دنیا جہاں کے سامنے بے نقاب ہوئے کو ہیں

پید میں بدق طور کے اندازِ حسن میں
اب وقت آیا ہے سر پر در سے کوئی

جامعہ میں جمعہ اوداع کی نماز ختم ہو چکی ہی اگر نماز میں ابھی تک صفوں سے
نہیں اٹھئے، مولانا فضل حق خیر آبادی اپنے اتباع و نصار کے میمنہ و میسر کے ساتھ
ایک طرف صف بستہ ہیں شہر کے دوسرے اہل علم اپنے اپنے مشاگردوں
کے درمیان جمے ہوئے ہیں، سونی و درویش اپنے اپنے حواریوں کے حلقوں
میں گھبرے بیٹھے ہیں، اب کو انتظار ہے کہ آج "میاں اسماعیل" وعظ کہیں گے
جو نہی آپ کبر کے پاس کھڑے ہوئے فطرتِ سمٹ سمٹ کر آگے بڑھنے لگی

لسانِ حیات حید

تین تین سالہ سیدہ دہلی شریک نہ رہا اس کے لئے احمد و دہلی کی کشتی تھیں
 پڑھ کر توحید کی غرض سے کتب شریک کی تردید قبروں کے چرچا و سب پر وعید
 عزیمت کی حرمت و رنڈر غیر استہ پر تہدید فرمائی اور یہ پہلا دعائے تحفہ جو نماز عصر
 کے وقت تک بربر جاری رہا

مسجد کے اندر کسی کو اعتراض کی جرات نہ ہو سکی تھی۔ اسے سچا کر رہا
 جب اپنے مدرسوں میں در در و شش فتنہ ہوں میں اپنے دوستوں کے ایک ایک
 حرف کی تردید میں سخت کا تمام سر یہاں در کشت کے جوہر زد سب مان صرف
 ہونے لگے لیکن وہ حضرات مجلس (دعوت) میں سے کچھ لوگ ایسا اثر کر رہے
 اٹھے جو دہلی فلاح و فوز کا سبب بنا

دہلی میں عمل کے بہ کائنات کا اثر یہ وسیع تھا کہ ایک دن نماز عصر کے بعد
 آپ جامع مسجد کے تونس پر بیٹھے تھے کہ ایک بڑھیا نے جو آپ کو پہنچتی نہ تھی
 پاس آکر کہ "موسیٰ نہ جب! موسیٰ! سمعیل کون یہ موسیٰ پیدا ہوا ہے جو یہ
 کہتا ہے کہ بیوی کی صحت نہ کرنی چاہئے" فرمایا "بڑی بی! موسیٰ! سمعیل نہیں کہتا
 بلکہ جس بیوی کی تم صحت کرنی ہو اس کے باپ نے منع کر دیا ہے کہ میری بیوی کی
 صحت نہ کرنا بڑھیا یہ سن کر بوں جب بیوی کو باپ یہ کہتا ہے کہ میری بیوی کی صحت
 نہ کیا کرو میں اس پر وعدے کی آئندہ سے نہ کروں گی یہ

دعوت کا اور گئی کہ چون میں شہزادوں پر دستہ شریک کے گروں میں پہنچے
 لگا جامع مسجد کی میٹھیوں تو مرکزی دارالافتاء جہاں روزانہ تہذیب ہوتی
 سے جوت تہذیب

تاثیر بیان کیا یہ عالم کہ بڑے حضرت صاحب (مولانا عبدالعزیز محدث) فرمایا کرتے
 "میری تقریر تو سمجھیں گے لی اور تحریر رشید الدین نے" ^۱

مفتی صدر الدین خان مرحوم و عطا کی درخواست اس طرح پیش کرتے کہ
 آیت کی تفسیر بھی خود کر دیتے اور گھڑتے مٹا کر کے شریک و عطا ہوتے
 اس پر بھی آپ کے و عطا کے تفسیری نکات مفتی صاحب کو تعجب میں ڈال دیتے
 ایک مرتبہ آپ نے و عطا میں کسی رکوع کا بیان اس خوبی سے کیا کہ میری
 اہم بخش صہبائی، مولوی عبدالغفار صاحب و مفتی صاحب نے دوسرے علماء کے جو شریک
 جہت تھے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک اور موقع پر دوبارہ اسی رکوع کے بیان کی
 فرمائش کی، آپ نے وہی رکوع پڑھا، گریبان و تفسیر بالکل دوسرا تھا جسے
 اس نے اپنی فصاحت سے شرح فرمایا کہ ہر مطلب اور نتیجہ، اگرچہ نیا تھا مگر بیان
 کی صفت یہ تھی کہ سامعین پہلے روز سے زیادہ متاثر ہوئے اسی رکوع کی
 فرمائش ایک تیسرے موقع پر پھر کی گئی اس موقع پر پہلے دونوں موقعوں سے
 علیحدہ تو واضح تھی اور حسن بیان نے اسے اور بھی نکھار دیا

میاں ہدایت اللہ (مختار) شہید رحمۃ اللہ کا واقعہ ہے
 مولانا صاحب ممدوح جامع مسجد کی میٹرھیوں پر گزری بازار میں کھڑے
 ہوئے و عطا بیان فرما رہے تھے اس وقت ایک میٹرھے کے نصیب چکے تو وہ
 ہندی لگاے ہوئے اٹھ ہاتھوں میں چوڑیاں کرٹے اور پاؤں میں چھڑے
 اور سنا نہ سرخ جوڑا پہنے ہوئے بغرض تفسیر طبع مولوی صاحب کے نزدیک

کھڑ ہو اور دھنسنے لگا جب اس کے اس پر کچھ شرم تو محو ہو کر رہ گیا مگر
 سیر بھی پر جھٹک گیا آپ جی اس کے رنگ دھنسنے کو دیکھ کر اس کی طرف سے تو جہ
 ہو گئے اس وقت آپ نے اس کی زانیہ سمیت کی بڑی پر موند ڈالی اور
 عذاب آخرت کا اس زور و شور سے بیان کیا کہ سیر ٹھکے پڑا وہ شرم و کس سے
 وہیں سے چھوڑ کر توڑ ڈالیں ورنہ درگزر چھینک دیا پھر پاؤں سے
 مہندی کا رنگ چھڑانے کے لئے سیر ٹھکوں پر اس قدر ٹکڑے کہ خون جاری
 ہو گیا بعد نعت م و علف کے تائب ہو کر آپ کے قدموں میں داخل ہو گیا
 ورنہ ہی فرسان گئی اور سکھوں کے ساتھ پہلی بڑی جنگ اکوڑی
 میں شہید ہوا اس "عبد نقیہ" ہدایت خدا بخش نے، وہ سکھوں کو قتل کر کے
 ہم تہذیب و توحش فرمایا۔

نیکو ہنر جسے شہنشاہ راز کرے
 وہ اپنا خوبی قسمت پر کوشش ناز کرے

ہولی کی زنان بازاری کا وہ قہر منور جو آپ ہر سہ جسمیہ کے درد زدہ تفتیش
 نام میں سامنے سے ہو گیا پھر پوریا کے حسن میں ڈوبی ہوئی تہ چین چوڑی کوٹھو
 بہ سے بھی ہوئی ہیمنوں پر سو رہی وہ وقت پر علوم ہو کہ یہ مسکن کسی عورتیں
 ہیں زداچی ہمیشہ کے بار بار اس زور و زہیں شرکت کے ساتھ جاری ہیں
 کیا یہ مسکن میں تو ہماری نہیں ہیں یہ خود بندہ تو ہے یہ کہتے نہیں
 جو کہ لگا کہ اس قدر مسکن عورتیں بدکاری و زنا کاری میں گرفت رہیں ورنہ کے

سے تو یہ تہذیب

اُن کو نصیحت نہیں کی، اس سے اب تو میں اُن کے مکان پر جا کر ان کو نصیحت
 کروں گا۔ دوستوں نے ہر چیز منع کی، کہ وسیع داری کے خلاف ہے، ایسے
 لوگوں کے گھروں پر جانا، مگر شہر بڑا کب مانتا تھا، شب کو فقیرانہ لباس پہن کر
 جا پہنچے دروازہ پر دستک دی، "اواللہ والیہ اواللہ والیہ اواللہ والیہ" خادمہ
 دوری آئی، تم کون ہو؟ فرمایا، "فقیر ہے صدائے گناہ اور تماشا
 دکھائے گا، ڈانپنے ساتھ لے گئی، آپ نے، کہہ کر دریا فت کی، معلوم ہوا بالافا
 پر مہمانوں کے ساتھ جشن نوروز منا رہی ہیں، آپ وہیں تشریف لے گئے،
 ہر چند حال فقیرانہ تھا، گردہائی کے اس بے تاج بادشاہ کو کون نہیں پہچانتا
 تھا، مسند پیش کر کے تمام عورتیں فرش پر بیٹھ گئیں، آپ نے جیب سے
 حائل شریف نکالی، ابھی قرآن ہی پڑھ رہے تھے کہ سب کی سب ہوش و
 خرد کھو بیٹھیں، وعظ شروع ہوا، پہلے نماز دینا کی بے ثباتی کا حال بیان فرمایا
 پھر عذاب قبر سے تجویف، اب قیامت کی سختیاں، اُن کے ساتھ زنا کی
 بولن ک سزاؤں کا ذکر فرمایا، ایک سرے سے شور محشر مچا ہو گیا، جنت
 توبہ کے بر رحمت سے تسکین فرمائی، آخر میں نکاح کی فضیلت پر رغبت دلانی
 اہل مجلس دم بخود سرنگوں ہیں، ارد گرد کی تمام چھتیں تماشا میوں سے اُلی
 پڑی ہیں، کہ آج میاں اسماعیل رند یوں کے ہاں وعظ کر رہے ہیں!
 نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ۲۹ رندیوں نے تو نکاح کر لئے اور جو عمر سید
 بھتیں انہوں نے محنت مشقت سے بسراوقات کرنا پسند کیا، کہتے ہیں کہ اس
 جشن کی مانند کو بہشتن میں غازیوں کے گھوڑوں کا دانہ پیا کرتی

اس تسکوت کے بعد علامہ خیر آبادی خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے آپ (مدت)
یوں بھی اس زمانہ میں دہلی کے "چراغ مسجد و خراب و منبر" بنے بیٹھے تھے اس پر
ریڈ نی میں سررشتہ داری کے عہدہ کے نائب بھی تھے۔

خوبی جسم، زینیں رونق پر رہن ہوئی
اور بھی شوخ ہو گئی رنگ تیرے لباس کا

نائب الفاضل (خیر آبادی) جو علم و فضل میں ممتاز اقران و امثال تھے وہ ایک
نوجوان کی اس حد سے بڑھی ہوئی شہرت کہاں تک برداشت کر سکتے تھے
یہ وقت انگریز کے لئے بھی نازک سا تھا، کہ ابھی تک منیہ شہنشاہی کے طرے
بظاہر ممکنت پر حرکت کرتے نظر آ رہے تھے خطہ تھا کہ بہادر مسلمان مذہب کے نام
پر بدلتا ہی امداد پر تل جائیں شاہ اسماعیل کے دغلوں نے صوفیوں کی توجہ
کو اہل حقہ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف پھیر لیا تھا مدرسوں میں آپ کے
مختار رات پر رد و قدح ہونے لگی عام لوگوں کے فرسودہ عقائد میں بونہر تیز
پیدا ہو گئی ہر طرف ایک تسک تھا کہ میاں اسماعیل نے یہ فضا کو مکرار رکھ کر
علامہ خیر آبادی کو موقع مل گیا، سیدنا اسماعیل کے دغلوں پر عوام کی یہ برہی
دیکھ کر ۱۵ سوسوں کی دستخطی درخواست لکھ کر ریڈ نیٹ کی خدمت میں
ان اٹاؤں کے ساتھ پیش کی۔

"محض میں کئی بار عرض کر چکا ہوں آپ نے توجہ نہیں فرمائی، دیکھتے
معاذ ہوں کچھ تاہر رہا ہے کہ عجب کہ ذرا سی بے توجہی پر فوجی قوت کو جو دفعہ
کرنے کی ضرورت ہو، اس عرضی میں جس پر ۵ سوسہ ہوں گے دستخط ہیں

صرف مودی سمیع کے دعوے کو روک دیتے گی۔ لڑائی لڑنا بے فائدہ ہے۔
 ہرچہ ہیں جو کچھ میں کارروائی کریں۔

عصا بے ہمدرد کے ہاتھوں کے ہوتے، لڑنے، دعوے کے مستحق قتل کی تم
 جاری کر دیا، برق نہ لڑنے آپ تک پہنچا یا شہ میں کہ ام یو گپ، مٹی، لٹ، خول
 اور مقتدر سب پر سنے سے دہلی کے روس جو مل (سو) کے حسن، سہ، ٹاٹا،
 دست، رت، شہ، جہ، لہ، نیم، حب کی خدمت میں جاننا ہو کر، لڑ، لڑ، لڑ،
 آپ مودی سمیع کو منع کر دیکھ، وہ اس قتل کے دعوے نہ کہیں، جن سے حب
 ایسی ذات ہو، مگر آپ نے سب کو یک ہی جواب دیا، "جب تک سمیعیت
 خدمت شہ حیات، مہرزد نہ ہو، اس سے کیوں کر دے سکتے ہوں وہ کوئی فرد نہیں
 تقریر نہیں کرتا، کہیں اس پر معتبر نہیں ہوں، اس سے صحت ۴۰ روز تک نہ بند رہا
 آخر سمیع نے رزیڈنٹ کی طرف ایک خط لکھا، جس میں ۴۰ دنوں میں ایسی
 نہیں کہ لڑ، غنا بند رہا، تو یہ یہ خیر بیاں پیدا ہوں گی، رزیڈنٹ معاملہ کو سمجھ
 گئے، اب بقیہ حکم فسخ کر کے دعوے کی تحریر کی جائے، حاکم مہرزدی ہو۔

برکات کا واقعہ

نئی مین کی تعمیر میں ابھی برس کا رہیں شہ، بن مغلیہ کے (اٹلی یا تھی)
 بہ کثرت جو مسجد بنائے، بن کے قبضے میں چلے آئے، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ،
 بنائی کی وجہ سے قتل ہوئے، شہ، مسجد میں منتقل کر دئے گئے، لڑ، لڑ، لڑ،
 شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ،
 شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ، شہ،

جامع مسجد سے لارہے ہیں اور دیکھنے والے سرور قد تعظیم کے لئے کھڑے ہیں
 سیدنا اسماعیل اپنے حواریوں سمیت مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہیں اور
 کسی قسم کی تعظیم نہیں دی، خدام نے دربار میں پالکی رکھتے ہی وادیا شروع
 کر دیا، اکبر شاہ نے سب بوجھا تو عرض گزار ہوئے کہ ”میاں اسماعیل
 نے آج تبرکات کی توہین کر ڈالی بادشاہ سخت برہم ہوئے، مگر دہلی
 میں رزیدنسی قائم ہو جانے سے اختیارات میں کمی آگئی تھی اپنی طرف سے
 کوئی حکم نافذ نہ کر سکے، جناب (سیدنا اسماعیل) کو بل بھیجی، آپ کے ہوا خواہوں
 نے جب یہ خبر سنی تو گھبرا گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ رزیدنٹ کو اطلاع کئے
 بغیر قدم میں جانا غیر مناسب ہے، مگر آپ نے کوئی مشورہ قبول نہ کیا، البتہ
 بادشاہ کو کھلا بھیجا کہ اگر آپ یاد فرماتے ہیں تو مجھے ان قیود سے معاف
 رکھا جائے جو دربار کا حصہ ہے، اور اس طریق کے خلاف میں جو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں، بادشاہ نے منظور کر لیا، آپ تشریف
 لے گئے۔“

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ سے تقدیم سلام کیا بادشاہ نے مسنون طریق کے
 موافق جواب دے کر مصحفی کے لئے ہاتھ بڑھائے اپنے پاس تخت پر جگہ
 دی، گفتگو میں آپ کے خاندان کے علوم و تربت کی تعریف کرتے ہوئے
 کہا ”میں نے آپ کی نسبت مختلف افواہیں سنی ہیں، جن کی تصدیق کے لئے
 آپ کو تکلیف دی ہے“ پھر تبرکات کا واقعہ عرض ذکر میں لائے، اور کہا
 خدا خواستہ آپ کے خیالات ایسے ہو گئے ہوں کہ آپ رسول اللہ کی

نسبت زمین میراث نہ تھا کہ ان کے بڑے بیٹے نے بھائی کو دیا کہ
 سمیع صاحب نے یہ کچھ شیعہ لکھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منہ خوب بیان کیا یہی یہ بیان جاری تھا کہ بادشاہ نے اسے درباری
 بندہ لکھی تھیں ہوئی تو کہا "بہت برسوں میں اس کی نسبت آپ کی خدمت میں
 اس حد تک ہی تو رشتہ بعد کو آپ نے تہذیب کو تسلیم کیا کیوں نہیں ہی یہ
 خیال میں شاید بہت غلط ہو" فرمایا "بہتک میں نے تہذیب کی تہذیب
 کی جو حد میں انہیں تہذیب نہیں سمجھتا نہ اسے تہذیب کی جو فرسی ہو اور
 میں حکیم کا حکم یا ہے اس سے کبر بادشاہ اور بھی کبیرہ کی طرف دے دے
 درکہ انہوں نے اس کی بات ہے کہ آپ تہذیب کی عزت نہیں کرتے فرمایا
 صاحب! اگر یہ تہذیب ہی ہوئے تو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے
 نہ کہ وہ آپ کی زیارت کے لئے یہاں لائے جاتے تھے اگر بادشاہ
 خدمت میں بیٹے ورنہ فی ہائی

بادشاہ ہاتھوں میں مٹنے کے کھڑے رہیں رہتے تھے آپ دیکھ کر
 فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے سونا حرام کر دیا ہے
 اس پر کچھ اور دعوت دہائی، کبریاں دے کر شے اتار کر نذر کے لئے پیش
 کرتے تھے آپ نے یہ کہہ کر انکی کر دیا کہ "ان کی رقمیں زمین میں تقسیم کر دی
 جائے"

دہلی میں تبلیغ تہذیب کا سہرا جاری تھا کہ دہلی پنجاب سے پٹے پہنے
 مسکونوں پر سکھوں کے منہ لہ کی خبریں آتے تھیں آپ سے منہ نہ ہو سکا
 دہلی تہذیب

ایک وز شگروں سے کہہ بیٹھے کہ ہم سکھوں کے ان منہلم کی تحقیق کے لئے خود
 پنجاب جانا چاہتے ہیں یہ سن کر سب شگروں شایعت کے لئے طیارہ ہو گئے آپ نے
 منع کیا چندے اور توقف فرمایا پھر کسی کو قہر کئے بغیر سپاہیانہ لباس پہن کر
 دہلی سے نکلے پہلے انبالہ پہنچے یہاں سے امرتسر آئے جو ان مظالم کا سرچشمہ
 تھا، برای العین دیکھا کہ مسلمانوں کو صرف دین کی وجہ سے قحطی ظلم بردہا ہے
 اذان کی آواز تک سننے میں نہیں آتی، اگر نماز بھی مسجدوں کے دروازے
 بند کئے بغیر ادا کی جاتی ہے تو سکھ سورما مسجد میں گھس کر نمازیوں کو مار پیٹ
 کرنے کے ساتھ قرآن مجید کی بے ادبی سے دل کا غصہ کم کرتے ہیں یہاں
 کے مسلمانوں سے اللہ اکبر کی بجائے واہگورو کھل یا جاتا ہے، اور خود مسلمانوں
 کا یہ حال کہ توحید کی خوشبو تک سے معرا اور مشرکانہ رسموں میں ملوث

ہیں

لاہور کی طرف بڑھتے تو اسی زمانہ میں جہانگیر کا متبرہ ویران کیا جا چکا
 تھا جس کے قیمتی پتھر سکھ سورما لٹکا کر امرتسر دربار کے واسطے لے آئے
 تھے اور یہ ہمارا جہ رنجیت سنگھ کا مبارک عہد تھا جن کی دارالسلطنت لاہور
 میں تھی، کہا جاتا ہے کہ انہیں واقعات کا علم نہ تھا، ایسا کیوں ہونے لگا وہ
 بادشاہ ہی کیا جسے رعایا کے باہمی سلوک کی اطلاع ہو آپ نے ۲ سال
 پنجاب میں گزارے، آپ کی غیر حاضری میں دہلی کا یہ حال کہ گھر گھر ستمیل
 کی عدم موجودگی کے چرچے ہیں ایک دوسرے سے پتہ پوچھ جاتا ہے لوگ
 شاہ عبدالعزیز صاحب تک سے دریافت کرتے ہیں مگر ستمیل ان سے

کہ نہ تے تو ت جی ہتی آپ نہ علمی نہ ہر فرہاتے ہیں استاد آجہاں
 مگہ سائیں نہیں چوکتے آخر ہو گوں کو یہ خیال ہوا کہ وہ اپنے کرتوتوں
 کی وجہ سے کیسے روئے گئے، تہہ تہہ دیدہ نہیں بصورت یقیناً قبل نہ تے نہ
 آخر یہ ہوئی اڑی کہ سفید و قبی مارے گئے دینا بیگ نہ تے کہ آپ کے حریت
 دینی تھے، نے اس خوشی میں شیرینی غسیم کی مورا، فصل حق خیر آبادی کو تو
 اس وقت روم پور میں تشریف فرما تھے صداع پہنچی کہ آپ کا حریت مارا گیا،
 اب تو دہلی تشریف لے آئے، مگر سی دورن میں شاہ سمیع نے جہاں آباد
 دہلی آ پہنچے اب ہو خوشیوں کی خوشی اور دشمنوں کی بددی کو یہ ذکر
 و قند و رود سید احمد بریلوی

سی زمانہ میں حضرت سید احمد بریلوی دوسری مرتبہ دہلی تشریف لائے
 سکھوں کے منٹ لہتے آپ بھی آستنا ہو چکے تھے مسلمانوں کی دینی زیور
 آشکار تھی جن کی وجہ سے رشتہ دو جہاد کی باقاعدہ طرح ڈالنے کی ضرورت
 دل میں تھی، حضرت شاہ عبد ستار صاحب محدث کے پاس قیام فرمایا، سید
 صاحب کی جدوت و خلوت دونوں کے رنگ دیکھ چکے تھے، شاہ صاحب نے
 مولانا عبد ثی کو اشارہ کیا کہ آپ سید صاحب سے نماز حضور می کا طریقہ
 پوچھ لیں، سید صاحب کا بیان اسے مولوی محمد شہدوں بخسوی آیتہ
 ذوالرسمک رحمۃ اللہ علیہ کے معنی پوچھتے تھے، در واقعہ بیعت گردان
 میں سے کروٹے مولانا عبد ثی نے اس موقع پر رکت نماز بھی سید صاحب
 کے قند میں پڑھی در یہ تو مہر جو سیدنا محمد سمیع کے آگے کہہ دیا، یہ بھی

کشاں کشاں سید صاحب کے دربار میں پہنچے وہی ۲ رکعت نماز آپ نے
 بھی سید صاحب کے اقتدا میں پڑھی اور پوش و خرو دے بیٹھے شہر دہلی
 میں جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ میاں اسماعیل اور مولوی عبدالحی نے ایک نئے جوان
 سید کی بیعت کر لی ہے تو تمام شہر سید صاحب کو دیکھنے کے لئے اُٹھ آیا کہ ان
 ۲ صاحبوں نے جس کو اپنا امام تسلیم کر لیا ہے، وہ کیسا انسان ہے
 مبایعین میں تمام ولی العہد ان بشمول حضرت شاہ عبدالحی صاحب
 و مولانا محمد مخدوم اللہ تھا، اور ان حضرات کے مسترشد بھی یہاں یہ بیان
 کر دینا ضروری ہے کہ سید صاحب کا یہ سلسلہ بیعت شاہ عبدالعزیز صاحب
 ہی سے شروع ہوتا ہے، کہ شاہ صاحب مدوح بنفسہ سکھوں کے مظالم کی وجہ
 سے اُن کے ساتھ جہاد کے متمنی تھے جیسا کہ آپ کے حالات میں مذکور
 ہے، مگر ضعف پیری اور کف البصر کے باعثوں نے بس بھتے چنانچہ جب
 سید صاحب دہلی سے باہر بیعت کے لئے دورہ کو نکلے تو حضرت شاہ عبدالعزیز
 صاحب نے اپنا مسیاح عامرہ اور سفید قبہ دست مبارک سے سید صاحب
 کو پہنا کر رخصت کیا

پس اول آپ قبۃ بھیت (ضلع مظفرنگر) تشریف لے گئے یہاں
 مور، محمد یوسف بنیرہ شاہ اہل اللہ (برادر شاہ ولی اللہ) بیعت کی
 وہاں سے مظفرنگر، کوہاڑی، گڑھ، مکتیشہ، رام پور، بریلی، شاہ جہاں پور،
 لکھنؤ اور کواں (علی گڑھ) ہوتے ہوئے بنارس و بہار وغیرہ پر علم جہاد
 پرایا، اس جہاد و ترقی میں بیشک صاحب لواجب بہ السید احمد بھتے،

راہ خدا میں بکت ہو کر نکلے، لشکر کے آگے آگے جناب اسید احمد گھوڑے پر سوار
ہیں ایک سداکاب جناب شہید تھامے ہیں دوسری پر شاہ عبداللہ کی کاہا تھی ہے
پچھلے ہزاروں نمازی سوار و پیدل مسلمان بھائیوں کو سکھوں کے بدستور
سے رہا کرانے کے لئے سروں سے نغنہ باندھ کر جا رہے ہیں

مجاہدین دہلی سے تھانہ سر پینچے یہاں سے لاہور کا راستہ چھوڑ کر میر کوٹہ
وہاں سے محدث حیدر آباد شکار پور (سندھ) جا گئے اور خان گڑھ میں
احیائے تحریک کرتے ہوئے حدود افغانستان میں داخل ہوئے قندھار
کے مسلمانوں کو احکام جہد سنائے ان میں سے اکثر سپہاہ ہوئے
کابل میں ورود مسعود ہوا جہاں پہلے صاحب ولایت مولانا ولایت علی
صداقی پوری سفارت پر ہو آئے تھے، سیدنا محمد اسماعیل کے وعظ ہوئے
علمائے شہر ملاقات کے لئے آئے اور ایک جم غفیر سرکٹانے کے شوق
میں یہاں سے بھی ساتھ ہو لیا

آخر الامر لشکر اسلام سرزمین جور و ستم یعنی کوہستان سرحد پر پہنچا جو
سکھوں کا منبع ظلم تھا، اور پلاقیہ نوشہرہ میں فرمایا
لاہور سے جو ہر راجہ رنجیت سنگھ کا اندنوں دار الحکومت تھا، متواتر
ان کے سپہ سالار کے پاس مجاہدین کی خبریں آرہی تھیں جن کی وجہ سے
یہ لوگ (مسکند) صدمت سے بے خبر نہ تھے

نوشہرہ میں قیام کرتے ہی امیر المومنین (اسید احمد) نے دربار
لاہور کی طرف دستوں طریق پر فرسی میں (خط لکھا جس کا مفاد یہ ہے کہ

اگر آپ مسلمانوں سے نفرت کا ہاتھ روک لیں تو بہارِ آپ سے کوئی تن زور نہیں رہے گا۔
ایسا نہ کیا گیا تو پھر نصیب تلواریں گے گی

ہمارا جہدِ نجات سننے کے سچے پیاروں کو فخر میں کیوں رہتا ہے؟ اپنے سالِ شکر
مردِ بہادری کو کون (محبِ بدین) سے جیسے بھی ہو سکے بنٹ لو۔
پہلی جنگِ مقدمہ کوڑھ پر ہوئی، جس میں، سچے بدین شہید اور دہریوں
ہوئے، سننے کے...، شکر کی حقیقت رہے، مردِ بہادری کے
پاؤں اٹھائے اور لاہور کی طرف بھاگ گئے، مگر جب قلعہ الہ آباد پر پہنچے تو
میں قلعہ سے غیرت دہائی جس سے وہ پھر واپس لوٹ گیا۔

دوسری لڑائی (مقدمہ) قلعہ پر ہوئی، اس میں بھی سچے بدین قیام
ہوئے، دوسری دریا سے، باتسین کے کنارے پر ہوئی، خواجہ محمد سی کو
غلبہ ہوا، چوتھی جنگ (مقدمہ) سیدوئی پر ہوئی، مگر یہاں شیعہ جوہر
غدری کے لئے شریک کارزار تھے، سچے بدین کی ہزیمت کا سبب ہوا، پانچویں
لڑائی (مقدمہ) ڈمکنہ پر ہوئی، یہاں بھی اسی باتِ بدین نے "میر المومنین"
کو زہر کھنکھایا، جس سے بدن تو بچ گئی، مگر اس فراتھی میں فتحِ شکست
سے بدل گئی، سچے بدین نے سب تو اں حملہ (مقدمہ) کچھسی کی ٹرٹھی پر کیا، اور
کامیاب ہوئے، آخر اودھ میں حملہ کے بعد پٹنہ پر سچے بدین کا قبضہ ہوا،
جس پر اب علمِ اسلام ہمارا ہی اپنی پولیس و منگول کا انصرام کر دیا گیا
ہی، حکامِ جاری ہو رہے ہیں، عشر و خمس کی تحمیل کا بندوبست ہو چکا ہے
کہ سکھوں نے پٹھانوں کو بہکانا شروع کر دیا اور وہ اپنے ہی نجات

دہندوں کے قتل پر آمادہ ہو گئے، اسی دوران میں سکھوں نے (مقام) بالانٹو سے حملے کی طیاریاں شروع کیں، احمد اور پہاڑ پر تھے اور مجاہدین دامن کوہ میں فاپرہی کہ نیچے کی فوجیں اوپر والوں سے کہاں تک عمدہ برا ہو سکتی ہیں ہر چند مجاہدین نے داد شجاعت دینے میں کوئی کمی نہ رکھی مگر تقدیر بروئے کار آگئی، کہ اچانک امیر المومنین السید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت پائی، سیدنا محمد اسماعیل شہید ہوئے اور بہت سے مجاہدین۔
بقیۃ السیف منتشر ہو گئے، اور اسی روز سے اصلاح و تجدید کا وہ شیرازہ جو بڑی مصیبتوں کے بعد منضبط ہونے کو تھا، یوں منتشر ہو گیا، کہ گویا

ظہور صبح نے سب کا رخانہ کر دیا ابتر

فروغ شمع کا، پروانہ کا، ارباب محفل کا

بقیۃ السیف مجاہدین میں سے کچھ واپس وطن لوٹ آئے جن میں سے ایک بڑی جماعت ریاست ٹونک میں آباد ہو گئی (اور محلہ قافلہ انیس کے نام سے موسوم ہے) کچھ وہیں (آزاد علاقہ) میں بیٹھ گئے، جن کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے، یہ لوگ ایک ہی مقام پر رہتے تھے، گراب ۲ حقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں، اور علیحدہ علیحدہ مقامات پر ایک دوسرے سے دور۔ رہتے ہیں، باہم اختلاف بھی ہے، جیسا کہ ہمارے ہاں کے اخباروں میں ذکر ہوا آتا ہے۔

سکھ سردار راجہ شیر سنگھ نے مجاہدین کی لاشوں کے ڈھیر سے حضرت السید احمد امیر المومنین کی نعش مبارک تلاش کرائی، آپ کا جنازہ

عزازت کی محبت سے کھنکھوایا، سردار نے خودتاریخت کی اور اپنے ماتھے
پر میں اتر دایا،

حضرت سیدنا محمد سمیع الہی سی مقدم (باب کوٹ) میں مافون ہو
یہ دو قصبہ یا کوہ ۲۶ رذیقہ ۱۲۴۶ھ کا ہے ورنہ ان جہت المبارک
ان حضرت کی قبریں اب بھی مرجع اہم ہیں اور کوہستانی مہجوں
کا یہ بھی کرم ہے کہ ان کا ذکر خیر و خوبی کے ساتھ کرتے ہیں
تسلیت

سیدنا شاہ محمد سمیع شہید کی شان جہاں کی کافی اف نہ اس کے شہ
فوز بہ شہادت کے ساتھ سن اے اب آپ کے رنگ جہاں کی دستار
میں ہر ایک جہاں ایک ایک حرف اپنے دامن میں بہا اور رہا رہا نہ پاس
جہاں دو قصبہ یا کوہ شہادت چھپائے ہوئے ہے
آپ کی تسلیت کیمت میں تیزی سی، مگر کیمت میں ایشی
میں نے حب السید تہذیب حسین محدث فرماتے ہیں۔

ہیں ر "نور" دہلی ہوش کا قافلہ ہر جہاں تو ان وصیت سے
سنتیں عمل کرتے ہیں، راسخی راسخی راسخی راسخی راسخی راسخی راسخی
بعد میں پہرانی سنیں کرتا ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ فیضان ہی ہر
"ارد" ہے

فیہ توجہ مہمات

یہ تقریر ساریاں ہے جس کے باب توحید و فضول اتباع سنت نے

بے شمار۔ ان نوں کو پرستار خدا نے واحد اور جامع سنت نبی خیر الوریٰ
 بنادیا جس کے سادہ الفاظ اور اعلیٰ معانی نے عالمین بالحدیث و
 حلالین تقلید سب کو اپنا گرویدہ کر رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک تقویۃ
 الایمان کو اپنا سمجھے بیٹھ ہی اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہبی کتابوں
 میں سب سے زیادہ اشاعت ہندوستان میں اسی کتاب کو نصیب
 ہوئی، اور جماعت اہلحدیث کے مخیر صحاب تو ہزاروں کی تعداد میں اسے
 مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں جیسا کہ کئی سال سے آل انڈیا اہلحدیث
 کانفرنس اور جماعت اہلحدیث کے مشہور مخیر جناب حافظ حمید اللہ صاحب
 سوداگر (دہلی)، اور میاں عثرا رحمن صاحب مالک دارالحدیث رحمانیہ کا شمار ہے
 تقویۃ الایمان ہی (گویا) نظم میں بصورت ”شذیعی سلک نور“
 اپنے توحیدی نغموں سے بند گان خدا کو مسحور کئے ہوئے ہے ”یک وزی“
 ہے جو مسند ”امکان نظیر“ پر صاحب لاف ضل خیر آبادی (مولانا فضل حق) کے
 چند اعتراضات کا جواب ہے جسے جناب شہید نے ایک وزی میں قلمبند فرما کر صاحب معترضین
 کی خدمت میں بھیج دیا اور اس مناسبت سے اس کا نام ”یک وزی“ رکھا،
 ”عقبات“ اور ”صراطِ مستقیم“ تصوف میں ہیں مگر مروجہ تصوف کی، صراح
 کے ساتھ ”ایضاح الحق الصریح الاحکام المیت والفریح“ اپنے عنوان
 ہی سے ظہور ہے ”رسالہ اصول فقہ“ (عربی) اصولات دین پر درسی نصاب
 کے طرز پر ہے ”منعشب امامت“ (فارسی میں) مسند امامت کبریٰ و امامت
 صغریٰ کی توضیح و احکامات پر اور ”تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین“

(۴۶) اثبات رفع الیدین پر

اصول فقہ

مطبوعہ نجیبی پریس دہلی صفحہ ۳۶ تا ۵۱ ۱۸۹۵ء میں طبع ہو چکا ہے، اس میں مسائل فقہ گونا گویا و اختصار کے ساتھ اس طرح جمع ذمائے ہیں جن کے بیان میں لغت شبیہ کہ جا سکتا ہے کہ دریا کوڑہ میں بند کر دیا ہے اور اپنے ان مقامات کے اعتبار سے "اصول شاشی" "منار" اور "حرمی" کے متون سے زیادہ مفید و نافذ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مدارس عربیہ میں بطور نصاب داخل ہے و شامہ مدرسہ محمدیہ عربیہ گوجرانوالہ وغیرہ میں، بعض مقامات کی بحثیں اہل کی جاتی

میں

فصل = المبادی الکد مبیہ

"الحکم بالقتل، الزالہ اذنیق وادھرویس لشی من المخلوقات کا قتل وغیرہ ان مثبت شیا من ما حکم"

(ترجمہ)

"مذہب کے سوا کوئی حکم نہیں" کا دھوکہ فقہی افسق و جاہل کے گمراہی کے لئے ناموس و حقوق میں کوئی چیز حتی کہ قتل وغیرہ بھی حکم میں سے کوئی حکم ہے نہ مثبت نہیں کر سکتی

کتنی خوبی سے ثابت کر دیا کہ عقرب بھی کسی سے کو حرم یا عوا نہیں کر سکتی اس سے مراد یہ ہے کہ منصباً حکم مصلحت شرع کو حاصل ہے اس فصل میں حسن و قبح عتسی پر بحث کی ہے فرماتے ہیں :-

”اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے وہ حکم بصورت ایجاب ہی یا بشکل
استحباب وہ چیزیں واقعہ میں ضرور مفید ہیں خواہ ان کی یہ خوبی باسناد ہو
خواہ بافعل و یعنی کسی خارجی صفت کی وجہ سے۔“

اسی طرح ہر چیز کہ اللہ تعالیٰ اُس سے منع فرماتا ہے وہ بُری ہی پس امرِ دینی سے
پہلے تمام افعال نفس الامر میں حسن و قبح کے ساتھ متصف ہیں شارع نے ان دنوں
امردوں کی رسالت فرست ہوئے امرِ دینی کے حکام جاری فرمائے اور چونکہ عقل
کبھی امرِ دینی سے پہلے ان امور کے حسن و قبح کو دریافت کر لیتی ہے اس لحاظ سے
اس کا نام عقل رکھ گیا ہے نہ شرع وارد ہونے سے پہلے وہ امور نہ تو مامور
تھے نہ مُنہی عنہ یعنی حسن و قبح کا امتیاز اللہ تعالیٰ کی حکمت میں ہی رہا ہے حق میں
نہیں۔“

”اور شرع کے تمام حکام مستند ہیں کسی دوسرے کی طرف سے نہیں نتیجہ یہ نکلا
کہ عقل کسی شے کو اچھا یا بُرا سمجھ کر رخص کر سکتی ہے نہ حرام کر سکتی ہے۔“
اصول فقہ مترجم

اور فرماتے ہیں :-

”ولا يجوز صرف الكتاب من ظاهره بمجرد القياس وان كان صحيحاً
لا تحصيل ولا تعليل اذ لا حملاً على المجزأ لغير المتعارف“
(ترجمہ)

”کتاب اللہ کو اس کے ظاہر معنی سے محض قیاس کی بنا پر پھیر لینا ناجائز ہے اگرچہ
قیاس صحیح کیوں نہ ہو نہ اس کی تخصیص ہو سکتی ہے نہ تفسید نہ فرمانِ الہی غیر متعارف مجاز کی طرف

اصل ہو سکیں کسی غیر کی تقلید کرے وہ تقلید بخیر ہی ہو یا فحشاء ہی،
 یہ تو تقلید حرام کی قسم سے ہے، اور تقلید حدوں کی تشریح یوں فرمائی:-
 "تقلید واجب نہیں، لیکن اگر کسی کو ایسا داقو پیش آجائے کہ خود اسے
 بھی اطمینان نہ ہو، تو چہرے سے جو بھی تشہد شخص ملجائے اس سے مسئلہ دریافت
 کرے یہی کافی ہے، مگر کسی معین شخص کی تقلید واجب نہیں"

(اصول فقہ مترجم)

منصب امامت؟

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مسئلہ امامت کی بحث پر ہے جس پر عوام تو کیا
 علمائے فحول تک متوجہ نہ ہو سکے، اس کتاب میں صاحب مصنف نے مختلف
 حیثیتوں سے مسئلہ زیر بحث پر نظر ڈالی ہے، اور تقسیم عنایان ابواب فصول
 کی بجائے لفظ تنبیہ سے فرمائی ہے

پہلی تنبیہ میں انبیائے کرام (علیہم السلام) کے بعض ایسے کمالات کا ذکر
 ہے جن کو معنی امامت میں داخل (حقیقی) ہے، پھر ان کمالات کو ۵ قسموں
 میں منقسم کیا، وجاہت، ولایت، بعثت، ہدایت، سیاست ان میں سے
 وجاہت کے تین شعبے قرار دے یعنی

جو ذات بہ نسبت رب العالمین عزت در ملائکہ مقربین و سلطنت فیض نسبت
 عباد الصالحین

دوسری تنبیہ حقیقت ولایت کی تشریح میں اور اس کے بھی ۳ شعبے
 قائم فرمائے

یعنی مصلحت و مصلحت کا نام، مصلحت و مصلحت
 قسماً تینہ حقیقت بعثت پر ششتر جو چوتھی حقیقت ہریت پر اور کسی میں نہیں
 کے ہریت پریت کوہ شہیدان پر منقسم کیا یعنی یہ
 نزدیک برکت، علم ہمت، ایضاً تعجب، خرق، مروت، انہماک، موت
 ۵ دین میں سیاست کا ذکر اور اس کی تفسیر ایمانی و دنیائی چار سیاست
 کی ۴ قسمیں یعنی

سیاست مدنی، فدائی، سیاست مدنی، اقوالی، سیاست ملی، افغانی
 سیاست ملی، اقوالی، اور سیاست کے بھی دو اصول مقرر فرمائے یعنی
 فرست، امانت، عدالت، حفاظت، نظامت

سی طرح اہل اسلام پر سیاست کا تذکرہ فرماتے ہوئے انہیں ۴
 قسموں پر مشتمل فرمایا یعنی
 سلطنت عادلہ، سلطنت کبراہ، سلطنت ناقصہ، سلطنت باہرہ
 اور ان کے خاتمہ پر فرماتے ہیں :-

باید دانست کہ در زلفہ و دریں کتاب محسن مفرم امام فریت
 مذکور است کہ تعلق بسیاست و رد پس نہیں پادامت خیرہ مثل
 پس و قسب و رباب مامت بازنہ محسن مثل مبعوثین برائے ہریت
 و است در بحث میں کتاب خارج مذکور است ان محسن بن بربریت
 تیمن و تہا در صدر میں قسم و قع گردیدہ، پس مردانہ و مصلحت
 سیاست است نہ ان میں نیفہ را شد کہ اس بمشاید کیر اعظم است در لوجہ

دکبریت حمد و کثرت از زمان حقود نہ مطلق کیا ست بحدیکہ ہر ذوق
 بدکار و درود داخل باشد و ہر ظلم ستمگار و روث من و ہر خونخوار غنید
 در دمندرج باشد و ہر جبار مرید باد ممتزج و ہر مفضل بد آئین باد
 موصوف و ہر ملحد بے دین باد معروف چہ حضرت ابن سلاطین بہ نسبت
 دین و ملت بنفایت نزدیک است از منفعت ایشان و موافقت این
 خواقین بہ نسبت اکابر امت نہایت الجداست از مخالفت ایشان
 بلکہ مراد از حفظ امام دریں مقام صاحب دعوت است یعنی کسیکہ علم جمہ
 براعداسے دین براخراختہ باشد و اجتماع کافہ سہمین دریں مقدمہ
 در خواستہ و براعت سنت شرع مبین مکر بسته باشد و بر مسند دین
 نشین از مذہب غیر مذہب و ملت نگرفتہ باشد و مشرب بے غیر مشرب
 سنت نہ بر بستہ در عدالت و سیاست آئین غیر آئین نبوی نہ رختہ
 باشد و قانونی غیر قوانین مصطفوی نہ پرداختہ و در باب مصالحت و
 مزاحمت چہ غیر از مخالفت موافقت دین اظهار نہ کردہ باشد و در سیاست
 و عدالت طریقے غیر احکام ملت و آثار سنت نمودہ پس ہمون ست
 صاحب دعوت

منصب امامت ص ۴۹

اس کے بعد جب دعوت کی تفصیل فرما کر فاتمہ بحث میں فرماتے ہیں :-
 ”پس باید دانست کہ مقصود از نصب امام حفظ احکام ملت ست
 و نظم اجتماع چنانچہ ملا علی قاری در شرح فتنہ اکبر فرمودہ (عبارت شریفہ اکبر)

میں سائنس باہر و تنیکہ فنی و تمدنی و دینی و سیاسی و ہر شے کے میں غفلت
 مذکورہ برسیا ست او مترتبہ ذکر و دیگر مفہوتات و اہمیت و اہمیت
 رسد مثل امور قبلی و مشیوع نو، مثل وید ہمت در دین و نسبہ
 مفہدین و ترک جمہ و عی و دیگر ترک بعدت و مثال ذک
 پس درین صورت باید زما مت خود معائنہ ان شہ کہ گردید یا مستحق
 عن خود شدہ نہ اگر میں غرض متحقق و متہ متب ست کو کہ در صورت
 نامہ خودانی سق باشد میں تدبیر خاص و ہرگز متوجہ نیست یہ کہ
 درین مقدمہ در اہمیت برسیا ست نہ در اہمیت ہائے

آخر میں فرماتے ہیں :-

"نیت خیر زبیر نیت اہمیت و ذکر اہمیت در میں باب
 بتائید رب در باب اہمیت امور یہ و مفہوتات اشارت علی حکام
 اہم در باب تیندہ ہر شیوہ مذکور خواهد گردید و اہمیت ہر
 شے علی سوا اس میں امور جسی و غیرہ و کہیں"

وہاں

بحقیقت تصوف کی کتاب ہر جہ میں بہت سے مسائل علم کرم کے بھی
 سے ہیں جو کہ علم تصوف کے مسائل کو بیہوش و مستات کی روشنی
 میں کتاب سنت کے مطابق حل کیا ہے اور نہایت وقت نظر سے ان کو
 یہاں پر اس کتاب میں ایک مقدمہ چار اشارہ اور ایک فہمہ کی
 مقدمہ میں بہ حقیقت ہیں مقدمہ اول میں علم کے اسباب و اہمیت

عقیدہ ثانیہ میں یہ بتایا ہے کہ علم نقلی نظریات سے ہر موجودہ حالت میں
نظری علم معتد بہ کے اسباب ۳ ہیں تعقل، نقل، کشف، ان میں سے
ہر ایک میں صل و قع ہو سکتا ہے کہین بین نقل سے ہر ایک پاک ہو تو ان میں
بہم تن قفس نہیں ہوتا، عقیدہ ثانیہ میں اس بات کی تردید ہے کہ نقل مفید یقین نہیں
ہوتی، فرماتے ہیں :-

”قد تفوه بعض من م یرزق نفہم بامرفض ان التسل لایفید لعلم
القطعی“ (عبقات) ص ۶۰

(ترجمہ)

”بعض ایسے لوگوں نے جن کو سمجھ نہیں سکتا کہ کئی ہر ایک بہت بڑی بات کئی بڑے نقل
علم قطعی یقینی کو مفید نہیں

عبقات ص ۵

عقیدہ رابعہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام سے بھی یقین حاصل ہوتا ہے، مقدمہ
کے بعد کتاب کے عنوانات ”اشعارہ“ کے نفع سے شروع ہوئے ہیں پہلے، اشارہ
میں ۲۴ عبقات ہیں اور ایک خاتمہ آخر میں تنزل وجود حقیقی کے مراتب کا
بیان ہے اور فرماتے ہیں :-

”قد ظہر ان مراتب التحقیق ستہ التحقیق نفس بشریہ لا وہا لہا ہوت
وسلہ الامام المرآبانی بہ لایقین“ ص ۵۴

(ترجمہ)

یہ بات ہے کہ تحقیق کے ۶ مرتبے ہیں تحقیق نفس بشریہ کا ویسی لاہوت ہے کہ

در سحر نامہ ص ۱۰۰ فی سحر و سحر

(ص ۵۴)

اس کے نام میں معنی کے مستحق بہت زیادہ ہیں

دوسرے "شرد" میں وہ ایک نام ہے اس میں تعجبات کی
علمائے ادیان کے قائل دیدہ فرماتے ہیں۔

"مؤدودان محرم ربیب بل سحر المدعا لی تعجبات نقل

علی المرق المشتت و اسناد اہل فوس الی الرب تب رک و

تو بنی بنی قی مین مشورہ تعجبات علی صنفین صنف

فی مؤدودان محرم ربیب بل سحر المدعا لی تعجبات نقل

فی المرق المشتت و ذلک حدیث مکتبہ صنفین بل فی ثقی

و کونہ شری شری و حکام و صدق المشتت و مشتت و

مصدق و صنف آخر ہمہ شردن یجدون معنی تعجبات

فینسروا شری الماشی فی نفس المرق بلین بانہ فی زحمت

و غروب و مقول یا محسوس و لایتمی انہ تلویح جیدہ معنی علی

عراق خفیہ صنفینہ ریلیق بنار المی زعلیہ غنہ احد من اہل

لنسان و جمیع ان ارباب الشرائع صلوات اللہ علیہم

لم یصلو قرینہ علی صرف الکریم عن انہ ہر و لم یذکر و مدہ

علم ہمہ قط غنہ احد من اتب علم المخصبین و المخصبین لای لہ

در فی رعون ان ان ہر ہذا الکریم لیس ہر اوہل لم تکلموا

بالحقیقة قط من ان الرب تبارک وتعالی منزله عن بالنسبة الیه
 کیف ولم یتثبت حدیث صحیح ولا ضعیف یطابق ما یدعیه هؤلاء
 من نفسی امثال تلك الاحکام عنه فکما ینتمی بسبوت الانضال
 الی ارباب الشرایع نعوذ باللة من ذلک بل ینخرط الی
 الاعتراف علیہ تبارک وتعالی بانه اختار الهدایة الناس
 رجالا لم یكشفوا لهم قط عما هو العدة من ابواب الهدایة و
 هو الالیات بل عنهم ما لا یطیق الواقع اصلا سبحانک
 به ابهتان عظیم ذلک قد ضلوا رتبة الشریعة من عنقهم
 فلیسوا من اهل السنة فی شیء وان یسم بعضهم نفسهم به بل
 اهل السنة فی الحقیقة هم الصحابة واتباعهم فسنأخذ من علی
 اعقابنا بعد اذ سمعنا ان الرحمن علی العرش استوی وانه
 ینزل فی کل لیلۃ الی السمار الدنیا وانه یحول بین المرء ونفسه
 وانه نادی من جانب الطور الايمن فی البقعة المبارکة من
 الشجرة ان یا موسی وانه تجلی علی الجبل فجعله ذکا وانه رآه محمد
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی منامه فوضع یدیه بین کتفیه حتی
 وجهه برءان من بین ثدییه وقل یا محمد فیهم یختصم الملأ الی علی
 وان العرش یاطب به ابط الریح بالراکب وانه یضحک و
 یتبشش ویکب ویعادی ویرصی ویسخط، ویرد من قبض
 نفس عبده المؤمن وانه ینزل العبد وینزل فی الاموۃ

ایسے لوگوں کو چنا جنہوں نے ہدایت کی اہم اور عمدہ باتوں کو صاف اور کھول کر بیان نہیں کیا یعنی مسائل الہیات کو بکراہتوں نے ایسی باتوں کی تعسیم دی جو صرف واقعہ تھیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور یہ بڑا بہتان ہے۔

”ان لوگوں نے شریعت کی رسی اپنے گلے سے نہال دی اور یہ اہل ہستہ نہیں ہیں اہل السنۃ حقیقۃً صحابہ اعدان کے تابعین تھے پس ہم اپنی ایڑیوں کے بل نہیں ہلٹ سکتے اس بات کے سننے کے بعد کہ تم عرش پر سیدھا ہے اور یہ کہ وہ ہر رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے اور یہ کہ وہ ان بن اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ کہ اس نے طور کے داہنے کنارے سے بقعہ مبارکہ میں درخت سے پکارا کہ اے موسیٰ اور یہ کہ اس نے پہاڑ پر تجبی ڈالی تو وہ چور چور ہو گیا اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اسے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ مونڈھوں کے درمیان میں رکھ دیا اور آپ نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی اور اس نے فرمایا کہ کہ اے محمد مل را علی کس چیز میں جھگڑتے ہیں اور یہ کہ عرش چرچا رہا ہے جس طرح کچا وہ سوار کی وجہ سے چرچا رہا ہے اور یہ کہ وہ ہنت ہے اور بشاش ہوتا ہے اور محبت کرتا ہے اور عداوت رکھتا ہے اور راضی ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے اور اپنے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں تردد کرتا ہے اور یہ کہ وہ نمازیں بندے اور اس کے قبلہ کے درمیان میں ہوتا ہے۔“

تیسرے ”اشارہ“ میں ۲، عبقات ہیں ان میں سے ایجاب و اختیار کی بحث ہے اختصار فرماتے ہیں :-

”سأل سائل ان الرب تبارک و تعالیٰ قائل بالایجاب او

ہاں وہ فتنہ کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے اور اس کی تباہی
 پر یہی سبب کہ جو اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے

ترجمہ

کے سامنے یہ سبب ہے کہ جو اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 جو اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر
 قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر

اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر
 قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر
 قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر
 قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر

ترجمہ

یہ سبب ہے کہ جو اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر
 قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر
 قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے
 کہ اس کی بنیاد پر قائم ہو رہا ہے کہ اس کی بنیاد پر

فرائض اور نیکو یہ فرائض کمالات و جمیہ واسطے ہیں اور جب ان کو در صحابہ و اہل بیت
کہری و حضرت کو مدینہ جوسے تو یہ سب لوگ سبقتوں و اولوں میں ہیں اور یہی
تہذیب نفس یہ بحسب مراتب و تہذیب بحسب یمن میں ہیں

خاتمہ کتاب میں پانچ غیبت ہیں اس میں عالم مثال کی تحقیق ہے
تیسرے طبقہ میں تنبیہ کے ختم میں فرماتے ہیں :-

”الجبی حدیثاً لوجود المثل لیس من اہل السنۃ حقیقۃ فیہ ثوب
من الاعتراف لمانہ یفطر الی تاویل الفاعل بل اکثر
تاویل البعد“

ترجمہ

وجود مثال کا منکر اہانت سے قطعاً خارج ہے جس کے اندر معتزلیت کا ایک رخ ہے کہ وہ تو
ہزاروں بلکہ لاکھوں حرج کی تاویلیں کرتا رہتا ہے

خدا صمدیہ کہ مولانا کی یہ کتاب ان کے کمال وقت نظر اور عقلی و نقی
علوم کے ہر رست کا ملکی شدت ہے
تردید تعلید و اتباع سنت کی بحثیں

کتاب ”ایضاح الحق الصریح باحکام المیت“ و ”انصریح“ میں فرماتے
ہیں :-

”..... مسئلہ خامسہ امتحانات اکثر متفرین از فقہ و معونیہ
کہ محض بنا پر ظن حصول بعض منافع دینیہ و مصلح شرعیہ بدون تمسک
بلیلی از دل کل شرعیہ عبادات یا معاصات اختراع سے نمایند

بمذہب یا از طریق بطریق مشرتداد و بتداع و بغی موجب قتل و مہنگ
 معدود کرده شود یا دعوی اجتهاد و ولایت را مثل دعوی نبوت یا دعوی
 امامت را بطریق بغی بر امام حق باعث قتال و اہانت قرار داده شود
 آیا نمی بینی کہ باطاعت قاضی جبر کردن میرسد نہ بر اطاعت مجتہد
 کہ رو حکم قضی دیگر را ہم نمی رسد چہ جائے اہاد رعایا را بخلاف
 حکم مجتہد کہ بر ہر کس قبول را واجب نیست و سیما در وقتیکہ آنکس
 خود مجتہد باشد کہ اورا تقلید مجتہد اول اصلاً جائز نیست و بغی بر امام
 حق اگر چہ آن باغی لیاقت امامت داشتہ باشد اعملاً جائز نیست
 برخلاف دعوی اجتهاد کہ وقتیکہ سکہ اجتهاد حاصل شود و لابد دعوی
 اجتهاد باید کرد و تقلید را از گردن خود در باید انداخت با ہمکہ غرض
 ازین کلام آنکہ باشدغال بہ تفتیش ظاہر کتاب و سنت است
 و تعلیم و تعمیم آن خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین و
 سعی در اشاعت آن از جنس اکل و شرب و لباس است کہ مدار
 زندگانی بر آنست و اشتغال با حکام فقیہ معبرہ و اشتغال منویہ
 نافذ از قبیل مداوہ و مصالحہ است کہ عند الضرورۃ بقدر حاجت
 بعمل آرند و بعد از اہل بکار اصل خود مشغول باشد و عنوان شہر
 خود بمحمدیت خالصہ و سنن قدیم باید داشت نہ تمذیب بہ
 مذہب فاعل و انساک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب طرق مثل
 و کاکیس عطارین باید شمرد و خود را از مسلک ان جند محمدی باید رست

نے اپنے سمنہ کے مقاب میں نھوہں کو پس پشت ڈال دیا مگر انہوں نے زمتدین
 اھد بیت مستور کو پٹے پٹے بنے، موس کے اقوال کا تبع کرنا چاہا
 ”اسی معامہ کو“ مراط مستقیم“ (کہ تصوت کی کتاب ہے اور شاہ عبدالحی
 صاحب بڈھانوی کی شمولیت بھی اس کی تدوین میں حاصل ہے) میں ذرا نرمی
 کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ

”اعلم میں ان چاروں مذہبوں کی مت بحت جو تمام ہیں اسلام
 میں مزج ہیں بہت عود ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جانتا چاہئے بلکہ آپ کا علم تمام جہان
 میں پھیل ہوا ہے اور مختلفائے وقت کے مطابق ہر کسی کو پہنچی ہے اور
 جس وقت سے کہ میں تعینت ہوئیں ان علموں کی حجت نہ ہو گئی ہے
 پس جس مسئلہ میں کہ صحیح صریح غیر منسوخ حدیث مل جائے اس میں کسی
 مجتہد کی مت بحت نہ کرے، در اہل حدیث کو اپنا پیشوا جان کر داسے
 ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے، کیونکہ وہ
 بزرگوں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے اٹھانے والے ہیں
 اور ایک طرح سے آپ کی مصدحت کر کے آپ کے مقبول ہو گئے ہیں۔
 شدہ اسمیں مرحوم کی محبت رسول ان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے
 ظاہر ہے مگر اس باب میں جو شعر حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں مرحوم
 دہلوی نے اپنی تفسیر میں نقل کئے ہیں، انہی کی تمثیل کے ساتھ پیش کئے

جاتے ہیں فرماتے ہیں :-

”مورن اسمعیل عیہ رحمہ نے کہ شوق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کی سنت کے لیے خوب شکر رکھتے ہیں آپ کی شان میں

نظم

و در آن اکمل پیوستہ ہو کون	ہوئے غور و جہت سے یہ دونوں کون
نبی ہر زیا رسول کریم	نبوت کے دیا کا درمیان
حبیب خدا سید المرسلین	شفیع الوری ہدی رہ دین
محمد ہے نام اس کا اور لقب	بیاں ہوئے منقبت اس کی کب
دل اس کا جو ہی مخزن ہے غیب	مہر اخلاص سے ہے بے شک ریب
زبان اس کی ہو ترجمان قدم	ہوا باغ عین حسن سے رشک رام
بند ہے گو مشعل و نسیب	حقیقت میں ہے مصلحت و خیا
ہو دل ہی جو ہر لمحہ سے نور	بند ہے کیا گو کہ آہستہ طور
نہی ہر روں درود و سلام	تو بھیج میں پراور اس کی امت پیام

اول در صرف یک چیز، و دگر می جنب باشد مورن محمد عمر ص حب جن کا ترجمہ
زیبا ورق ہے (اللہ انفرکہ و لومہ یہ) ان کے بعد میں سلسلہ نسب کا کوئی پتہ
نہیں چلا سکتا جس کے کہ آج ہندوستان میں شریعت تو حید و تبلیغ سنت کے
بجائے سلسلہ ہی نشر آتے ہیں

یہ سب پودوں کی لکڑی ہوئی ہے

سب سے عمدہ یہ خوب باریک ہے جس میں ہر قسم کی برکت ہے

شاہ محمد مخصوص اللہ

(بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ)

(عدد مسلسل ۷) متوفی ۱۲۷۳ھ = ۱۸۵۷ء (عدد ۷)

برایت نواب خواجہ مصلح الدین احمد بن خواجہ شرف الدین احمد (کوچہ حیران علی)
 مقدس بزرگ زاہد و عابد شب زندہ دار تدریس و تعلیم کے سوا کوئی مشغلہ
 نہ تھا اور یہ بزم روشن الدولہ کی مسجد (داقہ قاضی واٹھ) میں منعقد ہوتی تھی
 آمین رفیع الدین تھے سرسید احمد خاں مرحوم آپ کے شاگردوں سے تھے،
 اور اسی وجہ سے وہ بھی آخر تک ان سنتوں کے عامل رہے، خاندان مغلیہ کی
 شہزادہ میں حویلی پر شریفانہ کی زحمت دیتیں، مکھن کھانوں کے خوان
 خدمت عالی میں پیش ہوتے، جن پر آپ دعا پڑھتے اور مساکین کو بانٹ دیتے،
 طبیب، اعتراض کرتے تو آپ فرماتے میں اس کو متوفی کی ملکیت کر دیتا ہوں
 پھر اعتراض ہوتا تو فرماتے، میاں اس بہانے سے مساکین کو کھانا مل جاتا ہے
 مدرسہ میں بھی کھانوں کے خوان آتے اور اسی طرح سادے جاتے اپنی برادری
 میں موصنع کی آمدنی پر کھتی جو غازی عالمگیر مرحوم نے آپ کے مورث اعلیٰ (شاہ
 عبد الرحیم علیہ الرحمہ) کی نذر کیا تھا، اور جواب تک ہیں اللہ راہن شاہ
 عبد الرحیم) کے ورثہ کے قبضہ میں ہے،

شاہ محمد مخصوص اللہ کی ایک صاحبزادی امۃ الغفار تھیں صحاح ستہ

پر بھی ہوئی تھیں بڑی زاہدہ انھیں اغفرلہا و ربیبہا

میں کے بعد آپ کا وہ ترجمہ بھی جاتا ہے جو میں حبِ حیات دلی "اے تمہارے

مفسر

"ترم علوم کی تحفیں اپنے علم بزرگوار جناب مولانا شاہ عبدالعزیز
 صاحب قدس سرہ کی خدمت میں کی اور چند ہی دنوں میں یہ ہمدرد
 سے گوئے سبقت لے گئے اور غرض تحصیل ہوئے کے بعد ایک زمانہ
 تک تدریس طبری میں مصروف رہے اور اوقات گرامی علوم دینی و فرائض
 یقینی کے تردد میں خرچ کرتے رہے چونکہ ۲۰، ۲۵ سال تک برابر
 مولانا صاحب کی خدمت میں قرات کرم نبوی و حدیث رب سنی
 کرتے رہے اور آپ کی تقریر و کوشش بوش کا ذخیرہ فرماتے رہے
 اس لئے آپ نے حدیث و تفسیر میں وہ کام سمجھنا یا تھا کہ ان دنوں
 خون کے توبیش قیمت و رانمول جو ہر آپ کے خزائن سیر میں تھے
 وہ اور کہیں نہ پاسے جاتے تھے اسی لئے حدیث و تفسیر کے نقطہ و نقطہ
 کلام اصول و غیرہ میں بہت انکم رکھتے تھے، دورانِ علوم کو عروج کمال
 تک پہنچایا تھا اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت و دست اور
 مزاج زہدیت پرست واقع ہوئی تھی اس لئے آخر عمر میں سرشتہ تدریس
 ہتھ سے دے کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ہمیشہ عبادت الہی میں
 مصروف رہتے تھے آپ کے اوقات اس درجہ مجموعت تھے کہ شاید
 سب سے حدیث کے زمرہ میں وہ سب سے کرام کے اوقات ایسے ہوں گے
 در چونکہ آپ کی ساری سمیت عبادت الہی اور تقویٰ شکاری میں منہ دے

مختی، لہذا نظم عربی اور انشا پر دازی کی طرف آپ کا میدان طبع نہ
تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے مجھے
دستیاب نہ ہوا۔“ حیات دلی ص ۳۴۹

امیر المومنین سید احمد بریلوی سے بیعت تھے، آخر عمر میں دماغ
ماؤف ہو گیا تھا

تلامذہ | مولوی عبدالرشید برادر شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی

الصدر المجید شاہ محمد اسحاق مہاجر ملی

(عدد مسلسل ۸) متوفی .. رجب ۱۲۶۲ھ = ۱۸۴۶ء (عدد ۸)

(بنیرہ مولانا نے شاہ عبدالعزیز محدث)

نویہ حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ یعنی

”آگاہی آمد ایسے فرزند ان کے لطف الہی ایشاں بجا عطا کرد

است ہمہ سعد اندوخی انداز ملکیت در ایشاں ظہور خواہد کرد

لیکن تدبیر غیب تقاضاے کند کہ دو شخص ویکر پیدا شو ند کہ

در مکہ و مدینہ سالما احیائے علوم دین نمایند وہاں جا وطن

اختیار کنند از طرف مادر نسب ایشاں بجا متمکن باشند زیرا

کہ آدمی زادہ بوطن مادر میلان طبعی دارد انتقال جماعت

کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشند بسر زمینے با طبع مستحیل است

غہ قول جلی سنہ ۱۲۶۲ھ ب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ مرغب بمواہدہ، وفات الصدر ص ۳۰ و ۳۱

واللہ اعلم بالصواب (متوفی سن ۱۰۴۲ھ) کینت دوسری حالت
 شاہ عبدالعزیز صاحب کدو ستارے کی ذات کے بعد دوسری سند تھو
 خدایت کے ایک ہوئے اس تذہ میں شاہ عبدالعزیز شاہ عبدالعزیز
 شہرینج دین تھے جن کے برہمنوں و متقوات بہت بہت پڑھتے تھے۔
 مرتبہ ج کے لئے تھے تو شیخ عمر بن عبد کریم علی (متوفی ۱۲۳۵ھ) سے سند
 اجازت حاصل ہوئی شیخ عمر (مدوح) سے مذاکرے ہوئے تو آپ نے
 شاہ عبدالعزیز سے متعلق فرمایا "قد صلت فیہ برکتہ" شیخ عبدالعزیز برہمنوں
 (ان کے اندر ان کے بزرگوار شیخ عبدالعزیز دہوی کی برکت حوالا ہوئی ہے)
 اور آپ کے زہد پر شاہ عبدالعزیز مرحوم فرمایا کرتے تھے۔

سید تقی رحیم (دشیمہ) نے تحریر کیا کہ میں نے درتوقی اسحاق
 نے لیا۔

یہاں تک کہ مدوح نے اپنی زندگی میں پناہ پیش کیا کہ آپ کو قرار رکھا تھا
 اتباع سنت کے شوق و ترویج میں بغیر علم و تدبیر سے دیتے (صرف ٹوپی اور کمر)
 جس کی تکایت غرقہ حضرت صاحب (شاہ عبدالعزیز) کی خدمت میں کرتے
 رہے آخر ایک روز آپ نے بے جا کہا اگر فرمایا۔

"جو تو اسحاق کو بی سہر پر رکھ کر امت کا تہمت دے دے اس سے
 کہ وہ گناہ گار نہ ہو سہر نہ پڑھائے در ساری دنیا کو تہمت
 کرنی ہوگی۔"

حضرت صاحب اپنے بیٹے رسیدہ محمد اسماعیل شہید، اور اس نو اسے کو دیکھ کر
 یہ آیت پڑھتے الحمد للہ انہی دہبب علی الکبر، اسماعیل واسحاق
 اپنے نام مرحوم کی زندگی ہی میں تدریس شروع کی، برسوں حضرت کی
 موجودگی میں پڑھنا، اور جدیدیں تو زینت مسند ہی تھے درس کے اس اہتمام
 کی وجہ سے ”الصدر الثمید“ کے عقب سے مشہور ہوئے، جیسا کہ ”المسویٰ
 مبطوعہ مکہ معظمہ میں منقول ہے

”آخر کتاب المسویٰ من او دیت، لموطا الصدر الثمید مولانا
 محمد اسحاق بن محمد فضل العمری الدہلوی عن جدہ لاسر قیم الطريقة
 (دولی اللیۃ) الامام عبد العزیز بن علی اللہ الدہلوی عن ابيه“
 ہجرت کے بعد مولانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام ہوا، تو وہاں بھی تدریس ہی
 کا مشغلہ تھا، ہزاروں پیارے اس چشمہ سے سیراب ہوئے
 سرسید احمد خاں مرحوم فرمایا کرتے تھے

”میں شاہ (اسحاق) صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا، باہر مردوں
 کا، بھوم ہی زنا نہ میں عورتیں جمع ہیں ڈو دیوں کا شمار نہ پالکیوں کی گنتی، میت
 شاہی کی سبکیں تک حاضر ہوتیں، امرا کے ہاں سے مکلف کھانوں کی دہیں
 گماروں کے کندھوں پہ لدی چلی آ رہی ہیں، صاحبزادی حاضر ہو کر عرض کرتی
 ہیں، حضرت جی! کھانے آگئے، فرماتے تقسیم کر دو زنا نہ حلقہ وعظ میں سے

۱۵ بروایت نواب سلیم الدین احمد صاحب ابن خواجہ شرف الدین احمد مرحوم کو چہ چہاں وہلی
 جہ نزل گوار، نواب سعید اس مسعود صاحب خلف السید محمود بن مر سید احمد خاں کے عینی بیان (ہواں ہیا)

عورتیں اپنے اپنے برتن پیش کرتی ہیں سب سے پہلے سب کے لئے کھانا
 جاتا، پھر عورتوں کو ملتا، اس پر کبھی پختہ رہتا، تو بعد تیز ادی غصے کرتی
 حضرت بنی اپچھ کھانا پک گیا ہی، فرما کے یہی ہمارے لئے نہیں پکے، اسے
 ہٹے دو۔“

”شاہ صاحب خود معمولی چپاتی بختی کاسا شوربہ، کازت کے دستہ خواں
 پر رکھ کر تین دن فرماتے، میں نے ن کاسا ک ناکسی کو کھاتے نہ دیکھا۔“
 ”گرد و نواح کی محتاج عورتیں آجائیں، اور اس بے فکری سے
 دوسلکہ پر ہفتوں رہی آتیں گویا باو کے گھر میں آئی ہیں جب خود ہی جی
 چاہتا، ارغامت ہوتیں محتاج عورتوں کی اسی طرح کی حواں نوازی مکہ معظمہ
 میں بھی رہی آتی۔“

۲۵۸ھ میں اپنے برادر خورشید شاہ حمہ یعقوب کو ہمدان کے کریمیت الشہر
 کے قصد سے ہجرت کی پہلی منزل انطاکیہ الدین اولیا یعنی، جہاں ہر روز قیام
 فرمایا، شہر کے اکثر علماء و دروہا باریاب ہوئے ترک قصد کے لئے درخواستیں
 کیں، رزیدت تک فتنہ غم کے منتہی ہوئے، مگر شاہ صاحب نے استوائنا
 یہیں مفتی صدر الدین صاحب اور حضرت میراں صاحب کو سند حدیث
 مرحمت فرمائی۔“

مکہ معظمہ میں ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی، غسل جنازہ پر شیخ عبد اللہ
 سراج دہلوی (متوفی ۱۲۶۴ھ) نے فرمایا، ”واللہ لو انہ سلسلہ قرأت
 علیہ حدیث طویل عمری، مانت مانا، کہ گوند بخند اگر یہ بزرگ کچھ مدد۔“

اور زندہ رہتے اور میں ان کو ابھی برسوں حدیث سناتا، تب بھی اُن کے
مرتبہ کو نہ پہنچتا)

تصانیف میں مسائل اربعین، مائتہ مسائل، تذکرۃ الشیام میں
اسحاق شیخ آفاق مادہ تاریخ وفات ہے

۱۲۶۲ھ

تلامذہ

شاگردوں کی تعداد بے اندازہ ہے، مگر اس خاندان کی کوئی جامع تاریخ
نہ ہونے کی وجہ سے جہاں ان حضرات کے دوسرے ضروری حالات پورے
طور پر نہ مل سکے تلامذہ کا احصاء بھی مشکل ہو گیا تاہم یہ نام معلوم ہو سکے ہیں یعنی
مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب (آپ کے برادر حقیقی) شاہ محمد عمر بن سید
محمد اسماعیل شہید، مولوی کرامت علی اسیر اہلی، شیخ محمد انصاری سہارنپوری،
سید عبدالحق دہلوی، مولوی صبغتہ اللہ (والد ماجد قاسمی محفوظیانی تھے)،
شیخ اکل میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی، مولوی یار علی (بارد
صلع تربت)، مولوی محمد ابراہیم نگر ہنسوی شیخ محمد تقانوی، شاہ عبدالغنی
مجددی، مولوی علی احمد تونسلی، نواب قطب الدین خاں، مولوی عالم علی دہلوی
شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی، مفتی عنایت احمد کوردی، مولوی محمد نازمی
عربی، حافظ محمد جون پوری دہلوی، مولوی سبحان بخش شکار پوری، مولوی
عبد اللہ سندھی، مولوی گل شاہی، مولوی نور علی سہروردانی، مولوی
محمد فیض سورتی، مولوی بہار الدین دکنی، قاری حافظ کرم اللہ دہلوی،
مولوی نور الحسن کاندھلی، مولوی نصیر الدین، مولوی عبدالقیوم بھوپالی

شاہ محمد یعقوب مہاجر کی

(عدد ۹) ستو فی ۲۴ رذیقہ ۱۲۸۳ھ = ۳ اپریل ۱۸۶۷ء (عدد ۹)

(بیرہ موانا کے شاہ عبد العزیز محدث)

”شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر کے چھوٹے بھائی ہیں علم و فضل میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور خلق جمیل صفات جزیل قناعت و استغنا میں آپ کی مثال ہزار تلاش کے بعد بھی نہیں ملتی اکثر لوگ آپ کے پاس ہدایا اور تحفے لے کر حاضر ہوتے لیکن آپ کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے تھے اس میں قوت ب سری کرتے، آپ نے بھی اپنے برادر عزیز کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ میں توطن اختیار کر لیا اور انجام کار وہیں رحلت فرمائی“

السید احمد (امیر المومنین) کی بیعت سے مشرف تھے جب تک دہلی مقیم رہے یہاں تدریس فرمائی، مکہ معظمہ قیام کیا وہاں بھی اپنے برادر بزرگ السید محمد موانا کے شاہ محمد اسحاق صاحب کے دوش بدوش یہ مشغلہ جاری رہا، دہلی کے تلامذہ میں میکیم عبد المجید خاں رام پوری اور مکہ کے اجازہ سے وال جاہ السید صدیق حسن خاں والی بھوپان کے، سوائے گرامی معلوم ہو سکے ہیں، سلسلہ اولاد کی آگئی سے اب تک محدومی ہی، مکہ معظمہ ہی میں شاہ محمد اسحاق صاحب کے بعد رحلت فرمائی

سلسلہ حیات دہلی میں ۳۳۳۵ھ تا ۳۳۳۷ھ ذکرہ کرمات رام پوری میں ۳۳۳۷ھ تا ۳۳۳۸ھ

ما غیب الشیو

(بن شدہ عہد کی بڑھاپہ کی)

(۱۱۰۶ھ)

مستوفی ۱۲۵۵ھ = ۱۸۸۲ء

(۱۰۰۰ھ)

سیدنا شہید فی حدیبیہ شہید بہ ہمدانی کے نور خیز بڑے قلم سے
مورخان سے عہدِ نیرِ صحرایہ حبیبِ محدث کے ذرا ہے اور بھوکہ الصدور شہید شہ
تھو اس وقت کے تو بہرہ نمل علم سے کہ محض میں قیامت و قیامت ہو پال پانی
وہر ویت و اب اسلحہ بن احمد صاحب ہمدانی
"نواب سکندر بہت سی چیزیں دیکھیں جو پال جمع کے لئے تھیں ہمدانی اور پال
تھو دیکھ کر آپ کو بہت دستار تھو مر رہے تھے ان کی زحمت دی آپ پال
تشریف کے آئے ایک مرتبہ مودہ نے آپ کی ہلیہ سے ملاقات کی وہ خدا
کی توسل بنا پیراجہ رفو دیہا کہ رئیسہ چوکر پیر و دھنیں کہ تیں اس سے برتر
نہ ہوا مروت کر سکتی ہیں"

"اور نواب اس یہ عذوق حسن خاں کے دور میں ہے"

مذہب مہتمم نے علم کی جو قدر دانی فرمائی ہر قسم کے انہار سے مستغنی
ہو نواب صاحب آپ کی عزت آپ کی شان کے مطابق کرتے
تھو یہاں کے ہاں بے حد نیکوئی کے لئے پتے تھو نواب صاحب شہید شہ
رکنے کے بہرہ و آپ کے کسٹروٹ کے مدد تھے اور حضرت کی یہ گرا

سہ بن بن ہمدانی شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۴

قبول ذکر ہے کہ جب کبھی نواب صدیق حسن خان صاحب اپنے محل سے کسی خوش ذائقہ کھانے کی نیت فرما کر مولانا کے دربار تک پہنچتے اور ان کھانوں کی فرمائش کرتے تو آپ فرماتے: ”سرکار صاحب! اور یہ کمرہ پیش کر دیتے“

”حضرت جب کبھی دہلی تشریف لاتے، میں نصاحب (سید نذیر حسین مرحوم) خود منے کے لئے حاضر ہوتے، اور مودب ہو کر بیٹھتے، بات بات پر انہر انکسار کرتے، مولانا عمر میں چھوٹے ہتھے، میں نصاحب سے کہتے، صاحب! میں تو آپ کا بچہ ہوں، میں نصاحب جواب دیتے ہیں صاحب! آپ میرے استاد (شاہ محمد اسحاق صاحب) کے صاحبزادے ہیں، اور جب تک حضرت دہلی تشریف فرما رہتے، صبح و شام دونوں وقت اعلیٰ کھانوں کی ہنگی قیام گاہ پر بھیجتے جو ضرورت سے بہت زیادہ ہوتے، اور ملا صاحب انیس محلہ میں تقسیم فرما دیتے، محذوئے دعائیں کرتے کہ حضرت ابھی اور دہلی قیام فرمائیں کہ آپ کے طفیل میں ایسے لذیز کھانے ملتے رہیں“

”حضرت کی تدریس کا کوئی مفصل یا مجمل حال معلوم نہیں ہو سکا، بجز اس سند کے جو مولانا خلیل احمد مرحوم اینٹھوی (دیوبندی) نے بذالاجہود شرح ابی داؤد میں بایں الفاظ نقل کی ہو یعنی

”وَأَجَازَةً عَنْ جَبْرِ اللَّامَةِ كَاشِفِ الْعَمَةِ مَوْلَانَا شَيْخِ عَبْدِ الْقِيَمِ

الْبُذْهَانَوِيِّ ثُمَّ ابْنِ خُتَنِ حَضْرَتِ الْعَدَمَةِ الشَّاهِ مُحَمَّدِ اسْحَاقَ“

”ج ۱ ص ۲

در بھوپال میں سیر دفاک ہوئے، پوری سندھ کی سب سے بڑی

تمکد نسبت الی الہی صاحبزادہ عالی قدر محمد عسر

(بن سیدنا شاہ محمد اسماعیل شہید)

(معد مسلسل) متوفی (معد اول)

”میرا نعت جب اس سیدنا یرمین نے شہداء دہوی (نعت سے کہ
دہوی شہداء دہوی سے بہ روز پہ آؤں گے نہایت ہی خوشی و شہوان سے
دکرتے ہوئے دیکھیں گے تو انکے ہونے پر کہتے ہیں کہ آؤں گے ہی نہیں
کبھی نہ ہوں گے“ ۲۸۰۲ باب پیرا ۱۰

”بادشاہ دہوی نے کثران کی ملاقات کی تمنا کی اور راکین دوست کو
پیش رو ملاقات کے کران کے پاس بھیجا آپ نے جو ب میں ہی کہا کہ جس
بپ کی نسبت سے بادشاہ میری ملاقات چاہتے ہیں ان کی بزرگی مجھ میں
نہیں ہے اور اسی عذر پر کبھی ملاقات نہیں کی“

خیرۃ العبادۃ ص ۱۵۰

آپ کے ساتھ ہیں سیدنا شاہ شہداء اسحاق صاحبہ اسمہ کریم معلوم

پیش رو

غفران باب صاحبزادہ محمد کے ساتھ ہی شہداء دہوی صاحبہ کی ادا
صحبہ کا نام تھا ہو گیا، ان کے ساتھ وہ نیمہ رات جوت آپ کی تاریخ وفات معلوم
ہوئی ہوگی

شاہ عبدالحی شہید بڑھانوی

(ثانی اثنین سیدنا شاہ محمد اسماعیل شہید)

(عدد مسلسل ۱۲) متوفی ۸ شعبان ۱۲۲۳ھ = ۶۱۸۲۸ء (عدد ۱۲)

مولد بڑھانہ ضلع مظفر نگر والد کا نام بہتہ اللہ (بن نور اللہ) صدیقی
 بعض حضرات کا خیال ہے کہ مولانا عبد العزیز صاحب کے حرم میں آپ کی
 چھوٹی بھتیجی، بہر حال سن رشد کے ساتھ ہی بغرض تعلیم دہلی تشریف لائے
 اور انہی حضرات کے درس میں شامل ہوئے، شاہ عبد القادر صاحب و
 مولانا عبد العزیز صاحب سے تکمیل علوم و فقہ و حدیث کی، اور شاہ
 عبد العزیز صاحب نے خلافت بھی عہد فرمائی اور جب دہلی میں شاہ محمد اسماعیل
 صاحب ایک موقع پر نکاح بیوگان کی ترغیب فرما رہے تھے تو ایک
 معترض نے کہا، میں نصاحب آپ کی اپنی ہمیشہ مراد از صاحبزادی
 شاہ عبد العزیز صاحب) تو گھر میں بیوہ بیٹھی ہیں اور آپ دوسروں کو
 نکاح ثانی کی ترغیب فرما رہے ہیں، شاہ صاحب اسی وقت حامل شریف
 جیب میں ڈال کر مکان پر تشریف لے آئے، بڑے حضرت صاحب
 (مولانا شاہ عبد العزیز) ابھی پر تو افسن تھے، ماجرا عرض کیا، آپ نے
 اپنی اس صاحبزادی کا نکاح صاحب ترجمہ (شاہ عبدالحی صاحب) کے
 ساتھ کر دیا، جن سے مولانا عبد القیوم صاحب بھوپالی کا ظہور ہوا
 سفر حج زمیں قاضی شوکانی امام محمد بن علی نے آپ کی شہرت علم و

فصل سون گزینی تمام تصنیف مع سنہ ۱۰۸۰ ہجری میں زکوٰۃ دہلی میں
 سیدنا محمد امجدی سے باہر نسبت ویرانی میں مکی قبیلہ کے دونوں
 ساتھ پڑے، ایک ہی امام کے رشتہ معیت سے شریف ہونے والے دونوں
 نسبت بقدر دین و علم کے کلمۃ اللہ تھا۔

یہ کی معیت کا جو یہی سیدنا امیر مہین سیدنا محمد دہلی شریف
 لڑے تو آپ نہیں سیر کے سے دریا جمن کی طرف لپٹے اور اپنے قدم میں
 دور کت نماز نفس پڑھ دی جس کے کیمت سے متاثر ہو کر ہر کسی اور
 کے نہ رہے امام پنج بیت اللہ کے لئے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے تصنیف
 کے لئے یہ صحت فرمائی تو یہ ساتھ تھے احمد دہلی کے پھر مہم ہوا تو
 حضرت امام کے کھوڑے کی ایک رکاب پر سیدنا محمد کا ہاتھ تھا
 تو دوسری رکاب پر سیدنا عبدالحی میرا سے تھے امام کے پڑھنے اور
 آپ کو بقیہ بن باین کی قیادت کے سے پیہڑا اور دوسری جنب پر
 آپ مقدم "کوٹ گرمہ" علاقہ سوات بنیر پر امام سے جاتے اور کفار
 سے قتال کیا، سی اثنا میں ہوا یہ کوہ صحرانہ فتح ہو گیا، آخر کار میدان
 جنگ میں مقدم نہ علاقہ سوات بنیر میں شہادت پائی
 بقول مولانا اشقی احمد جعفری "سیدنا محمد مصنف و تاریخ مجیدہ حضرت
 سید احمد صاحب کے" ادنیٰ و فضل سے فیض کے مولوی عبدالحی صاحب
 دہلوی مولانا شاہ عبدالمعز صاحب کے ہیں" (صفحہ ۱۳۰)

شیریں سخن اور ذکی الغمہ تھے کہ صاحب الیاء الحنفی "رحمن بن یحییٰ
ترہتی بھاری" فرماتے ہیں کہ

"وانہ کان من احسنهم معنی اصحاب الشيخ عبدالعزیز خیرۃ بالفقہ
وامرہم بالکتب المدرستہ رايت له رسالۃ فی حث الناس
علی تزویج ایاہم وردہم عن استقباح ذلک"
(ترجمہ)

"شہ عبدالعزیز صاحب کے خلف میں آپ فقہ و کتب درسیہ میں بہت
ماہر تھے میں نے ان کا رسالہ نکاح بیوگان کے مسئلہ پر پڑھا"

از ترجمہ، سید لاہم حمہ بن عثمان محبوبہ مصر

تصانیف میں رسالہ مذکور کے سوا کتاب "صراط مستقیم" فارسی مصنفہ
حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دو باب (سلوک میں) آپ کے قلم سے
ہیں اس کتاب کو عربی لباس بھی آپ نے پہنایا، ماسوائے از میں شیخ رشید اللہ
کشمیری دہلوی (م ۱۲۴۵ھ) سے آپ کا جو تحریری منظرہ ہوا، اس کی
رواۃ اد بھی آپ نے مرتب فرما کر کتابی شکل میں منضبط کر دی،
مختصر یہ کہ

"کان آیت من آیات اللہ سبحانہ فی تقویٰ داعی و تاثیر
الوعظ و قوتہ الاثر و اثیر رائقا غدا فی الملبس و ام کل
کثیر الصمت شدید التوکل جلیل الوقار محب لستہ السنیۃ
متبعہ عن الرسوم و المبدع قد غشید نورہ ما یب ان

وہم کہیں بختیہ و مدح و ستیہ بشر از انفع و انفع فی مدح
بعد امکان از حدیث "ترجمہ سید احمد بن عوف بن مسعود

(ترجمہ)

"وہ کہیں بختیہ و مدح و ستیہ بشر از انفع و انفع فی مدح
بعد امکان از حدیث "ترجمہ سید احمد بن عوف بن مسعود
بشریہ سے مدح و ستیہ بشر از انفع و انفع فی مدح
بعد امکان از حدیث "ترجمہ سید احمد بن عوف بن مسعود



علمائے دینی

محدثین

محدثین

۱ شیخ اکمل میاں عبد جب سید نذیر حسین محدث

۱۶ احمد احمد محدث

۱۷ عبد الرحمن

۱۸ ابوسید شرف الدین

۱۹ محمد یونس

۲۰ محمد جون گرطھی

۲۱ عبید الرحمن عمر پوری

۲۲ سید عبد الحفیظ

۲۳ نواب ضمیر الدین احمد

۲۴ شیخ احمد مہاجر مدنی

۲۵ عبید اللہ { الشقیقین

۲۶ عبد الرشید {

۲۷ حاجی عبد الغفار { آف عینجان

۲۸ شیخ عبد الوہاب {

۲۹ ضیاء الرحمن عمر پوری

۳۰ عبید اللہ عبد جبار

۳۱ عبید اللہ عبد الشکور

۳۲ عبد الوکیل

۳۳ عبد الجلیل

۳۴ عبد الغفار عمر پوری

۲ سید مد علی

۳ سید شریف حسین

۴ حافظ عبد اللہ بیگ

۵ حفیظ اللہ خان

۶ عبد الرحمن معین الدین

۷ عبد الغفور

۸ عبد الجبار عمر پوری

۹ عبد الستار عمر پوری

۱۰ سید عبد السلام

۱۱ عبد الرحمن خان (دلائی)

۱۲ ڈپٹی سید احمد حسن

۱۳ حافظ عبد الوہاب (نابغ)

۱۴ عبد الستار رکھتوری

۱۵ حافظ محمد ابراہیم

شیخ الکل میانصا.

نقل سند حدیث این شیخ از حضرت میرزا صاحب یزدنیر حسین محدث دہلوی
 اللہ

حضرت صدر المحدثات محمد سیّد ق محدث دہلوی (مد جری)
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد و
 آله وصحبه اجمعین، اما بعد فیتوان العبد الضعیف محمد اسحاق
 بن سید انجیب المولوی محمد نذیر حسین قد قرأ علی الطرف من
 الصحیح الستة النبوی وسمی وابی داود و ابن ماجه و الترمذی
 و النسائی و ابن ماجه و شیخ من کنز العمال و الی مع الحفاظ
 و غیرہ و سمع منی الحدیث العشرة فعیه ان یشتغل بقراءة
 هذه الكتب ویتدرکس بها لانه ابها بالشروط المتبعة عند
 المدرس الحدیث و الی فصلت القراءة و اسمعته و الاحزاب و
 لیس استب من الشیخ الیصل الشیخ عبد العزیز لمحدث الدہلوی
 و بمو حلس القترأة و الاجازة عن الشیخ ولی اللہ المحدث
 الدہلوی رمتہ اللہ علیہما و باقی سندہ بتوب عند حرره فی ثانیة
 شوال سنة الهجرة المحمدیة اول و آخر



شیخ اکمل میا نصاحب السید نذیر حسین محدث

(عدد سلس ۱۱۲) متوفی ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ = ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۶ء (عدد ۱۱۳)

جنہوں نے اپنے ۶۰ سالہ درس حدیث کی وجہ سے ”شیخ اکمل“ لقب حاصل کیا یہ نصیب استاد کبر لوٹنے کی جائے گی

مولد موضع بھٹنوا (ضلع مونگیر بہار) والد کانام جواد علی بن جہد علی (سید احمد شاہ باجھیری) دہلی سکونت پذیر ہوئے مگر سلطان قطب الدین ایبک کے زمانہ میں بہار کے راجہ اندرون نامی نے موضع اودھین کے مسلمانوں کو جرم گاوٹ کشی میں ذبح کرا دیا جس پر سلطان نے مولانا نور الدین کی قیادت میں ۶۰ ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار اودھین پر بھیجا، اس لشکر کے کئی سربراہ تھے ان میں سے ایک جیش کے سپہ سالار جناب میا نصاحب مرحوم کے جد علی سید احمد شاہ باجھیری تھے، خدا کے فضل سے یہ لشکر فتیاب ہوا اور سردار لشکر مولانا نور الدین نے فوج اور افسروں کو حکم دیا کہ جو شخص یہاں سکونت اختیار کرنا چاہے ہماری طرف سے اس کو اجازت ہو اس پر چھ شکریوں نے بہار کی سکونت اختیار کر لی ان میں سے ایک سید احمد شاہ باجھیری تھے جنہوں نے موضع ایکساری کو پسند کیا خداوند کریم نے ان کو چار بیٹے عطا فرمائے جن میں سے جہد علی کے اجداد موضع بھٹنوا میں رہنے لگے یہ گاؤں سوچ گڑھ سے ۶۰۵

غذات میں سب مولوی ہیں مگر تم جاہل ہو! یہ نصیحت کارگر ہوئی اپنے والد ہی
 پٹنہ شروع کیا فارسی اور عربی کے مبادی تک آپہنچے سید جو دینی کی راستی
 ہیں تک سنی تشنہ علم بڑھنے لگی مگر گھڑت نکلے بغیر پاسس سچو نہ سکتی تھی اور
 گھر میں عسرت مسئلہ تھی جس کی وجہ سے والد سے سفر کی اجازت طلب کرنا بے رُو
 تھا مگر تابہ کے اپنے ہم عمر نواب علم بشیر الدین عرف مولوی مراد علی سے مل کر
 ان کے حفظ و امانت کا اندازہ کرتے رہے جب یقین ہو گیا تو ان سے ایک در
 قسم لے کر راز کہہ ہی دیا انہیں بھی کئے خود یہ سن تھی دونوں نے شیوہ کیا کتابوں
 کی گنتھی بغل میں دبا کر رات کو گھر سے چل نکلے اور بعد پور محمد بنو بیہ مولوی
 شاہ محمد حسین (یہ صاحب مولوی و ریت علی کے خلیفہ تھے) کی درسگاہ میں
 پہنچے اس وقت محبوبہ بہار کا یہی مرکزی مدرسہ تھا یہاں دونوں نے مستکوۃ
 شریف و ترجمہ قرآن مجید پڑھا یہ ۱۲۳۷ھ کا واقعہ ہے اور عمر کے ۱۰، دس سال
 کی روئے ادا بعد پور صفحہ ۶ مینے ٹھہرے اسی دوران میں امام وقت حضرت
 اسید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قاضی پٹنہ وارد ہوئے جو مد کی نماز پولیس ڈائن
 میں ہوئی اس سید شہید دہلوی نے وعظ کیا یہاں میں نظر حب اس غناات
 سے کہتے رہے یہ صحبتیں آخر کار دہلی کی طرف کھینچے گئیں اس وقت میرا انا شاہ
 عبدالعزیز اکبر سید احمد بریلوی کے بھی امام و مرشد تھے بقید حیات موجود تھے
 جن سے استفادہ کے شوق سے اور بھی بے قرار کر دیا اپنے رفیق سید مولوی مد علی
 کے ہمراہ پٹنہ سے بقیعہ دہلی روانہ ہوئے مگر زائد کی قسٹوں اور زیادہ پا
 رفت کی نصو بیوں کی وجہ سے ۱۲۳۷ھ کے چلے ہوئے بس ۱۲۳۸ھ میں

دہلی و رہو ہے جبکہ شہ عابد عزیز صاحب سفر، ذہن فراموش گئے میرا صاحب
نے اس سفر میں چند سے غازی یورقیہ فرمایا جس میں جس کتابیں تھیں وہی وہی
چڑیا کوئی سے پڑھیں بنا اس میں ٹھہرے یہاں کسی سستہ کے ساتھ نہ ہوئے
ادب تہ نہیں کے مرسوری کا ٹھوڑا بیچ کر ایک کتاب ۵ روپیہ میں خریدی
۱۰ روپے دوا رہو ہے دیر شہ جہل میں رہ کر نہ فوٹو کی بند کی کتاب میں
پڑھیں اور جب تک زندہ رہے دیر شہ جہل کی یاد زبان پر رہی

ب ۱۲۰۳ء میں دہلی تروں فرمایا حضرت محمد تقی (نہینہ و نوامہ)
حضرت شہ عابد عزیز کا فیضان علم و عمل جاری تھا اس وقت آپ شہ
حقہ ہونے کی قابلیت نہ رکھتے تھے اس سے ابتدا دوسرے ساتھیوں سے
کتاب کیا جینی

(۱) مولوی عابد حق متوی مسجد و زمرہ بادی سے کتب ذیل پڑھیں
کا تہ، قبض، مختصر معانی، سترجہ دق یہ نور، نور رحمتی
تب کے یہ ستر شہ محمد سی ق صاحب کے شاگرد تھے ورنہ کس کے
بعد میں بعد صاحب کی شادی بھی آپ ہی کی دختر نیک ختر سے ہوئی، مجلس نکاح
میں حضرت شہ محمد اسحق صاحب بہ بیت برادر خورد مولانا محمد یعقوب صاحب
بٹو کھیل و ہتھ مو جو د تھے نکاح کی رات شہ صاحب مسجد دہ کورہ، ہی میں
طلب کو ترجمہ اور ابو داؤد پڑھاتے رہے صبح کے وقت نکاح پڑھا، اور
دعوت دلیہ تروں فرماتے کہ بعد دو لنگہ پروا پس شہ بیت رہے

(۲) مولانا خورشید محمد (متوفی ۱۲۵۰ء) سے ذیل کی کتابیں پڑھیں

شرح جامی مع حاشیہ عبدالغفور، زواید شراشہ، صدر الشمس بازغہ
یہ بزرگوار مولانا شاہ عبد القادر (م ۱۲۴۳ھ) کے شاگرد تھے،
اور صحیح بخاری، و تفسیر بیضاوی میں شاہ محمد اسماعیل شہید کے ہم سبق، ۸۸ برس
کی عمر میں وفات پائی،

(۲) مولانا جمال الدین ہرودی سے یہ کتابیں پڑھیں،
شرح مسلم، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح مطالع،
یہ صاحب مشہور معقولی تھے اور سیات صوبہ پنجاب و پشاور سے پڑھ کر
دہلی آئے اور مولوی فضل امام خیر آبادی (متوفی ۵ رذیقہ ۱۳۴۷ھ) سے
تھوڑا سا حصہ "الفق ابیین" کا پڑھا
(۳) مولوی کرامت علی اسراہیلی مؤلف "سیرۃ احمدیہ" ان سے یہ کتابیں

پڑھیں،
مطول، توضیح تلویح، مسلم البشوت، تفسیر بیضاوی، کثرت
(تاسورہ نسا)

یہ حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی اور شاہ رفیع الدین (متوفی ۱۲۴۹ھ)
کے شاگرد تھے، حدیث میں مولانا محمد اسحق صاحب اور حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ
کے تلمیذ، ان کے والد کا شعار چنبی تھا، مگر خود شافعی طریقہ پر کاربند تھے فقہ شافعی
پر بہت نظر تھی اور شاہ عید العزیز صاحب کے مدرسہ کے قیام ہی قیام تھا،
(۵) مولوی سید محمد بخش عرف تربیت فان مہندس، ان سے ریاضی کی
مذہب ذیل کتابیں پڑھیں،

نہایت خوب تو جی تشریح، لفظیک، شہید، پختہ،

یہ صاحب خاندانی، دور مور، شاہ رفیع الدین کے شاگرد تھے اور یہی
 ہنسند کے بہر متقہ من کی تصنیف پر بہت تفریحی بہ نسبت پرست کے توفیق
 رہے آتے جس کی وجہ سے شاہ رفیع الدین صاحب نے آپ کا نام جیل رکھا
 میں صاحب کے زمانہ تک ۸۰ سال کی عمر تھی اور یہ سب سنی تہذیب کے
 قریب سکونت فرماتے تھے

ان کے دو حضرت مجدد اعجازی کے مستوفی اور شاہزادہ سلیم
 (جہانگیر) کی تعلیم و تربیت بھی انہیں کے سپرد تھی سی تقریب سے ارباب راجہ
 سے "تربیت خان" "خدا ب عہد ہو" جو ان کے جد خاندان کے بہادر کے
 نام پڑتی ہوئی۔ سی من بہت سے مولوی سپہ نمہ بخش مرحوم بھی تربیت خان
 کہہ گئے

۱۰۔ عہد ائمہ شہداء، سی ق صاحب صاحب کی نیرہ حضرت مرث

عبد العزیز صاحب محدث، جوی

جن سے غیر حدیث میں سے بعض کتب، مدد و اشرف قرآن پڑھیں جن کی

نقل سند صحیحہ، پر درج ہے

۱۱۔

۱۱۔ جی میں ایک موقع پر چھاپا ایک سند ق سے ہوا کہ مولوی شرف الدین جو

ملت تھیں ان میں سے قوم سیر مولوی نے ان کے رہنے والے تھے وہ پورے تھے ان
 میں وہ تھے ان کے رہنے والے تھے ان کے رہنے والے تھے ان کے رہنے والے تھے

زمستی ریاست رام پور) جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے معاصر بھی رہ چکے
تھے، علم میں کامل تھے اس لئے حضرت ممدوح سے ہمسری کا ادا بھی تھا،
شاہ صاحب کی رحلت کے بعد صدر بازار میں پنچ بیڑوں کے ہاں زدکشی
ہوئے، آپ کا شہرہ سن کر یہاں صاحب بھی ملاقات کے لئے گئے، اشلئے کلام
میں یہ صاحب نے پوچھا آج کل جناب کا کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا "نواب (راپور)
نے جلالین کے ترجمہ کی فرائش کی ہے، ادبی نگہ رکھ رہا ہوں، مگر بے چارے دونوں
جلد کو تو بالکل بھولے بھالے تھے اور کچھ جانتے بھی نہ تھے، اس لئے مجھ کو بہت
کچھ بتا پڑتا ہے" مینا صاحب نے دریافت کیا کہ آیت "یورث کل لہ" میں لفظ

بقیمہ نسخہ ۱۳۸ (۱۲۳۵ھ تا ۱۲۵۶ھ) مذکور کرتے تھے، عمدہ تصانیف کے سپرد تھا موضع
بگڑ کا ادب پاریدہ، مگر موقع حضور تحصیل بطور معافی دئے تھے، نواب سید احمد علی خاں بہادر ایک دفعہ
دیونے بن گئے کچھ کے پانچ میں قیام تھا، نواب صاحب کے متعلق جو انتظام اہلکاروں نے جو بہ
کیا، اس میں مفتی صاحب بھی شریک تھے، سب کے خیالات سن کر نواب صاحب نے اہل صورت
ختیار کر لی، مفتی صاحب بھی مثل دیگر اہلکاروں کے گرفتار ہوئے، مگر آپ کے ولایتی شاگرد قید
نکال کرے گئے، رام پور سے لکھنؤ ورنہ کشتہ کا سفر ختم کیا، نواب صاحب کے انتقال کے
بعد رام پور آئے۔

"نواب صدیق حسن خاں بعد معلوم میں لکھتے ہیں کہ پیشتر فی لدین تھے شرف لدین تھے
در اند کو نام میرے داند نے رکھی ہے، درسنہ رسول اللہ سے سب سے زیادہ بعید مخلوق، اسی میں شخص
تھا، باوجودیکہ حواشی و شرح کتب رسیہ کے محفوظ تھے، اس بدعت کی مدد اور اہل حق کا رد پنی خرافات
سے کیا کرتے تھے۔"

"نہ کرہ کاملین رام پور ص ۷۷"

یورت "ڈرٹ برٹ" سے مشتق ہوا "اورٹ یورت" کے مرعق صاحب نے
 کچھ جواب بن آیا۔

مفتی صاحب کی دوسری مہم فی مفتی صدرائین خاں کے ہاں تھی اس
 تقریب پر میں نے صاحب بھی دعوت، مفتی صاحب نے آپ کو تعارف استہدات
 بن لکھا میں گریہ کہ "یہ بڑا اویابی ہے اس کے ساتھ سنو کوئی مسند برین
 نہ دے میں مسند کن ہو تو جہنم پار ہو کر فریستے گا۔"

اس پر مفتی صاحب (رام پور) نے یہ جواب کی طاعت فرمائی کہ فرمایا
 کہ تم کو فتنہ بھی آتی ہے آپ نے جو بے دیا میں کیا ہواں میں آپ سے کہیں
 مفتی صاحب نے فرمایا "وہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے یہ جواب لکھا ہے
 ہو، کہ آپ ہی اشتراک میں کریں گے جو پتہ مرشد علی نے یہ اسی کو بکھر راسخ
 میں لکھا ہے اسی کو نہراٹھوں میں نقل کیا ہے، ایسے اعتراض کا جواب دہی کے
 بھائی رس کے ہنڈے پر سے ہنڈے دیتے جاتے ہیں کوئی بڑی
 بات جو بھی ہوئی اس کے بعد میں نے جواب نے آپ سے کہیں کیا کہنا ہے لیکن
 کو دانش کو ہاتھ لگا سکتا ہے غسل سے سکتا ہے اور تہیز تکفین کر سکتا ہے یا
 نہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا موت کے بعد نکاح فسخ ہو جاتا ہے اس پر صاحب
 نے جواب دیا "پھر حضرت علی نے جناب سیدہ کو کیوں غسل دیا ورنہ ان کی قبر
 تکفین کی مفتی صاحب خاموش ہو کر رہ گئے،"

مذکورہ رکعت (سکھوئے پنجاب) کی نظر میں فقہیہ پر خوب تھی سر
 تونسلی وہ بہت مرحوم نے پنجابی فقہ میں "خواع بارک اللہ" وغیرہ لکھے ہیں

عہد باحدیث ہونے سے پہلے لکھیں، ایک مرتبہ فقہ کے کسی مسئلہ پر حافظ صاحب نے ہر اکتبوں کا حوالہ دیا مگر میا نصاحب نے اسی بحث پر ۴۰ کتبوں کے نام گنوا دیئے،

ایک روز صبح بخاری کے درس میں مولوی حافظ احمد علی مرحوم سہارنپوری
کا یہ حاشیہ پڑھا گیا کہ "خبر واحد سے عموم قرآن کی تخصیص جائز نہیں" "میانِ اصحاب
نے اس پر جہتہ ۵۴ ایسے مواقع بتائے کہ جہاں آئمہ احناف نے خبر واحد سے
عموم قرآن کی تخصیص کی ہے"

موسم و ان کی سیکس کی بڑی
مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی حاضری خدمت کے زمانے میں ایک
مرتبہ دربارہ اول دنا جائز استفتا آیا، حضرت نے تمام شاگردوں کو اس پر
لکھنے کا حکم دیا، مگر یہ نصاحب کے سوا کسی نے جواب نہ لکھا، شاہ صاحب
پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”اس لڑکے سے دیہایت کی جھلک
آتی ہے، بڑا تیز رہے“

یہ وسعت نظر کیوں نہ ہوتی تھام عمر تکمیل سے پہلے بھی اور بعد میں بھی
مطلوع میں گزری * اپنے کتب خانہ کے علاوہ (جس کا کچھ سچ کچھ حصہ
اس وقت کتب خانہ نذیریہ پبلک حبش خان دہلی میں محفوظ ہو چکا ہے)

قندہ معلیٰ میں شاہان مغلیہ کا کتب خانہ تھا، جو مزارا شیر ندرین و بیحد بہادر
 شاہ کے ساتھ مراکھ کی وجہ سے ہر وقت آپ کے ساتھ رکھ رہتا، کسی
 مقدمہ کا استناد نظر ہوتا تو کتب گھر پر لے آتے، شاہ عبدالعزیز صاحب
 کا کتب خانہ تھا، جس کی ابتدا شاہ عبدالرحیم صاحب سے ہوئی، ورنہ
 مورخ شاہ عبدالعزیز صاحب کے یہ قول اس کتب خانہ تک شاہ
 سق صاحب کے شاگرد ہونے کی وجہ سے رسائی بھٹی، کتب خانہ تہذیب
 سے بڑے شاہ عبدالعزیز صاحب کے حرم، اور مولوی محمد حسین صاحب دکنی
 مصنف "استقداد" ماہنامہ کے "شور کتب خانوں تک بھی دسترس بھٹی،
 روپنڈی نظر بند ہوئے، وہاں کے سرکاری کتب خانہ سے کتابیں لے کر
 پرست رہتے، زمانہ تدریس میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت لاحق ہوئی
 جو کتب خانوں کے سو کہیں نہ ملتی تھی، ایک صاحب نام کوپا دوپا بھیج کر منگائی،
 بعد میں سے بھی کتابیں منگاتے رہتے، جس سے معلومات کا یہ سامان
 کہ اگر کسی کتاب میں ایک مسئلہ سے متعلق کوئی حوالہ کسی مقدمہ تصنیف
 کا سفر گزارا تو اب یہ کوشش ہونے لگی کہ اصل کتاب کو دیکھیں، اور
 اکثر اس اصل کو دیکھ بھی لیتے، اس سلسلہ سے نفرت خیزین کی تصنیف
 کے بعض مفاہیہ پر حوالہ کرتی تھی، بارہ خریس تک نوبت پہنچی کہ مت خیزین
 کی تصنیف جو نظر سے گزرتی، تو فرماتے کہ ان صاحب نے قدر مضنون
 خریس کتاب سے اخذ کیا ہے، پھر فرماتے (اور اکثر) کہ میں ان دونوں
 دوپوتے (شاہ ولی اللہ درمولوی اسماعیل شہید) کا قائل ہوں،

ان کا پتہ تو ہمیں لگا کہ کہاں سے اخذ کرتے ہیں، ورنہ متاخرین میں سے جس کی کتاب چاہو سامنے لے آؤ، میں بتا دوں گا کہ اس کا ماخذ متقدمین میں سے فلاں صاحب کی تصنیف میں سے ہے بلکہ صفحہ اور اوراق ایسے دکھا دوں گا جو نقل محض ہے۔“

تدریس

اپنے استاد اور دہلی کے بے تاج بادشاہ (الصدیق الحمید) مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی ہجرت کے بعد میان صاحب نے دہلی ہی میں مسجد روزگاہ آباد میں مستقل درس قائم کیا جہاں ۱۲۷۰ھ تک جوہ علوم و فنون کی کتابیں بدل استعنا بڑھاتے لیکن بعد میں صرف تفسیر حدیث و فقہ پر انحصار رکھا، اب صحیح مستدر اور جہن لین پورے ایک سال میں ختم کرتے، اور فرمایا کرتے کہ ”میں پہلے حدیث“ انما الاعمال بالنیات“ ہی کو ۲۷ روز میں پڑھاتا تھا، مگر اب وہ زمانہ نہیں بلکہ اب تو ہستی پر مسرور جوتا ہوں ”یہ بھی فرماتے کہ“ میں نے صحیح مستدر کو گستاخوں پر کر دیا ہے“ علامہ عینی شرح ہدایہ و بخاری جیسے شمس کا ذکر آتا تو فرماتے کہ ”ان کو خود اپنے گھر کی خبر نہیں“ ہدایہ کی نسبت فرمایا کرتے پہلے جو عالم ”ہدایہ“ کا درس دیتا تھا تو اس کے گھر پر جھنڈا لگا رہتا، سنو صاحب! میں نے اس کو کریمنا مقیمان بنا دیا ہے۔“

ترمذی آپ کے شاگردوں کی تعداد آپ کے سوانح (الحیۃ بعد الماتہ) میں ... ۵۰۰ تک نام بنام لکھی گئی ہے، مگر جس سند الوقت محدث نے دہلی جیسے منبع علم میں ۶۰ سال تک تدریس کی ہو، اس کے شاگردوں کی تعداد

ہزاروں تک کیوں نہ ہوگی

س تعداد میں پر دہند کے عدد عرب بٹم بخیر و ترکستان کا میں بہت
کشمیر و دیگر ریشہ کی جنس کے صاحب کے نام بھی مقام میں درہند و ستان
کے شاگردوں میں بے شمار ایسے حضرات ہیں جو بسند وقت گذرنے کے ساتھ
مولانا حافظ پیر محمد ابرہیم آردی مرحوم موسس مدرسہ احمدیہ آردی حضرت
شاہ عین الحق پیر پوری صدر مشمس الحق ڈیاوی صاحب "عنوان امجد" اور
مولانا عبد العزیز رحیم آبادی صوبہ بہار میں مولانا عبد اللہ غازی پوری اور
مولانا عبد الرحمن صاحب "تذکرہ الخواریج" جامع، سترہوی "مبارک پور
منبع غفرہ گراہیں"

پنجاب میں شیخ پنجاب حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی اور
عارف با سند اسید عبد اللہ صاحب غزنوی امرتسری و اپناہ امام صاحب
مولانا عبد الباقی اور آپ کے دوسرے برادران عافی قدیم مولوی میر حسن
محدث و مولوی میر احمد محدث و مولوی محمد بشیر محبت مسوان میں مولانا
محمد سعید احمد مولوی سید نذیر الدین محمد بن اس میں مولوی ذوالفجر بن صاحب
مولوی بدیع الزماں حیدر آباد دکن میں مولوی بوکھی محمد شاہجہاں پور
میں مولوی عبد رحیم مستشرق گنٹو میں مولوی کریم حسین کوری میں
مولوی محمد بن شمس و مولوی صوبہ بمبئی میں مولانا عبد اللہ بن عمر پوری
دہلی اور مولوی احمد مدظلہ صاحب پرتاب گڑھی دہلی میں (دعوتِ جہاد)
اور ان تمام شاگردوں سے ممتاز عبد اللہ صاحب غزنوی امرتسری ہیں

جنہوں نے اپنے تہذیب کا اعتراف ان لفظوں میں کیا۔

”بخدمت خاتم المحدثین شیخنا سید محمد تہذیب حسین صاحب
رسیدم و کتاب صحیح بخاری شروع نمودم، در آں میاں
بلو اے دہلی شروع شد، در حین بلو اے شدید کہ ہر کس
بہ غم جاں خود بود من بخواندین کتاب مذکور تا حدی کہ
نصاری غالب آمدند و اہل بلوہ را متفرق نمودند در آں
ایام کتاب صحیح بخاری قریب اختتام بود، اکثر سبب پراگندگی
اہل بلوہ در میان من و سید صاحب ہم جدائی افتاد
و کتاب ناتمام ماند“

(از سوانح عمری عبداللہ صاحب غزنوی)

یہ اس کتاب میں جن علما کے تراجم قلمبند کئے ہیں، تمام کا سلسلہ بڑا واسطہ
یا بواسطہ میں نصرت حب تک پہنچتا ہے، باستانشنائے ان حضرات کے جن کا زمانہ
(میان نصرت حب) سے متقدم ہے، مثلاً شاہ ابوالاسحاق لہراوی (اعظم گڑھی م
۱۲۲۰ھ) و مرزا حسن علی محدث لکھنوی (م ۱۲۲۶ھ) و مولانا نواب سید
ولاد حسن (م ۱۲۵۳ھ) و مولوی سید حسین احمد (م ۱۲۷۵ھ)
حضرت خاتم المحدثین نواب سید صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) و علی
صہد پور بہر جن کی ابتدا حضرت مولوی دارایت علی (م ۱۲۶۹ھ) سے
ہوئی اور باستانشنائے ان حضرات کے جو اپنے دور اول میں حلقہ تعلیم میں
گھرے ہوئے تھے یعنی مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی (م ۱۳۱۱ھ) وغیرہ اور

صاحب ترجمہ کا سن رتھل ۱۳۲۰ھ ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں
میں تم حدیث کی ترویج و اشاعت یہ صاحب ہی سے ہوئی، اس سے
اُن کا لقب "شیخ اکبر" اپنی معنویت میں بھی اور صحیح ہے،

میر صاحب مرحوم عدائے متقدمین کی بہت عزت کرتے شیخ محی الدین
بن ابی رحمۃ اللہ علیہ کا نام "شیخ اکبر" اور اکثر "خاتم الانبیاء المحمدا
کے خدایا کے ساتھ پکارتے اس پر علامہ قاضی بشیر الدین قنوجی (استاد
ذیاب، سیہ نوب صدیق حسن خاں صاحب دہلی بھوپال) نے بن ابی کے
اشد تحقیر میں سے لکھے، اور اب بن ابی رحمۃ اللہ علیہ کی برتری بزرگی کے واسطے
یہ صاحب سے صرف "شیخ اکبر" یہ تخلص کر کے لے دہلی تشریف
لے گئے ۲ ہفتے متواتر گفتگو جاری رہی، مگر میر صاحب نے شیخ کو کبھی
یہ تخلص نہ دیا، اور آخر کار قاضی صاحب بھی آپ سے متعلق ہو گئے،

سی طرح علامہ شمس الحق ڈیوانوی نے بھی کئی روز شیخ اکبر پر آپ کے ساتھ
منہ ذکیہ و دردن گفتگو میں "نصوہا لکھنؤ" پیش کرتے رہے، میر صاحب
نے بہت تو درجہ لغو سے سمجھا، مگر یہ دیکھا کہ آپ کسی طرح نہیں مانتے
تو ذکیہ نے فحشیت کیلئے "شیخ اکبر" کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے
ان کی تہذیبوں کی ناسمجھی، اس پر مولانا شمس الحق صاحب حقیقت
کو بہ کر فحش ہو گئے،

یہ بھی شیخ اکبر ہیں جن کے متعلق علامہ صاحب غزنوی کے
مبارک و محترم اپنے استاد رحمی کے ہائیکل منجائست میں، جب کہ ان کے

نوفات میں پایا جاتا ہے اور یہ ماجرا ان کے ساتھ "میا نصاحب" کے زمانہ
لمذہ ہی میں گزرا کرتا ہے ہیں

"..... باز در دہلی نزد مولوی نذیر حسین صاحب بودم
از شخصے کتاب "نوفات" کہ ہمراہ شرح بود گرفتم تا ملاحظہ
نمائم در ہماں شب مے بینم کسے را کہ فرمودند گویا کتاب ہما
دیگر از زمین مفقود اند کہ کتاب بن عربی مے بینی ہ باز
در شہر کابل در حبس و محنت رسالہ این طائفہ را روزے
چند سطور گزارانیدم کہ حالتے آمد و مرا پوشیدہ تعبیرش بر زبان
نہوانم در خاطر ریختند کہ اس کتاب ہمارا نہاید دید"

دبہ انجمنی مولوی عبداللہ الغزالی المرحوم

"میا نصاحب" کو تدریس میں انہوں کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی
صفت کہاں مل سکتی جس قدر مسائل لکھے "فتویٰ نذیریہ" مطبوعہ دہلی
میں جمع ہو چکے ہیں ان کے سوا ایک مستقل کتاب "معیار الحق" لکھی جس کے
خاتو سے بصارت حاصل ہوتی ہے اور مصنف عدام کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا
ہے، یہ کتاب رد تقیہ میں ہے اس کے لکھنے میں نہایت ہی متغیر سے کام لیا گیا
ہے اور رطب و یابس سے قطعاً احتراز کیا گیا جن کتابوں سے استثناء
یا گیا ہے وہ اپنی ماہرین فن کی کتابیں ہیں جن کو اس فن خاص میں خاص
مکہ حاصل تھا، اور جو اپنے فن کے مسلم امام ہوں محدث ہوں با فقیہہ
مُرَجَل ہوں یا اصولی صوفی ہوں یا ادیب سب فن خاص کے منتخب

عندے عداد پور کے تراجم میں سے گی اس مقدمہ کی پٹریٹ میں میرا نقد خوب بھی آگئے ایک سال تک ادولپنڈی جیل میں مجھ کو سس رہا روزانہ پھانسی کی دھکیاں دی جاتیں مگر پائے ثبات کو بغزشش ہوئی،

۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو ہندوستانی مقدسین کی مدد سے دہلی بھی سخت سخت میں مگر گئے، اس سفر میں مولوی تطف حسین مرحوم عظیم آبادی نے اپنے شیخ کی بڑی خدمت کی، اس دور ابتداء و محن میں بھی متواتر ۳ روز منی میں سلسلہ وعظ جاری رکھا، رفتہ رفتہ سفر نے جب اس تہ کیر سے دشمنوں کی آتش حسد کو اد بھی تیز دیکھا تو منت سماجت سے خدمت عالی میں عرض کیا، کہ یہ وعظ بند فرمائیے مگر غنیمت کی سازش بہت گہری ہو چکی ہے، اب جان کی خیر نظر نہیں آتی، اس کے جواب میں میرا نصیب نے صاف صاف کہہ دیا، سنو صاحب! بہت جی چکا اب زندگی کی تمنا نہیں، امام نساہی بھی اسی حرم میں شہید ہوئے، جہاں میرے قتل کے منصوبے ہو رہے ہیں، میں ہر وقت اپنے قتل کے لئے آمادہ ہوں مگر اس تہیج سے باز نہ آؤں گا،

مگر معظریہ میں آپ پر دہائی و معترزی کے الزامات کے ساتھ مزید ستم ظریفی یہ بھی کی کہ خنزیر کی چربی اور خالہ دھوپ کی کے ساتھ جواز نکاح کے بھی آپ مجبور ہیں اور ان الزامات کے ثبوت میں ہندوستان ہی ایک رسالہ "جامع الشواہد فی اخراج دہسین غن المساجد" چھپوا کر بھی لئے گئے، آخر پورے ۲۴ گھنٹے مجھ کو سس رکھنے کے بعد میرا نصیب اور

مولوی مصطفیٰ حسین کو ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کو سید عثمان نوری پاشا کے
ساتھ پیش کیا گیا پاشا نے اسے دوست گرد دونوں سے سیلی ہتھیار کر کے
میں یہ سوال کئے،

(۱) آپ کے نزدیک دل تجارت میں زکوٰۃ ہی یا نہیں (۲) خنزیر
کی چربی کو آپ حلال سمجھتے ہیں یا حرام (۳) پہنچنے اور فارغ کے ساتھ کت جوارہ
یا نہیں (۴) حنفی مذہب آپ کے نزدیک کیسے ہے عثمان پاشا نے جوابی نہ جانتے تھے
اور گفتگو ایک ترجمان کے توسط سے ہو رہی تھی میں نے جب اسے دور سے دیکھا
ترجمان سے دریافت کیا کہ آپ کہاں کے رہتے واسطے ہیں اس نے کہا یاشہ
میر وطن ہے میں نے فرمایا کہ صاحب نیش پوری کہتا ہے کہ

بے بصیرت چہ شدہ سخن صاحب

تلخ و شیریں ہندو دل رنجوریت است

پھر عثمان پاشا سے کہا کہ آپ کے ہاں میری نسبت جو شکایتیں لوگوں نے
کی ہیں ان کو ذرا سوچا تو ہوتا کہ یہ باتیں کسی مسلمان کے اندر ہو سکتی ہیں اس نے
پاشا نے سعفی مانگی اور کہا کہ میرا حق ہی کیونکہ میں بنی فاطمہ ہوں میں نے صاحب
نے فرمایا میں بھی بنی فاطمہ ہوں آپ بھی شجرہ پر نہیں اور میں بھی پڑھتا ہوں
پاشا نے آپ کے لئے حکم مدینہ کی طرف سفارتی خط لکھ دیا مگر برادران یوسف
مدینہ میں بھی موجود تھے کوئی کسر یہاں بھی اٹھ نہ رہی آخر کار دشمنوں کو ناگہمی
ہونی اور آپ اپنے دیگر ہمراہیوں سمیت مع خیر واپس شریف لائے

۲۲ جون ۱۸۹۷ء (۲۱ محرم ۱۳۱۵ھ) کو گورنمنٹ، کشمیر کی طرف سے

شمس العبد کا خطاب ملا، مگر اس پر کبھی فخر نہ کیا، بلکہ فرمایا کرتے کہ ”مجھے کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العبد کہے تو کیا، میں نہایت خوش ہوں کہ لوگ مجھے میا نصاحب کہتے ہیں، بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اس لفظ کی برکت سے میری درویش نہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے“

اور میا نصاحب کا یہ لقب آپ کے اساتذہ کرام حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان سے چلا آتا ہے، تا آنکہ آپ کے استاد (بدل فضل) مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا بھی یہی لقب تھا، جو تقبلاً آپ تک پہنچا، ولہذا الحمد للہ ان تمام باتوں کے باوجود بھی میا نصاحب نے تمام عمر کرایہ کے مکان میں بسر کر دی، انکس رکایہ عالم تھا، کہ ایک روز ایک مجذوم شخص حاضر خدمت ہوا، اور بڑی بے تکلفی سے باتیں ملاتا ہوا کہنے لگا، کہ میاں بخیر حسین (نذیر حسین) دو کام ہیں، بتدہ پئے کونس کرے گا، فرمایا، تو جس کو کہے، کہا، پئے خدا کا کام کر، اور بتا کہ الحمد سر پہ (شریف) امام کے پیچھے پڑھنی چاہئے یا نہیں، اور ریچھ یدین (رفع الیدین) بھی کرنا چاہئے یا نہیں، جب آپ مسئلہ بیان فرما چے تو اس نے کہا، اے اب میرا کام کرایا میں بھوکا ہوں، گھر سے کھانا لا کر کھڑا، آپ مکان پر تشریف لے گئے، ایر کھانا لا کر پیش کیا۔“

(برداشت است دینیار ہذا فظ عبد المنان حرم)

اور یہ واقعہ بھی ہذا فظ صاحب ممدوح ہی بیان فرمایا کرتے کہ ”ایک مرتبہ میں بیت الخد کی جانب جا رہا تھا، راہ میں ایک بیل راستہ روکے کھڑا تھا، میں نابینا آدمی مجھے معلوم نہ تھا، اس اثنا میں کسی نے چپکے سے میرا ہاتھ پکڑا،

اور ایک طرف سے لے جا کر پناہ میں مجھ بٹھادیا۔ کچھ بخوبی راکھ سائے
جب میں جو بچہ نہ دیکھتا تھا وہ فریغ ہو کر چپ تو چھٹتا تھا وہاں سے نکال کر نہایت فرح
کے ساتھ راستہ پر کر چھوڑ دیا۔ اب کسی نے نہیں پوچھا کہ تمہیں پتہ ہے
تج کو کون تمہارا رقیب تھا، وہ تو خود یہ خدا ہے

مہر نامے یوسف محمد حسین بٹا لوی فرات کے کنارے میں دہلی پہنچا تھا
میں نے جب اکثر میری قیامت دیکھی تھی کہ وہ پریشان رہتا تھا اور صحت نوال کے قریب
ہی چٹائی پر بیٹھ جاتا تھا میں باہر سے عرض کرتا کہ فرشتے پریشان رہیں تو فرشتے
برہنہ خاں ہیں ہرگز نہیں ابلتے

زائد غفلت دوریاں تو مہر را ز بخت

خدا ان خیر کے نمک زدہ شہزادے کی کرتے تو آپ ان کی تکریم کے لئے
مہر کا کھٹا سے ہو جاتا۔ درندہ راہ بھی پیش کرتا اگر مہر جبین میں سے کوئی
نہ نہ وہاں پر عرض کرتا تو سفیدی سے لاش کے کرفڑ سے "آہ! آج انکی
روح انت ہو رہی ہے جیسوں کی تو سر مہر لین بھی یہ سہ نہ کرتے"

میں نے جب نہ زخم کے بعد نہ در یک کوٹ ڈال دیتے جس سے ایک
س میں قاتل بے رحم ہو جاتا جب کبھی توحید باری تعالیٰ کو مضمون آتا تو
ان کو دیکھ کر پوچھتا تھا "وہ یہ بھی سہ تو سی فراتے" مگر تمہاری دالے یہ
پیر بھی نہ رہتا یہ قدرہ، مگر حق قدرہ ہو صاحب چوہا

مفتی جلیل القدر کے وصال کا جو سماں تو انہی منصف حسین مرحوم مولف "الحیاء"
جہم کو قاتل تھا یہ ہراس سے آپ بھی مت شرم ہوئے بخیر نہ رکھیں گے فرات میں

”منظور پور میں ایک نوہا کار کی استعداد پر بعد نماز مغرب کے القارعة
 القارعة کا بیان آپ نماز عشاء تک فرماتے رہے اس وعظ میں مختلف حصص
 ہندوستان کے نامی گرامی علماء کا مجمع عظیم الشان تھا علاوہ اس کے کہ
 وہ بیان عجیب پر کیف پر لطف بلیغ اور پراثر تھا“

”خصوصیت اس وعظ کی یہ تھی کہ احوال قیامت کا بیان تھا اور حالات
 قیامت بہ الفاظ و عبارات مختلفہ صنی جگہ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں ہر
 عبارت کے مقبول میں اس کے کل مثاقل اور مرادف الفاظ و عبارات
 مختلفہ کو اکٹھا کر کے تطبیق دیتے اور ہر تعبیر کے متعلق فائدہ اور بیان خاص
 فرماتے جیسے القارعة کے ساتھ الحاقة وغیرہ کل الفاظ مرادف و اوصاف
 متضاد جیسے خافضہ رافعہ جو قرآن مجید میں مختلف جگہ موجود ہیں یا مثلاً
 پہاڑوں کی نسبت کہیں کالہن المنفوش وارد ہو کہیں حباء منبتا کہیں
 کانت الجبال کثیلاً صیلاً کہیں واذا الجبال سیرت کہیں واذا
 الجبال نسفت آسمان کے بارے میں کہیں واذا السماء کشطت کہیں
 اذا السماء انفطرت کہیں بے سکون السماء کا لمص کہیں فتحت السماء
 فکانت ابواباً کہیں اذا السماء فرجت کہیں فاذا انشقت السماء
 فکانت ویردة کالدهان زمین کے بارے میں کہیں ہی اذا رجبت
 الارض موجاً اور کہیں ہی اذا دکت الارض دکاً کہیں ہی اذا
 الارض مدت کہیں ہی یوم تبدل الارض غیر الارض دریا کے بارے

میں کہیں ہے: اذ ابھار فحوت کہیں ہو اذ ابھار سہر دت روز قیامت کی راہ
 کے بارے میں کہیں ہے: متذکرہ حسین اٹھ سند کہیں ہے: متذکرہ اراکت
 سند اہل قیامت کی نسبت کہیں ہے: کنتم از داجا شمش کہیں دوہڑم
 عزیزی فی بخت و فریت فی السعیر نہ عمل یہ جانے کی نسبت کہیں ہے
 ادا من اوقی کتابہ بشواہ کہیں ہے: ادا من اوقی کتابہ وراغ
 فہم یہ وغیرہ وغیرہ: سب غلوں میں تطبیق اور ہر تعبیر کے تحت میں خاص
 خاص فوائد و اس کے ساتھ ساتھ حدیث سے شواہد ملے اسی طرح سارے
 قرآن مجید کے اہل لفظ مشتمل اہل قیامت کو مع تطبیق و تعبیر ذرا کے
 اس طرح بیان فرمایا۔

”اس وقت بھیب سے تہا کر بند عشق کرتے تھے اور عوم و خوم
 ہر قسم کے معین اپنا اپنا حصہ چاہتے تھے۔“
 آپ کے متعلق سنائے گئے کہ راہیں۔

جذاب ثواب، سیدہ صدیق حسن خان صاحب نے نورانیہ شریف میں صاحب
 فضل احمد حق حضرت میر تقی حبی کی سند میں یوں لکھا ہے:-

وہو شیخ، سید احمد گز عوم، کشتی زور، رجا زور، اندام الجہر
 حقیقتہ ذلک دعوہ فاہ من اسل سر، یعنی وہ ملک باعدینہ و یاسعہ
 والی کم بختاد۔

مولانا شیخ محمد تقی نومی (شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب)
 فرماتے ہیں:-

”و توجہ خاطر، قدس حضرت مولا محمد اکیق قدس سرہ جناب جناب مولوی
 نذیر حسین صاحب ازبیس بود ہر قدر کہ تو آموزاں برآں تازت کنند زیوہ
 از آن مولوی صاحب موصوف در ذخیرہ خویش نہادہ فرما، موشش کردہ باشند
 ... بعنیدہ من دہلی امروز از ہماں کس عبارت است و کسے سومتی او را
 ضرور است دہلی دو چشم می داشت جناب مولانا قطب الدین صاحب موم
 و جناب موصوف با حقیر یک چشم ماندہ است کہ آں عبارت از جناب مولوی
 نذیر حسین صاحب است فقط“

۵
 راقم احقر العبد شیخ محمد فاروقی تھا نوی عفی عنہ ۲۹ھ
 مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی غیۃ الکرام میں فرماتے ہیں :-
 ”زبدۃ المتکلمین . عمدۃ المحدثین من اولیاء عصرہ اکابر علم و دہرہ موفقت
 السید نذیر حسین دہلوی“

شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی فرماتے ہیں،
 ”لایوجد مشدہ فی الارض“

وفات

محفل اسلام کی یہ نورانی شمع بالآخر ۱۰ رجب بروز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ
 ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو نماز مغرب کے بعد گل ہو گئی اور سرے روز صبح ۹ بجے جنازہ
 اٹھایا ہزاروں کا مجمع ہمراہ تھا، جس میں شہر کے تمام اہل علم، صوفیاء اور
 علما دین مشایعت میں تھے عید گاہ میں مولوی عبد السلام (آپ کے پوتے)

تے تہا ز جہا زہ پڑوئی، و در مشید می پڑوہ کے قبرستان میں آیت میں ہزار
موی شریف حسین کے پاس مدفون ہوئے۔

سائنہ مولوی عبد منان دکن، مولوی عبد مرتضیٰ بقا انصاری دہلی،
توفی پادی لکھنؤ، محمد حسرو، مفتی فیض پادی پیر پتہ
۲۰ ۵ ۱۳ ۲۰ ۵ ۱۳

اصل ترتیب تاریخ وفات لکائی

دسین ان حضرات میں سے ہوں، سخن مولوی حکیم نثار علیہ (حقی مونس)
کو حشر نفع مصلحت پر، سہ دی وہ پنی نکتہ سی کے لی خدمت ہر قسم کی تعریف
سے مستغنی ہو مرحوم نے عربی میں ۱۲۰ اشعار کہے جن کے پہلے دس شعروں کے
دونوں مصرعوں میں علیحدہ علیحدہ و اس حب ترجمہ کا کسن وفات (پہری یا
فلسی) نکلتا ہے اور دوسرے دس اشعار میں کتاب سونو غمیری مولانا سید
نذیر حسین علیہ رحمۃ اللہ محدث دہلوی مودت بہ حیۃ بعد ممات کے سنی تہذیب کی
تاریخ بچے کے رسم شد کے جو عبارت روح غم پر وہ بھی، و تاریخ کی متضمن ہم اور ہم
مہرے تحریرہ دیر کے عیب سے بہرہ

کثیر شعروں کے قلم سے وہ دیکھے گئے بیانی اور اردو میں بانوں میں
لکھے، مثل

(۱) جہاں سے اٹھ گیا، چوہا معلم حدیث (۲) بکھڑا اب چہ راغ دہلی کا
۲۰ ۵ ۱۳ ۲۰ ۵ ۱۳

(۳) قدمات محدث اہم عدم (۴) بود صیغہ بخاری و ہزار
۲۰ ۵ ۱۳ ۲۰ ۵ ۱۳

(۵) انتقال امام و محدث زمان	۲۰	۱۳
(۶) رحلت جناب سید محدث	۲۰	۱۳
(۷) سیدی جناب محمد تذیر حسین	۲۰	۱۳
(۸) موت اس عالم کی ہر عالم کی موت	۲۰	۱۳
(۹) محدث مکمل محقق فقیر	۲۰	۱۳
(۱۰) رقت اے دے دے محدث دہوی	۲۰	۱۳
آغا سحر طرانی نے ایک طویل قطعہ لکھ کر اس شعر سے مادہ تاریخ نکال		
مرد والا گزندہ بر حسین	۲۰	۱۳
عالم، محدث کامل	۲۰	۱۳
	۸۲۰	۵۰۰

بسم اللہ المفیض العظیم

زمولوی حکیم محمد احمد منظر پوری

فت نور افرتہ بسی نیہ	۲۰	۱۳
انہ احی الماصول الغالیہ	۲۰	۱۳
ربنا اکرم بہذا دافیا	۲۰	۱۳
انت معطی العافیات العالیہ	۲۰	۱۳
فیضہ نر مجید باقی	۲۰	۱۳
فصلہ عم البلاد الصافیہ	۲۰	۱۳
کان بکر الخلق دین العلی	۲۰	۱۳
کان تاج المدرکات الباقیہ	۲۰	۱۳

نخزن عذب بل شمس الوف

۲۰ ۱۳ هـ

رمز فن التجی بهراصف

۲۰ ۱۳ هـ

مصدرنا سرارتاج الاولیاء

۱۳ ۱۳ هـ

كان اهل غین بل بحر امدی

۲۰ ۱۳ هـ

تا تن معیر حق مستقرن

۱۴ ۱۳ هـ

ستمع یا امدی عدم وصال

۱۰ ۱۳ هـ

قد تمنی شرح نذب الی مک

۱۰ ۱۳ هـ

قد و فی متن متینا و افدا

۱۰ ۱۳ هـ

اسمه فضل بحین کجاسع

۲۰ ۱۳ هـ

مشهد معدوم عصر فی الطالع

۲۰ ۱۳ هـ

شیخ صاحب التوفیق البیرویه

۱۰ ۱۳ هـ

صدر ارباب التوفیق العارفیه

۱۰ ۱۳ هـ

نقد دین ارامه الربانیه

۲۰ ۱۳ هـ

کون منقذ المنکرات العاریه

۱۰ ۱۳ هـ

شمس افدک الفتوی الجاریه

۱۰ ۱۳ هـ

فت بدو السنه الفرقانیه

۱۰ ۱۳ هـ

نقد فساد الحکم الیائیه

۱۰ ۱۳ هـ

نور شرف الامه القرآنیه

۱۰ ۱۳ هـ

نعت رمز المصداق فی

۲۰ ۱۳ هـ

منقذ اهل الفنون العالمیه

۲۰ ۱۳ هـ

البقرطالد هـ في نهرا الشفا	۱۰	۱۳ ف
بل رياض الحکمة اليونانية	۱۰	۱۳ ف
عين فيض الطب او عين العطا	۱۰	۱۳ ف
نور بيت الطب جارت نغرة	۱۰	۱۳ ف
استمع يا مقبلا عام الكتاب	۲۰	۱۳ هـ
وهو شرح الواقعات الفانية	۱۱	۱۳ هـ
واسموعم الكتاب ثانياً	۱۱	۱۳ ف
ما وها قس يا صبيحي ثلث	۱۱	۱۳ ف
جاو شرح الكيفيات الطرية	۲۱	۱۳ هـ



علمائے دہلی

(مرحومین)

سید محمد حامد علی

(مجلد ۴) متوفی ۳ صفر ۱۳۰۳ھ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۶ء (عمر ۱۲)

مولانا دہلی فاضل کی ابتدائی کتابیں میریاد علی سے جلالین مشکوۃ مولوی حفیظ اللہ خان سے بقیہ کتب احادیث صاحبزادہ کرامی سید شریف حسین دھنوب صاحب میا صاحب سے پڑھیں اور آپ کی مصاہرت سے بھی سرفراز ہوئے مناظرہ کی سند سید محمد منصور علی دہوی سے حاصل کی جو اس فن میں سند الوقت تھے درزاہد و پیار ہمیشہ قوت بازو سے کما کر لکھایا اگر فکر معاش سے نصرت ہوئی تو عبادت میں مصروف ہو گئے اس کل غزال و انساک فی العبادۃ کی وجہ سے لایت الہیہ تک پہنچے بہ چند تدریس و تعلیم کا انضباط نہ تھا مگر اس پر بھی کوئی طالب علم آجاتا تو دریغ نہ دیتے کوئی خاص تصنیف نہیں چھوڑی البتہ عیسائیوں کی طرف سے چند سوالات نامی جو تحریر شائع ہوئی اس کا جواب ارب جامع لکھ کر آپ کے استاد سید منصور علی نے اپنے رسالے کے ساتھ ملحق کر دیا کثیر الامداد تھے جن میں سے سید عبدالرؤف صاحب مستم کتب خانہ نذیریہ (نذیریہ مسلم گرل اسکول دہلی) اور سید عبدالغفور صاحب نظم کتب خانہ مذکور بقیہ حیات موجود ہیں وفات کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا اور وہیں جان شیریں جان آذیں کو سپرد کی

سید شریف حسین خاں مہاراجہ

(مدرسہ د) متوفی ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ = ۱۹۰۰ء (عمر ۶۸)

شیخ مولانا حضرت مہاراجہ جب سید نذیر حسین محدث دہلوی کے، کچھوٹے فرزند ۲۴ سالہ ہوئے
 سن ۱۲۵۰ء کی واپس ولہی کی زندگی میں جس کی شیعہ حیات مولانا نے ان کے ساتھ میر
 اخوندی دیتی ہیں جن سے بہت سی کتابیں پڑھیں ان کے سوا مولوی عبدالمزاق اپنے
 مولوی سید عبدالحق و مولوی رحمت اللہ بیگ سے علوم پڑھتے تھے۔ تفسیر فقہ مہاراجہ
 سے پڑھنے والے سید داؤد احمدیث حضرت سید نذیر حسین خاں مولوی مولانا
 حیدر علی سے بھی حاصل کی ذکاوت کا یہ زمانہ تھا کہ مولانا نے اپنی کتابوں پر جو
 تفسیر لکھے وہ سب مہاراجہ کے وقت تھیں کہ سہ ماہی میں بھی وہ فہم و فہم
 سہ ماہی فتویٰ نویسی کا کام سب کے ذمہ تھا۔ مہاراجہ نے دیکھ کر کہ وہاں کے
 مشفق بھی تھے مہاراجہ نے ان کے بعد کے زمانہ میں شہر اور سہ ماہی میں کچھ
 تھوڑے کچھ بھی لکھے۔ زرا سلف فرماتے کہ میر سہ ماہی سے کھلتے تھے۔ انہیں
 پرانے میں تھے اور اس فن میں میر پور کے شہر تھے

فیروزہ وقت اس طرح تھے کہ صبح سے نہ تک جب کو چھتے عصر تک فتویٰ نویسی
 مغرب تک نہ سوائے خاں پر یہ وقت فراغ کرتے تھے۔ مغرب کے بعد مولوی تھوڑے
 دیکھیں تو ان کا درس دیتے تھے۔ جو مولوی میر خاں خاں جو پورہ تھے
 میں میر پور میں اس مسجد کی تعمیر سے پہلے خاں کو تھیں تھوڑے عرصے میں
 سے مولوی کو مولوی کے ساتھ مولوی میں تھوڑے عرصے میں تھوڑے

اس زمانہ میں آپ کے ماموں مولوی عبد الرب تشریف لائے ہنس کر فرمایا کہ گلی میں بیٹھ کر قرآن و حدیث پڑھا رہے ہو؟ جواب میں کہا

انشاء اللہ اسی طرح گلی گلی قرآن و حدیث پھیلے گا

آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر (مولوی) حاجی عبدالغفار صاحب آف علیین

(دہلی میں)

حافظ عبداللہ بیگ

(بعد ۱۶ سل) متوفی ۱۳۲۰ھ = ۸ اگست ۱۹۰۲ء (عہد ۱۶)

خاندان مغیہ دہلی کے نونہال والد کا نام مرزا دہلی بیگ سکونت لال دروازہ (دہلی) تھا
میں مولوی عبدالکریم ہلوی جن سے آخری درسیات پڑھیں ان کے سوا مولوی محمد حسین خاں
خوجوی اور میا نصاحب کا نام معلوم ہو سکا ہے کتابت الحیاة بعد الماتہ میں میا نصاحب
کے تلامذہ میں جو آپ کو حنفی لکھ گیا ہے تو مرحوم کی پہلی روش کے اعتبار سے ہی بعد میں آپ
علی یا حدیث ہو گئے تھے جزئیات فقہ پر نظر تھی قرآن حدیث پڑھانے کا بے حد شوق تھا
حاجی محمد احمد مرحوم اور حاجی عبدالغفار صاحب ہلوی آپ کے شاگرد ہیں ہر روز بلاناغہ ترجمہ
قرآن مجید پڑھاتے قرآن مجید میں اتنی مہارت تھی کہ جب کسی نے عربی کی کوئی نکتہ دریافت
کی تو فوراً قرآن مجید کو قوس الکریمہ کہہ کر حوالہ پیش کرتے بااخلاق اور متواضع تھے
اوناد بھی چھڑی مولوی ابوسعید شریف الدین آپ کے تلامذہ میں سے ہیں

اور حدیث حضرت میا نضرت سے پڑھی انکس کے بعد اپنے مولد اور دیگر متفرق مقامات پر تبلیغ و تدریس فرماتے رہے اور بے شمار بندگان خدا کی ہدایت کا سبب بنے،

عبد الغفور بن شیخ عبد اللہ

(عدد مسلسل ۱۹) متوفی ۲۳ شعبان ۱۲۳۴ھ - ۲۵ جون ۱۹۱۶ء (عمر ۱۹)

ولادت تنویر علی میں ہوئی ابتدائی کتب میں مولوی محمد حسین خاں (خوجہ بلند شہر) سے اور حدیث میا نضرت سے پڑھی شاہی خاندان میں تنہا لہجہ کی وجہ سے ابتداً حنفی تھے مگر بعد میں علم بالحدیث ہو کر سب اہل مختلفہ تک کو بہت کچھ ہدایت دینے لگے اور تردید تقلید میں کبھی کبھی اشتہار شائع کرتے رہتے مزدوری سے بسر اوقات کرتے عام دستکاریوں میں مدد سی سازی میں زیادہ ملکہ تھے صاحب ولادت تھے ایک جزادی مولوی شرف الدین صاحب (ابو سعید) سے منسوب ہوئے غدر کے زمانہ میں سن رشد تک پہنچ چکے تھے جس سے آپ کی عمر کا اندازہ ۱۰ سال کا کیا جاسکتا ہے

حافظ عبد الجبار عمر پوری

(عدد مسلسل ۲۰) متوفی ۱۳۳۴ھ - ۱۹۱۶ء (عمر ۲۰)

عمر پور (ضلع مظفر نگر) (نواح دہلی) مولد و وطن سکونت دہلی و لد کا نام منشی بدر الدین (منشی فاضل) صاحب تقویٰ اور مشہور علمائیں سے تھے ان کے استاذہ میں مولوی فیض الحسن سہر پوری (استاذ علوم) اور حدیث میں حضرت میا نضرت سے مرحوم بہت دیکھی گئی تھے کہ آخر عمر میں مکفوف البصر ہو جانے پر بھی نہایت عمدگی سے پڑھاتے و حفظ

حفظ اللہ خاں

(سلسلہ ۱۷) متوفی مارچ ۱۳۲۳ھ - ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء (عمر ۱۷)

مولد وطن دہلی ۹ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا آپ کے والد مرحوم کا دل خاص جن کو شاہ عبدالقادر صاحب سے شرف ارادت نسبت بیعت حاصل تھی ایک مرتبہ ان کو حضرت کی خدمت میں لے جا کر درخواست کی کہ اس بچے کا قرآن سنئے تا کہ صاحب نے ایک مشکل کو غ کا ارشاد کیا، جسے انہوں نے صاف پڑھ دیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور ۳ مرتبہ ان کو سینے سے لگا کر دعا کی جس کے اثر سے زمانہ کے مشہور واعظ اور عالم باعمل مولوی حفیظ اللہ خاں کے نام سے موسوم ہوئے

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب سے فخر تلمذ حاصل تھا مولوی سید عبدالغنی نقوی سے کتب علوم پڑھیں اور حضرت سید محمد حبیب کے سامنے بھی نالوئے ادب تہ کے پڑھاتے تھے، مگر دغدغہ کا مشغہ زیادہ تھا اور اس فن میں ذریعہ تھے زور بیان تھا کہ قرآن حدیث کے پٹے بن رہے ہیں ان محققات کی وجہ سے شاہ عالم پناہ حضرت بہادر شاہ قسطنطنیہ سے پاکلی بھیجے اور ہمیشہ گراں بہا تحفے کا تدارک محضات شاہی کی طرف سے پیش ہوتا

عبدالرحمن معین الدین عمر پوری

(سلسلہ ۱۸) متوفی ۱۳۳۱ھ - ۱۹۱۳ء (عمر ۱۸)

مولد دہلی قصبہ عمر پور ضلع منٹگر نگر نبا صدیقی (اور مولوی حکیم عبید الرحمن صاحب کے داماد تھے) ابتداً گھر ہی میں پڑھا، علوم مولوی غلام العلی قصوری امرتسری سے

اور حدیث حضرت میا نصاحبؒ سے پڑھی، تکمیل کے بعد اپنے مولد اور دیگر متفرق مقامات پر تبلیغ و تدریس فرماتے رہے اور بے شمار بندگانِ خدا کی ہدایت کا سبب بنے،

عبد الغفور بن شیخ عبداللہ

(سلسلہ ۱۹) متوفی ۲۳ شعبان ۱۳۳۴ھ - ۲۵ جون ۱۹۱۶ء (عہد ۱۹)

ولادت قلعہ معلیٰ میں ہوئی، ابتدائی کتب میں مولوی محمد حسین خاں (خورجہ طبع شہر) سے اور حدیث میا نصاحبؒ سے پڑھی، شاہی خاندان میں نہیاں ہونے کی وجہ سے ابتداً حنفی تھے، مگر بعد میں عامل بالحدیث ہو کر سائل مختلفہ تک کو بہت کچھ اہمیت دینے لگے اور تردید تقلید میں کبھی کبھی اشتہار شائع کرتے رہتے، مزدوری سے بسر اوقات کرتے، عام دستکاریوں میں صدی سازی میں زیادہ ملکہ تھا، صاحب ولادت تھے، ایک صاحبزادی مولوی شرف الدین صاحب (ابوسعید) سے منسوب ہوئیں، غدر کے زمانہ میں سن رشد تک پہنچ چکے تھے جس سے آپ کی عمر کا اندازہ ۷۰ سال کا کیا جاسکتا ہے۔

حافظ عبدالجبار عمرپوری

(سلسلہ ۲۰) متوفی ۱۳۳۴ھ - ۱۹۱۶ء (عہد ۲۰)

عمرپور (ضلع مظفرنگر) نواح (دہلی) مولد و وطن، سکونت دہلی والد کا نام منشی بدرالدین (منشی ذہل) صاحب تقویٰ اور مشہور علمائے سن تھے، ان کے اساتذہ میں مولوی فیض الحسن بہارپوری (استاد علوم) اور حدیث میں حضرت میا نصاحبؒ تھے، مرحوم بہت دینی شخص تھے، کہ اواخر عمر میں مکفوت البصر ہو جانے پر بھی اندسیاتِ عمرگی سے پڑھاتے، وعظ

عالمانہ اور موثر ہوتا تھا نہ فجر کے بعد بن نہ ترجمہ قرآن پڑھاتے شعر و سخن میں بھی ملکہ تھا اور شاہانہ تعلیموں سے مبرا مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں 'مصنوع التوحید فی رد التقلید' ارشاد السائکین فی مسائل الثلاثین تذکرہ خوان فی خطبۃ الجمعۃ فی کل لسان ارشاد الانام فی ذبیحۃ الفاتحہ خف الامام تبصرۃ الانام فی ذبیحۃ الجمعۃ والدتہ خف الامام ونیز رسالہ ضیاء السنہ کلکتہ کے بھی آپ ہی ایڈیٹر ہے، ۵ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنی یادگار ایک لولد الصالح مولوی حفصہ عبدالستار چھوڑا جو اسی سن میں آنغوشہ بدری میں جاسوئے مولوی عبدالرحمن صاحب موسیٰ نے ذیل کی رباعی میں 'تاریخ وفات نکالا'

محبی آہ چوں رست نمودہ بختم سال تاریخ وفاتش
بحسن سعی اشش مشکور بادا نذازد ما تھے "مغفور بادا"

۱۳۵۲ھ

عبدالستار عمر پوری

(مسل ۲۱) متوفی یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ ۶۵۶۵ ۶۱۹۱۶ (ع ۲۱)

ابن مولوی عبد الجبار سن ۱۳۱۰ھ استاذہ میں آپ کے تانا و داموں (مولوی عبدالرحمن معین الدین و حکیم مولوی عبید الرحمن صاحب) جناب علامہ محمد بشیر سہسوانی اور آپ کے والد ماجد مولوی عبد الجبار مرحوم ہیں وہیں نظامی کی تکمیل مدرسہ احمدیہ آرد میں کی اور کلام پاک ۱۳۰۵ھ میں حفظ کر لیا۔

تعلیم و تدریس کا مشغلہ رہا سالہ اثبات، ہجرتی رد شری لاثر، دایک سالہ مرزا اے قادیان کی تردید میں لکھا۔

مرحوم خلوص و کرم کا نمونہ اور اس شباب میں بھی زہد و پارسائی کا مرقع تھے و محترما

کہ باغ عالم کی ۳۴ ویں بہار دیکھ رہے تھے کہ خود اپنا نخل حیات کٹ گیا، ایک صاحبزادہ (مولوی عبدالغفار فارغ التحصیل دارالحدیث رحمانیہ) چھوڑا، جنہیں راقم نے (۱۳۵۱ھ) میں ایک بار دیکھا اور پھر دیکھنے کی ہوس ہی۔

سید عید السلام بن سید شریف حسین بن سید حضر میا نصیب

(عدد مسلسل ۲۲) متوفی ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ = یکم نومبر ۱۹۱۶ء (عدد ۲۲)

منجہ دیگر حضرات کے مولوی محمد اسحاق راہپوری سے علوم پڑھنے کے بعد حدیث و تفسیر جناب میا نصیب سے پڑھی، قرآن مجید بھی حفظ کیا طلباً کو ترجمہ قرآن بلاناغہ پڑھاتے اور بعض اوقات حدیث بھی شفقت ترجم کا بفع تھے، علم میراث میں دسترس بھی، خط نستعلیق فارسی و عربی دونوں میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، اس وقت کے عام مذاق کے مطابق (قلمِ عمدہ بناتے غلیلِ بندوق کے بے حد شوقین مزاج امیرانہ کلم سخن مگر خیر اناس من نفع الناس تھے ۳ صاحبزادے اور ۳ دختر چھوڑ کر ۵۵ سال کی عمر میں آسودہ بچد ہوئے، آپ کے بعد شیخ الکل میا نصیب کے خاندان کا کوئی فرد اپنے سلاف کا جانشین نہ بن سکا، آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب کس کے گھر جائے گایہ سیل بلا میرے بعد

عبدالرحمن حناں

(عدد مسلسل ۲۳) متوفی ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ = ۱۹ فروری ۱۹۲۰ء (عدد ۲۳)

والد کا نام حسن مرزا، جن کا سلسلہ نسب خاندان مغلیہ سے ملتا ہے یعنی حسن مرزا بن خدابخش گل بخت بن نور محمد بن سلطان بختاور بن مجاہد الدین، ابو نصرت احمد شاہ بن روضہ اختر ابوالفتح

محمد شاہ بن خجستہ اختر جہاں شاہ بن محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ بن ابوالنظر محمد امین
اور ملک زیب میگرد رحمۃ اللہ علیہم، غرض اس سلسلہ کے مطابق صاحب ترجمہ مرحوم حضرت
صاحب قراں امیر تیمور کی ۲۰ ویں پشت سے ہیں مولد کھڈ ملک اس لادت ۱۸۵۲ء بمطابق
۱۲۶۹ھ) قرب جوہر کے مدارس میں ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد شیخ نبی باب سے حدیث
پڑھی حضرت میان صاحب سے مکرر حدیث و تفسیر پڑھ کر سند و اجازہ حاصل ہوا اور اپنے
شفیق استاد کی رحمت کے بعد اسی مدرسہ (میان صاحب) میں برسوں سند علم و فن کو مزید
فرمایا اور تعداد شگرد موجود ہیں تمام علوم میں نظر ترقی بعض مسائل میں منفرد بھی تھے،
مثلاً عید الضحیٰ پر ایک ہی روز کے لئے قربانی کے قائل تھے اس پر ایک سالہ بھی لکھا آخر
عمر میں حج بیت اللہ کے لئے گئے واپسی میں جہاز ہی میں مرض منوینہ عارض ہوا جس سے
۶ ماہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا، کثیر العیال تھے اس وقت بھی خدا کے فضل و کرم سے
۵ صاحبزادے اور ایک ختم موجود ہیں بڑے بڑے کے ۵ فقط بعد لحد و س صاحب بنیات سے
بھی آگاہ ہیں ان کے چھوٹے بھائی میں عبدالستار بیگ صاحب ایم اے عثمانیہ کالج
(حیدر آباد دکن) میں ہیں خط و کتابت سے انکی وسعت اخلاق ظاہر ہوتی جمہوریت
الحدیث کے بڑے ہمدرد ہیں اللہ تعالیٰ عمر و عمل میں برکت کرے (آمین)

ڈپٹی سید احمد حسن صاحب "حسن التفامیر"

(۲۴ مسلسل ۲۴) متوفی ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ = ۹ اپریل ۱۹۲۰ء (عمر ۲۴)

مولد دہلی سن ۱۲۵۸ھ خاندانی تعلقات کی وجہ سے دہلی عمر قندہ معنی میں بسر
کی وہیں قوری امیدی (میتوٹن ٹونڈا) سے قرآن حفظ کیا تا آنکہ ۱۳۵۸ھ عکاسیل ہوا تھا

جس میں آپ کے والد ابن عیال کو لے کر بیٹا لے چلے گئے، اس وقت صاحب ترجمہ کی عمر کا ۱۴ اور ان سال تھا یہاں پہنچ کر مرزا احمد بیگ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، خود فارسی پڑھنے لگے، دفتری کام کی حقیقت بھی پیدا کر لی (جس کی وجہ سے بعد میں عدالت میں تقرری کے لئے رہتہ صاف ہو گیا) اس زمانہ میں ٹونک میں علم کا دریا بھاڑا تھا، مار رہا تھا، ادھر کا رخ کیا، صرف و نحو تک پڑھا تھا کہ دہلی کا ہنگامہ فرو ہو گیا، اب تمام قافلہ سمٹ کر دہلی لوٹ آیا اور باقاعدہ تحصیل شروع کی، یعنی اول تو کچھ مدت بمعیت مولوی عبد الغفور دہلی میں پڑھا، پھر دونوں حضرات خوجہ مولوی محمد حسین خاں کے درس میں شریک ہوئے، جہاں منطق فقہ و اصول فقہ کی تعلیم کے بعد علی گڑھ مولوی فیض الحسن سہارنپوری کے سامنے زانوئے ادب تہ گئے، اور علوم مندرجہ بالا کے علاوہ تفسیر بھی پڑھی، دہلی میں حضرت مینا صاحب کا درس جاری ہو چکا تھا، حدیث و تفسیر یہاں آکر پڑھی، طب حکیم امام الدین خاں سے پڑھ کر حکیم حاتم الدین خاں (عرف منجھلے میاں) کے مطب میں حاضر ہوئے اور سند طبابت حاصل کی

تکلیف کے بعد؟

مینا صاحب کی خدمت میں رہے آئے تدریس فتویٰ نویسی کوئے لئے استاد کے مشورے سے ڈاکٹر نذیر احمد خاں مرحوم کے ہاں شادی قرار پائی اس زمانہ میں ڈاکٹر صاحب گورکھ پور قیام فرماتے یہ تقریباً ہیں سرانجام پانی شادی کے بعد ڈاکٹر صاحب آپ کو حیدر آباد دکن لے گئے اور ضلع ناندر میں بمشاہدہ ۸ سو روپیہ ماہوار ڈپٹی کلکٹر مقرر ہو گئے اس فرائض کے عہد پر رہ کر بھی دینی خدمت کا شوق دامنگیر تھا، یہاں قرآن کریم کا وہ مترجم نسخہ مرتب کیا جس میں شاہ ولی اللہ شاہ قیوم الدین اور شاہ عبدالقادر (رحمۃ اللہ علیہم) تینوں حضرات

۱۵۔ یہ نسخہ نایاب ہو چکا تھا مگر دہلی کے مخیر و مخلص المحدث صاحب نے ۱۳۴۶ھ میں اسے پھر چھپوایا ہے۔

کے ترجمہ جمع کئے اس نسخہ پر پناہ مثل حاشیہ "حسن الفوائد" لکھا ہوا حدیث بنوی سے استفادہ اور الحدیث کی نصرت پر دال ہے رد وہی میں کتب "حسن التفسیر" لکھی ہیں موصوع نام سے فہرہ ہی در فی الباب بہترین کتب ہی یوں کمنا چاہئے کہ احسن الفوائد متن ہی در یہ کی شرح بلوغ مرم فی ادلتہ الامکام اور مشکوٰۃ المصابیح کے حواشی (۷ بی میں) لکھے متفقہ لڑوۃ لکھی جس کی تکمیل مرحوم کے بعد مولوی شرف الدین صاحب (مقیم دہلی) نے کی ۱۳۰۸ھ میں زیارت حرمین کے لئے گئے وہاں انہی مشکلات کا سامنا ہوا جو رضی اللہ عنہ میں اس وقت ہر عامل بحديث کے لئے مقدر بھتیں مؤرخ محمد امجد علی خیز پر تشریف لائے علم کے آخری دور میں منشن مل گئی اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے

حافظ عبد الوہاب (بامینا)

(مسل ۲۵) متوفی و آخر جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ - ۱۹۲۰ء (۶۰ سال) (۲۵۵۵)
 مولد و منشا تھیں در شیعہ ایٹھ فقط قرن حدیث لکھے بے شمار حدیثیں نوک بان بقیں
 ابہ الی تعلیم کا ماجر معلوم نہیں ہو سکا حدیث و تفسیر فقہ حضرت مینا صاحب سے پڑھی مولوی
 کفایت اللہ شاہ بیہا پوری (والدہ بعد مولوی محمود صاحب انارشاہ سے علوم و فقہ (حدیث بھی)
 حدیث شیخ حسین عینی سے بھی پڑھی مولوی محمد سیق دہلوی (منہجی) اور مولوی محمد بشیر سہرانی
 سے منقول پڑھا طب حکیم عبد المجید خان دہلوی سے حکم صاحب مرحوم آپس کی نسبت اکثر فرمایا کرتے باوجود کہ
 وہابی ہی مگزس کی طباعی اور ذہانت کی وجہ سے بھٹے اس سے فصاحت و محبت ہی تمام علوم منقول
 و منقول بلا دریغ پڑھتے مگر حدیث کے لئے "نصائے عام" تھی کہ نہ زنجیر کے بعد شروع ہوتے
 اور غٹ تک سلسلہ جاری رہتا، تہجد کے وقت بھی کوئی غائب علم اصرار کرتا تو اتنا نہ تھا اور

حدیث میں ملکہ بھی بہت تھا، طبیعت منظرانہ تھی، زود درس اور عرصہ جوانی غضب کی تھی، مخالف کو ایسا چچا تلاجو ب دیتے کہ بجز سکوت کے چارہ کار نہ رہت، عمل کا نمونہ اور حیثیت مذہب کے مجسمہ تھے، وعظا کہتے تو قرآن حدیث کے دریا بہا دیتے، راقم الحروف نے بھی کافرس اہلحدیث کے دو جلسوں میں آپ کے وعظ سنے، لادلد رہے اور کوچہ نشینوں متعلک غلط فہمیں قیام تھا،

عبد الستار کلانوری

(معدلس ۲۶) متوفی ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ = ۳۱ اگست ۱۹۱۱ء (عہد ۲۶)
والد کا نام قاسم علی مولد قبضہ کلانور ضلع راجستھان، اوائل عروج و چورگزار می مدرسہ دارالکتب السنہ (دہلی) میں جملہ کتب حدیث صرف و نحو اور فقہ مولوی عبدالوہاب صاحب (صدری) سے پڑھیں (غالباً) اور حضرات سے بھی استفادہ کیا، مگر ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے، فراغ کے بعد مدرسہ مذکور ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور قومی نویسی بھی کرنے لگے اسی وجہ سے خود کو مفتی لکھتے متاہل ہونے کے بعد دفتر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس دہلی کے محرر مقرر ہوئے، اتفاقاً سلسلہ بیاباں بھی قائم رہا، سالہ ہمدرد اہلحدیث "دہلی ہوار" جاری کیا
عین عنفوان شباب میں بیضہ سے شہادت پائی، اپنی یادگار ایک صاف خدادی چھوڑی ۲ بھائی منشی عبدالغنی اور میاں عبداللہ بھی مرحوم کے رونے والوں میں ابھی تک باقی ہیں، راقم الحروف سے بھی مراسم تھے،

حافظ محمد ابراہیم

(عدد مسلسل ۲۶) متوفی ۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ = جولائی ۱۹۳۲ء (عدد ۲۶)

ابتداءً قرآن حفظ کیا، نصف و نحو شریعت کی تعلیم دہلی کا مشہور مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ قائم ہو گیا پورا نصاب ۱۰ سال تک ختم کیا مدرسہ کی عام سند کے علاوہ جناب مولوی احمد اللہ صاحب صدر المدرسین رحمانیہ نے ایک علیحدہ سند اپنی طرف سے اور صلیبی رحمانیہ سے تکمیل کے بعد انجمن اہلحدیث رنگون کے، سرار پر (بش ہرہ) ایک سو روپیہ وہاں چلے گئے، آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی سفارت پر جوبانی ہند کا دورہ کیا اور کابل تو دیکھے کہ پانچزار روپیہ لے کر لوٹے، اسی طرح ایک مہینہ جمعیت بغداد دہلی کی سفارت پر نکلتے جانے کا اتفاق ہوا اور تھوڑی سی مدت میں ۱۲ سو روپیہ چندہ جمع کر کے لائے، کشمیر کے واقعات ابھی تازہ ہیں، وہاں کے مسلمانوں کے ادبار کی اصلاح کے لئے جب یہ تجویز ہوئی کہ بیرون ریاست (کشمیر) سے تنفیہ کیے جائیں جس جدوجہد میں ہزار مسلمان قید و بند میں جکڑے گئے، اس جہاد میں صاحب ترجمہ نے دہلی میں وہ کام کر کے دکھایا کہ جس کی اپنے پرانے سبب تعریف کی اور حق تو یہ ہے کہ سب نے مان لیا کہ جماعت اہلحدیث کو تمام مسلمانوں کا درد ہر قوم مجلس، سرار اسد دہلی کے سکریٹری تھے دہلی کے اسلامی عکرا ان کے اشاروں پر نقل و حرکت کرتے، انہوں نے اس رسم کی اس حفاظت کے پادش میں قید بھی ہوئے مگر استغاثہ کے بعد جولانیاں اور بھی زیادہ تھیں،

۱۹۳۲ء میں مسٹر لیگ کابو جسٹس مسیح فتح پوری دہلی میں چودھری ظفر اللہ خان صاحب (قادیانی) کی سفارت میں ہونا قرار پایا تھا اس کی محنتیوں تمام قوم پر درمستطہ

دہندہ نے کی، مگر اس موقع پر جس ثبات و استقلال سے حافظ صاحب نے عین جہنگاہ میں مقابلہ کیا، تمام دہلی ان کا سکھ مان گئی،

جامعت اجمدیث دہندہ کے لئے ایک جامع اخبار جاری کرنا چاہتے تھے خریدار فراہم کرنے کے لئے ملک میں دورہ شروع کیا۔ سکندر آباد (دکن) تک پہنچے تھے کہ طاعون کی پھیٹ میں آگئے فوراً دہلی کا قصد کیا جہاں نوروز ٹنک زندگی و موت کی کشمکش میں رہ کر آخر موت کی گود میں جاسوئے دہلی کے عوام و خواص نے ان کی موت پر جو گریہ و زاری کی اس سے مروجہ کی ہر دلعزیزی کا اندازہ ہو سکتا ہے،

میرٹھ آباد اجمدیث میں بھی ایک سال قیام کیا، مدرسہ رحمانیہ دہلی میں بھی کچھ مدت منصرف رہے، الغرض یہ، اگر اور جیتے تو دنیا ان کے کاٹنے دیکھ کر دنگ رہ جاتی، اور دارالحدیث رحمانیہ کی کیفیت یہ ہے۔

دارالحدیث رحمانیہ کے بانی شیخ عبدالرحمن اویسی شیخ عطاء الرحمن رؤف نے دہلی سے میں شیخ عبدالرحمن صاحب کاسن ۱۹۰۲ء میں انتقال ہو گیا اور شیخ عطاء الرحمن صاحب سایہ نقی ہیں ذخیرہ عمر میں اور ترقی بخشے یہ دارالحدیث ۱۹۳۵ء میں قائم ہوا۔ اس کے نام مصداق صاحب مہتمم کے ذمہ ہیں ایک عمارت جدید تعمیر ہے بارہ بند دروازے ہیں جس میں دارالتعلیم اور دارالافتاء علیحدہ علیحدہ ہیں۔ طلبہ کے خورد و نوش کا ذمہ دار مدرسہ ہی ہے اور کھانا عمدہ ملتا ہے ساتھ ہی کھانا کی تحفہ ہوں گا میرا بندہ یہ کہ شیخ الحدیث کو تیس روپیہ ہفتہ میں ہوتے ہیں (وقت علی ہذا) ایک وقت میں بقدر ۲۰ کے ساتھ اور طلبہ جتنے آسکیں، مدت نصاب ۶ سال۔ نصاب میں زندگی بھر حدیث و تفسیر یعنی موجودہ نصاب میں بندہ ترقی مدرسہ کا ایک مائمانہ رسالہ محدث ہے جو بلا طلب قیمت شائقین کی خدمت میں صرف صرفہ ڈاک ۴۴ پر جاری ہوتا ہے۔

علمائے دہلی

(موجودین)

احمد اللہ شیخ الحدیث

بن امیر اللہ بن فقیر اللہ بن سردار بن قائم

(عدد ۲۸)

(سلسلہ ۲۸)

مولد و وطن موضع مبارک پور ضلع پرتاب گڑھ آپ کے والد بزرگوار مولوی امیر اللہ مرحوم جناب شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی صاحب جرنی اور مولانا سخاوت علی جوہری کے فیض یافتہ تھے آپ شاہ صاحب مدوح کی ہجرت کے بعد حج بیت اللہ کے لئے گئے تو مکہ معظمہ میں قراۃ امیر بیگ داماد شاہ صاحب موصوف سے پڑھی سن، وہ کی جنگ آزاری میں لکھنؤ جا کر لڑے مگر دوران لڑائی میں خود یہ خیال منہرما کر کہ یہ جنگ دنیوی ہے ہتھیار بھول ڈالے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۴ فرزند عطا فرمائے جو سب کے سب زیور صلاح و تقویٰ سے مزین تھے مگر علم کی نعمت جس فراوانی سے مولانا احمد اللہ

حصہ اول

(صاحب ترجمہ) کو ملی۔ اور اس دولت کو جس فیاضی سے آپ نے لٹایا۔ دوسرے
بھائی اس سے بہرہ یاب نہ ہو سکے۔ و۔ ضرب اللہ مثلاً عبداً مملو کا لانا
یقدر علی شئی بر من زرفقاہ متارزقا حساناً فمویفقہ من سرّاً و جہراً
حل یتوون؟

آپ کے اساتذہ علم و فن یہ ہیں۔

(۱) میاں پیر محمد سے قادیسی گلستان وغیرہ
(۲) سید محمد امین نصیر آبادی (رائے بریلوی) سے صرف و نحو تاج
شرح جامی پڑھی۔ اور حفظ قرآن شریف

(۳) مولانا ہدایت اللہ خالص صاحب جو پوری سے شرح وقایہ
اور آپ کے ایک شاگرد سے قطبی و میر قطبی پڑھی۔

(۴) مولوی زمین العابدین جو پوری وکیل سے۔ جلالین پڑھی
اس کے بعد بھوپال کے لئے شد رحال فرمایا۔ اگرچہ اس وقت نواب
صدیق حسن خالص صاحب رحلت فرما چکے تھے مگر بساط علم بھی پورے
طور سے اٹھی نہ تھی۔ یہاں چند سال رہے۔ اور ان حضرات سے اس طرح
استفادہ کیا۔ یعنی

(۵) مولانا لطف الرحمن صاحب بردوانی سے علوم و فنون یعنی

مطول، میرزا اید و ملا حسن وغیرہ۔

(۶) شیخ حسین یمنی سے (صحیحین۔ ترمذی اور نسائی پر مبنی)۔

(۷) مولانا سلامت اللہ بے راج پوری سے صحیح بخاری ابن ماجہ اور

شرح تہذیب الفکر پڑھی۔

(۸) مولانا احمد صاحب سندھی مہاجر کی (شاگرد عبد القیوم صاحب
بڈھانوی خدیف الصدق شاہ عبدالحی صاحب) سے صحیح بنی رسی ثلث اول
اور اوائل صحیح مسلم پڑھے۔

(۹) قاضی ایوب صاحب بھوپالی (شاگرد عبد القیوم صاحب
ممدوح) سے سنن نسائی اور جامع الترمذی کا کچھ حصہ پڑھا۔
الغرض بھوپال کے اُس زمانہ کے جملہ مشہور و اعلام سے استفادہ
کرنے کے بعد بقصد دہلی روانہ ہوئے۔ مگر اس سفر میں الہ آباد بھی قیام
فرمایا اور

(۱۰) مولانا منیر الدین خان صاحب (تلمیذ مولوی محمد حسن صاحب
کانپوری) سے میرزا ابد، ملا جلال اور قدسے مہلول پڑھی اور دہلی
تشریف لے آئے جہاں

(۱۱) مولوی محمد اسحاق صاحب منطقی پوری سے قاضی مبارک اور
(۱۲) ڈپٹی نذیر احمد خان صاحب سے کتب ادب عربی سببہ معتبرہ متنبی
اور مقامات حریری اور نہ سہ پہرے۔

(۱۳) مولانا تلطف حسین صاحب بہاری سے کتب فرائض پڑھیں۔
(۱۴) مولوی عبدالرشید رام پوری (پروفیسر طبیبہ کالج دہلی) سے
حمد اللہ ہدایہ آخریں، میرزا ابد و رسالہ غلام بھٹی پڑھے۔
(۱۵) مولوی نظام الدین مدرس مدرسہ حسین بخش سے شمس بزم

صدر، مسلم اثبوت، تصریح، شرح عقد اور خیالی پڑھیں۔

(۱۶) شیخ اکل میان صاحب سید نذیر حسین صاحب کے درس میں صحیح

و بعض دیگر کتب صحاح کے دور میں شریک ہو کر سند و اجازت حاصل کیا۔
میان صاحب کا یہ آخری زمانہ تھا کہ اس کے بعد جلد ہی شمع حیات گل ہوئی۔

(۱۷) اور مولانا محمد بشیر سہسوانی سے میرزا اہد امور عامہ و شرح

اشارات پڑھے۔ ۱۳۴۵ھ میں حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوئے۔ تو

(۱۸) شیخ محمد بن عبد اللطیف بن ابراہیم بن حسن نجدی محدث سے

کتب متداولہ احادیث کا سند و اجازت حاصل ہوا

(۱۹) سند و اجازت حدیث مولانا شمس الحق ڈیا نوی صاحب

”عون المعبود“ سے بھی حاصل ہوا۔

(۲۰) قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے زمانہ قیام بھوپال میں سند

بال ولایت حاصل ہوئی

اتنے اعداء و اہل غفل سے پڑھا۔ مگر جو فائدہ علمی و دینی آپ کو مولانا

محمد بشیر صاحب سہسوانی سے ہوا۔ وہ بیان سے فزوں تر ہی مدوح مرحوم سے

غلو محبت کا نتیجہ سمجھئے کہ ان کے ارتحال کے بعد آپ کی مشہور تقریر فرنیۃ

فاتحہ خلف الامام جو مولانا محمد بشیر صاحب نے متواتر ایک مہینہ تک مسجد

حوض والی واقعہ نئی سڑک دہلی میں درسا فرمائی تھی آپ نے کتبانی شکل

میں چھپوا دی۔ اس کتاب کا نام البرہان العجائب فی فرنیۃ ام الکتاب ہے

تکمیل کے بعد ہے

تمام زندگی درس تدریس کے لئے وقف فرمادی۔ کہ پوسے بیس سال تو مدرسہ
علیجان دہلی میں پڑھایا جہاں جمعہ معقول اور منقول حدیث و تفسیر پڑھاتے تھے
اسی دوران میں دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) کی تاسیس ہوئی اور غالباً اول
ایوم ہی اس میں تشریف لے آئے عرصہ سے یہاں پڑھاتے ہیں۔ اور
دارالحدیث رحمانیہ میں تدریس کتب حدیث و تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث وغیرہ
شیخ الحدیث کا لقب کسی کا غلط کردہ نہیں۔ بلکہ جب کثرت تدریس اس حد تک
پہنچ گئی تو زبان عوام نے آپ کی تلقی خود بخود شیخ الحدیث سے کی و کذا ایک
یہ بھٹیک ربک

طلباء کا کیا ذکر اس کتاب اور اس کے حصّہ ثانی میں آپ کو اکثر و بیشتر حضرات آپ کے
سلسلہ تحدیث میں منسلک نظر آئیں گے۔

سنہ ۱۳۳۲ میں ایک مامانہ رسالہ تبلیغ السنہ اپنے زمانہ قیام مدرسہ علیجان (دہلی)
میں جاری کیا مگر مشیت خداوندی نے آپ کو صرف تحدیث کے لئے تخلیق فرمایا تھا
اس لئے دُھر سے جلدی ہٹ لیا

حضرت شیخ الحدیث کی ان کمیات کے ساتھ کچھ کیفیات بھی ہیں جو دنیا لبا
کثرت مزاولت حدیث کی وجہ سے خود بخود پیدا ہوتی گئی ہیں پھر ان کیفیات کے
تاثرات ہیں جو آپ کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل ہوتے ہیں آپ کے ان محاسن
کے اس قدر عام ہونے کی وجہ سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ
ع رکھو یا رب یہ درجہ بخیرتہ گوہر تھا

محمد یونس بن شیخ محمد اسحاق

(عدد مسلسل ۳۵)

(عدد ۲۰)

مولد و مکن موضع کٹھار (ضلع پرتاب گڑھ اودھ) سن ولادت ۱۳۱۲ھ
جناب شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب (صدر المدرسین دارالحدیث رحمانیہ
دہلی) کے خواہر زادہ ہیں جن کے فیضانِ صحبت سے علم و فضل کے اس درجہ پر
فائز ہوئے،

جملہ معقول و منقول جناب محمد وحی سے پڑھے اور بعض کتب حافظہ صاحب
غازی پوری علیہ الرحمۃ سے آپ کے زمانہ قیام دہلی میں پڑھیں مضمون تمام درس
نظامی و منقولات سبقتاً سبقتاً اور حرفاً حرفاً پڑھے اور ۱۳۳۵ھ میں سند فراغ
حاصل کی۔ بعد تکمیل ایک سال دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) کی سند تدریس کو
ردنی بخشی ۱۳۳۱ھ سے مدرسہ میا نصاحب دہلی میں تقرر ہوا جہاں اب تک
۱۵ اس مدرسہ کی بنیاد خود شیخ اکل حضرت مولانا سید تیز حسین صاحب نے اپنے دست مبارک سے
رکھی اور تقریباً اسی سال تک شیخ اسی مدرسہ میں درس قرآن و حدیث و غیرہ کا دیتے رہے۔
ہندوستان کے جلا شایر علماء و فضلاء اسی گھستاں کے چولہے میں حضرت میا نصاحب کی آخری
وصیت فرزندانِ توحید کے نام ہی رہی کہ اس میرے نگائے ہوئے باغ کی آبیاری کرتے رہیں
بعد رحلت حضرت میا نصاحب مختلف دور اس مدرسہ پر گزے آخر میں مدرسہ کا نظم و نسق
پھانک جیش خاں کے پیچہ بزرگ حاجی محمد زکریا صاحب ماجرکی کے ہاتھ میں آیا۔ اپنے بیٹے

بغیر تھکن حاصل ہو مسجد میں صاحب کے خلیفہ بھی آتے ہیں۔ مدرسہ میں ایک
 طویل وقفہ کے بعد درس قرآن کی تجدید پھر سے آپ سے کر دی ہو حضرت شیخ اصل
 کے فیض یافتگان صحبت کی اور وہ اس مدرسہ کے درس میں پھر جمع ہوں
 مع خدا رحمت کند کہ اس عاشقہ بن پاک طینت را راقم الحروف بھی آپ کے
 اسباق و درس قرآن میں حاضری کے شرف سے غنیمت ہو ابیات قرآن و فقہات
 حدیث میں خوب برہ ہے

شاہد ان از جسد زخیر رنگیں و مبدع

ز ابد الی راز خندہ لاند دل و دیں کردہ اند

صنفہ درس میں طلباء کی کثیر تعداد ہے جس سے آپ کے کثرت توفیق کا اندازہ
 کیا جاسکتا ہے۔

دلیہ حاشیہ ص ۷۹۔ دوسرے ہمارے وقت کراچی میں مدرسہ میں چوں چوں
 حاجی صاحب کہ معظّمہ ہجرت فرمائے تھے انہیں میں تشریف لائے۔ دربارت المعنی میں بدقون ہوتا
 غفرت اللہ ان کے بعد ان کے فرزند ابوبکر بنی حنفیہ نے اس صاحب کے مدرسہ ہاشمیہ اپنے ذمہ
 لے لیا آپ کے حسن انتظام سے مدرسہ روز بروز رونق و کمال پر پہنچ رہا ہے جو غلط فہمی میں
 صاحب مذہب اہل حدیث کے پرانے بھی خود میں آپ نے کثرت و بنگال میں اجماعیت کی بہت سی نشا
 انجام دی ہیں اجماعیت کانفرنس کے لئے جمعیت علماء بنگال میں دورہ کیا جمعیت تبلیغ اجماعیت
 طاہرہ کے بانی آپ ہی ہیں آپ کو علی رؤسہا السلام سے خدائے حق نے جو توفیق و توفیق سلطان ابن سعود
 و نجدیوں کی حمایت میں ایک کتاب بنام "اقوال نفیسہ تصنیف کر کے مفت شائع ہو جس میں علماء
 فضائل حج کے تاریخ نجد پر خاص روشنی ہے جو خزانہ آپ کا وجود جماعت اجماعیت کے لئے بہت ثمر

ابوسعید شرف الدین

(سلسلہ ۳۰)

(جلد ۳۰)

بن چودھری ام الدین قوم راجپوت اعوان مولد گوجرات پنجاب عمر تقریباً ۶۰ سال آپ کی والدہ مرحومہ کی رحلت پر آپ کی خالہ آپ کو شاہ پور (پنجاب) ہمراہ لے گئیں بدو شعور سے پڑھنا شروع کر دیا، ابتدائیات مختلف جگہ پڑھیں، اور مزید استفادہ (علم) ان حضرات سے کیا،

مولانا عبدالحق صاحب محدث ملتانی سے شرح تہذیب شریعہ جامعہ اور مشکوٰۃ مصباح کا ایک ربع اور مدوح کے والد مولوی سلطان محمود مرحوم سے ترجمہ قرآن مجید اور جلالین کا آخری سبع مولوی خلیل الرحمن مظفر گڑھی سے 'قطبی' میر قسطنطینی، ہدیہ سعیدہ شرح ہدایت نکمت یسندی نور الانوار تفسیر جامع البیان اور مشکوٰۃ کے ۳ ربع یہاں سے پھر استاد اہل یعنی مولوی عبدالحق صاحب ملتانی کی خدمت میں زانوئے ادب سے کئے اور کتب ذیل پڑھیں یعنی جامع الترمذی، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے بعض اجزاء اور چند دیگر کتب فضائل ابی تشریف لے آئے اور کتب تذکرۃ الصوفیہ سے بعض کتابیں مکرر اور بقیہ درس

نظامی ان حضرات سے پورا کیا یعنی
حافظ عبد اللہ بیگ مولوی حکیم ابراہیم سنبھلی، ڈاکٹر تذییر احمد خان، حکیم عبد الرشید
حافظ عبد الوہاب نابینا مولوی منفع علی، مولانا مائے محمد بشیر سہوانی
محمد اللہ تعالیٰ سے

بعد اساع اطراف صحاح حضرت شیخ حسین عربیہ سے اجازہ و سند حدیث

اصل کی، حضرت مینا صاحب علیہ الرحمہ اور صاحب عون المعبود (مولانا کے شمس الحق
ڈیاناوی) سے بھی استفادہ ہوئے،
تکمیل کے بعد؛

دہلی ہی کے ہو رہے مولوی عبدالغفور مرحوم سے شرف مصداقت نصیب ہوا،
اور تدریس کا ماجرایہ ہی کہ دتاؤلی (ضلع علی گڑھ) میں مولانا (خانقاہ)
محمد یونس خان صاحب کے صاحبزادگان علی یعنی محمد انس خاں (مرحوم) اور خان بہا
مولوی محمد یونس خاں صاحب کو صرف و نحو سے لے کر حدیث تک پڑھایا، مدرسہ
ریاض العلوم دہلی میں مدرس رہے، یہ صاحب مرحوم کی مسند علم پر عزت تھیں
سے فائز ہوئے اور آخر میں خود اپنا ایک مدرسہ دہلی میں بنام ”مدرسہ سعید یہ“
۴ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ سے قائم کیا، جو بخیر و خوبی جاری ہے،
تصانیف، اکثر حصہ غیر مطبوع ہی، لعل اللہ یحدث بعد ذکرہ، انہما فیہ
یہ ہے

(۱) تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ، جس کا ابتدائی حصہ دہلی احمد
مرحوم نے لکھا تھا، اور کتاب الزکوٰۃ سے لے کر آخر تک آپ نے لکھا، (۲)
تخریج آیات، آیات مندرجہ صحیح بخاری کی جمع و تدوین (۳) شرح ابن ماجہ
چند اجزاء جنہیں مولانا کے شمس الحق ڈیاناوی نے پسند فرمایا (۴) حاشیہ نصب الراية
فی تخریج الہدایہ (۵) کشف الحجاب عما فی البرہان الحجاب (تصنیف علامہ محمد بشیر سبحانی
مرحوم) جسے مولانا احمد اللہ صاحب محدث دہلی نے بنام ”برہان حجاب فی فریغۃ مملکتہ“
شائع کیا۔ یہ (۶) اسکا اردو ترجمہ ہے۔

(۶) کتاب الاکراہ "گشت زارنامہ

صدریہ دہلویہ کے "تجرۃ الزقوم" یعنی "مسئد دم جھاڑہ" کا تریاق اور یہ
تمام کتابیں ہنوز غیر مطبوع ہیں۔ —————

ترجمہ شیخ الرواہ

اس موقع پر اجمال مذکور کی قدر سے تفصیل ضروری معلوم ہوتی ہے اور
وہ نوہ ہمارے جماعت کے ایک عالم دین کے تلمذ و طغیان کا مولوی عبد الوہاب
صاحب متانی اپنے ذہور علم اور کثرت شذوذ و در شذوذ کی وجہ سے کسی تعارف
کے محتاج نہیں ان کا آخری اجتہاد "مسئد دم جھاڑہ" ہی شریک منہوں سے
یعنی یہ کہ مسموم ہو یا مر لعل مار گزیدہ یا مصروع (ای من کان) شریک الفاء
سے اس کو تعویذ یا دم کیا جاسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جماعت اہلحدیث کی
نزاکت توحید سے کسی — عنوان گوارا نہ کر سکتی تھی اور نہ کر سکی آخر جماعت
ہی سے مولوی عبد الوہاب صاحب کا اخراج کر دیا گیا۔

وہ حسین ہیں تو ہوا کریں وہ ہیں مہ جیں تو کیا کریں
میری حسرتوں کا کیا ہے خوں میرے دل سے اب اتر گئے

مولوی عبد الوہاب اسی حسرت کو لے کر قبر میں جاسوئے اور ان کے بعد ان کے
خلف الصدق حافظ عبدالستار صاحب اسی "دم جھاڑہ" کا ارمان لئے بیٹھے ہیں
مدعی توحید اور اس قسم کے شرک ہائے جلی!

اہل کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

پھر صاحب ترجمہ کا ذکر، یعنی

مسنذات میں (۷) شرح مسند امام احمد بن حنبل ہے، یہ اس نسخہ کی شرح ہے
 بنت حضرت، علامہ مولانا کے قلم سے عبد الحکیم صاحب نصیر آبادی نے نقلی طور پر
 پر مرتب کیا، یہ تبویب علی بن نجیب مع الصبیح لکھنوی ہے، ۶۰ جلدات میں ہے،
 صاحب نصیر آبادی نے جہلمیس پوری کتب آل انڈیا ائبڈیتھ کانفرنس دہلی،
 کو پیش کر دی، کانفرنس نے مولانا کے موصوفہ صاحب ترجمہ کا تہہ کیا، اپنے اس
 وقت کے تبویب عالمی کتاب خانہ طبعی پر شریک ہے۔

۶۰ صفحہ تک چھپ بھی گئی، کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا، کاش یہ کتب چھپ جاتی
 تو ہماری جماعت کے اولیات سے یہ بھی ہوتی، کہ اب تک مسند امام احمد بن حنبل
 کی تبویب نایاب تھی، مگر اب اس سلسلے میں مسرے سے چھپ کر آگئی ہے،
 صاحب ترجمہ اگرچہ صاحب اولاد ہیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تذکرہ
 اولاد سے نہیں بلکہ علم و تعلیم سے باقی رہے گا،

عبد الرحمن

(عدد مسلسل ۳۱)

(عدد ۳۱)

بن فتح الدین بن عبداللہ قوم راجپوت ساکن موضع کٹھ مضر تحصیل خوشاب (پنجاب) مولوی فقیر اللہ مرحوم مدرسی کے حقیقی بھائی اور ان سے عمر میں ۳۴ سال چھوٹے ہیں، ابتداً اپنے برادر بزرگ مولوی محمد (متوفی ۱۳۱۱ھ) سے پڑھا، پھر ان حضرات سے یعنی مولوی ظفر الدین مولوی عبداللہ چکڑالوی مولوی یسین رحیم آبادی سے (سراجی و میبذی)، مولوی اسحاق منطقی سے (منطق تاماضی)، مولوی ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی و مولوی یوسف حسین ہزاروی سے ادب، شیخ پنجاب اور حضرت میان صاحب سے حدیث و تفسیر، غرض جامع العلوم ہستی ہیں، تکیس کے بعد جس طرح اکتساب کے لئے دہلی کو متوف کیا، اسی طرح اذہ علم کے لئے بھی دہلی ہی کو مختار ٹھہرایا متواتر ۳۴ برس تک مدرسہ علیجان مرحوم میں پڑھاتے رہے اور اب مدرسہ صدر بازار میں پڑھاتے ہیں، کثرت مزاولت سے تمام کتابیں مخقر ہیں شاگردوں کے نام کہاں تک لکھے جائیں ۳۰ سال میں کتنے حضرات نے آپ سے اکتساب کیا ہوگا ۱۰ سمار تلامذہ کے کفارہ میں صرف علامہ جناب عبدالعزیز صاحب مبین راہ جگونی پیر و فیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نام نامی کافی ہے اس وقت ۷۰ سال کے قریب عمر ہے اور عہدہ اخیر میں بعض اوقات پر جو واردات گزرتی ہیں ان کا اثر آپ پر بھی ظاہر ہو رہا ہے، صاحب اولاد ہیں مگر امید نہیں کی جاسکتی کہ ان صاحبزادوں میں سے کوئی ایک بھی ایسے مشہور نام باپ کے علم و تقویٰ کا عاقل ہو سکے، آہ!

محمد بن ابراہیم (جو ناگدھی)

(جلد ۲۲)

(جلد مسلسل ۳۲)

مولد جو ناگر ٹھہرے کہ ٹھیکہ دار وطن ہی میں ایک حدیث بزرگ مولوی عبداللہ سے کچھ پڑھنا سنی سے دہلی کی روایت عم سُن کر یہیں کا تہیتہ کر لیا، مگر آپ کے والد بزرگوار اس پر راضی نہ تھے زیادہ اصرار پر انہوں نے مصارف نہ دینے کی دہلی دی ایک رفیق عبدالسلام کے ہمراہ گھر سے چلے گئے اور دہلی آکر مدرسہ امینیہ میں داخل ہوئے مگر عامل بالحدیث ہونے کی یادداشت میں جلد ہی ہی نکال دیے گئے، اسی روز مسجد فتح پوری میں مغرب کی نماز پڑھنی کہ آمین میں اپنے ایک ساتھی سے توارد ہو گیا۔ بعد ازاں اُسے صلوٰۃ اُن سے اپنی مصیبت بیان کی تو انہوں نے مدرسہ مولوی عبدالوہاب صاحب دہلی صدری کا پتہ بتایا، غرض ابتداء یات حضرت ونحو اور حدیث و تفسیر یہاں سے پڑھی، اور حدیث کی بعض کتابیں مولوی عبدالرشید صاحب (مقیم پچھلے جیش خاں دہلی) اور مولانا کے عبدالرحیم غزنوی امرتسری مرحوم سے بھی پڑھیں، منطق دہلی کے مشہور استاد منطق مولوی محمد اسحاق مرحوم منطق سے پڑھی، مرحوم کی عزالت گزینی کا یہ زمانہ نہایت یاس افزا تھا کہ کسی سے منے تک کے رد ادا نہ تھے، مگر سید عبدالسلام صاحب مرحوم مالک مطبع فاروقی کی سب و سفارش سے صاحب ترجمہ کار ابطح قلم ہو گیا، لیکن اس پر بھی یہ قدغن کہ گردقت مقررہ ۱۰۰ روپے پر جس کا اعلان مولوی اسحاق صاحب کی کاک گھڑی کرتی اگر شگرد فوراً ہی دروازہ پر موجود نہیں تو دوسرے

دن تک کے لئے دروازہ پھر بند اس پر بھی شوقین شاگردیندروپے پا پائے
کی نذر کرتے اور آئے دن کی سفارشیں مستزاد پس جونا گڑھ سے جو پونجی اپنی
دکان بیچ کر ہمراہ لائے تھے یوں منطق کی نذر کر بیٹھے اور مولوی اسحق صاحب
کی رحلت کے بعد مولوی ایوب صاحب پراجہ سے منطق پڑھی یعنی بقیہ تشریح

بعد فراغ (دہلی ہی میں) اجمیری دروازہ کی سجدہ الہیہ میں درجہ محمدیہ
تکم کیا اور سالہ گلدستہ محمدیہ جاری کیا جو رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا اخبار جمیری
(۱۵۱۵ رورہ) کی شکل میں باقعدہ نکل رہا ہے جس کے ذریعہ شعور دین کی
خوب اشاعت ہوئی،

اجمیری دروازہ میں کئی سال قیام رہا مگر آخر باڑہ ہندوڑے میں اپنا
ذاتی مکان تعمیر فرمالیا۔ منجمد دوسرے کارناموں کے صاحب ترجمہ کی مجاہدانہ
زندگی میں آپ کے اور آپ کے استاذ مولوی عبدالوہاب صاحب (مقامی صدقہ)
کے وہ مناظرے بھی یادگار ہیں جن کے نتائج میں مولوی عبدالوہاب صاحب
کا طبل انا ولا غیر می بند ہو گیا۔ یہ مناظرے مسئلہ امامت پر نہیں بلکہ امامت مولوی
عبدالوہاب صاحب پر تھے، ان مناظروں میں ایک تقریری منظرہ بہت
دلچسپ تھا جس میں مولوی عبدالوہاب صاحب کی طرف سے ان کے اس سیشن
کے وزیر اعظم حافظ مولانا نائے عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی میدان میں درآئے
اور ناکام واپس پھرے۔ (مگر اب حافظ عنایت اللہ صاحب اس امامت سے قطعی
منحرف ہیں جیسا کہ ان کے ترجمہ میں انشاء اللہ مذکور ہوگا) آخر الامر یہ کہ مولوی
عبدالوہاب صاحب کے شد و ذہر جو مواخذہ مولوی محمد صاحب نے کیا اس کی

پاداش میں مولوی عبدالوہاب کا عروج یک قلم بہدل بہ زوال ہو گیا جس میں آخری
 دہکے مولوی ابوالفضل عبداللہ صاحب بہاری مدیر اخبار اجدیت گزٹ
 دہلی نے لکھا (اور اس کا تذکرہ ابوالفضل صاحب کے ترجمہ میں ہو گا انشا اللہ)
 مولوی محمد صاحب کے حسد میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب علی کے
 بندہ انی آپ کے مواعظ کے اثر سے جادہ تسلیم سے ہٹ کر شاہ راہ سنت پر آ گئے
 تو ان کی دپسی کی سر توڑ کوشش سرگرداؤں حضرت سرکردگی مفتی کفایت اللہ
 صاحب صدر جمیۃ العلماء ہند کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر حضرات احذات کی یہ
 برہمی اس صورت میں آشکار ہوئی کہ آپ کی یک تصنیف در محمدی کی بنا پر کلکتہ
 میں آپ پر استغاثہ تو چین مذہب کرادیا گیا جس میں ۵ سو روپیہ جرمانہ اور مہینوں
 کی صعوبات سفر اور بے شمار روپیہ صرف ہوا اب مقدمہ ۴۲۵۰ روپے میں اتر ہو کر
 ۱۹۳۱ء میں ختم ہوا

محمدیات ۹

آپ نے بقدر ۶۰ کے کتبیں سمیٹیں اور ہر کتاب مصنف بہ نام پاک محمد
 فرمائی یعنی صلوٰۃ محمدی، صیام محمدی، ذکر علی ہذا، اس نام کی برکت سے
 محمدیات کا یہ سلسلہ ابدی توحید و تبلیغ سنت میں خوب کامیاب ہوا، اور (ان)
 محمدیات میں قلم کی روانی جس طرح قابل تعریف ہے، بیان و تذکرہ میں بیان
 کی سحر آفرینی اس سے بھی فزوں تر، کہ اگر توحید پر لب کث ہوں تو سننے والے
 اختیار ملالہ لا اللہ پکار اٹھتے۔ اور گزشتہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں
 نغمہ سراہوں۔ تو گویا علی بلبل چمک رہا ہے ریاضہ رسول میں

تصانیف جو اپنی تسمیت کی وجہ سے بھی بابرکت ہیں یعنی صلوٰۃ محمدی،
 صیام محمدی، زکوٰۃ محمدی، ایمان محمدی، حج محمدی، توحید محمدی، برائت محمدی،
 طریق محمدی، امام محمدی، حقوق محمدی، میلاد محمدی، برہان محمدی، درایت
 محمدی، عقائد محمدی، سیرت محمدی، عقیدہ محمدی، دلائل محمدی (۲ حصہ میں)،
 ہدایت محمدی، سیف محمدی، صراط محمدی، معراج محمدی، انعام محمدی،
 آئینہ محمدی، درود محمدی، تحفہ محمدی، تعلیم محمدی، فرمان محمدی، صدائے
 محمدی، اذان محمدی، جماعت محمدی، عصائے محمدی، مملکت محمدی، ضرب
 محمدی، شمع محمدی، خطبہ محمدی، مناظرہ محمدی، وفور محمدی، تنوید محمدی، فیصلہ
 محمدی، سراج محمدی، امامت محمدی، مرحمت محمدی، حقیقت محمدی، تائید محمدی،
 مشکوٰۃ محمدی = رسالہ مذمت سود، موت میت کے مسائل، مسجد کے محراب
 کے منع ہونے کی ترکیب، مرغ کی قربانی، قبروں پر پھول، کتاب الاکراہ،
 در محمدی (جس کی بنا پر کلکتہ میں آپ پر فوجداری مقدمہ چلا) دین محمدی،
 (ترجمہ اعلام الموقعین لابن النقیم) اور تفسیر محمدی (ترجمہ تفسیر ابن کثیر) یہ آخری
 دونوں کتابیں آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

اس لٹریچر سے عسا کر موحدین کے ہاتھ میں وہ زبردست حربے آگئے کہ جنگی
 ضرب سے قصہ تقلید میں شکاف در شکاف ہونے لگے،

فہمہ رکھے تم ہی تم ہو نظر پڑتی ہے عالم کی

تدریس کا مشغلہ بھی ہے اور صاحب اولاد کثیر ہیں

حافظ حکیم عبید الرحمن عمر پوری

(ابن مولوی عبدالرحمن معین الدین)

(عدد مسلسل ۳۳)

(عدد ۳۲)

مولد و منت قبیلہ عمر پور، ضلع مظفر نگر، ابتدائی کتبہ اور تہذیب و تہذیب و تہذیب سے
اور بعض اپنے علم زاد برادر جناب مولوی فتیہ الرحمن صاحب (مقیم کشتہ) سے
پڑھیں، حدیث مولوی عبدالصمد غزنوی (برادر مولوی عبدالحمید غزنوی صاحب ہل
بہ مرزا سقادیان) و مولوی عبدالرحیم غزنوی بن عبداللہ صاحب و
امام صاحب مولوی عبدالجبار غزنوی سے پڑھی سند و اجازہ حدیث حضرت
میان صاحب سے بھی حاصل ہوا، طلب قاضی عبداللہ خان پوری سے پڑھی
سلسلہ طبابت ذریعہ حاشیہ اور و عطا تذکیر "زاد امداد" سے
بیان میں تسلسل اور روانی خوب ہے، محمد نواب گنج دہلی میں قیام ہے،
طلباء بھی آجائیں تو شوق سے پڑھیں، اپنے خاندانی مدرسہ مطبعہ العلوم میرٹھ
میں بھی تشریف لے جاتے ہیں دہلی کے موجود قلم شدہ مدرسہ جامع العلوم از سابق
ریاض العلوم کے ناظم ہیں، شش ماہ سے مالہ ریاض توحید ماہانہ آپ کی
ادارت میں نکل رہا ہے، کثیر الاولاد اور امتداد نے اس کرم خاص سے بہرہ یاب ہیں
کہ تمام صاحبزادے دولت علم کے ساتھ نعت عمل سے بھی مستعد ہیں اور ان میں سے ان
ہی باربعہ کے تراجم نقل ذیل ہیں جو ہماری کتب کے نصاب میں کامل ہیں، یعنی
مولوی عبداللہ عبدالنبی، مولوی عبید اللہ عبدالشکور، مولوی فضل عبدالکبیر، مولوی عبدالغنی

سید حکیم عبد الحفیظ

(عدد مسلسل ۳۴)

(عدد ۳۴)

حضرت میا نصاحب مرحوم کے برادر حقیقی مولوی سید توسل حسین صاحب
 کے صاحبزادے مولد قصبہ سوہج گڑھہ (منطقہ مونگیر بہار) سن ولادت ۱۲۹۵ھ
 (ماہ ربیع الاول) اپنے عم محترم کی طرح آپ نے بھی دہلی ہی کو دامن بنالیا،
 ابتدائی کتابیں اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھیں، ادب معہ مولوی اسحاق
 رام پوری سے، منطق مولوی محمد اسحاق دہلوی سے، آخری کتابیں (السیات
 کی) مولوی سلامت اللہ جے راجپوتی سے، فقہ و حدیث و تفسیر شیخ حسین عرب
 یمنی اور حضرت میا نصاحب (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے، طب مولوی عبدالرشید خان
 رام پوری حکیم، فطوح عبدالولی لکھنوی اور حکیم قاسم علی خان صاحب حوم دہلوی
 سے پڑھی،
 تکمیل کے بعد؟

میا نصاحب کے مبارک عہد اور آپ ہی کے مدرسہ میں فتویٰ نویسی اور
 طلبائے بہار کی تعلیم آپ کے ذمہ تھی، تدریس کا سلسلہ اپنے استاد کے
 بعد بھی جاری رہا، تا آنکہ ۱۳۳۵ھ میں، آنکھیں ڈکھنے لگیں کہ ایک
 آنکھ کی بصارت ہی زائل ہو گئی، طلبائے تدریس کا مشورہ دیا، لیکن
 اس تہذیب پر بھی یہ شغل کھینچنا چھٹ سکا،

گر کیا نہ صبح نے ہم کو قیدِ اچھپ ہوا
یہ جنوںِ عشق کے ننداز چھٹ جائیں گے کیا

طب کا مشغلہ بھی شروع کر دیا اور اب تک یہ فیض جاری ہے صاحبِ ولادت ہیں

نواب ضمیر الدین احمد رئیس لوہارو

(جلد مسلسل ۳۵) (جلد ۲۵)
نواب سردارالین عزیزی مرحوم کے خدیف الصدق اور خندان مغلیہ کی یادگار
ہیں اسن ولادت ۱۰ دسمبر ۱۸۶۶ء (۱۹ شعبان ۱۲۸۴ھ) کو ابتداً اردو ادب
مرحوم سے پڑھا، تکمیلِ منقولات و معقولات موبی سیدنی (حنفی) دہلوی سے کی
حدیث بھی انہی بزرگوں سے پڑھی تدریس کا مشغلہ ہمیشہ رہا آیا، مگر اس طرح
کہ جو طالب علم دولتکدہ پر کتاب لے کر حاضر ہوا پڑھ گیا، چند کتب میں لکھیں، مگر
دوسروں کے نام سے شائع کرادیں، اسی طرح شاعری کا حال ہے اردو اور
فارسی میں بہترین غزلیں، ورم رقص قصائد لکھے مگر وہ بھی شاہانہ فیاضیوں کی
دبہ سے اوروں کو بخش دیئے، راقم الحروف کو بھی دو ایک تشبیہ سننے کی
سعادت نصیب ہوئی، عانی تخلص فرماتے ہیں پرانی وضع اور قدیم حال و حال
کے بزرگ ہیں، اول دہنیں ہوئی،



شیخ احمد مہاجر مدنی

”سلام علی نجد و من حل بالنجد“

(عدد مسلسل ۳۶)

(عدد ۳۶)

مولد موضع چاد چیلوں والد (ضلع جھنگ) جہاں سے آپ کے والد میاں محمد بن قائم مرحوم دہلی تشریف لے آئے یہیں نشوونما ہوئی (اور مولوی عبدلواہاب صاحب صدیقی ملتانی دہلوی آپ کے علاقائی بھائی ہیں) ابتداً پنی بس کے مختلف مقامات میں پڑھا یعنی حافظ اکبر مرحوم مولوی عبدالرحمن پڑھی پالی مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی (امر تسری) مولوی عبدالاول و مولوی عبد الجبار غزنوی اور مولوی حافظ عبداللہ صاحب روپڑی (امر تسری) سے اپنے برادر بزرگ مولوی عبدالوہاب صدیقی ملتانی سے حدیث پڑھی اور غالباً حدیث ہی کا کچھ حصہ مولوی عبد الجلیل صاحب سامرو دی سے پڑھا

اسی طرح مدرسہ اراک کتاب السنۃ اور مدرسہ صدر بازار دہلی میں کچھ مدت پڑھا یہ بھی آل انڈیا ایلمنٹریٹ کانفرنس دہلی کے صدر دفتر میں ۱۵ سال محضر رہے اور افتاء کا کام بھی کرتے رہے راقم الحروف کو آپ کے زمانہ رشہ ہی سے آپ سے نیاز حاصل ہو چکا تھا اور سرگرم درکن ہیں انہی کاوشوں کا ثمرہ ہی کہ عہد البلاء دہلی اور اس کے علمی و تمدنی ہنگاموں کو ترک کر کے بطنی کو اپنا مسکن بنالیا ہے

حق در دواق و مدرسہ و قیل و قال در

اینها بک کوئے تو مار د نہادہ ایم

پھر اس ہجرت کا بہترین اجر و نفع احوال خرقہ (مدینہ منورہ ہی میں ایک مدرسہ
"دار علوم القرآن الحدیث" کا قیام ہے

یا پرید احمی حبک اللہ

مرحباً مرحباً! قول قول!

اس وقت ان کے مدرسہ میں ۲۴ علم اور بقصد ۴۰ کے فوقانی و تحتانی
جماعتوں میں طالب علم ہیں و رہندوستان کے موعودوں کو اس مدرسہ کی
مادی اسانت کی سعادت حاصل ہے

تصانیف

صلوۃ المسلمات (اردو) اور زمانہ قیام ہند ہی میں لکھی اعمال الحج (اردو)
زمانہ ہجرت میں ابھی حال ہی میں (رجب ۱۳۵۲ھ میں) تاریخ الحدیث (عربی)
میں لکھی ہے جو ایک جامع اور پر منفعت کتاب ہے

حد جب او یاد ہیں ۲ بیچ ہیں جو سب کے سب عمریں کم سن لکڑجیران
رسول مہوٹے کے اعتبار سے ہم سب سے بزرگ تر ہے

غیتہ اس کی جو مرغ اس کہ ہو راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں



عبد اللہ

(سلسلہ ۳۷)

(جلد ۳۷)

بن مولوی رحیم بخش متوطن اٹا وہ مولوی رحیم بخش مرحوم بھی صاحب علم تھے منجہ دوسرے اساتذہ کے قاضی بشیر الدین قزوچی (قاضی بھوپال) سے مستفیض ہوئے اور اٹا وہ پہنچ کر توحید و سنت کا پیغام عوام کو پہنچایا۔
مولوی عبید اللہ صاحب نے ابتدائی کتابیں اپنے والد ہی سے پڑھیں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، تو آپ دہلی چلے آئے قاضی عبد الوہاب نابینا مولوی عبد الوہاب صدیقی ملتانی کے علاوہ حضرت سیانصاحب شیخ بکھل سے بھی پڑھا، طب شفا الملک حکیم رضی الدین احمدی (دہلی) سے پڑھی اور ان کے مطب میں بھی رہے،

تکمیل کے بعد؟

ایک مدت مدرسہ دارالمدنی "دہلی میں حدیث پڑھائی ان دنوں مدرسہ زبیدیہ میں مدرس حدیث ہیں اور دہلی ہی میں سکونت اختیار فرما چکے ہیں آپ کے ایک بھائی مولوی عبد الرشید صاحب ہیں جن کا ترجمہ آگے منقول ہے،

افسوس اسی دوران میں صاحب فرائض ہوئے اور آخر قبر میں جا سوئے

تاریخ وفات : ۱۳۵۶ھ

عبدالرشید

(عدد ۳۸)

(۲۸۶)

ابن مولوی رحیم بخش مرحوم ساکن اٹوہ مختلف اساتذہ سے مختلف علوم پڑھے
جن میں سے مولوی عبدالمنان و قاضی پوری مولوی عبدالرحمن شاہ پوری پوری
مولوی عبدالوہاب صاحب مکتفی دہلوی اور مولوی ابوسعید شرف الدین صاحب
قابل ذکر ہیں اور ان دونوں مدرسہ سبب السلام دہلی میں تدریس پڑھاتے ہیں،
ان دونوں بھائیوں کی سادگی طبع کا مستثنیٰ سمجھئے کہ اتنا مختصر ترجمہ لکھ کر بھیجا

حاجی عبدالغفار

بن عبدالرحمن بن عیین

(عدد ۳۹)

(۲۹۶)

دہلی میں خواجہ ضیاء اللہ ایک رئیس اور معزز سوداگر تھے جن کا سلسلہ اولاد اس
طرح سے ہے

خواجہ ضیاء اللہ

حاجی عیین

عبدالعزیز عبدالرحمن عبدالحمید عبدالرشید

عبدالغفار عبدالجبار عیید الرحمن
(صاحب ترجمہ) عبدالوہاب

عبدالستار

یہ خاندان ”علیمان والوں“ کے نام سے دہلی ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی مشہور ہی علم و تمول ۲ چیزیں اس خاندان کے تمام افراد میں بقدر مشترک پائی جاتی ہیں مگر دوسری حیثیت اس طرح عام ہو گئی کہ شہرت علم اس کے سامنے دب گئی اور نہ خاندان کا ہر فرد دولت علم سے بھی بہرہ یاب ہو اور تشرع کا کیا ذکر کہ تمام خاندان کا خاصہ ہو گیا ہے،

اس خاندان میں عمل بالحدیث کی ابتدا عبدالعزیز (بن علیان) سے ہوئی، جماعت کی عام نصرۃ کے علاوہ دہلی میں بالحدیث کے جو مقدمات تفرقات احناف کے ساتھ ہوئے اور جن کی اپیل مانی کورٹ تک ہوئی ان میں ایک فریق ہی خاندان رہا، اور عام اسلامی کاموں میں بھی سابق الی الخیر رہے آتے ہیں،

اس وقت خاندان میں خصوصیت کے ساتھ ایک صاحب علم و خلوص تھ جناب مولانا شیخ عبدالوہاب صاحب ہیں (جن کا ترجمہ آگے چل کر آتا ہے) دوسرے یہ بزرگ (قبلہ حاجی عبدالغفار صاحب) مگر حاجی صاحب باوجود دولت علم سے متمتع ہونے کے خود کو ہمیشہ چھپائے رکھتے ہیں، لیکن

کتنا چھپایا رازِ محبت نہ چھپ سکا

افسانہ ان کے عشق کا مشہور ہو گیا

آپ نے صرف و نحو و کتب معانی مولوی حمایت اللہ صاحب سے پڑھیں مشکوٰۃ المصابیح سید شریف حمین بن حضرت میانصاحب سے، سید صاحب ممدوح جناب میانصاحب سے حجاب کی وجہ سے مسجد کی بجائے گلی میں بیٹھ کر پڑھاتے، اسی طرح بعض کتب حدیث دوسرے اساتذہ سے پڑھیں، بیچھین میانصاحب

سے پڑھی ان، سباق میں مرحوم مولانا عبد العظیم شرر کھنوی آپ کے ہم سبق
تھے یہ تمام جماعت نوبت بہ نوبت قراۃ کرتی اتنے میں ماہ مبارک آگیا وہ پڑھنے
والوں میں پنجابی اور پوربی کا تنزع پیدا ہو گیا، میں صاحب نے فرمایا ”پنجابی
پڑھے نہ پوربی دہلی والے پڑھیں“ چنانچہ قراۃ کا فخر آپ (صاحب ترجمہ کو صاحب
ہوا) اس عہد میں میان صاحب ”ہدایہ“ کا پڑھنا چھوڑ بیٹھے تھے، مگر آپ کی خواہش
پر منظور کر لیا اور فرمایا کہ اب آنریا تو ”ہدایہ“ محمد حسین (مولانا باٹ لوی مرحوم) کو
پڑھانی یا عبد الغفار کو،

دہلی میں ابھی تک مٹی کے چراغ کے سوار دشنی کا اور انتظام نہ تھا جس کی
روشنی میں مٹی لود کی وجہ سے آنکھوں کی بھارت کم ہو گئی،
اخلاقی لحاظ سے بھی آپ مربع انام میں اور کاروبار کے اعتبار سے جو دکان
للہ رام لال نہ کرایہ کی تھی اب ایک ذاتی شاندار کوٹھی (واقعہ نئی شرک دہلی) میں بہت
بڑی فرم کی صورت میں ہی جس کی ایک شاخ مکہ معظمہ میں بھی ہے، ”اللہم زد و فرد“ اور
آپ آل انڈیا اتحادیت کانفرنس کے صدر منتخب ہیں۔

عبدالوہاب

(عدد سلسلہ ۴۰)

(عدد ۴۰)

بے حد اصرار پر صاحب ترجمہ نے اپنے جو حالات (وہ بھی نہایت مختصر)
خود رقم فرما کر مجھے جینہ نقل کئے جاتے ہیں،

”عبدالوہاب بن حاجی عبد الجبار بن حاجی عبد الرحمن بن حاجی عیسیٰ بن مرحوم

و المعروف پیمیاں) تاجر تاریخ ولادت ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۱۵ھ مولد وطن
دہلی ۲۰ سال کی عمر میں مکہ معظمہ کی حاضری نصیب ہوئی وہیں سکونت تعلیم تربیت
کی سعادت حاصل ہوئی وللد الحمد فدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر بھی حرمین شریفین
میں قمامائے

”اساتذہ مکہ معظمہ میں اس وقت جو ہندوستانی عالم تھے زیادہ تر ان سے
فیض حاصل ہوا دیگر ممالک اسلامیہ کے حجاجین اہل علم سے بھی استفادہ کیا
ان دونوں قسموں میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں قاری محمد بیگ دہلوی مولوی
مغلہ حسین اعظم گڑھی بھوپالی مولوی عبدالستار کتبی مولوی مشتاق احمد صاحب
کاپنوری مولوی عبید اللہ صاحب سندھی قاری عبداللہ صاحب حرم خواجہ
عمر لطفی آفندی شیخ حبیب اللہ شفیعی

”ان حضرات کے سوا بھی سند حدیث بہت سے عالموں سے تبرکات حاصل کی
جن میں یہ حضرات قابل فخر ہیں یعنی مجاہد اعظم سید احمد شریف سنوسی (شیخ سنوسی
مشہور) محدث اشام سید بدر الدین الحسنی محدث المغرب سید عبدالحی کتانی
”بعض کتابوں کی اشاعت کی مثلاً علل الحدیث لابن ابی حاتم المسوی

ولی اللہ دہلوی

”اسی طرح مدرسہ اراحدیث مکہ معظمہ کے قیام و ترقی کی کوشش اور حجاز کے
دوسرے مدارس کی ترقی و اصلاح کی سعی کرتا رہا“ تالیفات مجموعہ رسائل حج
(اردو) (جس میں اسرار حج حج بنوی ادعیہ حج شامل ہیں) البلد الامین^(۱۲۰)
یعنی تاریخ مکہ معظمہ تسہیل درایۃ المیزان مقدمہ (المصنفی کا عربی ترجمہ) النفعۃ اللہ

شاہ ولی اللہ کے حالات عربی

”عام مشغل اکثر وقت سستی اور بیکاری میں گزرتا ہی کچھ تجارتی کاموں میں اور بہت ہی کم وقت مطالعہ کتب یا مذاکرہ علمیہ میں انحصار“
 ”صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے علم یوں ہی تمام ہوتی ہے“
 ”جماعت کے ساتھ خصوصیت“

احب الصالحین استنہم عمل اللہ یرزقنی صدقاً

ضیاء الرحمن بن بدر الدین عمر پوری

بروایت (تحریر) مولوی حکیم عابد الرحمن صاحب

(عدد مسلسل ۱۴۱) (عدد ۴۴)

”آپ نے دیگر علوم حاصل کرنے کے بعد جوانی میں علوم عربیہ دینیہ کی طرف توجہ کی اور یہ سب فیضان آپ کے علم محترم مولانا معین الدین عبدالرحمن مرحوم عمر پوری کا تھا ماشاء اللہ پوری توجہ مبذول فرما کر حدیث پر نظر فرما کر حاصل ہو گئی آپ کا مطالعہ زبردست رہا، بعض وقت بڑے بڑے ماہرین درس و تدریس کے ذہن میں جو مسائل نہیں آتے آپ انہیں بخوار کتب حدیث و ابواب بتانے میں یدِ طولی رکھتے ہیں، اس لئے بعض اصحاب ارادت کہتے ہیں کہ ہمیں مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھ کر اطمینان ہو جاتا ہی، آپ شروع سے سادہ وضع اور نمونہ سلف ہیں تصنیفات و تالیفات سے جدا ہیں ہمدردی و غم خواری اور فائدہ رسانی و ہمدردی آپ کی طبیعت ہو گئی ہے۔“

زہد و تقویٰ کا گویا آپ نقشہ ہیں مختصراً

مؤلف = سالہا سال سے کھنتہ مسجد اہل حدیث کو لوٹو لہ میں امام جماعت
ہیں، بعض کتابیں بھی لکھیں جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے، برسوں رسالہ
ضیاء السنہ (ماہانہ) نکالا

عبد اللہ عبد البصیر

(بن مولوی عبید الرحمن صاحب علم پوری)

(عدد مسلسل ۴۲)

(عدد ۴۲)

ذی استعداد، امتحانات منشی فاضل، مولوی فاضل و دبیر کام سے فارغ
اپنے والد ماجد بزرگوار اور جدا مجد مولانا معین الدین عبد الرحمن صاحب سے
بھی مستفید، انگریزی سے بھی واقف، اس وقت مسلم حلیم پانی اسکول کان پور میں
ہیڈ مولوی ہیں، خاندانی تربیت کے موافق شعار اسلام کے پابند ہیں، اس
خاندان میں اکثر حضرات کے دود و نام ہیں

عبید اللہ عبد الشکور

(بن مولوی عبید الرحمن صاحب علم پوری)

(عدد مسلسل ۴۳)

(عدد ۴۳)

اپنے والد ماجد سے پڑھا، مدرسہ مفتح العلوم میرٹھ اور مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
میں تحصیل علم کی، مولوی احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث دار الحدیث رحمانیہ اور

عبد الجلیل..... فیصل ندوی

(بن مولوی عبید الرحمن صاحب عمر پوری)

(عدد مسلسل ۴۵)

(عدد ۴۵)

پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل، فاضل ادب و دبیر کامل لکھنؤ یونیورسٹی کے سوانذہ العلم لکھنؤ کے فارغ التحصیل، انگریزی سے بھی واقف اپنی خاندانی روایات علم و عمل کے حامل ہیں

عبد الغفار رحمانی

(بن حافظ عبدالستار عمر پوری)

(عدد مسلسل ۴۶)

(عدد ۴۶)

خاندان عمر پوری دہلوی کے نونہال مولانا حافظ عبدالستار مرحوم کے اکلوتے فرزند صلاح و اخلاق میں اپنے اسلاف کا نمونہ۔ دارالحدیث رحمانی دہلی کا پورا نصاب مسلسل پڑھا۔ اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ تکمیل کے بعد مدرسہ انوار احمدیہ آرد میں پڑھاتے رہے۔ اب جامعہ رحمانیہ بنارس میں پڑھاتے ہیں عمر ۳۳ سال ہوگی۔

عَلَمِ الْهُدَى، بَیِّنَاتِ وَقْتِ

قَاضِی شَنَارِ الْهِدَایَةِ

قاسمی شہار اللہ پانی پتی

متوفی رجب ۱۲۲۵ھ

فہم مکر صون فی جنات النعیم

۱۲ ۲۵

(جلد اول)

(جلد مسلسل ۴۴)

کیرا، ولی شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی، اویں پشت سے تھے، برس کی پانچ سو
 کریم حفظ کر لیا، اور ۱۶ ویں برس میں جملہ علوم دینیہ و نقیصہ پر حاوی ہو گئے، تیس سو
 شہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اور بیعت اولیٰ شاہ محمد بدستامی سے کی، ان کے در
 پر حضرت مرزا منصور جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس طرح شاہ عبدالعزیز صاحب
 محدث (دہلوی) نے آپ کو بیعتی وقت کا خطاب بخشا، اسی طرح حضرت مرزا صاحب زعفر
 جانجاناں نے آپ کو علم الہدیٰ کے خد سے سرفراز فرمایا،

ذیاب صدیق حسن خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں،

”ورمنا از شیخ جمال جد خود و شیخ عبدالقادر جیلانی ترمیت و بشارت یافتند“

یہ خوب محمود نے قلم کیا، کہ امام تہجدی (جو بستی شافعی عیسائی الہیہ سے تھے) کے حق میں کہا گیا، ”ہاں شافعی
 اور سنی علیہ منہ لا احمد بیعتی خان نے بھی شافعی بننے سے ترجمہ کیا، امام شافعی کے صاحب میں سوا
 (امام بیعتی کے ایک ہی یہ نہیں جس پر امام شافعی کا ایمان مسلم، نہ ہو مگر، امام شافعی خود بیعتی کے ممنون
 ہیں، امام سنی نے فرمایا، بیعتی کی تصنیف کی کوئی مثال نہیں“

”ایضا تصنیف بے شمار وارد گویند بہ ہذا رجزہ سیدہ و ورا در محدث فی نہ بود“

(تحائف النبلاء ص ۱۰۰)

و میرزا منظر نے فرمودند در دل فقیر نہایت یشاں ہے آید از روئے صلح و تقویٰ و دیانت
 مروج شریعت منور طریقیت ملکی صفت اند ملکہ تعظیم ایشاں سے نہایت اگر خدا سے
 روز قیامت از بندہ پرسد کہ بدرگاہ ہماچہ تحفہ آوردی عرض کنم شمار اللہ پانی پتی
 "اوقات بطلعت و عبادت معہ روزا شتند بعد رکعت نماز نہایت مقرر نموده
 منزل قرآن در ہجرت سے خواندند منصب قضا نیت نمودند حق آں جنانکہ باید
 ہی آوردند رسوم متعارفہ قضا از ایشاں بنظر رنے آید از اصحاب ایشاں
 پیر محمد سید محمد و گھیب بصحبت ایشاں رسیدہ یہ نسبت ہائے طریقہ قاضی
 شدند" (تحقیق النیل ص ۲۳۱، ۲۳۲)

اپنی تفسیر (قرآن) کا نام حضرت میرزا منظر جان جاناں کے ساتھ محبت کی وجہ سے
 "تفسیر منظری" رکھا ہے

اس کے بعد "معارف" (اعظم گروہ) کا مضمون ملاحظہ فرمائیے
 "یہ صحیح نہیں کہ آپ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے بلکہ
 آپ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے حضرت شاہ عبدالعزیز
 کی صغریٰ ہی میں فارغ ہو کر آپ اپنے خاندانی منصب قضا پر پانی پت میں ممتاز
 تھے وہیں سلسلہ درس بھی تھا، پانی پت میں قیام کی وجہ سے درس و تدریس نے پورے شہر
 میں پانی پتی مگر تصنیف و تالیف اور تحقیق و معارف مجددیہ کے بیان میں آپ حضرت شاہ
 ولی اللہ کے عمل مذہب میں سب سے فائق ہیں اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی تصانیف اس معاملہ

سے نقصان بخود الابرار" ص ۱۱۳

میں شاہ عبدالعزیز سے بڑھی ہوئی ہیں تو بے جا نہیں۔
 ”شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کو ”بہیقی وقت“ اور آپ کے پیر حضرت مرزا جانی نے
 آپ کو ”علم الہدی“ فرماتے تھے۔ ورثہ دینی اللہ کی بختہ اندیشان گراں کے
 کسی شاگرد میں نمایاں ہو تو وہ صرف آپ کی ذات گرامی ہو۔“

”یہ تو آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں مگر تفسیر منہری، دینی دنیا میں ایک بہترین
 تصنیف ہے جس کی خوبی کا اندازہ تمام مستعدین دین و دنیا فرین کی سوال و تفسیر کے معانی
 کے بعد آپ کی خاص تاویل دیکھنے سے کیا جاسکتا ہے۔“

”اس تفسیر کا کچھ حصہ چھپ چکا ہے اور پوری تفسیر خاص خاص کتب خانوں میں ہے آپ نے
 اپنے پیر بھائی حضرت مولانا نعیم اللہ بھرائی کو ایک خط لکھا ہے جس میں اس تفسیر کا حجم اور جو
 کچھ اس میں ہے اسے ذکر کیا ہے اس کے اصل خط نقل کیا جاتا ہے۔“

فقیر از خدمت سالی دور است اما بحکم ”المرامع من احب“ در نیست
 انت۔ اللہ تعالیٰ در بہشت صحت موبہ دیتہ فرخہ بدشہ تفسیر منہری بغضرت
 کرمۃ اختتام پوشیدہ بفضل الہی در ضمن تفسیر قرآن متکفل بین مذہب فقہ
 وادلہ شان در ضمن مسائل فقہ و مسائل کلام و مسائل اصول و مبرو
 مغازی سید الانام و اختلاف قراءۃ کافی دشانی آمدہ میں ہمہ محض غور
 کرامت منہر تلخیص بجانب مرتبہ خود فیوض الہی ست ورنہ اس فرمایہ رچہ
 منہر متاویج مجلد اول قریب سہ صد جزو ہست ورقے کر از یک تحفہ کاغذ
 چہار ورق است تمام شدہ حق تعالیٰ مقبول جناب خود ہر زد

(از مکتوبات قلمی)

”حضرت مرزا صاحب (سنگھ جاناں) نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک سارہ لکھنے کی فرمائش کی تھی اُسے آپ نے ملکہ کر حضرت مرزا صاحب کی خدمت قدس میں بھیج دیا تھا مگر وہ آپ کے حسبِ خواہ نہ تھا اس نے اپنے قاضی صاحب کے پاس اُسے بھیجا اور چند کتابیں اور بھیج کر لکھا کہ اپنے علم کے مطابق ایک کتاب سیرت پر لکھو قاضی صاحب نے اُس کی تعمیل فرمائی ایک سارہ عذف اسذبح کے ساتھ چودہ کتابوں سے مع جو کہ کتب لکھا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال غنی ابواب کے ساتھ جمع فرمادئے تھے اختلاف روایات کی تطبیق اور مذہب راجح کی ترجیح کے وجوہ بھی حسبِ موقع ایسے مجتہدانہ انداز سے درج فرمادئے کہ جن کی خوبی کا اندازہ طالب علم ہی اچھی طرح کر سکتا ہے یہ رسالہ ابھی طبع نہیں ہوا اصل مسودہ قاضی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود ہے اس کے شروع میں اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سارہ ہے صاحب مقامات منظری نے آپ کے تحریر علمی کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور رسالہ کا ذکر فرمایا ہے جس کے خاص اہم فائدہ ہیں“

”در علوم عقلی و نقلی تبحر تام دارند در فقہ و اصول بمرتبہ اجتہاد رسیدہ کتب بوط
در علم فقہ بابیات ماخذ و دلائل مختار مجتہدان نہ اسباب راجعہ در مسئلہ تالیف
نمودہ اند و آنچه نزد ایشان اقوی ثابت شدہ آن رسالہ جدا سمی بہ
”ماخذ اقوی“ تحریر فرمودہ در اصول نیز ”مختار است“ خود نوشتہ اند
”افسوس کہ بادیوہ کوشش بیغ اب تک میں اس آخری رسالہ کی زیارت سے

محروم رہا“

”رسالہ کلمات یلہبات میں چند مکتوبات آپ کے شائع ہوئے ہیں وہ بھی خاص شان کے

میں ان سے آپ کی تحقیقات کا یہ کاپور اندازہ ہوتا ہے کہ رد و نفی میں "سیف المسلول" جو دہلی میں عرصہ ہوا چھپ چکا ہے یہ بھی اپنے موضوع پر بہترین رس ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب کے تحفہ سے قبل کی تصنیف ہے، اہل سنت کے لئے یہ رس سمجھ بامعنی ہے جس کے علاوہ ادب کی بہت سے چھوٹے چھوٹے رس آپ کی تصانیف سے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ کے "وصیت" کی بھی ایک مفصل شرح آپ نے تحریر فرمائی، جس کا نام "المقصد الارضیہ فی النصیحة والوصیة" ہے اس کا ثبوت کہ آپ شاہ ولی اللہ کے شاگرد ہیں حضرت شاہ ولی اللہ جو ہلوی کے ایک شاگرد سے ہوتا ہے جس کو حضرت شاہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب (جناب) کو بھی صاحب "بشائر مظهریہ" نے، سے نقل فرمایا ہے اور "کلمات طیبہ" میں بھی وہ شائع ہو گیا ہے، اس میں قاضی صاحب کا ذکر کیا گیا ہے کہ "مصابیح" اور "محبین" فی الحال آپ کے زیر درس ہیں و کتب ستہ بلکہ عشرہ متداولہ کی تکمیل کی غرض سے میرے پاس ہیں، اس کے بعد جناب کی خدمت میں احرام باندھیں گے، اصل مکتوب یہ ہے:

"فدے عذبل آل قیوم طریقہ احمدیہ اعلیٰ سنن نبویہ راتا دیرنگوہ دشتہ مسیحین
مستمتع دستفید گردانہ دوار فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت مشام توتو
ضمیر منیر باد صحیفہ شریفہ کہ مشحون بود با نوح و نافع ورود فرمود فقیر زادہ
شفقت سامی بہ نسبت اس فقیر و اور و تقریر نمود: کہ بعد کہ اہل دل یاد
میں فقیر و ماندگان سے کنند از سر مرقومہ مستحکم سے گرد و حسن اللہ یکم
و ذکر کہ اللہ تعالیٰ تین عندہ بابت آمدنی در فی دنیا بدن او اشرار سے رفتہ
بود، مخدوم فقیر تہ قیتکہ داعیہ الہی برائے حیرت سے وارد نشود بطن و تخمین نتوان
گفت قلمی شدہ بود کہ بعضے دقائق را بصورت اسلکہ خواہم نوشت خاطر

مشتاقان میں وقایق است خدا کند کہ زود آں وعدہ منجر گردد مولوی شہناشہ
مصباح دہلیچین استماع نمودند دستبرد کتب سستہ بلکہ عشرہ ستادولہ اندھین توبہ
ہمت سامی است کہ اینست بنظر رسد و بعد از اں احرام صحبت بندند
ہر قدرے کہ وقت شریف گنجایش کند بیک دو کلمہ بہت افزائے ایں فقیر
شکستہ بال سے باید بود و السلام

”بشارات منظریہ“

”اس مکتوب کے علاوہ اور بھی چند قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تکمیل حضرت شاہ
دلی اللہ محدث دہلوی سے ہوئی تھی مشہور حضرت قاضی صاحب ایک مکتوب میں جس کو اپنے
اہلیہ محترمہ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچی کو تحریر کیا ہے لکھتے ہیں کہ
”اس وقت میری عمر ۸۱ سال کی ہے“

”یہ مکتوب ۱۲۱۸ھ ۱۲۲۶ھ کے درمیان لکھا گیا ہے کیونکہ ۲۱۸ھ تاریخ وصال
شاہ نعیم اللہؒ ہے اور ۱۲۲۶ھ آپ کی (قاضی صاحب) تاریخ وصال ہے اس حساب سے
آپ کی پیدائش ۱۱۳۵ھ اور ۱۱۳۷ھ کے درمیان ہوئی اور حضرت شاہ دلی اللہ
کا وصال ۱۱۷۶ھ میں ہوا اگر قاضی صاحب کی پیدائش ۱۱۳۷ھ میں مانی جائے
تو شاہ دلی اللہؒ کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۲۹ سال ہوگی اور اگر ۱۲۳۷ھ سے پہلے
تسیم کی جائے تو عمر اور بڑھ جائے گی اس حساب سے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے
آپ ۱۳ سال بڑے تھے کیونکہ حضرت شاہ عبد العزیز کی عمر ان کے والد کے وصال کے وقت
۱۶ سال کی تھی اور آپ کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی حضرت قاضی صاحب ایک علمی فائز ان
کے رکن تھے علم آپ کے اجداد سے متوارث تھا نیز حضرت شیخ محمد عابد سندی جیسا کہ

علم اور ان کے بعد حضرت مرزا صاحب آپ کے مربی تھے ایسا نہ ہوا ہو گا کہ ۲۹ سال تک آپ کی خدمت نہ ہوئی ہو۔ در آپ نے حضرت شاد و عبد العزیز صاحب سے تکمیل کی ہو نیز تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے بعد دہلی میں آپ کے شاگردوں میں بعض بستیاں موجود تھیں جن کو پایہ عبد العزیز صاحب سے اس وقت بڑھا ہوا تھا جیسے شیخ الحدیث حاجی احمد علیؒ۔

”حضرت قاضی صاحب نے اپنے تلمذ سے پناہ خاندانی حال سمجھ کر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی کو دیا ہے انہوں نے ”بث رات مخبر یہ“ میں اسے مفصل دین فرمایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے سلسلہ میں دس پشت سے علم متواتر چھ آتا تھا اور یہ آپ کے دادا حضرت بلال الدین کبیر اللہ دلیا یا نی پتی کی دعا کی برکت تھی کیونکہ آپ حضرت کبیر اللہ کی دسویں پشت سے جلتے جن کا سلسلہ نسب حضرت عثمان ذی النورینؓ تک پہنچتا ہے۔“

”چنانچہ صاحب ”بث رات مخبر یہ“ آپ کے حالات کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ“

”نی بحمد ذات مستجمع کلمات حضرت مولانا شاد راہ شاد پانی پتی است ذات سبحانی و نوے است از انوار تجلیات ربانی و فاضل عالم درویش عالم و کامل فقیہ و متکلم و محدث و مفسر حافظ کلام اللہ است موصوف با فضائل حمیدہ و مکارم پسندیدہ و در امانت و دیانت و صلاح و تقویٰ و خوش خلقی و پاک طینتی و انجمن مہمات خیریت دکان سرغسی بہ نظیر و ہمیشہ بطاعت و عبادت و ریاضت و تدریس علوم ظاہر و باطن و مطالعہ و باب حشہ علوم دینی و تصانیف کتب مشغول ازینجا است کہ حضرت ایشا یعنی مرزا جان جاناں شہید علیہ السلام میفرمودند کہ وجود کہ از اجتماع انوار کلمات ظاہری و باطنی و غیبی صبح

صلاح و تقویٰ بیش از دلم مستیزندیت میگرد و میفرمودند که وجود ایشان
 با عقائد فقیر عزیز ترین موجودات است و از مدعای تقویٰ و دیانت روح مجسم
 اند و مرقع شریعت و منور طریقت و ملکی صفات اند و اگر اکریم و عظیم و سرمد ایشان
 می کنند

”تذکرہ میں آپ سے استفادہ کرنے والوں کا پتہ نہیں چلتا صرف آپ کے پیر بہائی
 حضرت شاہ نعیم اللہ پیراچی آپ کو بجائے اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا صاحب کے سمجھتے
 تھے مگر آپ اس سے راضی نہ تھے بلکہ خود کو کترین مستفیدان شاخود میدانہ ایک
 مکتوب میں تحریر فرمایا ہے، مگر حضرت شاد صاحب اپنے حالات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس
 دو مرتبہ بعد وصال حضرت مرزا صاحب پانی پت گیا ایک مرتبہ یک سال قیام کیا اور
 حضرت قاضی صاحب سے تحقیقات و ترقیات تازہ معقول و منقول میں حاصل کیں ایک
 مرتبہ آپ کی طب پر حضرت قاضی صاحب مکتوب تشریف لائے تھے یہ کہ مکتوب ذیل سے ثابت
 ہوتا ہے“

”تذاتی اللہ باقی باللہ حقائق و معارف آگاہ مولوی معنوی شیخ المثنیٰ
 عالم باعمر و دیش کمال بلکہ مکمل شاہ نعیم اللہ جو صاحب اسلمہ اللہ تعالیٰ
 بعدد عامے خیریت دارین و مصلح ملت اشتیاق تمام مکتوف راسے باد
 حبان غویاے مکتوف و اموشن نکرده ام و نحوہ ہم کرد حق تعالیٰ نصیب دم الفقرا
 محبت و ریشاں گرداناد و اس اولاد در شاگرداں و مریداں مولوی نعیم اللہ صاحب
 را بدرجہ اولیٰ و بمرتبہ اقصیٰ رسا باد و خدا ترس حق پرست حق شناس مالک زمین
 باد و شاد دارین گرداناد و بخیر متوجع آشتیاباں ساکنان لکھنؤ نام بنام اسم با

چنانچہ رسالہ "اصول فقہ" میں فرماتے ہیں:

"وہ در صدر اول عوام از ثواص غداى جت سستقاى نمودند و عمل نہ کنند و سستقا
ار میں قصود مردی نیست"

کتاب "مالا بد منہ" میں فرمایا

"رفع یدین نزدانی حقیقہ سنت نیست لیکن کثر فقہ و محدثین ثبات آں کنند"

اور "غیر منہری" میں اس معاملہ کو ابھی واضح کر دیا۔

"اذ اصح عند حدیث مرفوع سن ابنی علی اللہ علیہ وسلم سماعاً عن مرفوعہ و حدیث
ناسخ دکان فتویٰ ابنی حنفیہ رحمہ اللہ مشہور خلافہ وقتہ ذہاب علی و نقی الحدیث
من الائمۃ الاربعۃ بحکم علیہ تبعاع، حدیث اثبات دل بخندہ احمد علی مذہبہ من
ذلک کیل یزعم اتحاد جنس بعضاً ارباباً من دون اللہ"

ج ۱ ص ۲۹۳

(ترجمہ)

جب اس حدیث کے مرفوع ہو تو تبارض و نسخ سے بالترتیب اولاً حنفیہ کا فتویٰ پس حدیث
کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر دوسرے ائمہ میں سے کسی ایک کا رجحان بھی اس
حدیث پر ہو تو اس وقت حدیث کا تبع و جب یہ نہ کہ تنقید پر قائم رہنا تاکہ آیت
یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ کے موافق ہو سکے۔

یہ بھی فرمایا کہ:-

"جائز است ہر متقدم را تقلید مجتہد درین قرب است تحقیق چہ حق تعالیٰ دین
باب بیع لازم مکررہ است و بدون التزام بیع لازم نہ شود قولہ تعالیٰ نہ سکوا

اہل مذکور کنتھن ان تعیمون "عام" است مقید یسح کے "نہیں" قیود نیست
در آپ نے دھریا میں اس حقیقت زردم تباع سنت کیا اور بھی آشکارا کر دیا
فرستے ہیں :-

نوع اول آن است کہ در تجمیز تکفین غسل و دفن رعایت سنت کنند و در
حادر از روی کہ حضرت ایشان شہید رشتی اللہ عنہ عنایت فرمودہ بودند و آن
تکفین نمایند و عامہ حذف سنت است تذکر نیست و نماز جنازہ بجماعت کثیر
و امام صالح مثل حافظ محمد علی یا حکیم سکھویان نہ پیر محمد بجا آرند و بعد تکبیر
اولی سورۃ فاتحہ سمجھ خوانند

مالا بد متہ ص ۱۹۱

آدمائیت

تقدیر منظمی (عربی)

سات صدوں میں لکھنؤ فرسی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے مگر چوری کتاب (اور مجموعہ)
کسی ایک زبان میں بھی نہیں مل سکتی
مالا بد متہ ز فرسی

اردو میں بھی ہو چکی ہے، فقہی ترتیب کے ساتھ تقدیر پر بے مثل ہے، آخر میں آپ نے
ایک "وصیت نامہ" منظم فرمایا ہے جس سے اوپر ایک حوالہ نقل کیا گیا ہے
السيف المسلول یا شمشیر برہنہ (ردود نفس میں)
حرمت متعہ (ردود نفس میں)

تذکرۃ الموتی والقبور و تذکرۃ المعاد و حقوق الاسلام (بہار و حقیقہ اسلام)

و رسالہ در حرمت و اباحت سر و دوشہماکب شاقب و رسالہ اصول
نقشہ جن کی تعداد ۳۰ تک ہے

مولوی حافظ محب اللہ پانی پتی نے آیت
فہم مکرمون فی جنات النعیم
سے ماوہ تاریخ وفات لکھا ہے، انہم اعطیہ الفردوس علی

—x—x—x—

علمائے کرام

(مترجمین)

احمد رضا خان

(موجودین)

۲ نثر عثمان خاں

حمید اللہ سراوہ

۱۰ غزوہ (۱۳۳۰ھ) متوفی ۱۳۳۰ھ = ۱۹۱۲ء ۶

(دخدا)

مہاراجہ سراوہ 'سن' لادت (تقریباً) ۱۲۶۵ء قومی قانون کا گواہ، مکان مہاراجہ کی خدمت میں سرور کے رئیس تھے اور جن کا خاندان کئی پشتوں سے ملہم سے شمار ہوتا تھا صاحب ترجمہ اولہ فارسی اور انگریزی پڑھی والد کا مشرب خفی تھا اور یہیروں کے محقق اس نے معجزہ بھی میں دیکھا کی مجلس میں نعتیہ غزلیں پڑھ کر تے اور اسی کو اپنی سعادت سمجھتے سراوہ ہی میں ایک سو اسی بزرگ حاجی عبداللہ درنام کے رہتے تھے انہوں نے ایک روز کہا 'مفتی حمید اللہ مذہبی و اقیقت حاصل کرنا چاہئے اور دین کی کتابیں پڑھنا چاہئے' آپ نے جواباً کہا کہ 'ہم تو دین کو خوب جانتے ہیں اور ہر وقت نعت میلاد پڑھتے ہیں' پھر حاجی صاحب 'نعتیہ' کے سب کو پڑھنے کے لئے دی 'جہ' مفتی حمید اللہ نے بڑے بڑے صاحب کی تصنیف سمجھ کر نہایت ستھرا سے پڑھا 'اشنا' مٹ لے میں جب تقیید اور اتبلع سنت کا باب یا 'تو کجہ' کے آخر سمجھ میں آ گیا کہ دین تو اور ہی چیز ہے 'محب' محمول بعدی پیر صاحب کا درود ہو، مجلس غلہ منعقد ہوئی بیان میں وہی لن ترانیاں شروع کیں جو اس گزہ کو شروع مفتی حمید اللہ صاحب نے آشنا و عظیم دو ایک سوال کے جن پر سر صاحب نے چھی کر فرمایا 'تو دہانی تو نہیں ہو گیا؟' آپ حضرات اعلیٰ کی بے بسی ٹاٹ گئے 'ادھر والد کو خبر ہوئی کہ حمید اللہ نے پیر صاحب کی بے ادبی کی ہے' خوب خوب منرا دی 'مگر یہاں شوق اتبلع رگ دیشہ میں سرایت کر چکا تھا' اس کے بعد

طلب علم میں گھر سے نکلے 'موسیٰ محمد ضیل مرحوم سے تمام علوم پڑھے' اور مدرسہ تصنیف

میں مصروف ہو گئے، کثرت میں پشت گردوں کے نام سے شائع کیں، بجز ان تین کے، اپنی
خیریت و منہ مرا میری خدمت میں رہے، بہت توفیق حاصل ہوئی، آخری دو کتابیں بارہا چھپ چکی
ہیں اور ہاشمیہ ترجمہ قرآن شاہ عبدالقادر صاحب محدث، جو اپنی وصیت و وصیت میں
لاشمال ہے، یہ ہاشمیہ صرف حدیث و آثار سے مستفید ہے،

منافذ میں وہ دم بھی حاصل تھا کہ بھون پور (میرٹھ) میں مولوی نانہار حسین (حنفی)
سے جب تک نصف امام پرست ہوئے، تو اس میں بے شمار مقلدین شامل، محدث ہوئے،
جو گاندھری میں مولوی فضل عظیم سے ملائے ہوئے اس میں ۸۰ شیخین جماعت اہل حدیث
میں داخل ہوئے، اور مولانا فاضل علی محدث محنتی صحیح بخاری (محدث پوری) سے جو
منافذ ہوا وہ تو ایک، دیگر کسی کی رد و رد اساتذہ تحقیق و عقیدہ "مرتبہ ہادی" جو بھی محمد
ذکر یا خوں میں درج ہے، علی ہذا عقیدہ اس اور بھی بہت سے منافذ کے،

مدیریت العلوم میرٹھ میں برسوں پڑھایا، مولوی عبدہ ثواب غزنوی آپ کے
شاگردوں میں سے ہیں، مرتبہ صاحب اول دہائی (۳۳، ۳۴) میں آپ کے ۲۰۰ جلد سے
بقید حیات موجود تھے، جن میں سے مولوی حاجی ۵۰ جلد عبدہ بکیر صاحب آپ کی مسند تلم پر بنائیں
ہیں، مرحوم نے دوج کے "خود عمر میں جب زیارت حرمین کے لئے گئے، تو فرمایا کہ اب ہم واپس ہیں
چنانچہ بدلتہ ہنسی میں پہنچ کر دہلی میں کو بیٹک کہ مولوی عبدالغفار صاحب صفائی نے
نماز جنازہ پڑھائی،

مرحوم ایسے تھے کہ ہمیشہ جو کی مدنی قوت رہا، صدق سے طرح کے کہ ایک مرتبہ
آپ کے والد نے ہمسایہ کے مکان میں پرنا لگا دیا، ہم ایہ نے عدالت میں آپ کو گواہ
طلب کیا مولوی صاحب نے شہادت میں والد صاحب کی زیادتی بتائی جس پر مقدمہ ہمسایہ

کے حق میں ہو گیا

مولوی شوکت حسین "مجدد السنۃ مشرقیہ" مدیر اخبار شمع ہند، میرپٹھی نے ذیل کافظمہ
تاریخ وفات میں لکھا

عالم با عمل حمید اللہ زمین جہاں شد بگلشنِ رضواں
عاشق سیرۃ پیمبر بود طیبہ رفت و نمود جہاں قریب
دریکے دست شمع نور ہدی درد گردست مشعلِ ایقان
ہم فداے رسول و سنتِ او ہم قرینِ حدیث و ہم قرآن
بگذراے شوکت از سراندد

خود بقرائت سال او "غفران"

(موجودین) ۱۳۳۴ھ

محمد عثمان بن عبد الرحمن خاں

(عدد مسلسل ۴۹)

(عدد ۲۸)

مولد و سکونت شاہجہاں پور ضلع میرٹھ، قوم دلازاک یعنی پٹھان مدرسہ
مطلع العلوم میں پڑھا، سند فراغ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے حاصل ہوئی،
بعد فراغ ۶ سال جامعہ عربیہ دارالسلام عمر آباد مدراس میں مصروف تدریس
رہے ۲ سال وہلی مدرسہ میانصاحب میں اور ۲ ہی سال مدرسہ اسلامیہ
آگرہ میں مدرس رہے، نوجوان ہیں، اور پرچوش، خدا خوش رکھے،

علمائے علی گڑھ

(مرحومین)

محمد اسماعیل

۱

محمد اسحاق

۲

محمد حسین خاں

۳

(موجودین)

محمد عثمان

۴

محمد سفیان

۵

محمد یونس خاں

۶

عبد ستواب غزنوی

۷

علمائے علی گڑھ

(مرحومین)

محمد اسماعیل بن شاہ عبدالحلیم شہید

(تولد ۵۰) متوفی ۲۷ شوال ۱۳۱۱ھ (عمر ۱)

علی گڑھ میں مولانا شاہ عبدالحلیم شہید علیہ الرحمۃ اکابر علم سے تھے، عوام ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے، معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث و فقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب ہلوی سے مستفیض خلقت حضرت اسید احمد بریلوی نے عطا فرمائی جامع مسجد علیگڑھ کی امامت تفویض تھی کہ اس وقت کے معیار کے اعتبار سے یہ سب سے بڑا منصب تھا اس پر شاہ کی جنگ آزادی کی علمبراری نصیب فی میدان میں اترے جہاد کیا، یہ جنگ ہونپال کے باغ جو پختہ ٹرک آگرہ کو گئی تھی، پر ہوئی جس میں فربہ شہادت ہوئے، مسلمانان علیگڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوست ہر پیلو کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی یہ حلیہ (القدس) جامع مسجد کے شمالی دروازہ سے اندر جاتے ہوئے ملتا ہے سال شہادت ۱۲۷۲ھ صاحب ترجمہ (مولانا محمد اسماعیل مرحوم) آپ کے خلف الصدق ہیں جن کا سن ولادت ۱۲۶۲ھ ہے، ایسے حلیم القند باب کے فرزند اچیر دینی و جاہلست سے موقر و ملت علم سے مالا مال آپ نے قرآن مجید پچیس ہی میں حفظ کر لیا فارسی

اپنے والد شاہ صاحب سے چڑھی تھی کہ ۱۸۵۷ء کا جنگ مہاراجہ جہاں شہ صاحب نے جام شہادت
 پی لیا، اب آپ مع والدہ اور بھائیوں کے تین برس تک چھپے پھرے یہ گزشتہ اُس وقت تک سکون میں
 آئی، جب بندہ کے لئے سو فی عام کا عدان ہو گیا، گزشتہ کتاب کے جو مکانات سکونہ و
 دیگر اہل کسب و کار ہو چکی تھی جس کے بعد وہی زندگی کا سہرا صرف ریاست چیتاری کا ذخیرہ تھا،
 مگر اتنا کافی تھا کہ جس کے پس انداز سے چند مہینہ مکانات نئے مکانات سے زمرہ خرید لئے گئے
 عزت علی صاحب نے چند مہینہ خرید کر سو فی محمد اسماعیل صاحب کو بذریعہ بیع واپس کر دیا
 اور علی گڑھ کے باشندوں پر اس فائدہ ان کے مخصوص حق است کا جو شریعت کے ہوتے ہوئے یہ
 اقلہ چنداں غیر معمولی بھی نہ تھا، اب تعلیم پھر شروع ہوئی، سو فی سید احمد حسن قونجی
 صاحب دس خود نشہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اور تمکیم مولوی فیض الحسن سہارنپوری سے کی جو
 اُس وقت سرسید مرحوم کے دفتر میں ملازم تھے، حدیث کا شوق تھا، مگر والدہ مانع سفر تھیں، اُس
 یہ آرزو چندے دل ہی میں رہی کہ مولانا محمد قاسم مرحوم نانوتوی (جو اُس وقت بمطبع احمدی میرٹھ
 میں متعین تھے) نے جواب میں رسالت مبینی، شریعہ و آئینہ سلیم کو یہ فرماتے سنا، کہ
 ”تو اسم عیسٰی گڑھ جاؤ، اور ہمارے دوست غلام فدا کیلے بیٹے اسماعیل کو حدیث پڑھاؤ“

مولانا محمد قاسم صاحب کا خصوصیت محبت مشہور ہے کہ مدرسہ یوبند میں ۵۰ روپے شاہرہ پر
 ملازم ہیں مگر صرف دس روپے لیتے ہیں اس پر بھی اگر کوئی طلاقاتی آگے تو گھر ٹھی سامنے رکھ لی
 اسی طرح میں جس وقت صرف ہوتا اپنے صاحب میں لگا لیتے

سلسلہ مولانا محمد قاسم صاحب کی مشابہتی نانوتوی دیوبند سے ۲ کوس ہری، تاریخی نامہ فرشتہ جس میں ولادت
 شعبان (یار محمد) ۱۲۴۸ھ در لکھنؤ نامہ شیخ غلام شہ جہاں کا سلسلہ نسب جناب سید قاسم علی گڑھ پہنچا
 ہر دور جو ذکر و شغل بزرگ تھے، کتب علوم و فنون مولوی مولانا نانوتوی، استوفی، اذاعہ ۱۳۶۷ھ

مولانا علی گڑھ تشریف لائے، اور رسول اللہ کے دستِ عبدِ بچیس کے بیٹے کو زونینے میں
صحیح ستہ کا دور ختم کرا کے واپس چلے گئے، اس مدۃ کی اجرت بجز نانِ جوئی کے کچھ قبول
نہ فرمائی

(بقیہ صفحہ ۱۷۲ سے) پڑھیں حدیث تشریف شاہ عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی، جد جناب شہید
 بیت حضرت جی اداۃ اللہ مرحوم سے کی اور اپنے مرشد سے جلد سازی کا فن بھی سیکھا جس کی وجہ سے
 اداس زمانہ تعلیم میں اپنی کتابیں خود جلد فرمایا کرتے، مطبع احمدی میرٹھ میں طرزت بھی کر لی یہ وہ
 زمانہ تھا جبکہ سوہی احمد علی صاحب سہارنپوری صحیح بنی رسی کی تحشی کر رہے تھے یوں محمد قاسم مرحوم
 مشہور تھے، مگر بنی رسی شریف کے آخری پانچ یا چھ پاروں کی تحشی بھی آپ کے سپرد ہوئی، اس پر
 بعض حضرات نے سوہی احمد علی صاحب کو نہ مستیں بطور اعتراض عرض کیا کہ آپ نے یہ کیا کام
 کیا کہ آخر کتاب کو یک نعلی کے سپرد کیا، اس پر سوہی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میں اس
 نادان نہیں ہوں جو بدون سمجھنے و جاننے یہاں کام کر دوں اور سوہی صاحب کا شیڈن کو دکھایا
 تب دوڑوں نے جانا اور وہ جگہ بخاری میں سب سے مشکل مقام ہے، علی الخصوص تائید مذہب حنفیہ
 کا جو اداس سے التزام ہے اور اس جگہ پر امام بنی رسی نے جو اعتراض مذہب حنفیہ پر کئے ہیں اور ان کے
 جواب لکھنے معلوم ہے کہ کتنے مشکل ہیں سوہی دیا مندرجہ ذیل باقی رہا

تہ بہ ختم بھی کیا، جس میں سو امی جی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، مدرسہ یٹہ دیوبند کی تالیف میں آپ نے بھی حصہ لیا، اور مدرس کی حیثیت سے رہے، مولانا محمود الحسن مرحوم آپ کے تلامذہ میں سے تھے، انھوں نے

ہی میں واقعی اصل کو بیٹھ گیا، (۳۴) جلدی الاولیٰ، ۲۵، اور دوسری جلد (۲۶) جلدی الثانیہ، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳

تکمیل کے بعد

تدریس کا سلسلہ مکان پر جاری رہا، صدقہ درس میں مستند طب کی جماعت تھی جن میں سے مولوی محمد ابراہیم مرشد آبادی و رمودی محمد حسین لکھنوی کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ اپنے والد کی شہادت کے بعد شہر کی جامع مسجد کی امامت آپ ہی کو تفویض تھی اور یہی تک دستور قدیم کے مطابق (یعنی طریقہ حنفی) نماز بھی پڑھتے تھے کہ بریلی کے ایک بزرگ حافظ لکھنوی حاجی عبدالکریم کے ہاں تھے اور جامع مسجد کی ایک جہری نماز میں آمین باجکر کڑی جس سے تمام مقتدی چراغ پا ہونے لگے، رمودی صاحب نے ہر چند سمجھا کہ اگر واقعی تمہاری غرض اس کے روکنے کی ہو تو معذرت کو تو دل نہ دو مگر کچھ شرم نہ ہوا۔

خز گھر آمین کے چرچے ہونے لگے اس غم میں مل خدا بخش حاجی وزیر محمد چندی نے بھی رحمت کو ہوسے اور فقط محمد تقی مرحوم چنداشنی عس کی معیت میں مولوی صاحب کی خدمت میں استغاثہ آمین باجکر لے کر حاضر ہوئے جس پر آپ نے جوتاں صادر کر دیں، اب شہر کی اکثر مسجدوں میں سنت جاری ہو گئی، مگر ادھر منی سفین کا دب و بھیڑ تھا گیا، اتنا آنکھ مولوی لطف اللہ مرحوم (حنفی عالم) نے تحریری مقابلہ شروع کر دیا جس میں جواب اب جواب تک نوبت پہنچی، اس کے بعد حریفوں نے لکھ کر

ملہ مولوی سغنی لطف اللہ مرحوم ملک کے ممتاز علوم میں تھے، مولود قبیلہ پٹھان (من سفادات علی گڑھ) والد کا نام مولوی سدا اللہ جو اس وقت علی گڑھ میں وکالت کرتے تھے، مفتی صاحب نے تکمیل مفتی عنایت احمد صاحب توبیخ حبیب اللہ (مستوفی، رشوال ۲۷، ۲۸، ۲۹) سے کی، جو اپنے زمانہ کے اعلام میں سے تھے۔ تکمیل کے بعد ۷۹ برس مدرسہ فیض عالم کاپنور میں مدرس رہے، ۷۲ برس جامع مسجد علی گڑھ کے مدرسہ میں رہا، سے حیدر آباد (دکن) صدر مدرسین کے عہدہ کی سند عابدان تشریف لے گئے، ۱۰ اور ۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء سے بمشاورہ ایک ہزار روپیہ ہوا، مقرر ہوا، وہیں سے بیمار ہو کر علی گڑھ واپس تشریف لے گئے اور ۸ رجب مطابق (۱۳۳۳ھ) کو ۹۰ سال کی عمر میں رہ گئے، ملک عدم ہوئے، اور حضرت شمس الدین کے جوار میں دفن ہوئے۔

صنایع کو شاہ عبد الجلیل کے 'بحر شہادت' پر توجہ دلاتے ہوئے اُن کے صاحبزادے (صاحب ترجمہ) کے خد ف بھڑکایا، مگر اس میں بھی پوری ناکامی ہوئی، اس وقت تک مولوی صاحب بائیں کھل چکے تھے، اب جماعت کو یونانیوں کا ترقی ہونے لگی، مگر جامع مسجد اور عید گاہ کے امام آپ ہی رہے، ادارہ انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں برسوں رہے، تا آنکہ سرسید مرحوم سے کسی بات پر چل گئی، جس کے بعد سید صاحب کے اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے،

تصانیف

اثبات البحر بالتائین عن الاحاث المحققین، الکلام الرزین فی الرد علی القول المتین، تقلدین کے رد میں اور القول الصریح فی تمذیب مشیل المیج "مرزا صاحب قادیانی کی تردید میں" اور رفع الاتباس عن بعض الناس، امام بخاری کی نصرۃ میں لکھیں، خدا کی شان تو دیکھئے کہ تحشی صحیح بخاری میں صاحب ترجمہ کے استاد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے امام بخاری کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ کی موافقت کی اور شاگرد نے بخاری کی تائید میں ایک مستقل کتاب لکھی،

۱۰ کتاب رفع الاتباس عن بعض الناس "سے متعلق بعض اہل بیت کو گمان ہو، کہ مولانا شمس الحق دیناوی مرحوم نے لکھی ہو، مگر یہ غلط ہے، کیونکہ ایک تو اُن حضرات کا نام کتاب پر رقم نہیں دس رہے، اور مولوی محمد عثمان صاحب امام مسجد اجمہدیت علی گڑھ جو مولوی اسماعیل (صاحب مترجمہ) کے صاحبزادہ ہیں، یہ کتاب مولوی اسماعیل صاحب کی تصنیف ہو، جو مولوی شمس الحق کے اشیاء پر لکھی گئی، بلکہ اس کا بیضہ خود میں مولوی عثمان صاحب نے دیکھا، ذالہ صاحب نے زراہ خصوص اس پر اپنا نام لکھا پسند نہ فرمایا، تیسری وجہ اس کتاب کے آخری سطور ہیں جو مولوی محمد معظم مالک بطبع فاروقی دہلی کی طرف سے ہیں، واضح ابداع یاد کہ اس کتاب سے طب بدفع اعتراضات بعض افاضات تصنیف کے از محققین کا ملین است مصنف آں بوجہ اظہار کمال تقویٰ و ورع اسم مبارک خود ظاہر تفرمود۔"

مولوی صاحب کا زمانہ حیات حضرت ولی جان نواب صدیق حسن خاں مرحوم کی علمی سرگزینوں اور اہل علم کی قدر افزائیوں کا تھا۔ صاحب ترجمہ کے تبحر علمی کی دھوم بھوپال تک پہنچ گئی، نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا مگر آپ کو اپنے سرپرست قدیم نواب محمد علی خاں (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی، اس سے کچھ مدت بعد نواب صاحب آگرہ تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب بھی نئے، حاضری میں قدم تو بیٹھ جاتے تھے مگر وہ سے ان الفاظ میں معذرت کی "مجھے تو قدم بوس ہونے کا بہت شوق تھا، مگر دربان کی احتیاط سے دیر ہو گئی" نواب صاحب نے فرمایا "در درویش را دربان نہ باید"

مولوی صاحب نے جواباً عرض کیا "بیاید تا سگ دنیا نہ آید" جس سے حضرت خلد آشتیاں پر بڑا اثر ہوا، اس کے بعد نواب صاحب سے شرف مکاتبت رہا آیا، اپنی جملہ تصانیف دربار عالی میں پیش کیں اور خلد آشتیاں نے ایک سو روپیہ ماہوار وظیفہ تاحیات جاری فرمایا، بالآخر موت کے آنی پنجہ میں گرفتار ہوئے، جس سے حکیم عبد المجید خاں مرحوم دہلوی کی مہربانی سے ان کی نعش بھی نہ چھڑا سکی حکیم صاحب نے جب بنفن پر ہاتھ رکھ کر آپ نے فوراً یہ شعر پڑھا۔
وقت است کہ بر نعش ہر ف دوسہ فرمائی
اے در لبِ غسل تو اے مجازِ سیحانی

اور روح نے نفسِ عنصری سے مفارقت کی، تاریخ وفات، ۱۳۱۱ھ ۲۵ ستمبر ۱۸۹۷ء صاحب جزائے جھوڑے، جن میں مسندِ علم و تبلیغ پر مولوی محمد عثمان صاحب متمکن ہوئے

محمد اسحاق عرشی بن شاہ عبد الجلیل شہید

رد مسلسل ۲۵۱ متوفی ۱۳۰۷ھ = ۱۸۹۰ء (۲ عدد)

سن ولادت ۱۲۶۷ھ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد مولوی حافظ لئی بخش مرحوم المتخلص بنیازی سے علوم فارسی کی تکمیل کی حافظ صاحب کے فیضان سے نظم کی طرف رغبت ہوئی اور کلام میں ندرت پیدا ہونے لگی علوم عربیہ اپنے برادر بزرگ جناب استاد مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پڑھے اسی دوران میں جامع مسجد میں مدرسہ عربیہ قائم ہوا اور طلبہ کی قلت کی وجہ سے بحیال ترویج مدرسہ اخل ہو گئے یہاں بھی درس نظامی کی تکمیل کی کتب ادب مولانا فیض الحسن سہا پوری سے پڑھیں ذراغ کے بعد محمڈن کالج دہلی گڑھ میں پروفیسر فارسی مقرر ہوئے اس نے تدریس علوم عربیہ کی نوبت نہ آئی

(موتودین) محمد عثمان بن مولوی محمد اعلیٰ

(۳ عدد)

(رد مسلسل ۵۲)

سن ولادت ۱۲۹۱ھ ابتدائی کتب اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں معقولات و ادب جناب مولانا محمد بشیر سہوانی مولوی سیف الرحمن اور علامہ محمد رفیع چڑیا کوٹی سے حدیث و تفسیر اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے غرض تمام درس نظامی تا آخر نہایت غور و خوض سے پڑھا بعد میں خیرا کوٹی کی نظر کرم بہت بھٹی اور آپ کی حیانت و صداقت پر بے حد اعتماد کہ ایک مرتبہ ممدوح نے حضرت وال

نواب صدیق حسن خاں کی منقبت میں یہ مصرعہ سنایا
قبر والا جاہیش شکست چوں جسیر جناب

س پر شکر دے عرض کیا "میں نواب مرحوم سے تحفہ اور خط بہر حقہ ہوں میں ان کی منتقیت سے
 راضی نہیں ہوں۔ استاد زمانہ میں تشریف لے گئے اور دوسرے روز رونق فرما ہوئے اور جیب سے
 ایک کانڈ نکالا اور فرمایا کہ "تو کل کا شعر میں نے اپنی خوشی سے لکھا۔ نہ یہ مرثیہ اپنی مرضی سے بلکہ
 ہوا ایک متعصب کے ایسا سے اور یہ تمہاری رفتار صدقت سے لکھا۔" اس دسے قصیدہ کا ایک شعر آپ کو
 (صاحب ترجمہ کو) یاد رہ گیا ہے، یعنی

چشم من پائے ابرے کی بجوش است رگش
 نوک مرگاں مددے گوشہ داناں مددے

اور جناب کو یاد ہو گا کہ یہ ردیف و قافیہ خود حضرت درجہ ہی کی ایک غزل کے مطابق
 ہے فالحم

جناب مستطاب مولانا محمد اسماعیل صاحب کی رحلت کے بعد بھی جامع مسجد و عید گاہ کے امام
 رہے مگر آٹھ دن کے مناقشوں سے تنگ کر کے منصب سے خود ہی دست بردار ہو گئے اب
 بحریث (موتی مسجد) کے امام و خطیب ہیں جنہوں نے ۵۰ سال سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں
 اس مسجد کے مدرس میں سلسلہ تعلیم بھی ہے، آپ بھی پڑھتے ہیں اور آپ کے صاحبزادہ گرامی مولوی
 محمد سفیان صاحب بھی اور سلم گرلز سکول میں سترہ دینیات بھی ہیں جو آپ کی ثقافت
 مدت پر دال ہے، اولاد میں ۶ صاحبزادے اور سب کے سب زیور تقویٰ دہشتار صلاح سے آ رہے

محمد سفیان (بن مولانا محمد عثمان)

(عدد مسلسل ۵۳)

(عدد ۴۴)

تکمیل صوم فارسی و عربی اپنے والد ماجد اور مولانا سید محمد دایق سے کی فراغ کے بعد مدرسہ

نہایتی مسجد (اہلحدیث) میں مدرس مقرر ہوئے مذہب کے ساتھ شغف ہی اور اسی دھن میں "جمع ہوتی ہو شام ہوتی ہو" ارکان اسلام کی پابندی میں پیش پیش ہیں اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح ہر قسم کی دینی صلاح کا نمونہ ہیں عمر اس وقت تقریباً ۳۵ سال ہوگی

محمد یونس خاں (رئیس تہذیبی)

(عمر ۵۵)

(عمر ۵۴)

بن حاجی فیض احمد خاں بن عبدالرحمن خاں بن مراد خاں بن شجاعت خاں بن
عمر خاں شیردانی — جو سرحدی کا مفسر ہے

وطن قبضہ دہادی مولد طائف (حجاز) جس پر مدوح کو بنفسہ فز ہے فرماتے ہیں
انا الذی مولدہ بالطائف

فتشای ترب الحجی زالمال

لافخری بالحبہ والاموال

فذاک فخری یا ادلی الالباب

تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ نام یونس خاں لقب خانصاحب آپ کے

۴ بھائی اور تھے جن میں سے آپ کے سوا مولوی موسیٰ خانصاحب نے بھی عربی پڑھی آپ نے

قرآن کریم حافظ عبد الغزیز سے حفظ کیا محرف و نحو اور حدیث میں غالباً مشکوٰۃ (امضاج)

مولوی خان محمد مرحوم جلی سے پڑھی جن کے بعد ان حضرات سے استفادہ کیا یعنی مولوی عبید اللہ خاں

مرحوم استاد نواب رام پور م ۱۳۲۰ھ سے مشکوٰۃ کتب منطق و فقہ پڑھی حدیث

پڑھنے کی خواہش میں استاد کا عامل بالحدیث ہونا بھی لازم تھا اس لئے تب صحاح (۶)

محمد بن علی گڑھی سے سنن ابوداؤد شیخ حسین عربیہ سے (مع سند و اجازہ حدیث)

مسند احمد بن حنبل شیخ شعیب مغربی اور شیخ احمد کردی سے حجاز میں (آخر الذکر محدث تھے)

مولوی اہل تشیع مرحوم عید گاہ سے نوران واردا جہانہ حدیث میں بہا مولوی سید محمد علی زکریا
 بہاری ناظم ندوۃ العلماء سے بیعت کی اور آپ نے حدیث پر عمل کی تلقین فرمائی، غرض اس طرح علم
 دین کی کتابیں پڑھتے گئے، مگر چونکہ ابو جہد رئیس (دہلی) تھے انصرام ریاست کی وجہ سے یکسوئی
 نصیب نہ ہوئی، لہذا ایک جہز کو تدریس یا تبلیغ کرتے اس پر ہی یہ شغل ترک نہ ہو سکے، لہذا
 وہ ایک شاگرد بھی ساتھ ہیں جن کے مسافرت سفر تک کے خود کفیل ہیں، اس سفری درس گاہ کے
 شاگرد بہت سے ہیں جن میں مرحوم تصدق احمد شیردہنی کا شمار بھی ہے، در آپ کے برادران غنی سے
 عیسیٰ خان صاحب اور مولوی مونس خان صاحب بھی ہیں، عمل بالحدیث میں مناسب ملو بھی ہے،
 چنانچہ جیب ہندی حسان ابن سعود نے حج بیت اللہ حرام کی حرمت کا فتویٰ مکہ میں جاری
 کیا تو سب سے پہلے ارادہ حج کا اعلان آپ کی طرف سے روزنامہ زمیندار لہور و اخبار اہل تشیع
 امرتسر میں شائع ہوا، آخر یکے بعد دیگرے وقت سے کھد پہنا جو شروع کیا تو بت تک اسی سے رہن
 کا کام یہ جاری رہا، غرض ہر اعتبار سے خصوصاً کاتبین میں اس وجہ سے جانتے دوسرے نزدیک
 آپ کی جتنی مقدمات سے ہو رہے نہ طریقیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جہاں کہیں ملکیت ہے اس کے
 مرکز میں اپنا ایک ذاتی مکان بھی ہے، جیسے کہ شہر سلی گڑھ و بند شہر میں حیدر آباد (دکن) میں
 اپنے ایک قرابت دار کے پاس تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی اپنا ایک مکان خرید لیا ہے
 امداد میں صاحبزادہ گرامی خان بہادر مولانا صاحب نے مولوی ابو سعید شرف الدین
 دہلوی سے بعض کتب احادیث پڑھیں مگر ریاست کے انصرام نے انہیں بھی اتنی مہلت نہ دی
 کہ تکمیل کر سکتے مگر عالی و قابل دونوں سے علم و شرف ظاہر ہوتا ہے۔

دینداری کی طرف تمام خاندان کا رجحان رہا ہے، چنانچہ قبیلہ تاولی کی تعزیر پرستی آپ کی
 دادی مرحومہ کی سعی سے بند ہوئی، شیردہنی سلسلہ میں تاولی کا تمام خاندان عامل بالحدیث ہے

اور یہ برکت مولانا محمد اسماعیل مرحوم علی گڑھی کے فیضانِ صحبت سے نصیب ہوئی بلکہ تاقی کے
سوانحی کے دوسرے شیردانی حضرات بھی اسی عقیدہ پر تھے، کرب اسمیں بھی ہو گئی ہے۔
آپ رخاں بہادر صاحب ممدوح، کو جو ترکہ زنی والدہ مرحومہ کی طرف سے ملا
ہے، اُسے آپ نے وقف علی الاولاد کر دیا ہے جس کے بعض شرائط کا تذکرہ بغیر
”موعظۃ للمتقین“ کیا جاتا ہے یعنی

”ہر متولی کا مذہباً اور عقیدہً مسلم اہل حدیث ہونا مشروط اور لازم
و ملزوم ہے۔ مذہب اور عقیدہ اہل حدیث سے مراد مذہب آل اندیا بلحدیث
کافر نس ہے“

اور (خدا نخواستہ) اگر کسی سلسلہ نسب میں کوئی فرد باقی نہ رہے تو یہ
”جلد سلسلہ جات مذکور کے بعد حبیبیل مجلس انتظامیہ (شوری) مقرر
ہوگی اور خاندانِ شردانی واقع صنایع علی گڑھ دایہ میں جو شخص مذہباً اور عقیدہً مسلم
ابحدیث ہر متولی مقرر ہوگا اور اسی طرح اس کا سلسلہ دوامی ہمیشہ ہمیشہ قائم و جاری
رہے گا اور مذکور متولی مجلس انتظامی کی اکثریت کا پابند رہے گا“ (اس کے بعد مجلس
انتظامی کا تعین ہے اس میں بھی جملہ رکان کا ابحدیث ہونا لازمی ہے)
یہ لوگ ہیں ”ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ والشروف
بالعباد“

عبد التواب (غزنوی)

(جلد ۵)

(جلد ۵۵)

مولد غزنوی (موضع گیرگاؤں) سن ولادت ۱۲۸۸ھ آپ کے والد عبد التواب

مرحوم بھی عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری کے تہذیب میں سے تھے جنہیں اپنے مرث کے
ہم عقیدہ ہونے کی پادشہ میں غزنی سے ہجرت کرنا پڑی یہ وہ اس قندیں آئے جس میں
مولوی عبدالحکیم مولوی عبدالحکیم صاحب جزا دکان عبداللہ صاحب قوم
تشریف لے گئے تھے اس زمانہ میں صاحب تربتہ کاسنہ ابرس کا تھا

ابتدائی تعلیم مدرسہ میں مولوی عبدالحج زہود صوف سے مولوی قرآن کریم اور ابتدائی فارسی پڑھی اس زمانہ میں صرف ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا، مگر اس کا یقین اس وقت تک نہ ہوا جب تک پہلی محراب سنانہ لی مولوی حمید اللہ میرٹھی (سراوہ) سے حدیث پڑھی اور سند و اجازت مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم، علامہ بشیر سہسوانی، شیخ حسین عینی اور میا عبد جب (دہلوی) سے حاصل کی، شیخ شعیب کی (جوان دنوں قسطنطنیہ میں شیخ الحدیث ہیں) سے بھی اثنائے سفر حج زیور اجازت و سند حاصل ہوئی۔

حضرت نواب صدیق حسن خان مرحوم نے کتب حدیث کے حفظ پر انوار کا عہد فرمایا اور صحیح بخاری پر ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا، تو آپ نے بھی اس کے حفظ کا التزام کیا۔ جب ۱۰۳۰ ہجری میں حضرت نواب صاحب کی خدمت میں اطماع کی مہر دینے کا ختم ہوا تو روپیہ بموارد و تیفہ کا اعلان صادر فرمایا، مگر قسوس کہ عدد و زمان سے ۱۵۰ روپے دھڑا دھڑا نواب صاحب نے رحلت فرمائی، درادہ یہ سعی سعی ناتمام ہو کر رہ گئی، مگر سن فوق سے آپ بالکل آشنا نہ ہو گئے، بلکہ وقت فوقتاً اسے جاری رکھا، حتیٰ کہ بے شمار حدیث آپ کو ازبر ہو گئیں جن سے عطا میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہریں بہا دیتے ہیں۔

مختلف مدارس میں ساجد المحدث میں مدرس خطیب سبب یعنی گنور ضلع بدایوں میں ۱۰ سال وائے پور پٹنہ میں ۱۰ سال ادر علی گڑھ میں ۲۰ سال تاکہ وطن یعنی علی گڑھ ہی بسا لیا،

ڈاکٹر اشرف خاں بن ڈاکٹر روشن خاں | سترنی ۹ فروری ۱۹۲۳ء

مرحوم نے اسکول میں صرف ، درجہ تک پڑھا ، مستحق شفا خانہ میں کمپونڈر رہے ، آپ کے والد ، بعد اہلحدیث تھے ، اور دین کے شیعہ تھے ، جن کے اثر سے آپ بھی دین کے فرائض پورے کرتے ، سکول کے بعد عربی یا فارسی کسی سے نہیں پڑھی مگر جب اپنا شفا خانہ قائم کر لیا ، تو خارجی اوقات میں مریضوں کو دیکھتے رہے ، دل مذہب کی طرف مائل تھا ، اور گفتگو کا مکہ خدا ، وہاں مذہبی مباحثوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے ، ضرورت کی تمام کتابیں ذرا بہم کریں عربی میں خاصی استعداد ہوئی شفا خانہ میں مریضوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور بحث بھی جاری ہے ، بخت کا سلسلہ کسی ایک مذہب تک محدود نہ تھا ، غیر مسلم ذوق و رغبت سلامی جماعتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ، ابتدا میں اپنے مصروفیت و انصرام سے ایک ہفتہ وار اخبار سلام نکلتا تھا ، جس میں عربی کا خوب و نقد ہوتا ، چند کتابیں لکھیں یعنی آیات کے ۱۵۔ سوالوں کے جوابات حقیقۃ الوحی رسالہ اہلبیت وغیرہ

پاچ ۱۹۱۵ء میں کل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا جلسہ کرایا جس میں اسی طرف سے ۱۰ سو روپیہ صرف کیا آپ کے خلوص کا نتیجہ کہ اسی جلسہ میں دھرمپال (مشہورہ رک سام) دو بارہ حلقہ سوم میں داخل ہو کر غازی محمود کے نام سے خطا پہ ہو کر جلسہ کانفرنس (علی گڑھ) کی سیٹج پر اپنے اسام کا اعلان کیا ادنیٰ یہ سماج کے خلاف و ولہ ، نیز تقریر کی ،
مرحوم کے مذہبی شغف کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کی ضرورت

کے مددگار بنے بڑے نور محمدؑ، گوسہ سکریت کی پوری تعمیر و سوانی، مگر انہوں
 کہ ر کی زندگی نہ وہ نہ کی، اور باپ سے دوسرے بعد میں ہی ہوئے،
 غرض جناب سورن محمد سمیع ص کے بعد اگر صاحب کی وفات جماعت کو بہت
 تقویت پہنچی،

مرسہ ذوق میں مبتلا ہو کر طویل جمل ہوئے، اپنی یہ دگر دوا و جہز دوسے
 محمد یونس خاں اور محمد وسف خاں نے جوڑے، آخر ان کا انجمن، بلدیہ کے
 سکریٹری میں،

محمد حسین خاں د خورجہ بلند شہر

(جلد ۱)

متوفی ۱۳۰۷ھ

(جلد ۱)

بن محمد داؤد خاں مولد خورجہ قوم پٹن محمد زئی اور خزیہ فرمایا کرتے کہ نیم عمری
 میں اور ہماری نسل بھی محمد زئی ہی، میزان سے لیکر کتب، رسیہ، صیحہ وغیرہ ایک
 خود جناب میاں صاحب سے پڑھیں، "معقولات" میں ماہر تھے، شاہ عبد الجلیل شہید
 علی گڑھی فرمایا کرتے ہندوستان میں ان سے زیادہ عرف و نحو کا کوئی عالم نہیں
 ہی، والد بھی ملازم تھے اور خود بھی مکان پر درس دیتے، خورجہ میں تحریک بلدیہ
 ان کے دم سے پیدا ہوئی مگر زیادہ نہ پڑھی، آپ کرا اور بھی ماند ہو رہی ہی آپ کی
 ایک تصنیف "ردا تقلیہ بالکتاب المجید" کتب خانہ نذیریہ دہلی میں نظر سے
 گزری، متعدد اولادیں ہوئیں، مگر سب کو اپنے ہی ہاتھوں خود میں سلاتے گئے،

علمائے سہسوان

(مرحومین)

۱	سید امیر حسن	۷	سید غلام جیلانی یاشمی
۲	سید محمد نذیر	۸	محمد تقی
۳	سید محمد عبد الباری	۹	محمد بشیر
۴	سید امیر احمد	۱۰	محمد سمیع
۵	سید سبط احمد	۱۱	ابوالبترا میر احمد
۶	حکیم منظر علی	۱۲	سید عبد الباقی

(موجودین)

۱۳	سید ابوالعلا نظر احمد
۱۴	سید اعجاز احمد
۱۵	سید اقتدار احمد

علمائے سہسوان

(مرحومین)

سید امیر حسن

(جلد سبیل ۵۴) متوفی ۱۲۹۱ھ = ۱۸۷۲ء (جلد ۱)

حسن ولادت ۱۲۳۳ھ عنفوان شباب بلکہ متاہل ہونے کے بعد پڑھنے کی طرف رغبت ہوئی شاہ عبدالجلیل شہید علی گڑھی، قاضی بشیر الدین قنوجی، علمائے ذہنی محل و مولانا ابوالبرکات تراب علی مفتی صدر الدین دہلوی شیخ عبدالحمق بنارس شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی اور حضرت میا نصاحب سید نذیر حسین (دہلوی) سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ حدیث و تفسیر پڑھے اس علم میں اور اتنے جلیل القدر استاذہ علم و فن سے استفادہ کے بعد تحقیق و تدقیق کے کس مرتبہ پر پہنچے ہوں گے!

تکمیل کے بعد؛

سہسوان واپس تشریف لائے، تو اگلی باط علم الٹ چکی تھی تمام اہل علم ایک ایک کر کے موت کی گود میں جا سوئے تھے، آپ نے از سر نو محفل علم قائم کی، بے شمار حضرات کو علم کی ضو سے منور کیا، اسی اثنا میں سوداگران دہلی کے اصرار پر یہاں تشریف لائے، کچھ مدت تدریس فرمائی، میرٹھ کے خیر الناس شیخ الہی بخش مرحوم کی خواہش پر وہاں قدم میمنت لزوم فرمایا، اور ایک

اسلامی مدرسہ کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھی یہاں کئی برسوں پڑھایا جب اس مدرسہ کو خیر خواہ کامیابی ہوئی نظر آئی تو اس کا اہتمام اپنے نائبین کو دے کر واپس سسوان چلے آئے اس زمانہ میں سسوان کم اور علی گڑھ زیادہ قیام فرمائے اور یہیں بروفات بھی ہوئی سسوان میں محمد مسجد علی شاہ میں روزانہ درس قرآن دیتے طبیب کے باہم مذاکرے کراتے مسجد میں خطبہ بیان فرماتے جس میں ہجوم بہت زیادہ ہوتا فضا میں اسدوم میں خوبی سے بتاتے کہ اغیار بھی سن کر قدر کرتے ایسی باتوں سے غفلت زیادہ رہی آئی ایک مرتبہ یادی اسکات (مقیم برٹن) سے منظر ہو تو انہوں نے باوجود فحری تعصب کے آپ کے تبحر کا اعتراف کیا پوری صاحب اس کے بعد اکثر سسوان زیارت کے لئے حاضر ہوتے تاکہ جب صاحب ترجمہ کا ارتحال ہوا تو اسکات صاحب اس وقت لندن میں تھے آپ کی خبر وفات سن کر اخباروں میں آپ کی تفصیل و تشوخص پر مضمون لکھا

کتاب "معیر الحق" (مؤلفہ میانصاحب) کی تردید مولوی ارشد حسین صاحب مرحوم رامپوری نے "انتصار الحق" لکھی جس کی چار تردیدیں میانصاحب کے تلامذہ نے لکھیں (۱) براہین اثنا عشر (۲) تخیل اللفظ فی مابنی حیلہ الانتصار (۳) اختیار الحق (۴) بحر ذقار براہین اثنا عشر آپ کی تصنیف ہے جسے آپ نے قلم برداشتہ لکھا اور "انتصار الحق" دہلی پرنٹ کے بعد دوسرے روز شائع کر دیا کیونکہ "انتصار الحق" میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ جو کوئی ان بارہ دلائل مفصلہ ذیل کی تردید کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ اُس نے ساری کتاب

کی تردید کر دی مولف انتصار نے اُن دلائل کو بر غم خود اس قدر مستحکم خیال کیا تھا کہ ان کا توڑنا محذات سے سمجھ لیا مولانا سید امیر حسن مرحوم نے "برایین اثن عشر" شائع کر کے اس کا ایک نسخہ جناب مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی مرحوم لکھنؤی کے پاس بھیجی مولانا ممدوح نے اپنے خط میں لکھا:-

"از محمد عبدالحی مولوی صاحب کرم منعم مجمع، بحرین، معقول اسقوں منبع نهرین، مع ممدوح، مولانا مولوی سید امیر حسن صاحب اسام میکم در حمتہ اللہ، برکاتہ، غایت نامہ نصف شمارہ مورخہ ۲۰ رامہ رداب پورہ خود مختار زبختہ و "برایین اثن عشر" رسیدہ اغدا سامی کتب مولفین در انتصار، تعدد مستند شیر بنظر اختصار بر چند کفایت شدہ شہ"

بس زمانہ میں دربار اودھ کی سرپرستی میں صحابہ کرام پر زبان معص دراز ہونے لگی ریاست حیدر آباد دکن کو اصلاح کا خیال آیا اور مولانا حیدر علی صاحب فیض آبادی کتاب کی پیرائے سالی کے باوجود حیدر آباد آنے کی زحمت دی آپ نے قونی کے انکھوں کی بن پر ایک معاذ کی درخواست کی اور منظوری پر خود ہی مولانا امیر حسن (صاحب ترجمہ) کو منتخب فرمایا آپ کا نامانہ مشاہیرہ ۷۰ سواد در حد ترقی ایک ہزار تجویز ہوا، مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ "ایک نام دیندار کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں" مولوی سید امیر احمد جن کا تذکرہ آگے آتا ہے آپ کے نژاد تھے

سید محمد نذیر بن سید نواز علی خاں

(خود کاتب) ۱۲۹۹ھ = ۱۸۸۲ء (۱۸۸۲ء) (۲۰۰۰ء)

من در مدت ۱۲۴۰ھ مولوی سید میر حسن محدث سسونی سے یہ تذکرہ کر پڑھا۔ وہ کچھ مدت آگرہ دہلی میں بھی آگرہ یسور کالج میں باضابطہ دستار بندی ہوئی تمام علوم پر نظر تھی ادب عربی پر خاصی دسترس تھی۔ نشانہ فارسی و عربی دونوں بے تحلف کہتے مباحثہ میں گویا منطق ہمایوں کا پھل تھا گویا بڑے شغف سے پڑھتے۔

حضرت سید محمد حبیب کے حالات میں بزرگ چکا ہے کہ مروج کی کتاب "سیر الرحمن" کا جواب مولوی ارتداد حسین ام پوری نے "انتصار الحق" کے نام سے شائع کیا جس کے چار جوبوں میں ایک جواب مولوی سید امیر حسن محدث سسونی کا رسدہ "برہین اثبات عشر" بھی تھا۔ برہین اثبات عشر کا جواب مولوی عبد حق فیروز آبادی خفہ مددہ فضل حق فیروز آبادی نے لکھا جس کا جواب آپ نے فارسی میں لکھا۔ درآگرہ سے جمع کر کے شائع کیا۔

جو ناظر سید امیر محمد محدث سسونی د مولوی محمد عبد اللہ صاحب مولوی محمد فضل رسول بدایونی سے مسند منہاج امتاع بغیر میں ذیقین میں تقریری ہو آپ نے "من ظریہ حمید" کے نام سے جمع کرایا جس کی تفصیل مولوی سید امیر احمد کے ترجمہ میں ہے۔ افسوس کہ پستانت زبانی کی صرف ۴۴۴ ہیں دیکھ کر باغ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

سید محمد عبد الباری بن سید سراج احمد قاضی

(عدد مسلسل ۵۹) متوفی ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ = ۸ ستمبر ۱۸۸۵ء (عمر ۴۲)

سن ولادت ۱۲۲۶ھ ۱۲۱۱ھ کی عمر تک ابتدائی صرف و نحو منطق و لغت و فقہ و فہرست پر پڑھ چکے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور مولوی سید میر حسن (سہوانی) آپ کو میر طہسپاہ لے آئے، جہاں پورا نصاب ختم کیا (طبث مانہ قیام جو پور میں حکیم محمد نور علی سے پڑھی) درسیانہ میں کتاب "ہدایۃ المبتدیین" رد شرک میں لکھی جس کے بعد باجائز سید ابرار حسن صاحب حضرت سیان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کتب صوح کی سند (ذراۃ) حاصل کی اور حاجی علی بن سودا گرنے آپ کو ۵۰ ماہ تک دہلی سے نہ آنے دیا اس عرصہ میں پادریوں سے مناظرے ہوتے رہے واپسی وطن کے زمانہ میں علی گڑھ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اس وقت یہاں سوامی دیانند بانی آریہ سماج قیام پذیر تھے، حامدین شہر کی درخواست پر ان سے مناظرہ قرار پایا مگر سوامی جی نے تقریری مناظرے سے انکار کر دیا اور تحریری مباحثہ میں فریقین کے چند پرچے ہوئے تھے کہ سوامی جی کا زچھوڑ کر چلے گئے، کچھ مدت بدایوں قیام فرمایا، اور تمام فرق باطلہ سے مباحثے ہوتے رہے آگرہ کے "مدسہ عربی" میں ادب و حساب کے پروفیسر مقرر ہوئے، یہاں پادری عماد الدین سے مباحثہ ہوا، اور پادری صاحب یہ کہہ کر میدان چھوڑ بیٹھے کہ تقریری مناظرے سے اندیشہ نفاذ ہی جس کی وجہ سے یسوعین آگرہ بہت بددل ہوئے، در پادری صاحب نے بھی "مناظرہ" کم کر دی، اس مناظرہ کی تفصیل کتاب "الفتح المبین علی اعداء الدین" (مطبوعہ ۱۳۹۴ھ) میں چھپ گئی،

صاحب "حیوۃ اہلما" نے آپ کے بے خطبہ اشجع المناظرین و برہان المتکلمین

سے بصنعت طفولی (یعنی بعد سقہ لطف جمع) تاریخ وفات مستند کی

سید امیر احمد بن سید امیر حسن محدث قاضی

(عدد مسلسل ۶۰) موتی ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۸ء (عدد ۴)

سن ۱۲۶۲ھ ازمانہ طفولیت ہی میں اپنے دادا معظم مولوی سید میر حسن کے ہمراہ دہلی اور میرٹھ پڑھتے رہے حضرت میاں صاحب سے بھی اجازہ و سند حاصل تھا اکثر شیخ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ سے دادا کہتے 'میاں صاحب کا برتاؤ بھی ان کے ساتھ بزرگانہ تھا اور آپ کے والد نے جب میرٹھ سے قطع تعلق کر لیا تو مختلف مقامات (دہلی خوجہ آگرہ بریلی بدایوں لکھنؤ وغیرہ) میں بسندہ تحیم قیام رہا آگرہ میں اقامت کا وہ زمانہ تھا جب حضرت علامہ مولانا نے محمد بشیر سینٹ جانشین کالج میں پروفیسر تھے مولانا سید محمد عبد الباری سسوانی مدرسہ عربی میں ادب و ریاضی کے مدرس اور آپ مدرسہ عربی میں صدر مدرسین جناب محمد بشیر صاحب سے مذاکرات رہتے کبھی کبھی کسی مسئلہ میں مشورہ بھی نوبت پہنچ جاتی تو سید محمد عبد الباری صاحب صبح کرا دیتے

جب بتقریب نہایت خیر آباد شریف گئے تو مولانا عبد الحق صف مولوی افضل حق شاگردوں کے جھرمٹ میں ملاقات کئے شریف رائے مولوی عبد الحق صاحب اپنے والد مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ محمد اسماعیل شہید کی منقصدت کرنے لگے 'اپر آپ بہت برافزخہ ہوئے اور تعلقات کشیدہ ہو گئے' تا آنکہ آپ نے فاضل خیر آبادی (مولانا افضل حق صاحب جنہوں نے شہید علیہ الرحمہ کے رد میں کتاب لکھی تھی) کی کتاب کی تردید میں "نقض الباطل فی الذب عن ایشع اسمیس" لکھی مضمون امکان نظر تھا جس کا جواب مولانا عبد الحق

بجز سکوت کے نہ ملے اس کے بعد آپ نے مولانا فضل حق کی مشہور کتاب "بدریہ سعیدہ" (در
فلسفہ) پر دس اعتراض لکھ کر مولوی عبدالحق سے جواب طلب کیا۔ مگر اس پر بھی ان سے بھرپور جواب
کے کچھ نہ مل سکے۔ اور بارہوی (منہجدہ ۱۸۷۷ء) میں ملاقات ہوئی۔ یہ دو بانی کرائی لکھنؤ سے
مطالعہ کیا۔ اور ملاقات ہوئی یہاں توجہ دہانی حتیٰ کہ دعوت منظرہ دی مگر پھر سے
حرکت نہ ہوئی۔

اس سے کچھ مدت بعد مولوی عبدالحق (بن مولوی فضل سول بدایونی) اسی مسئلہ پر
باحثہ کے لئے اتر آئے۔ مولانا شیخ پور (بدایوں) میں شیخ نذیر حسین مدین کی صدارت میں تحریک
منظرہ شروع ہوا، سید امیر حمزہ کے پاس کوئی کتاب نہ تھی مگر دوسرا فریق اپنے ہمین دینا
اسفار کتب سے بیٹھا تھا، اس پر بھی دھڑ سے ذرا جواب ملتا، مگر وہاں سے تفتاحوں کے
بعد منظرہ کئی روز تک جاری رہا۔ حاضرین نتیجہ کے منتظر تھے کہ یک روز وہاں پر کی دھوپ
اند گرمی میں حضرت بدایونی بنیر اہل حق اور پاپ دہ ہی بدایوں چلے گئے، اس منظرہ کی پوری
کیفیت "منظرہ احمدیہ" کے نام سے چھپ چکی ہے۔

تدریس میں یہ اتنا کم تھا کہ صدر، شمس باز غلہ و فتنہ انہیں تک بغیر صلہ کے پڑھا
تو زندہ میں مولوی محمد اسحاق خاں بریلوی مولوی عبدالمکریم پٹی (مقیم گنج مراد آباد)
اور مولوی مثبت اللہ (ترولی) متوسل ریاست رام پور قبل ذکر ہیں،
تصانیف میں "ذو بعثہ فی حکم صلوة" بھی "بھی" مسمیٰ سعد اللہ صاحب رام پور کے
فتوے کے جواب میں لکھی مگر مکمل نہ ہو سکی،

"تور جج (عربی دال) مسٹر ہولی آپ کے شاگرد تھے، شاید ان کے کرم سے
خطاب "شمس العلماء" مراہو، مرض اسہال سے وفات پائی،

سید سبط احمد بن سید اولاد احمد

(عدد مسلسل ۶۱) متوفی ۱۳۰۷ھ = ۱۸۸۹ء (عدد ۵۵)

سن ولادت ۱۲۶۷ھ بتدار مولانا سید میر حسن صاحب سے مسنون میں پڑھا،
 جب وہ میرٹھ تشریف لے گئے تو یہ بھی ہمراہ ہی تھے اور تمام نصاب ختم کیا،
 بدایوں و شیخ پورہ میں کچھ مدت تدریس کی (غائب اس زمانہ میں) علمائے خراف
 (بدایوں) نے نواب صاحب کے رسالہ "کلمۃ الحق" کا جواب لکھا جس کی تردید میں آپ نے
 "اعلاۃ الحق" فرسی میں شائع کی اور اس پر نواب صاحب حمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جواب
 بنالیا جس تمام عمر بسر کر دی صاحب تقویٰ تھے علوم متداولہ کے ساتھ فرائض میں یاد دہن تھے
 حج کے لئے گئے تو والدہ ضعیفہ بھی ہمراہ تھیں جنہیں کندھے پر بٹھا کر طواف کرایا ۳۷ سال
 کی عمر ور، ۳۰ بعد میں مقام چورسین شہر بمبئی میں وفات پائی، اور وہیں سپرد خاک
 ہوئے مولوی سید عی ز احمد صاحب معجز سہوانی نے اپنی قدردانی سے آیت "قد فزوزنا
 عظیماً" سے سن وفات نکالا

حکیم منظر علی بن حکیم بدرالدین

(عدد مسلسل ۶۲) متوفی ۱۳۱۳ھ = ۱۸۹۵ء (عدد ۶۱)

درسیات نظامی اپنے برادر مکرم مولانا محمد بشیر سے پڑھیں، طب خانہ دانی طور پر معمول تھا
 اس کی تکمیل بھی مختلف اساتذہ سے کی حدیث کے علاوہ اصول فقہ، کلام وغیرہ میں زیادہ نظر
 تھی گو ایام میں مصعب کرتے دربار میں پورا رسوخ تھا اور دیوان اعظم سرگز نگر آؤ کو آپ پر

عہد شاہی تصانیف میں تفسیر "منہج بیت" ۱۳۱۲ھ میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مع اہل
و اطفال حج زائے اور کہ سفر ہی میں جاں بحق ہوئے

ڈپٹی سید نذام جیلانی ہاشمی

(عہد مسلسل ۶۳) متوفی ۱۳۲۰ھ = ۱۹۰۳ء (عہد ۸)

مولوی حکیم سید شفاق حسین صاحب کے صاحبزادہ جو اورنگ آباد کی تربیت میں فاضل
الافغان تھے تمام بچوں کو قرآن کریم حفظ کرنا جو مولوی کی تعلیم رہی انگریزی پڑھائی و اردو
دینی کی صحیح راہ پر گامزن کر دیا، اپنے صاحب ترجمہ بھی ان جو مولوی سے مزین تھے مولوی کے ساتھ
مولوی ہریت علی صاحب (تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی) اور مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی
دستِ جمہ درمختار و مشرق الانوار) تھے بیت اللہ کی زیارت سے متصرف ہو کر واپس آئے تو انگریزی
میں مشقِ حکیم سنی پڑائی ڈپٹی کلکٹر ہوئے، نہایت عمدہ تجویزیں لکھتے، مگر اس عہد میں نئی تہذیب
کا شوق غالب ہو گیا، آخر سعادتِ معادن ہوئی، اور سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی محبت کا دم
بھرنے لگے، تمام فیشن ترک کر کے سادہ لباس اختیار کر لیا، کتب تفسیر و حدیث کا مطالعہ شروع
ہوا، اپنے مقلد بھی تھے اب بقیہ سنت ہو گئے، افغان نشین ہو چکے تھے، نواب علی بیگ حضرت مسلمان
جہاں بیگم مرحومہ نے شہرت سنی تو طلب فرمایا، بھوپال گئے، عمدہ مستم بندوبست محکمہ
پیش ہوا، مگر استغنائے نفس کی وجہ سے قبول نہ فرمایا، اور واپس مسلمان لوٹ آئے بریلی
میں جان بحق تسلیم ہوئے، سن ۱۳۲۵ھ ہجری، صاحبزادہ تھے مولوی سید
عبدالودود صاحب مشہور قومی و اسلامی فاضل، آپ کے صاحبزادہ گرامی ہیں

محمد تقی خلیف مولوی محمد اسماعیل انصاری

(عدد مسلسل ۶۳) متوفی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ = ۶.۹.۸۰ء (عدد ۸)

سید روح اللہ ۱۳۸۷ھ، خلیف جامع الحدیث مولوی سعید الدین کے پوتے، برس کی عمر تک مصروف امور و لعب رہے پھر یکایک تعلیم کی طرف رغبت ہوئی، مختلف مدارس سے علوم معقولات و منقولات حاصل کرنے کے بعد مولوی محمد بشیر صاحب کی خدمت میں رہائی، باریک بینی و عظیم خداداد ملکہ تھا، تقدس درع میں بے مثل، اتباع کرتے سنت کا دور نزول تھا، ورزا ہد شب زندہ دار تھے، سہو، ن میں قیام رہا، طلب کو درس بھی دیتے رہے، ویرانہ کے، صرار کے باوجود مجبور رہے، اور والدین کے سامنے ہی (۳۲۶ھ میں) پہر خاک ہوئے

محمد بشیر فاروقی

(عدد مسلسل ۶۵) متوفی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ = ۲۹ جون ۱۹۰۸ء (عدد ۹)

قد مات من مات العلوم بموتہ	لا سیرا الا خب ردا لتقیر
تکلی علیہ مساجد و منابر	ولایل علم زنتہ و زفیر
قد کان مجتہداً اصیباً ناسکاً	یحیی الشرائع سقیہ المشکور
متنی شعا لله منہ فادالہ	متدلاً لمن وجہ التویر
نقد اسناد الحدیث و متنہ	کشاف اسرار الکتاب بصیر
لما سلب القلب عام وفاتہ	فاجابنی تاریحہ مغفور
	(سید مولوی اعجاز احمد سہوانی)

سہوان کی سرزمین جو صدیوں سے علم کی مہبط ہے وہاں سے کسی ایک صاحب علم کا نام پر ہونا کچھ بعید نہ تھا مگر یہ اویس صدی کے سب بزرگ نے اپنے ہمد کو جو زیست بنا اس نے سہوان کی گزشتہ عظمت کو اور بھی جاری رکھا دے

۱۶۵۰ھ کے تینے مہینے میں پیدا ہوئے آپ کا حنفی مذاہن عالی علمی اعتبار سے صدیوں سے مقتدر چلا آ رہا تھا، حتیٰ کہ آپ کے والد مرحوم مولانا حکیم محمد بدر الدین کو شاہان اودھ کے دربار سے خان کا خطاب ملا جو علم طب میں وسعت نظر کی وجہ سے ترقی علوم شرعیہ میں بھی اپنے زمانہ کے مجتہد تھے، سلسلہ نسب جناب فی روق، علم تک منتہی ہے

اساتذہ والد کے سایہ عاطفت میں لکھنؤ ہے، دیں پڑھے مگر بھی ۱۰ برس کا سن تھا کہ نعمت یدری سے محروم ہو گئے، سہوان آ کر مولوی سید امیر حسن محدث سے پڑھا، علم نے فرنگی محل سے پڑھا، ادب و مجاہد معقولات مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری سے، میراٹر حضرت میان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقہ و حدیث کی تکمیل کی، سند و اجازۃ علامہ شیخ حسین عابدی، شیخ احمد مشرقی تزیل کر، اور مولانا محمد صاحب رامپوری صاحب مکہ سے بھی حاصل ہوا

ابتداء کچھ مدت تک وہ تقید پر چلے، مگر جلد ہی ادھر سے ہٹ کر جادہ سنت پر گامزن ہوئے اور یہ قطع منزل اس پامردی سے کی کہ ایک لم کو حیرت میں ڈال دیا

امیر شش شدن چارہ ضامن است

ضمیر عتبت اندیش پیش بیت ہیں

تکمیل کے بعد

یک مدت سینت جاس کا بج آگرہ میں مدرسہ فارسی و عربی، رہے اس زمانہ میں دلکشا

پر صبح و شام علم کی خیرات جاری تھی، شہر کے متعدد علمبردار جن میں حکیم بابر علی و حکیم منصور علی
جو اگرہ کے نامور حکیم تھے دولت علم سے استفادہ کرتے یہاں "فتیہ البین" سہ ماہی قریبی دھوم سے
پڑھائی جاتی، جس میں مولوی سید امیر احمد (سہوانی) کو بھی شمولیت کا موقع مل گیا، اسی عہد
میں آپ حجاز چلے گئے جب آپس تشریف لائے، تو ادھر بھوپال تک آپ کے نازہ حکم کی ملک پہنچ
چکی تھی ۵

خود بخود بوئے یار پھیں گئی

کوئی منت کش صبا نہ ہوا

سرکار عالیہ جناب الہ جاہی حضرت نواب صاحب نے بارادت دہلی آپ کا عزا و احترام کی
در عہدہ افسری مدارس ریاست آپ کو تفویض ہوا یہ ۵ محرم ۱۲۹۵ھ کا واقعہ ہے،
بھوپال کے زمانہ میں حدیث و تفسیر کا درس جاری ہے اور مسائل مستفتی بہر پر مجتہدانہ
انداز سے افتا لکھے جاتے ہیں، اعزہ و اقارب پر اسلاف کریمانہ کی بارش ہوتی ہے الغرض
جس طرح آگرہ سے اس علم کی ملک بھوپال تک پہنچی تھی، اسی طرح بھوپال سے یثرب و مدینہ
تہم اکناف ہند میں پھیل گئی،

آپ کے زمانہ قیام بھوپال، میں حضرت نواب صاحب اور مولانا عبدالحی مرحوم لکھنؤ
کا وہ مشہور تاجری (تحریری) منظرہ شروع ہو گیا، جس میں طرفین نے متعدد مسائل لکھے،
اسی اثنا میں مولانا لکھنوی نے "ابراز النبی" میں کہیں یہ خیال ظاہر فرمایا کہ نواب صاحب
کے پردہ میں مولانا بشیرؒ سمجھتے ہیں اس پر آپ نے بعضی کمال عہدہ معترض کے اس الزام
کو دفع کیا، اور ہردو اصحاب کی صلح سے گویا "قرآن السعدین" کرانے کی سعادت حاصل
کی، بھوپال میں حقوق راعی و رب یا پر زنجیب تربیب مسخوئی سے ذکر فرمانے سے بے شگ

کہ احکام الہی کے سامنے کسی کو حتر و خاطر میں نہ رہتا۔ الغرض اس وقت حضرت نواب صاحب
کے سایہ الطاف و اکرام میں ۱۲ سال گزارے کہ خیرہ کشیوں نے یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو
رحلت فرمائی جس سے اہل علم کے حلقہ میں عدم یا یوسی پیدا ہونے لگی اس پر آپ بھی دل ہلکا
ہو گئے، مگر حضرت علیا بیگم (نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ) نے آپ کو جانے نہ دیا،

اس زمانہ میں ہر دو سہ ماہ کو تاج محل میں آپ کا دغدغہ مقرر تھا، جس میں ہکا بکا
جرم و خواتین و سیکیات محل شریک ہوتیں اور غفلت و تیرا دور انداز بیانات کا یہ عالم تھا کہ رونے
کی آواز میں بلند ہونے لگتیں، تا آنکہ اس طرح ۲ سال اور منقطع نہ ہونے اور حضرت علیا بیگم کی
شعبہ حیات بھی بچھ گئی، اب نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کا زمانہ آیا، جس میں ۵۷ عمر
آئین جدید کے ماتحت بدن شروع ہوا، ۱۰ دھڑکے، اس میں ایک ایک کر کے بھوپال سے
رخصت ہونے لگے، مدد و مرحوم نے بھی اس ازا تفری میں رخت سفر باندھ لیا،

مدت سے اب یہاں ہی جو حضرت علیا نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ کے زمانہ سے آپ کے
دلی لے جانے کے خواہاں تھے اب موقعہ دیکھ کر مقرر ہوئے، جس پر آپ نے ہلی تشریف لے آئے،
اور مسجد جو فی دلی (نئی سڑک) میں متکون ہوئے، جہاں ۶ سال تک اس حدیث و تفسیرات
افت فرماتے رہے،

”فرضیۃ فائزہ صنف دوم“ پر اس زمانہ میں ۵۸۰ تقریر جاری کی کہ ۳۴ ماہ تک دراز
صبح بطور درس ہوتا، جس میں احفاد دہلی کی طرف سے متعدد حضرات موجود رہتے اور ایک
ایک حرف آپ کی تقریر کا قلمبند کرتے، یہ تقریر اب آکر کتابی صورت میں چھپ گئی، نام
”برہان العجب“ فی فرضیۃ ام المکتب ہاں اس کے بعد سے مصنف کی وسعت نظر کا انداز
کیا جاسکتا ہے، اور آپ کے شاگرد رشید اور استاذ ”اساتذہ سعد المدین“ از الحدیث تلمذ

مولانا احمد القادری صاحب محدث دہلوی نے شائع کی ہے

مرزا صاحب قادیانی سے مناظرہ خدا آشتیں حضرت نواب شاہجہاں سیکھ صاحب کے دور حکومت میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا پرچار شروع کر دیا تھا جس کے لئے وہ دہلی بھی آئے جانے لگے اس پر وہاں کے موحیدین نے اس فتنہ کے سدباب کے لئے سرکار عالیہ بھوپال سے درخواست کی کہ کسی طرح جناب قبد محمد بشیر صاحب کو دہلی بھیجے گا

یہ زمانہ حضرت میا نصیب درحمت اللہ علیہ کی اس پیرانہ سالی کا تھا جس میں آپ درس تدریس سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو چکے تھے اور بقول صلی
قطرہ اب دریا میں جا مٹے کو ہے

تیری میعاد سے جدائی ہو چکی

مرزا صاحب سے آپ کا مناظرہ تحریری ہوا جس کا عنوان وہی تھا جو ان کے اتباع کا حربہ ہے یعنی "حیات و ممات مسیح" دعوئے میرزا آیت "إِنِّي مُتَوَقِّئُكَ ذَرْ فَعَسَىٰ لِي مِنْ جَوَابِ
وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا يَمُنُّنَ بِذَلِكَ مَوْلَاهُ" سے پیش ہوا مرزا صاحب نے تادیب کے دروازے کھول دئے مگر مولوی صاحب کے بے — پناہ استیلانے دلائل کے سامنے غصہ خاشاک کی طرح بہنے لگا جس سے تنگ آ کر آپ (مرزا صاحب) ہیشین دہلی پر اپنے خسر کے استقبال کا حیلہ کر کے باہر نکلے اور پھر لوٹ کر دلی میں قدم نہ رکھا

جس پر مولوی صاحب نے غصہ خسر کی مناسبت کے لئے آیت "خسر الدنيا والآخرة
ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْأَبْسُ" پڑھی اور اس مناظرہ کی مکمل کیفیت آپ نے ہی الحق الصریح
فی اتحیات حیوة المسیح کے نام سے شائع فرمائی یہ مناظرہ ۱۲-۱۳ میں ہوا

جب (صاحب ترجمہ) حج بیت اللہ سے واپس پھرے تو ایک مختصر رسالہ انقوں بمحقق

الحکم فی زیارة قبر حبیب اکرم انت یحیی جس کا موضوع منع شد حال برائے زیارة قبر
بنی صلی اللہ علیہ وسلم تھا، اس پر وہ مذکورہ آیت راجع فرما ہوا کہ ابھی تک
حیات ہی نہیں مہلتی ہے مرنے کا

عمر مکمل ہو گیا اور حضرت علیؓ (علیہ السلام) نے اس کے جواب میں "ابھی تک" کا
المبرور (لکھنوی) صاحب نے اس کے جواب میں "ابھی تک" کا جواب دیا ہے۔ یہ صاحب نے
(لکھنوی) نے "الہدایہ" میں "تاریخ" کی تحفہ سمواتی نے "اتمام" کے بعد علیؓ میں
"الزیارة کا" لکھ کر فائدہ پہنچا کر دیا، اگرچہ اس کا جواب بھی ادھر سے دیا گیا مگر اس
تک مبہم کہ درخور اعتناء نہ سمجھا سکا

یہ ماجرا گزر گیا، اس واقعہ سے بعد جب کبھی مولانا محمد بشیر لکھنوی تشریف لے جاتے تو
فرنگی محل ہی کے ہاں مہمان ہوتے تھے جب ناف نعل مولانا لکھنوی باہر رکنی گئی روز تک وہ
رکھتے نہایت عزت و احترام کرتے آپ کا وعظ سنتے اور اس تمام ہتمام کو اپنے لئے سود
سمجھتے

ڈاکٹر نذیر احمد خاں مرحوم اپنے تبحر کی وجہ سے کسی عام کوفہ میں نہ لگتے اور دیت
سید اقتدار احمد صاحب مسوئی ان میں بھی ڈاکٹر صاحب کے صفحہ درس میں تھا مولانا محمد
بشیر صاحب اس زمانہ میں حضرت مولانا لکھنوی (نئی سرگودھا) میں درس قرآن دیا کرتے آپ کا
منفقہ ہر طرف بلند تھا ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولانا صاحب کو بڑی دیکھوں گا،
اسی دوران میں شریعی مدرسہ میں مولانا لکھنوی صاحب نے تدریس فرمائی ڈاکٹر
صاحب بھی شریعی مدرسہ میں تدریس فرماتے تھے اور فرمایا میرا
برجہ قرآن ان کو دیکھ کر بے بسی ہو گیا اور اس کے بعد کسی ماذک کے صاحب

آپ کے درس قرآن میں حاضر ہوتے رہے اور فرمایا کرتے یہ مولوی محمد بشیر کے بیان کو کیا سمجھتے ہیں اس کی قدر مجھ سے پوچھو جو ان سے قرآن پڑھا رہا ہوں۔
 تصانیف میں کتاب "عیانہ الافان عن دوستا شیخ المدہلان" شیخ دہلان (مکر) کے رد میں عربی زبان میں لکھی جسے علمائے نجد نے کئی مرتبہ چھپوایا، اس پر "انقول المحمود فی رد جواز سود" لکھا، قرآنی (اخیرۃ الاحیاء) کے لئے یہ تشریق کو مختصر سمجھتے اس پر علمائے بہت بخش ہوئیں اس پر بھی ایک سا یہ لکھی جس میں مخالفین کے دعویٰ لکھ کر ایک ایک کی تردید کی اثر بہ قسمتی سے یہ کتاب اب تک نہیں چھپ سکی اس کے سوا اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے بعض ہو گئیں اور کچھ طبع نہ ہو سکیں۔

آپ جو عت المجتہد کے ان ممتاز علمائے سے تھے جن پر جماعت علم و تقویٰ سب کو نماز تھا، انہوں نے جس طرح دوسرے مہتمم و اہل علم کے بعد ان کی خالی مسند پر ہمیشہ کے لئے قادی رہی آئیں اسی طرح جناب مولانا محمد بشیر کی رحلت کے بعد مسابان یہ عام جماعت میں کوئی ان کا مثل نہ ہو سکا۔

بہ دو مطلب و کم جدیہ است دے

عیش بے دوست میانہ دیار کجاست

وفات زادہ قیام دہلی میں سپر ہوئے ۲۵ رجبہ دی ۱۳۲۶ھ کو وفات پائی اور اپنے استاد حضرت مہنف جب کے جوار میں شیعہ پورہ کے قبرستان میں قیامت کی خیز جہوئے مولوی سید نضر محمد صاحب سہوانی نے حدیث بنوی "قد دخل الجنة بغیر حب" سے مادہ سنی وفات لکھا اور مولوی سید عجمی زحمہ سہوانی نے لفظ "مغفور" سے اولاد میں ایک صاحبزادہ (مولوی نذیر حسین مرحوم) تھے جنہیں آپ نے سب کچھ پڑھایا؛

شدی بھی کر دی گر غریب باغ نام کی، دیں بہر دیکھ رہے تھے کہ اپنی بہار زندگی تندرستی
کر بیٹھے، اس سنت آپ کی ایک حصہ جزا دی بخیر حیات موجود ہیں

محمد اسماعیل بن معین الدین خطیب انصاری

(عدد سلس ۶۶) متوفی ۵۱۳۳۶ھ = ۱۹۱۸ء (عدد ۱۰۰)

سن ۱۲۶۵ھ جناب مسید امیر حسن محدث دہلوی نامے محمد بشیر سے درسیات
(مکمل طور پر) پڑھیں، صاحب تعوی تھے، کتاب سنت پر خود عمل کرتے، اور وعظ و تذکیرت ہزاروں
بندگان خدا کو طریقت سنت کا مل بنادیا گواہی رو بہو پال میں، عطا ریاست کے عہدے پر رہے
تاج گنج اگر کی سجد، ہدیث میں تدریس، تذکیر کا مشغور ہوا، سہ ماہی ان محدث خطیب میں سپرد
خاک ہوئے

ابوالبتار امیر احمد بن عزیز احمد قریشی

(عدد سلس ۶۷) متوفی ۱۲۴۹ھ = ۱۹۳۱ء (عدد ۱۱)

سن ۱۲۵۴ھ کتب رسید فارسی اپنے والد سے ورقہ گنور دہلی وغیرہ
میں رہ کر حدیث و تفسیر تک پڑھا، نسخ و نستعلیق میں ملکہ تھ، اور مختلف مطابع میں طبع
کرتے رہے، آخر عمر میں مقام سیونی (ملک متوسلہ ہند) میں سلسلہ وعظ و تعلیم دینی قیام
فرمایا، اتباع کتب و سنت کا دولہ ہمیشہ رہا، پھر ۴۴ برس ۱۲۴۹ھ جب ۳۳۹ھ میں رحلت
فرمائی، مولوی اعجاز احمد صاحب معجز نے بیت "حسنات مرتفقہ سے" دہ سن فوت ہوا
۱۳۳۹ھ

سید عبدالباقی

غذہ مسلسل (۶۸) متوفی ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء (۱۲۵) مولد وطن سہوان سن ولادت ۱۳، ۱۴ھ، ابتدائی کتب مکان پر پڑھنے کے بعد مولوی سید امیر حسن محدث مولانا محمد بشیر مولوی امیر احمد کے آگے زائے ادب تکیا، ۱۲۹۶ھ میں بھوپال تشریف لائے یہاں شیخ حسین عرب اور شیخ قاضی محمد بھی شری سے حدیث پڑھی اور سندھی، طب، لوی حکیم معز الدین پشوری سے پڑھی بسلا معاش مقدم قبیلہ السین یاست بھوپال میں قیام رہا اور گفتیش کا یہ شوق ہو کہ راسین کی تاریخ بھی لکھی جو (فی الباب) نہایت جامع کتاب ہے تاریخ میں وقت نظر کا یہ عالم کہ علمائے سہوان کے حالات پر ایک کتاب الموسومہ بـ "الیا قوت والمرجون" فی ذکر علمائے سہوان "المعروف بہ حیوۃ العلماء" اردو میں ۱۶۴ صفحے کی لکھی شعرو سخن میں بھی ملکہ ہے اور دو تین تصنیفیں منظوم بھی ہیں، حرمت سود پر ایک سال مشروط محمد صاحب امرتسری کے جواب میں بھی ہے، فیض آباد اور دہلی میں سید اعجاز احمد صاحب کے ہاں مقیم تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں سپرد خاک ہو کر رہ گئے



علمائے مسلمان

موجودین

سید ابوالعلا نظام احمد

(جلد ۶۹)

(جلد ۱۳)

”اشعار و قصائد عربی فارسی و اردو (ہر سہ زبان میں) کہتے ہیں، عرب
الراے خلیق متواضع اور اپنی خاندانی روایات کے حامل ہیں، تقریر میں مکہ
ہی اور جس طرح شعرو شاعری کے ساتھ من سبت ہی اسی طرح انشا پردازی
میں بھی سلیقہ ہے، کہ گویا محمود اقران ہیں“ ”علم ذہن نقد و حدیث میں بھی مکہ ہے، تحریر
قدیمی میں مستحضر ہے، ہمیشہ بین مستفتین آپ سے مستفید ہوتے ہیں“ (مستفاد از حواہ العلم)

سن ۱۲۵۴ ہجری قمری میں پیدا ہوئے۔ سید نذیر احمد صاحب دہلوی کے پوتے، استاد میں
 مولوی سید عیسیٰ زہد، محمد معجز حکیم سید محمود، کم سن ابتدائی درسیات منطق، فلسفہ، ادب پڑھنے
 کے بعد مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آخر کتب شمس العریانی
 عبد اللہ ثونکی اور حافظہ نذیر احمد صاحب دہلوی سے پڑھیں اور بعض شیخ محمد طیب
 سے اکثرت مٹانے سے نظر اور بھی وسیع ہو گئی تھی، مفت (مطلوع) عمدۃ الوسیلہ فی رد جواز حد
 الربا، فی رد (رد) کشف النقاب عن جملة المشاہد والقباب (اردو) قصیدۃ ابی العلاء
 (نیر مطبوعہ) یعنی سلسلۃ الذہب فی القراءۃ والنسب (ف)، اناشید احزاب شرح قصائد رنات
 الطرب (اردو) دیوان (عربی) الخذ المثلوف (طرب اردو) مقلدہ (فی رد بہائیت)
سید اعجاز احمد محرز بن مولوی سید عبدالباری

(حد مسلسل ۷۰)

(حد ۱۴۴)

مولد وطن سسوان سن ۱۲۹۲ ہجری قمری میں ان کے زمانہ قیام بھوپال میں ان کے
 ہمراہ تھے کہ ۳۰۳ھ میں ان کا انتقال ہو گیا اور یہ واپس سسوان چلے آئے سید محمد
 نذیر احمد صاحب جو پ کے دادا کے حقیقی بھائی بھی تھے اپنی سرپرستی میں لیا کتب فری
 مولوی سید عبد الحسیب سے بعض درسیات مولوی حکیم سید محمود صاحب سے پڑھ کر پھر بھوپال
 بہاولپور کے مولوی محمد بشیر صاحب سسوانی و شیخ محمد محمد شہری تادمی یہاں سے
 بقیہ درسیات پڑھیں حدیث شیخ حسین عربی بنی سے پڑھی، طب میں دست سیمی فی ہر
 ہر کہ سسوانی بسولی از ضلع بدایوں، بدایوں اور فیض آباد وغیرہ میں مختلف وقت
 میں اس طرح خداداد نعمت سے عوام کو فائدہ پہنچاتے رہے بعض حساد کی حسد زنی سے تنگ
 ہو کر کشتی فاضل و مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، اگرچہ جوہر ذاتی کی وجہ سے

ان کی کوئی احتیاج نہ تھی ہر نوع علم پر دسترس حاصل ہے شعر و سخن میں بھی ملکہ ہے،
فارسی اور عربی دونوں میں قصائد و غزلیات کہتے ہیں، جو فرق ہندو میں تردید کا ملکہ
ہے، متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

رشتہ کریم فی شرح فصوص الحکم (عربی)، توفیق الفرند فی تذکار ارباب السند
(تذکرہ ادباء ہند میں بزبان عربی)، برائۃ التحقیق (مسئلہ اجتہاد و تقلید میں بزبان
عربی)، تسلیۃ الفؤاد (ترجمہ قصیدہ بانت سعد فارسی میں)، تعلیقات علی الحیات (عربی)
کتاب المفردات (فارسی)، مواعین و غائب دونوں شاعروں کے کلام پر مبنی کہ کرتے ہوئے
مواعین کو فائق ثابت کیا ہے، اور استخراج ۱۰۰۰۰ کے تاریخ میں بھی توغیر ہے، جب کہ اکثر علم
سہوان کے تراجم میں مشغول ہے

سید اقدار احمد

(جلد مسلسل ۱۱)

(جلد ۱۵)

ابن سید آل محمد شاہ سید نظر احمد صاحب مجتہد کے برادر خورد) مولوی حکیم سید محمود عالم
مہارنا سید ذوالفقار احمد غنی عبد اللہ ٹونکی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب بلوی وغیرہ سے جو علوم مشغول
و مشغول پڑھے، رسالہ "ازاتۃ الخیر فی صرف ابی ہریرۃ" لکھی، ان دنوں مسلم یونیورسٹی
سٹی اسکول علی گڑھ میں مدرس فارسی ہیں اور انجمن اہل حدیث علی گڑھ کے صدر بھی آپسی
ہیں، عمر تقریباً ۴۴ سال ہوگی، شعر و سخن میں بھی ملکہ ہے، وہ تاریخ خوب نکالتے ہیں اس
کتاب کا تاریخی نام الہیہ ذکر ہے اور تراجم علمائے حدیث ہند بھی آپسی کی قوت
نظر کا کرشمہ ہے جزاۃ اللہ عنہما عن سائر مومنین الموحدین

علمائے فرخ آباد

قصبہ صمدن

مرحومین

سید علی بن سید حسین
 سید منظور احمد بن سید علی
 سید شہ محمد عبداللہ
 سید عبدالعزیز (عزیز العلماء)

۱

۲

۳

۴

علمائے صمدن

سید علی

(عدد مسلسل ۷۲) متوفی ۱۲۸۵ھ = ۱۸۸۰ء (عدد ۱)

سادات حسنی سے تھے مختلف اساتذہ سے پڑھا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی معاصرت و مصابحت نصیب ہوئی، شیعت کے رد میں ضخیم کتابیں لکھیں، فن طب میں کمال حاصل کیا، مدتوں کلکتہ کو مسکن بنائے رکھا، وہیں طب کرتے رہے، فیض و نیک کردار بزرگ تھے، وفات آگرہ (محدثو میں) پائی، دو لائق صاحبزادے سید منظور احمد و سید شاہ محمد عبداللہ اپنی یادگار چھوڑے، جن کا ذکر آگے آتا ہے،

سید منظور احمد بن سید علی

(عدد مسلسل ۷۳) متوفی ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۹ء (عدد ۲)

سن ولادت ۱۸۲۸ء مولد و منت صمدن مختلف اساتذہ سے پڑھا طب میں بھی ملکہ حاصل ہوا "مولوی صاحب" اور "ڈپٹی صاحب" کے لقبوں سے مشہور ہوئے،

و غلام میں بڑا اثر تھا، تلامذہ کا صفہ وسیع تھا، مبلووع و غیر مبلووع، تصانیف بہت سی تھیں۔
بعض مبلووعات نو کشور پریس کھنوسے بھی مل سکتی ہیں، مثلاً تحفہ درود، میخہ الشجر،
نامہ منظور (فارسی)، دلائل التبعض وغیرہ، صمدت بی میں سپرد خاک ہوئے،

سید شاہ محمد عبد اللہ بن مولیٰ سید علی

(عدد مسلسل ۷۷) متوفی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ = ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء (عدد ۳)

سن ۱۸۲۷ء مختلف استاذہ سے پڑھا اور معقولات و منقولات دونوں میں کمال
حاصل ہوا، ایک پنڈت صاحب کی برسوں سیوا کر کے ان سے تم سنسکرت حاصل کیا، دغظ
بیان فرماتے، تو حضرین پر رقت جاری ہو جاتی، پڑھایا بھی، علم اسرار رجال گویا نوک
زبان تھا، حقوق میں نمونہ تھے، اور عوام سے نیک سلوک کرنے کے عادی، مولد ہی میں
رحلت فرمائی، صاحب اویاد کثیرہ تھے

عزیز العلماء قاری سید عبد العزیز

(عدد مسلسل ۷۸) متوفی ۱۰ رجب ۱۳۴۱ھ = ۱۹۲۳ء (عدد ۴)

سید منظور احمد کے صاحبزادہ ابتدائی تعلیم کا حصہ معلوم نہیں ہو سکا، البتہ تکمیل حدیث
و تفسیر حضرت میاں محمد حبیب سے کی، اور سند و اجازت شیخ حسین عرب یمنی سے بھی حاصل ہوا،
میاں محمد حبیب آپ پر بہت شفقت فرماتے، اور عزیز العلماء کے غیب سے یاد کرتے، مستند
مرحوم اپنے اس شاگرد کو دعائیں بھی بہت دیا کرتے، آپ کے بعض خطوط ان کے نام بحیرۃ
بعد المماتہ میں چھپے ہیں، جن سے اس شفقت بزرگانہ کا پتہ چلتا ہے۔

میاں صاحب کے علاوہ صاحب ترجمہ نے مولانا عبدالحق صاحب بلوچی مفسر "تفسیر حقانی" سے بھی پڑھا۔ الغرض شیخ النکل کے تلامذہ میں صاحب عنوان 'المجودہ' قطع صاحب غازی پور اور شیخ پنجاب دزیر آبادی کے دوست بدوش تھے، وعظ میں ملکہ تھا، اور تندرکیر کا شوق بھی بہت تھا، ریاضی میں پوری دسترس تھی، طب میں یہی سی فی حاصل تھا، اور اس فن میں قابل قدر کتابیں لکھیں، صنایع کا پنورالہ آباد، مستقر، فتح گڑھ میں برسوں تحصیلداری پر تقرر ہوا۔ ۳۰ سال تک یہ خدمت سرانجام دینے کے بعد ۲ مئی ۱۹۰۸ء کو منشن لے کر کنجھت میں جا بیٹھے، گورنمنٹ سے خان بہادری بھی ملی

تصانیف :-

مثنوی حمید الکلام (فارسی)، میں قرآن و حدیث کا اقتباس ہے، عزیز الافاق (اُردو)، عزیز الافاق (اُردو)، صحیفہ نیا، عزیز التفاسیر، عزیز المنطق، عزیز الفسط، عزیز السوانح، عزیز الصرف والنحو، عزیز التواریخ، عزیز الطب، شرح صحاح ستہ، مکتوبات حضرت میاں صاحب، سوانح حضرت علیؑ، انتساب سادات فرخ آباد صمدن، تاریخ صنل فرخ آباد، وغیرہ، صاحبزادوں میں مولوی سید عبدالغفار صاحب مولوی عبدالحکیل صاحب اور مولوی سید عبدالحفیظ عاقر چھوڑے، جن میں سے دو صاحب (مقدم الذکر) بقید حیات موجود ہیں، بتاریخ ۲۳ مئی ۱۹۲۳ء داعی اجل کو لبیک کہہ "اور صمدن میں سپرد خاک ہوئے

علمائے قنوج

مرحومین

- | | |
|--|---|
| سید اولاد حسن بن نواب سید اولاد علی خاں جنگ پلور | ۱ |
| سید احمد حسن عرشی بن سید اولاد حسن | ۲ |
| حضرت والا حبیبی السید نواب صدیق حسن خاں | ۳ |
| نواب علی حسن خاں بن سید صدیق حسن خاں | ۴ |
| قاضی بشیر الدین | ۵ |

علمائے قنوج

مروین

العلامة السيد النواب اولاد حسن

(عدد مسلسل ۷۶) متوفی ۱۲۵۳ھ = ۱۸۳۸ء (عہد ۱۵)

سید اولاد حسن بن نواب سید اولاد علی خاں جنگ بہادر
جن کی وجہ شرف ایک تودہ سلسلہ نسب لی ہے جسکی ایک کڑی بوا سلطان مہدی محمد
علیہ السلام "فرزند آدم" جناب ختمی مآب حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے
اور دوسری کڑی ادھر آپ کے تحت جگر صفوۃ المحدثین خاتمہ مفسرین جامع منقول
والمعقول حضرت سیدنا جناب نواب صدیق حسن خاں ولی بیوپار پر ختم ہوتی ہے جسکی
اور سبب مجددہ خلافت و اجازت ہے جو آپ (سید اولاد حسن صاحب) کو بھی بدنی سبیل اللہ
حضرت السید مولانا دامولی المسلمین الغزاة جناب سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عطا
ہوا اور ایک سب سے بڑا شرف و بزرگی وہ خیر العمل کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی شرف و مجہ
کی ضرورت نہیں، یعنی شرکت جہاد فی سبیل اللہ

تولد و نشا قنوج اور سن ۱۲۱۰ھ و ۱۲۱۱ھ تک م نواب اولاد علی خاں (انور
جنگ بہادر) بن سید نصف اللہ بن سید عزیز اللہ یہ خاندان از سید بہادر عزیز آبادی و آبادین

تین پشتوں سے متشیع ہو چکا تھا، حتیٰ کہ جب ترجمہ بھی دواؤں عمر میں اسی مشرب دیشی ہرے
مگر جب آپ مولوی عبد الباقی بن مولوی رستم علی بن مولوی (تو جی) کی شاگردی سے متاثر
ہوئے تو شیعی شرب سے تبرا کیا اور جب شاہ عبد العزیز دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عقیدہ
میں پوری صلاحیت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ ”درردایں طایفہ رسل نوشتہ“ میر بسیار از بنس
امام بارہ جات و منصبہ کے تعریف جزاں با خاک برابر گنایند و در بدل آن بجزان مساجد و
مدارس پرداختند“

تنوچ سے لکھنؤ جا کر مولوی محمد نور بن مولوی محمد انوار اور مرزا حسن علی ۲ شنی محدث تلمیذ
حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی سے پڑھے اور طب علم میں آخری سفر ۱۲۱۳ھ میں دہلی کا کیا،
جہاں شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین سے علم ظہری و فیض باطنی دونوں حاصل کئے،
”دریں جہانہاں“ استفادہ حضرت ایشاں بتریت میں بزرگواراں سر بخت کشید و قوت علم
و علما عجیب شو نما و رزی گردید، ”دہلی میں“ مولانا شاہ رفیع الدین سے کتب حدیث و فقہ و
تفسیر کو ترتیب متداولہ کے ساتھ پڑھا، مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے تبرکات بعض کتب حدیث
و وظائف و ادعیہ ماثورہ کی سند لی، مولانا شاہ عبد القادر صاحب مؤلف موضع القرآن سے
یار ما ان کو اتفاق صحبت ہوا، یہی فیض صحبت و تعلیم علامہ مغفور کے لئے مذہب شیعہ امامیہ کے
ترک کرنے کا باعث اور مذہب اہلسنت کے اختیار کرنے کا سبب ہوا،

شاہ عبد العزیز صاحب بجائے خود تعظیم سے پیش آتے

تکمیل کے بعد تنوچ تشریف لے گئے، ”میر المومنین سید احمد بریلوی کا غلط بیاد انگ عالم

میں بلند تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے "و در چند غزوه شریک
میرد سفر مانند و حق جہد در رہ خدا مودی ساختہ یا جازت و فراغت رسیدندے" "سر
سے قنوج واپس کر دوسرے خلفائے کی فتح عساکر مسلمین کے جہاز دہری میں مصروف ہوئے
ہزاروں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی اطلاع عیابی پر حضرت ان میں سے تمام پانچ
سے یہ خط لکھا:۔

"از امیر المومنین سید احمد مجاہد سیادت مآب ثواب انتساب سید در حق خدا
سلا اللہ تعالیٰ!

بعد از سلام منون اجابت مقرون و صبح آنکہ ر قیر محبت منیر سید کاشف
حالات مندرجہ اش گردید آنچه از مصروفیت خود در تبلیغ افتاد م رب العالمین نو
آید موجب عزت بسیار شد اجزا کم الشرف را جز برہر کے از مومنین خصوصاً علمائے
اعلام و مشائخ کرام لازم است کہ احکام اسلام بر ہر بندگان اودنی شائع و ذائع
گردانند و بر رادہ مستقیم در صفائے رب کریم مستعد سازند و دریں جانب از دعوت ہا
موات فی ریغ شدہ برائے ازالہ کفر و فساد تائبہ بخت رسیدہ است انشاء اللہ تعالیٰ
عنقریب ابواب نصرة و فتح بر مجاہدین ابرار مفتوح شود شد فاطمہ جمع فرماید السلام
محرمہ ۱۵۰۲ رقا مج ۱۲۴۲

ان مجاہدین میں ہمیشہ یہ خصوصیت رہی کہ اُن کی دعاؤں کے لئے ع
اجابت از در حق بہر استقبال ہے آید

پنچہ اس جماعت میں انسداد کی برکت سے صاحب ترجمہ کی دعاؤں میں بھی یہ خاصہ پایا گیا

جناب سید احمد کی شہادت کے بعد متعدد مقامات خصوصاً والی ٹونک کی طرف سے ملازمت کی نوہم پیش نظر ہوئی، مگر "نہان بے کمر و خسرو این بے کمر" کس کی ملازمت خاطر میں لاتے ہیں حیدر آباد (دکن) آپ کے والد ماجد سید ادا علی خاں (انور جنگ بہادر) کے رستخال کے بعد گورنمنٹ نے مرحوم کے منصب و راسد کی حوالگی کے لئے باضابطہ طلبی کا فرمان بھیجا، جہاں ۳ لاکھ روپیہ سرکاری خزانہ میں جمع تھا مگر اس پر انکار کر دیا کہ یہ ان کے (والد مرحوم کے) زمانہ تشیع کا منصب اور اندوختہ تھا، جناب شاہ محمد اسماعیل شہید اور شاہ عبدالحی بدایونی گورنمنٹ (انگلش) کے محرموں کی دعوتیں قبول فرمایا کرتے، مگر آپ اس مال کو مشتبہ سمجھ کر منع فرماتے، مولوی عبدالحی صاحب اعتراض کر لیتے، مگر حضرت شہید جواب دیتے، کہ "آخر کام ہی کر کے تو لیتے ہیں"

تصانیف

الاختصاص بیان حدود و انحصار (عربی) تقویۃ الیقین بردالمشرکین
نور العرفان مرآۃ الصفا (در فقہ) راہ جنت (شرح چل حدیث) فارسی نظم رسالہ
در معنی کلمہ توحید، فتویٰ رد تعزیه رسالہ در بیان ماہل بہ لغیر اللہ (در رد میا بخئی یا علی)
ترجمہ آرد و جل المتین، اقوال المتین فی حقوق الخنی جمعین رسالہ در بیان آداب وعظ،
رسالہ در بیان بیعت و انواع و حقائق، ہدایت المومنین (در رد تعزیه) یہ تمام کتابیں
فارسی میں ہیں اور اردو میں راہ سنت منظوم و رسالہ در منع افرد حقن چراغاں پر قبور
راہ سنت سے چند اشعار نقل ذیل میں

اشعار

ہو اگر دنیا میں مرد یا مراد
 الغرض دیکھیں جب ان آنکھوں سے ہم
 اب کسی کا فعل ہو یا قول ہو
 مولوی فاضل ہو یا استاد پیر
 زندہ ہو مردہ ہو یا نزدیک دور
 ہو رسالہ یا کہ ہو کوئی کتاب
 گرا سے بر حسب سنت پائے
 گرنہ ہو سنت سے اس کو اتفاق
 ہو خطا کی پیر ہی کرتا خطا
 ہر طرح تبعیت اور تقلید عام
 مذہب ارباب سنت کر لیں
 مجتہد کے حق میں ہو بخیطی نصیب
 جو خطا تقلید میں ہوتی معاف
 کہتے ہیں اکثر گردہ معتمد
 دشمن تحقیق ان کی بات ہو
 علم میں رکھتے بہتہ عالم مگر
 راہ پر کچھ اور کچھ بے راہ ہیں
 اچھے اچھے ہیں خطا میں آپڑے

عامل سنت ہنگام فد
 یہ بلا کے اختلافتات ام
 چاہئے سنت سے اس کو تولو
 یا دلی یا شیخ یا شاہ و فقیر
 ہو ولایت یا کرامت کا ظہور
 مجتہد ہو یا فقیہ لا جواب
 بے خط اس کو عمل میں لائے
 چھوڑ دے اس کو ہر کردار شقاق
 یہ اجازت کب ہوئی ہم کو روا
 غیر سفیر کی ہے جائے کلام
 جز بنی معصوم عالم میں نہیں
 ہو خطا جائز دلی سے ایسے صیب
 کس لئے پڑتا بھلا پھر اختلاف
 ہو خط سے پاک قول مجتہد
 جز بنی معصوم کس کی ذات ہو
 کس لئے نزدیک ارباب خبر
 گرچہ اہل علم ہیں آگاہ ہیں
 مذہب باطل میں علم ہیں برے

الغرض یہ وہم میں سب خیل ہے بجائے خود یہ دعویٰ محال
جان و دل سے چاہئے کرنا قبول لطف قال اللہ اور قال الرسول

سُن چکے تم حسن اہل شاد بنی
چاہئے سنت کی اب تو پیروی ملے

اولاد و احفاد ۲ صاحبزادے مولوی سید احمد حسن عشتیٰ حضرت خاتمہ المحدثین
السید نواب صدیق حسن خاں اور ۳ صاحبزادیاں (جناب فاطمہ مریم محمدی) رحمہم
تو لے اجمعین

بروز پنجشنبہ (قنوج میں) رحلت فرمائی، سید محمد امین مرحوم جالیسری نے ماتنہ
سے مادہ تاریخ وفات نکالا، آپ کے ارتحال کے وقت حضرت نواب (صدیق حسن خاں)
کی عمر ۵ سال کی تھی

مولوی سید احمد حسن عشتیٰ بن سید اولاد حسن

(عدد مسلسل ۷۷) متوفی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ = ۲۳ نومبر ۱۸۶۰ء (عدد ۲)

مولد و منشا قنوج تاریخ ولادت ۱۹ رمضان ۱۲۳۶ھ مولانا سید اولاد حسن
(متوفی ۱۲۵۳ھ) کے بڑے صاحبزادے (جو حضرت نواب صدیق حسن خاں سے عمر میں ۲۵
سال بڑے تھے) بالغ عالم کی صرف ۳۰ بہاریں دیکھیں اور راہی ملک بھاہوئے آغاز تعلیم
مکان ہی پر اودھ اُس وقت کی مشہور رسم کے مطابق ہوا، تکمیل علوم کا پتہ، فرخ آباد

بریلی اور علی گڑھ میں ہوئی، علی گڑھ میں حضرت شاہ عبد الجلیل (متوفی ۱۲۷۳ھ) سے پڑھا، حدیث شیخ عبد الغنی مجددی دہلوی سے آپ کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں پڑھی اور اسی دوران میں سند و اجازہ حدیث شیخ محمد عابد سندھی سے بمقام سند حاصل کر لیا۔
 حاصل ہوا، دہلی بھی گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا،

الغرض جملہ علوم نقلی و عقلی میں درجہ کمال حاصل تھا، عمل بالسنۃ کے بڑے شہدائی تھے ابتداء عہد ہی میں رد تقلید میں ”شہاب ثاقب“ نامی کتاب لکھی جس میں خوب اذیت دے دی اور بھی چند کتابیں لکھیں مگر ان کے ناموں سے راقم کو اطلاع نہیں ہو سکی، عربی فارسی اور دینیوں زبانوں میں شعر کہتے فارسی اور اردو میں مرزا غالب سے مشورہ سخن حاصل تھا، جیسا کہ خود فرماتے ہیں سے

مغلوب ہیں سب اہل جاں میری سخن سے ہوں زلزلہ باغالب اعجاز رقم کا

اسے شیخ محمد عابد سندھی بن احمد علی بن یعقوب سندھی فقیہ محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ حنفی مشرب تھے مولد شہر سیون دھیرا آباد سندھ برکنہ دریائے اٹک، تھا، تلمیذ مہائے مین سے کی، صنایع میں وارد ہو کر وزیر کی رٹ کی سے عقد ہوا، ۱۱۷۱ھ میں آپ کو سفر مقرر کر کے مصر بھیجا، ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں مدینہ الرسول میں حلت کی، اور خیمۃ البقیع میں دفن ہوئے، تصانیف میں یہ کتابیں ہیں،
 مواہب اللطیف علی سندہ امام ابی حنیفہ طوابع الاوار علی اندر المختار شرح تفسیر الوصول الی باب الرسول، مستخرج بلوغ المرام، (از تذکرہ علمائے ہند فارسی ص ۲۸)

جوں کہاں پہ کیجے گزل مکاں نہو
ہمت کسے دکھائے گرا آسوں نہو
اے ضلع احتیاط یہ فصل بہار ہی
گلبانگ شوق زمرہ سبج فصل نہو
اتنی ہی آرزو ہی ہمیں تہہ سے افند
یہاں کی اک نہیں بھی نہوے جواں نہو
مجھے خوشی ہی ترے عشوہ مانے سپہ کی
رہے نہ کوئی ستم عذراستیاں کے لئے

فارسی میں؟

ایکے نام تو پر تو زبان انداختہ
گو ہر مقصود در جیب دہاں انداختہ
نو بہار شرم از فیض سحاب حمد تو
در ریاض طبع فرش ارغواں انداختہ
تا سبک و جان شوق تن پرستیما کنند
زاغ بر طمہ دہاں براستخواں انداختہ
گل چہ گلبانگ شنایش در تبسم ہے زند
بیل از ذکرش چہ آتش در فغان انداختہ

اسی طرح عربی میں بھی آپ کی شاعری بے مثل ہے

ہمیشہ زیارۃ الحرمین کا شوق غالب تھا ایتھری مرتبہ بارادہ حج روانہ ہوئے بڑودہ میں
مولوی غلام حسین بن مولوی رستم علی قنوجی کے مکان پر اترے اور تپا سہلی میں مبتلا ہو کر
سفر آخرت اختیار کیا وہیں شاہ عالم خاں مرحوم کی قبر کے پاس دفن ہوئے مولانا محمد عباس
رفعت نے یہ قصہ تلخیص لکھا

عربی عالی گہرا احمد حسن
در طفیل مصطفیٰ مغفور باد
رخت بربست از جہاں سوئے بہشت
زیر طوبی ہم نشین حور باد
گفت رفعت از بے تاریخ او
با اہم المتقین محشور باد

السید نواب صدیق حسن خاں امیر ہمایاں

(عدد مسلسل ۷۸) متوفی ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ = ۱۷ فروری ۱۸۹۰ء (عمر ۳۵)

نواب امیر ملک دانش	صدیق حسن حقیق تصدیق
علامہ دیوبند بر مواعج	حلال معافہ کف سیر
سرخیل محدثین اعلام	مقدم مفسرین تنویر
عرفت واریث الش آموز	سر حلقہ عالماتان نحریر
برنوگ زبان اوست محفوظ	قرآن حدیث وفقہ و تفسیر
پاکیزہ نسب بخاری اصل	از بجل عظام آل تسلیم
اکثر کتب و رسائل دین	از بہر افادہ کرد تحریر
در چار طرف مصفا نش	چو ہر منیر یافت تنویر
این لاف مبالغہ پسندار	جولان گنم اسپ صدق تقریر
آمد ز سر صبا با قبال	در بخت جوان و در خرد پیر
تا آنکہ شدہ امیر ہمایاں	داراد حسد البغز و توغیر

ساکن قدیم شہر قنوج مولد بانس برہی (جہاں آپ کا انتقال تھا) سن ولادت ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ سادات حسینی سلسلہ نسب ۲۲ واسطوں سے جناب سید البشر حضرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں :-

”میر صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ بن عزیز اللہ بن لطف علی بن
 علی اسفہر بن سید کبیر بن تاج الدین بن جلال ربیع بن سید راجو شہید
 بن سید بہار ثالث بن سید کبیر بن سید محمد بن محمود بن جلال الدین
 بخاری (معروف بخندوم جانیوں جہاں گشت) بن احمد کبیر بن عبد اللہ
 گلبرخ بن علی موبہ بن جعفر بن احمد بن محمود بن عبد اللہ بن علی اسفہر
 بن جعفر بن علی بن علی بن محمد بن علی بن رند بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق
 بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بسط بن فاطمہ بنت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں مجھ سے حضرت تک ۳۳ نفس ہوئے“

البقار المنین یا بقار المنین

آپ کے دادا مرحوم (سید نواب اول و علی انور جنگ بہادر) ریاست
 حیدر آباد دکن میں ”در سرکار نواب شہسائہ ار بہادر مرحوم دادا نواب نظام علی
 بہادر صوبہ دکن اقتدار تمام بہم رسانید و بخطاب انور جنگ بہادر مت زرشہ قدو
 گھن چورہ در جاگیر داشت“

اور یہ بزرگ شہیت کی تاریکی میں سرگرواں تھے بارے صاحب ترجمہ
 کے والد ماجد مولانا سید نواب اولاد حسن جنہوں نے محمود دیکر اس تذکرے
 حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے اکتساب علم کیا اور امیر المومنین
 سید احمد بریلوی کی معیت سے متاثر ہوئے عقائد کے ان ظلمات سے نکل کر
 ”الحقیقۃ السمیۃ البیضاء“ میں داخل ہوئے مرحوم کی شادی منشی عوف علی

(بائس برہی) کے ہاں ہوئی جن سے منجھ ۳ دختروں کے (فخر مریم شہری)
سید احمد حسن عرشی اور حضرت والا جاہی السید نواب صدیق حسن فر
مبتولد ہوئے ان دونوں صاحبزادوں کی عمر (علی الترتیب) ۵ و ۶ سال
کی تھی کہ سید اولاد حسن صاحب نے سفر آخرۃ اختیار فرمایا یہ کہ سن بیسے
سایہ پدری سے کیا محروم ہوئے کہ دنیا جہان کی تمام نعمتیں جواب دے سے
بیٹھیں اثاث البیت میں صرف اجداد کی کتابیں رہ گئیں تھیں ات دن
پلٹ رہے ہیں اور دیکھ دیکھ کر شوق علم پیدا ہو رہا ہے

محلہ کے مکتب میں پڑھنے بیٹھے میزان منسوب سے لے کر شرح تہذیب
اور مختصر معانی تک اپنے برادر بزرگ سید احمد حسن عرشی مرحوم سے پڑھے
سید احمد علی (فرخ آبادی) جو آپ کے والد کے مریدوں سے تھے اپنے ہمراہ
فرخ آباد لے گئے اس کے زیر سایہ کافہ شرح جامی مولوی محمد حسین
شاہجہاں پوری سے اور قطبی میر قاضی افق البین درختار و مشکوٰۃ المصابیح
دوسرے اساتذہ سے پڑھیں آپ کے والد کے ارادتمندوں کی کیا کمی تھی
آخر امیر المومنین السید احمد علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے مرحوم کے متوسلین کے
کان پور لے گئے یہاں ملا محمد مراد (بخاری) اور مولوی محمد محبت اللہ پانی پتی
سے پڑھے

دارالعلوم دہلی میں آخر (۱۲۶۵ھ میں) دہلی چلے آئے اور صد الاغاضل
مفتی العبد مولانا صدرا الدین کی خدمت میں (ایک سال ۸ ماہ تک) حضر
رہے اور آپ سے یہ کتابیں پڑھیں یعنی

مختصر معانی (تا آخر) مشرح و قدیہ (عبادات تک) (ہدایہ) معارف
 تک (توضیح و تنویر قطبی و میر قطبی (تمام) سلم العلوم، ملا حسن، حمد اللہ
 قاضی مبارک صدر (الی ما یعم الاجسام) شمس بزرگہ، میرزا ابد، میرزا ابد
 شرح موافق (الی بحث الوجود) میرزا ابد (رسالہ الی المذہب المنصور)
 مشیہ ملا عبد العلی بکر العلوم برس، میرزا ابد (درس تک) ملا جلال
 شرح مطالع (سماعۃ) تحریر اقصیدس مقالہ اول مقامات حریری، مقدمات
 ہندی (چند مقالہ سماعۃ) دیوان حوسہ (بعض حصے) دیوان مبتنی (بقدر ضعف)
 سیدہ معلقہ، شرح عقائد نسفی تفسیر بیضوی (آخر سورہ بقرہ تک) الجامع الصحیح
 لبناری ۴ پارے قرآنہ باقی کتاب سماعۃ

کہ بنفسہ مفتی صدر الدین اپنے شاگرد (نواب صاحب) کی سند میں تحریر
 فرماتے ہیں :-

”مولوی صدیق حسن صاحب قنوجی ذہین سلیم قوت قلم
 و فہم درست و مناسبت تمام بالکتاب مطالعہ صیح و مستعد
 تمام دارندہ جملہ کتب معقول رسیمہ از منطق و حکمت و از
 علم دین اکثر از بخاری و چیزے از تفسیر بیضاوی و معانی
 ہدایہ و فقہ و اصول فقہ و عقاید و ادب از فقیر الکتاب
 نمودند و مستعدانہ ہمیدہ خواندند و باوجود سعادت و
 رشد و صلاح و نیک نہادی و صفائی طینت و غیرہ
 و اہمیت و شہرم و حیا در اقران و امثال خود ممتاز اند“

اور حدیث و اجازہ حدیث ان حضرات سے حاصل ہوا یعنی
 شیخ زین العابدین (بن محسن بن محمد السبعی الانصاری) و شیخ عبدالحق
 محدث بنارس تلمیذ قاضی شوکانی بمبئی و شیخ یحییٰ بن محمد بن احمد بن حسن الحارمی
 (قاضی عدن) و علامہ سید نعمان خیر الدین آوسی زادہ (مفتی بغداد) و
 قاضی شیخ حسین عرب بمبئی اور حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب ہروی تاجر
 مکی سے (بذریعہ خط)

”۲۱ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے دہلی سے اپنے
 وطن قنوج میں واپس آئے یہاں بمشکل چند ماہ ان کا قیام رہا کیونکہ رہنے
 ان کے کوئی دو سرامربی خاندان موجود نہ تھا متعلقین اور عزیزوں کی
 معیشت کا دار و مدار صرف ان کے قوت بازو پر تھا و بہ کفایت بھی کوئی
 ایسی موجود نہ تھی جو زندگی کی ضرورتوں کے لئے کافی و وفاقی ہوتی اس
 پریشان حالی اور تشمت بآلی کی نسبت وہ لکھتے ہیں
 ”نہ یارے کہ دریں سراپگی جو انردی نماید نہ غمگسارے کہ میں افتدگی
 دستگیری فرماید و یاب ہر کرا بجز چشم کشودن و دیدہ واکردن
 بے پدری و بومیت کند و درخانہ از نام درہم و دینار پشیمزے میتر
 نہ بود و احدے از اقارب ہمہ رد دل نباشد و راہے بسوئے کسب
 قوت لایموت نکشاید و ہنرے کہ آلہ رزق و زندگانی تواند بود
 حاصل نہ بود و یار جملہ فرد و بزرگ خانہ و نہ بود خویش بیگانہ بر سرش
 افتد حالت دل آن بیچارہ پراگندہ خاطر چہ خواہد بود سے

نہ قصد سے ٹھہرائے نہ مرغ نامہ بر کے زینگی من نمی برد خیر سے

ناپ راس بے کسی کے "لحم میں" فاشو فی مناکبہ و کلو امن رزقہ" کے مطابق رخت سفر باندھ بھوپال تشریف لے گئے، جس کی علم پرووری کا خدہ ہر سو بلند تھا، مگر نوہ ارد مس فرہ کون یار و مددگار ہو سکتا تھا، کرایہ کے مکان میں رہنے لگے چند روز بعد ایک درخواست مدارالامام منشی (مولانا) محمد جمال الدین صاحب (جن سے بعد میں شرف مصاہرت نصیب ہوا) کی خدمت میں پیش کی مولانا علی عباس چڑیا کوئی جوان دنوں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے ساعی ہوئے منٹو روپیہ ہانڈہ مشاہیرہ پر ملازمت مل گئی، کچھ مدت بعد حسن کارگزاری پر صحت کے ساتھ عہدہ میر دبیر برقرار ہوا، مگر اسی دوران میں علامہ چڑیا کوئی (مولانا علی عباس مرحوم) سے مسترحقہ کشی (یا نوشی) پر بحث ہو گئی، حضرت والا جاہلی اگرچہ اس کے عادی نہ تھے، مگر میدان ایاحت کی طرف نکلا، اور مولانا محمد وحی مائل الی التقریم یہ مباحثہ باہمی چشمک کا سبب ہو کر باٹ

معزولی ہوا

تاریخ انسلاک ملازمت ماہ صفر ۱۲۷۲ھ اور یوم انفکاک ۱۶ محرم ۱۲۷۳ھ

یعنی کل مدت ایک سال

مگر حضرت والا جاہلی کے عہد امارت میں مولانا علی عباس صاحب سے تعلقات پھر استوار ہو گئے، اور آپ نے سیدہ صفیہ (بنت تاج بہ حبیب) کی ولادت (۱۲۸۰ھ) پر ذیل کا قلمہ تاریخ (عربی) لکھ کر پیش کیا

بہ اثر عبدیقی ج ۲ ص ۱۸

بنت مکرمة فقتلن
نماک داشت من حرف و من غد
واثنین مع عشر فی ما بغت زد
وتخذ من الباق شطرا منہ واعتمد
لظفر بما رمت من تار نخباجہ
علامہ مدوح نے حضرت زوالا جاہ کی بعض تصنیف پر بھی قصائد لکھے ہیں

اعطی الالہ صلیقی الصافی، حنہ
ان رمت تار نخباجہ فی البنت صافیہ
واضربہ فی تسعة قد قاربہ عشر
واطرح الی ما استطعت صنف رجبہ
واضرب لہ مال مال الکعب فی عشر
”لا کسیر فی اصول التفسیر“ یعنی

کل خاف قد تواری واکتمن
من کلام اللہ رب العالمین
افوق تفسیر صدیق الحسن
اذا کسیر فی اصول التفسیر ص ۱۱۷

فسر النواب عالی الحب اہن
فاق فی التفسیر ابناء الزمن
قلت فی تار نخباجہ متبشعرا

معز ولی کے بعد بھوپال سے بادل نخواستہ پھر قنوج واپس تشریف لے گئے،
ہنوز سلسلہ معاش کی فکر میں تھے کہ ہنگامہ سن ۵۷ (۱۲ جون ۱۸۵۷ء)
رونا ہوا، جس کی زد سے قنوج و فرخ آباد بھی نہ بچ سکے رہا سہا اثاث
اہلیت اس کی پیٹ میں آگیا آپ کے والد حضرت علامہ السید
اولاد حسن کے متوسلین نے اس تباہی کا ماجر اسنہ تو تمام اہل بیت
کو بلگرام لے گئے، مگر وہ خود اس سیلاب سے مفوک احوال ہو چکے تھے،

ان کی امداد کیا کرتے
”والا جاہ کو کئی مہینہ تک صرف ایک سیاہ جامہ بخش

اور نان خشک شیشہ پر وقت گزار می کرنا پڑی، جب کپڑا پھٹ جاتا اپنے ہاتھ سے سنی لیتے جب میز ہو جاتا تو خود دریا پر چڑھ دھولائے متعلقین کا بھی اس سے زیادہ بہتر حال نہ تھا، اس زمانہ قیام بنگرام میں دریائے گنگا پر غسل فرما رہے تھے کہ سرکش سکھوں کا ایک دستہ آنکھ اور آپ کا گورا چٹا بدن دیکھ کر معاً انگریز کا ٹکڑا کر کے بندوق کی نالی سیدھی کر دی کہ ایک واقعہ کہ ان دوڑا اور ان لوگوں سے چلا کر کہا، ایسا غضب نہ کرنا یہ تو بڑے حضرت صاحب کے صاحبزادے ہیں میں ان کو برسوں سے جانتا ہوں،

زندگی کے دوبارہ لوٹنے پر آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں عربی میں ایک طویل قصیدہ بعنوان القصیدۃ العنبریہ فی مدح خیر البریہ

لکھا، جس کے بعض اشعار یہ ہیں

اخترت بین اماکن العبرار
دار الکرامۃ بقعة الزورار
ہل لی مکان فیہ اطلب راحتی
من دونہا فی البر والدار مار
ما فضلہا فوق الموائع کلہا
الا لعرف فاح فی الارجار
قلبی لیطیر اسے بطور مروجہا
بابی بلا قعہا الی فاق علی
والی جوار ریاضہ الغفار
وادی المقدس سبہ لایحار

ملاح فی جو السماء بوارق
 کیف الوصول الی منازل طیبہ
 یوکان ادسے جذبہ نبویہ
 انی عشقت علی اقامۃ طابہ
 لیس السلوغ بارضہا فی قدتی
 کیف الذی یرجو نزول بوہما
 لا وادری المنار فی احشائہ
 فیہا المنفقہ حصول رحبہ
 یوصلت ثم باسرع الی ثنائہ
 فمتی افوز بجنۃ الدنیاء
 شتان من المند والنداء
 یشوی بہسانی بحتہ دروہ

زمانہ قیام بلگرام ہی میں قرآن پاک حفظ کیا

بھوپال میں سکون ہنگامہ کے بعد مراجعت فرمائے قنوج ہوئے
 دوسری مرتبہ تو عسرت نے جمنے نہ دیا، گھر سے لکھے ہی تھے کہ رئیسہ
 بھوپال جناب نواب سکندر سکیم صاحبہ نے (از خود) فرمان طلبی بھیجا،
 مگر موسم کی ناہمواری کے ہاتھوں اتنی دیر میں بھوپال پہنچے کہ معاہدین
 کو رخسہ اندازی کا پورا موقع مل گیا اور حکم منسوخ ہو گیا، آخر یہ شعر پڑھتے
 ہوئے (۹ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو) لوٹے

ماز بھوپال گزشتیم تو دل شادشیں
 قفل بر در مرز و خار بہ دیوار منہ

ٹونک میں | بارادہ قنوج راستہ میں ٹونک وارد ہوئے، سید
 اسمعیل راز خویش حضرت السید امیر المومنین سید احمد علیہ الرحمہ اپنے

دولتکدہ برے گئے، نواب وزیر اندولہ (امیر الملک محمد وزیر خاں بہادر
نصرت جنگ مرحوم) کو اطاعت ہوئی، ضلع ماہانہ مشاہرہ مقرر فرمایا،
اور ٹونک بنے پر مصر ہوئے (مگر حضرت والا جاہی) یہاں کی طرز
معاشرت سے جذبی دل برداشتہ ہو گئے، ہم، وہ کی رخصت کے لئے
درخواست دی وراہی اثنائیں دربار بھوپال کی طرف سے پھر
طلبی ہوئی

تیسری مرتبہ | تاریخ یکم صفر ۱۲۷۶ھ پھر بھوپال پہنچے اس مرتبہ ضلع
بھوپال میں | روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر ہوا، اور تاریخ نکاحی ریاست کی
خدمت تفویض ہوئی، بھوپال میں یہ داخلہ گویا فاحشانہ تھا، کہ عروج نے
قدم چومے اور اقبال خود کو پیچہ در کرنے لگا، مدار الملہ صاحب نشی (دہلیاں
محمد جمال الدین کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح ہوا، عہدہ میں یومانیو ماتری
ہونے لگی، قنوج سے اپنی والدہ محترمہ اور بہنوں کو بلا کر مستحق طور پر
قیام فرما ہو گئے

ریسہ بھوپال نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکی تھیں
جن کے بعد ان کی صاحبزادی جناب نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ سربراہانے
سلطنت ہوئیں جو بیوہ ہو چکی تھیں بیگم صاحبہ نے نواب صاحب کی قابلیت
و دیانت کو دیکھ کر شریک امور سلطنت بنانا پسند فرمایا اور نواب صاحب سے
نکاح کر لیا، اس کی وجہ سے آپ دین و دنیا کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو گئے،
اس قرآن کی بدولت حضرت نے دین کی خدمت میں وہ حصہ لیا کہ روسا و

امراء میں نہ تو آنکھوں نے دیکھ نہ کانوں نے سنا اور نہ قیامت لگانی پر اس کا
واہمہ گزرا" (کہانی الحدیث مال العین رات ورا اذن سمعت ولا نظر علی
قلب بشر)

حضرت (والا جاہی) نے دین و علم پر خود بے بہا اور بے شمار کتابیں
لکھیں دینی کتابیں جو بیش قیمت ہونے کے ساتھ نایاب ہو چکی تھیں عت
عجم سے گرا بہا قیمتوں پر حاصل کر کے مصر، بیروت اور ہندوستان کے
مختلف مطابع میں لاکھوں روپیہ خرچ کر کے چھپوائیں اور طلب محض پر
قدر دانوں کی نذر کر دیں کہ آج عرب و عجم کا کوئی کتب خانہ "نواب
صاحب" کی تصانیف و مطبوعات سے خالی نہ ہوگا

علمائے اعلام کی کتابوں میں جو کتابیں بصرہ زر شیر چھپوا کر مفت
تقسیم فرمائیں ان میں سے یہ قابل ذکر ہیں فتح الباری شرح الصحیح للبخاری
تفسیر ابن کثیر نیل الاوطار (لشوکانی) پر ۲۵ ہزار روپیہ اور تفسیر ابن کثیر
مع فتح البیان فی مقاصد القرآن (مصنف حضرت والا جاہی) پر ۲۰ ہزار روپیہ
بصرہ ہوئے فتح الباری کا قلمی نسخہ ۶ سو روپیہ میں خریدا اور ہزاروں
کی لاگت سے چھپوا کر مفت تقسیم کر دیا، چہ جائیکہ اس وقت تک ملک میں
صحیح بخاری تک کی اخرا طہ نہ تھی خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث
دہلوی کے درس میں بخاری شریف کے ۲ نسخے تھے جن کے اجزاء علیحدہ
علیحدہ کر کے طلباء کو دے دئے جاتے کہ متفرق اسباق کے لئے اس کے
بغیر اور کوئی سہولت نہ تھی

مصر و بیروت سے کتابیں چھپوانے کا دستور یہ تھا کہ مولوی غلام رسول
مردوم (بمبئی) صرف اسی مہم پر تعینات رہتے جو ان ملک میں ہوتے
حضرت نواب صاحب نے ہفتہ ۲۲ کتب میں لکھیں جن کی تصنیف مست
لاکھوں صفحات تک ہے، ان میں عربی، فارسی اردو ہر زبان میں بہتر
سے بہتر تصانیف ہیں۔

ان تصانیف میں اکثر کتابیں اس مرتبہ کی ہیں جن سے بہت سی اور
منتہی دونوں کو (شاید) مفرغ ہوگا۔

نواب صاحب کی بہترین تصانیف | خود فرماتے ہیں "میری تصانیف میں سے
جو کتابیں معتبر یا علم الہدی کا درجہ

رکھتی ہیں وہ یہ ہیں۔"

"فتح البیان فی مقاصد القرآن، عون الباری، السراج الوہاج،
حضرات التجلی، تاج المکمل، مسک الختام، نیل المرام، اکیل
الکرام، حصول المامول، ذخرا لمحتی، روضۃ الندیۃ، ظفر اللامعی،
الجنة فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ، رسالہ دو نرخ، نزل الابرار،
افادۃ الشیوخ بقدر النسخ والنسوخ، بدور الابلہ، تقصار
جود الاحرار من تذکار جنود الابرار، حج الکرامۃ، دلیل الطالب،

۱۵۔ بمبئی میں ابنسے محمد بن غلام رسول تاجر کتب بھنڈی، بازار اسنی مولوی غلام رسول
کے پوتے ہیں

عہد ناشر لقی ج ۲ ضمیمہ ص ۲۰

ریاض المقاض، صنو الشمس، خیرۃ الخیر لسان العرفان، الدرر البہیہ،
الانتقاد المزجج فی شرح الاعتقاد، صحیح، الخطہ فی ذکر الصحیح
المستمر، رسالہ ذم علی الکلام، اربعون اخبار متواترہ، المعتقد
المنتقد، اجوبہ بعض اسوئله... رسالہ اختیاری، اتحاف النبلا
المتیقن باجیاد ماثر الفقہاء، المحدثین

ولیکن ان کے ساتھ چند اور کتابیں بھی منضم (اور بدرجہ اولیٰ)
ہو سکتی ہیں یعنی، اکسیر فی اصول التفسیر (فارسی)، ترجمان القرآن
(تفسیر اردو ۱۱ جلدوں میں)، اسجد العلوم (عربی)، بصورت اسماء
دائرة المعارف صفحات تقریباً ایک ہزار، البقرۃ المنن بالقارئین
(اردو) والا جاہی نے خود اپنے سوانح حیات نہایت سوز سے لکھے
فتح العلام بشرح بلوغ المرام (عربی)، نقطۃ العجلان لماس
الی معرقۃ حاجۃ الانسان، اور یہ کتابیں صرف ہندوستان ہی میں
محدود نہ رہیں بلکہ تمام ممالک عرب و عجم میں تقسیم ہوئیں یعنی
مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، حلب، جزائر، عدن، عسیر، بغداد، مصر،
شام، ابا عیش، صنعاء، مرادہ، بیت الفقیہ، حدیدہ، یمن،
عراق، قدس، طرابلس، بلغاریہ، اسکندریہ، نجد، بیروت،
قسطنطنیہ، زبید، قوزان، دمشق، اصفہان، طہران، ایران،
کابل، آرا سان وغیرہ

سیردنی ممالک میں بھیجنے کا دستور یہ تھا کہ ان شہروں میں وکیل
مقرر تھے جنہیں والا جاہی متعدد نسخے بھیج دیتے اور وہ حضرات اہل
علم کی نظر کرتے رہتے ان میں بعض وکلاء کے اسمائے گرامی، شریعتی میں
(ص ۱۷۷ پر) مرقوم ہیں مثلاً "مصر کے لئے احمد آفندی العشی اور
شیخ احمد جلی البابی، اسکندریہ کے لئے حبیب آفندی غرزوزی
سیردت کے لئے بشارت آفندی الشداق، جدہ کے لئے طاہر آفندی
مشاط، دارالخلافہ (قسطنطنیہ کے لئے) سید احمد بن ناصر عدنان کیلے
عبد اللہ حسن شی رجب یک، بصرہ کے لئے شیخ عیسیٰ بن قرطاس، بغداد
کے لئے عبد القادر یک حشمت، تونس کے واسطے سید محمد العربی رحمہ اللہ،
ہندوستان میں دیگر ذرائع ترسیل و کتب کے سوا مشہور شہروں
میں وکیل مقرر تھے، یعنی بمبئی کے لئے سید علی محمد بن محمد بن ابراہیم،
لاہور و پنجاب کے لئے شیخ محی الدین لاہوری، ان کا ترجمہ علمائے
لاہور میں منقول ہے اور مولوی عبد المجید صاحب دہلوی مالک مطبع
انصاری نواح دہلی کے لئے، سوہیوپی کے لئے مصطفیٰ خان صاحب
مالک مطبع نظامی کانپور، بھوپال میں علاوہ کتب خانہ والا جاہی کے
میر صاحب علی مرحوم ناسخ کتب حضرت مرحوم تھے
آپ کی تصانیف پر عوٹ عجم اور ہندوستان کے علمائے اقرین
لکھیں اور ان سب کو سلیم فارس آفندی بن احمد فارس صاحب جاسوس

مدیر "ابجوائب" نے جمع کر کے "قرۃ الاعیان و مسرۃ الاذہان" کے نام سے شائع کیا، ان میں خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید نماں غازی کو "ذیلا طالت نشان" (حر فی الیوم ۲۰ من شہر الربیع الاول سن ۱۲۹۰ھ) بمعہ تمغہ مجیدی اور خط عظمت نمط سید خیر الدین پاشا صدر عظم دار الحکومت الاسلامیہ (نحر ۱۸ ربیع الآخر سن ۱۲۹۶ھ) قابل ذکر ہیں۔
مدارس | آپ کے عہد میں بھوپال میں یہ مدرسے تھے

مدرسہ مقبلیہ، اس میں ملک محروسہ کے یتیم و لاوارث بچے پرورش پاتے
مدرسہ سلیمانہ، اس میں یتیم کے درجات دیں رکھے گئے تھے
مولوی، عالم، فاضل، مفتی، منشی، قابل۔

"یہ آخری خطاب اس طالب علم کو دیا جاتا جو خوشحالی، انشا پر داری، قانون دانی، حساب اور ریاضی میں ماہر ہوتا، تحریری میں پاس ہونے والے کو ۱۰ سے ۱۵ روپے ماہوار تک تنخواہ ملتی، انش پر داری میں کامیاب کو ۱۵ سے ۳۰ روپے تک مشاہرہ ملتا، منشی قابل کو ۳۰ سے ۵۰ روپے تک، اسی طرح ریاست کے رواج کے مطابق ہندی کے بھی درجات اور مشاہرے تھے۔"

مدرسہ جہانگیری و مدرسہ صدیقی بھی تھے۔
کتب خانے | مدارس کے ساتھ ساتھ کتب خانے بھی تھے، یعنی کتب خانہ فیض عام، کتب خانہ مدرسہ جہانگیری، کتب خانہ سرکاری اور کتب خانہ وراجہی
۱۵ تا ۲ صدیقی ج ۲ ص ۱۳۶ و ص ۱۳۷، ۵ تا ۲ صدیقی

کتب خانہ والا جاہی میں کیسے کیسے نو اور ہوں گے آپ کے شوق مطالعہ و جذبہ ترویج کتاب و سنت سے اندازہ کر لیجئے یہ کتب خانہ آپ نے اپنے آخری عہد حیات میں ورثہ پر تقسیم فرما دیا اور آپ کے خلف انصاری حاتم الملک نواب علی حسن خاں مرحوم نے اپنا ترکہ (کتب خانہ) اعلیٰ لکھنؤ کو وقف کر دیا فقہا بھی

عہد والا جاہی میں عام اصلاح | میں بعض باتیں قابل ذکر ہیں یعنی زمانہ بانی کے دروازوں پر پہرہ دار مقرر فرما دئے کہ شوقینوں کے نام لکھ کر پیش کریں والا جاہ انہیں بلا کر تہنیت فرماتے اللہ در سول کے حکم سناتے جن سے وہ لوگ آخر اس شوق سے دست کش ہوتے گئے،

جو لوگ قبروں پر جا رو بہ کش تھے انہیں مساجد میں اسی فریضہ پر لگا دیا گیا، مقابر کے مجاوروں کو مسجدوں کا پیش امام مقرر کر دیا اور وظائف میں بھی کمی نہ فرمائی،

حفظ حدیث کا التزام | ترویج حدیث کی اس نونہلی راہ کو دیکھئے کہ نواب صاحب نے حفظ کتب حدیث کا اعلان فرمایا صحیح بخاری پر ایک ہزار روپیہ اور بلوغ المرام پر ایک سو روپیہ اتمام مقرر ہوا جن حضرات نے اس سعادت سے حصہ لیا ان میں سے ۲ کے نام معلوم ہو سکے ہیں اور ان ۲ میں سے ایک غریب سودہ لکھ ہو چکے ہیں یعنی مولوی حکیم عبد الوہاب نابینا دہلوی اور دوسرے مولوی عبد التواب صاحب غزنوی علی گڑھی ابھی تک بقیہ حیات موجود ہیں مولوی عبد التواب صاحب اس ... وقت مولوی حمید اللہ (میرٹھی) کے

دریں پڑھتے تھے آپ نے حفظ صحیح بخاری کا التزام کیا نواب صاحب کی خدمت میں اطلاع لکھی انعام کے علاوہ اختتام تک ۳۰ روپیہ باجوہ وظیفہ مقرر ہوا مگر اس اعلام کے ۱۵ روز بعد نواب صاحب نے دعویٰ اجل کو لبیک کہا عہدہ معتمد المہام | بتاریخ ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۸۷۱ء کو رحلت ہوا جس کے لوازم حسب فیہ مرحمت ہوئے یعنی،

خلعت ۹ پارچہ، ۵ عدد جواہر، چتر آفتابی، چتور، اسب، فیل، پالکی و جاگیر ۲۴ ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہام نائب دوم ریاست خطاب نواب الاجاہ امیر الملک اور ۱۰ او میں شعبان ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۲ء کو خطاب

نواب الاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خاں

پیش ہوا اور جاگیر پانی، آتش، ۲، ۴، ۵، تاحین حیات مقرر ہوئی اور خطوط من جانب انگلشیہ میں القاب و اداب ذیل مقرر ہوئے یعنی نواب صاحب معدن محامد اخلاق مخزن مکارم خفصہ نواب الاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خاں بہادر سید بعد تشید مسابئی خلوص و یکتا دلی مکشوف راسے ہزار اے یاد عہدہ نوابی سے پہلے والہ جاد مرحوم رئیسہ عالیہ کو مصارف نان و نفقہ اپنی تنخواہ سے مبلغ ۳ ہزار روپیہ دیتے تھے مگر خطاب نوابی و احضار جاگیر کے ساتھ

ہی رئیسِ معدودہ مرحوم کے مصداق ۶ ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا، جس کو خزانہ عامہ سہ کاری میں تاحین حیات ۱۰ اخل کرتے رہے۔

”جاگیر میں شہرہ جو نا جائز رقوم سوائی شمل بھٹی، والا جاہ نے ان کو لینا گوارا نہیں کیا اور مبلغ ۲۷ ہزار روپیہ جو رقوم سوائی کا وقتاً فوقتاً حصول ہوتا رہا، اس کو خزانہ ریاست میں واپس کر دیا۔“

استزاع خطابات اختیارات | آخر جناب والا جاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی علمی سرگرمیوں پر برادرانِ دین

نے سکریا، جاہ و مرتبہ خویش، قارب کو تاپسند آیا عام مسلمانوں میں حضرت کا یہ وقار گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں خاں ہوتا گیا

گرا جودا من گچیں میں گل نے روکے کس

کہ میری جان کا دشمن تھا رنگ و بو میرا

اور ان سب کار و عمل خطابات و اختیارات سے علیحدگی تجویز ہوئی، مگر قرارداد جو مرتب کرنے کے لئے ابھی کسی بہانہ کی ضرورت تھی

ادھر قصہ فرہاد و داستانِ قیس یعنی مجاہدین کا وہ خونی افسانہ ابھی

زبانِ زد عام تھا، جس نے کوہستان کشمیر و کابل کو اپنے خونِ شہادت سے لالہ زار بنا دیا تھا، انبالہ کا وہابی کیس ابھی ختم ہوا تھا، جس میں

حضرات صادق پور بہار، مولوی احمد اللہ مولانا بخٹی علی و حضرت عبدالرحیم و سیدنا عبدالغفار و ناشی مولانا سائے جعفر علی تھا میسری و غیرہم کا کٹ پانیوں

کو بھر نور سے بدلنے کے لئے بھیج دئے گئے تھے ان اہوال میں انسیدہ
صدیقی حسن خاں جیسے مجدد الوقت پر الزامات لگانے کا یہ مشکل تھے،
پس یہ روئداد جرم یوں مرتب کی گئی

الزامات

(۱) ترغیب جہاد اور گورنمنٹ کی مخالفت

(۲) مذہب و ہدایت کی ترغیب

اور ان دونوں فعات کو بھلا کرنے کیسے یعنی
(۳) رئیس عالیہ کو پردہ نشین بنا کر مدد دہی رئیس کے نام سے تمام اختیارات
اپنے ہاتھ میں لینا

(۴) جاگیرات کی ضبطی

(۵) سختی بندوبست

(۶) نواب قدسیہ سلیم صاحبہ کو رئیس عالیہ کا مخالف کرنا
(۷) رئیس عالیہ اور نواب ولی محمد میں ناموافقیت پیدا کرنا
اور یہ رسم انتراع ۷ اذیعہ ۱۲۸۲ھ = ۲۸ اگست ۱۸۸۵ء کو عمل

میں آئی،

مدت نوابی ۱۴ سال ۱۶ روز یعنی ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۳ء لغایت ۲۸ اگست ۱۸۸۷ء
نواب صاحب موت کے کنار پر

از مولوی ذوالفقار احمد مرحوم بھوپالی

”شیخنا المرحوم کی آخری تالیف کتاب ”مقالات الاحسان“

یہ کتاب ترجمہ ہے فتوح الغیب کا جو کہ سیدنا و مولانا حضرت سید عبد الفتاح در
گیلانی رضی اللہ عنہ کی تالیف ہے جب اس کا طبع ہونا شروع ہوا تو میں نے
اور انہوں نے اس کا مقابلہ کیا جب صحت نامہ کا وقت آیا تو وہ بیمار تھے
میں نے اور ایک اور شخص نے اس کا مقابلہ اُن کے روبرو کیا مرض
استسقاء ہو گیا تھا نہایت درجہ ایذا ہوئی مگر بڑے مستقل مزاج تھے
وفات کے وقت تک استقل رہا ہر اس اور بے صبری کا کلمہ ہرگز
زبان سے نہیں نکلا ایام بیماری میں شب کو میں اُن کے پاس ہوتا تھا
رات کو نیند نہیں آتی تھی اور نہ لیٹ جاتا تھا یلنگ پر قبضہ کر بیٹھتے رہتے
سامنے تکیے رکھ لیتے تھے اُن پر سر رکھ لیا نہ بھی اُٹھایا، اسی طرح
ساری رات بسر ہوتی تھی اکثر یا ارحم الراحمین کہتے تھے بیماری کی تو
شدت کھنے کی طاقت نہیں مگر غم کا شوق وہی جمہ سے کہا بھائی تم آخر
اور جگہ بیٹھ کر رکھتے ہو ہمارے سامنے ہی لکھا کرو میں اس وقت
مرآۃ النساء لکھتا تھا پس میں نے اُن کے روبرو لکھنا شروع کیا ظہر
عصر تک اُن کے کمرے میں لکھتا پھر گھر جاتا بعد عشا کے پھر آ جاتا تھا
تورات کو بھی چراغ کے روبرو بیٹھ کر اُن کے سامنے لکھتا تھا، اس سے
اُن کو افس ہوتا، اس اثنا میں باتیں بھی کرتے جاتے تھے کئی دنوں
سے اسی طرح ہوتا تھا کبھی نرماتے بھائی آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں
ایک تو مثل دوا کے کہ جب بیمار ہوں تو اُن کی حاجت ہو اور ایک
مثل غذا کے کہ کسی حالت میں اُس سے چارہ نہیں ہو میری یہی مثال

ہے غصیکہ چار شنبہ بست^{۲۹} و نہم ماہ جمادی الآخری ۱۳۰۷ھ کو ناگہانی
 میں آیا کہ آج ۳ بجے سے اُن کے پاس جاؤں چنانچہ جلدی سے کھانا
 کھا کر ان کے پاس حاضر ہوا تو تکیے پر سر رکھے ہوئے تھے میں نے
 سلام کیا تو سلام کا جواب دیا اور فرمایا اچھا ہوا سویرے آگے
 پھر باتیں کرتے رہے بے قراری زیادہ تھی دوا علاج ہوتا رہا مگر
 کچھ نفع نہیں ہوتا تھا، اسی طرح ہوتے ہوتے رات کے ۱۲ بج گئے،
 اس وقت یا اس سے قبل کہا بھائی آگے سے ہماری کتاب نہیں
 آئی میں نے کہا وہ چھپ گئی اُس کا صحت نامہ بھی تیار ہو کر گیا فرمایا
 اچھا ہوا مہینہ بھی پورا ہوا اور ہماری تالیف بھی پوری ہوئی، پھر
 کوئی دوا لایا تو پی لی ذرا دیر بعد میں نے کہا کچھ آپ کو تسکین ہے
 فرمایا کسی قدر پھر کہا اب ہم دوا نہیں پیئیں گے اتنے میں ایک بج گیا
 ذرا دیر بعد بے قراری ہوئی تو بس عرت ٹوپی سر سے اتار کر ڈال دی
 اور ذرا پاؤں پھیلانے اور چہرے پر پسینہ آیا بکثارت پشانی بکمال
 درستی ہوش دہو اس جان نجات تسلیم کی، اس وقت ایک بجے پر وہ منٹ
 گئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ تعالیٰ بعد نماز صبح غسل
 دیا گیا نماز جنازہ میں ایک خلو کثیر تھی کئی بار نماز ہوئی بروز پنجشنبہ
 یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو قبل دوپہر کے اپنے خاص قبرستان میں مدفون
 ہوئے۔

قصدا الادب من ذکر علمائے النخو العرب ۲۵۸، ۲۵۹

مصنفات الحاجہ نواب السید صدیق حسن خاں

ردیف	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱	۱	تفسیر	عربی	فتح البیان فی مقاصد القرآن (۷ ضخیم مجلدات میں مرتبہ چھپی)
۲	۲		اردو	ترجمان القرآن (۱۵ جلدوں میں)
۳	۳		فارسی	الکیر فی اصول تفسیر (اصول تفسیر حالات مفسرین کتب تفسیر و طبقات کتب تفسیر پر)
۴	۴		"	افادۃ الشیوخ بقدر النسخ والمنسوخ
۵	۵		"	نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام
۶	۶		"	تفسیر الکل بتفسیر الشافعیۃ والکل
۷	۱	تفسیر	عربی	عون الباری لحل اولۃ البخاری (۲ مجلدات)
۸	۲		"	السراج الالہاج فی شرح مختصر الصحیح المسلم ابن الجاج (۲ مجلد)
۹	۳		"	فتح العلام بشرح بلوغ المرام
۱۰	۴		فارسی	مسک الختام شرح بلوغ المرام
۱۱	۵		عربی	الروض البسام من ترجمۃ بلوغ المرام

ردیف	عدد	قرن	زبان	نام کتاب
۱۲	۶		فارسی	الادراک فی تخریج احادیث الاشهرک
۱۳	۷		عربی	اربعون حدیث فی فضائل الحج و العمرة
۱۴	۸		"	اربعون حدیث متواترة
۱۵	۹		اردو	تحفہ بصی فی ترجمہ الاربعین فی احادیث انبی
۱۶	۱۰		"	عین الیقین (ترجمہ اربعین للقرطبی)
۱۷	۱۱		"	خیر القرین (ترجمہ اربعین)
۱۸	۱۲		"	بنیۃ القاری فی ثلاثیات البیہقی
۱۹	۱۳		"	توفیق الباری لترجمہ الادب المفرد للبخاری
۲۰	۱۴		"	جامع السعادات ترجمہ منہیات (ابن حجر)
۲۱	۱۵			المد والدواء
۲۲	۱۶		عربی	نزل الابرار یا لعلم الماثور من الادعیۃ والافکار
۲۳	۱۷		اردو	تقویۃ الایقان بشرح خلاۃ الایمان
۲۴	۱۸		عربی	حضرات التجلی من نفحات التجلی والتجلی
۲۵	۱۹		اردو	ہادی القلب السلیم الی درجات جنات النعیم
۲۶	۲۰		فارسی	خطیرۃ القدس و ذخیرۃ الانس
۲۷	۲۱		"	عرف الجادی من جنات ہدی الہادی
۲۸	۲۲		عربی	مشیر ساکن الغرام الی روضۃ دار السلام
۲۹	۲۳		اردو	غراس الحیۃ

نام کتاب	زبان	فن	عدد	
تغیث رة اهل الجنة	عربی		۲۳	۳۰
یقطعه لادلی لا اعتبار فیما ورد من ذکر اهل النار	"		۲۵	۳۱
التذیر العربان من درکات امیران			۲۶	۳۲
الدین الخی عن (۲ مجلدات میں)	عربی		۲۷	۳۳
فتح المغیث بفقہ الحدیث	"		۲۸	۳۴
سہج الوصول الی اصطلاح حدیث الرسول	"	حدیث	۲۹	۳۵
کشف الکریہ عن اهل الغربہ	"		۳۰	۳۶
الترغیہ المہداة الی امن بزیادۃ العلم علی احادیث المشکوۃ	"		۳۱	۳۷
اتباع السنۃ فی حجتہ ایام السنۃ			۳۲	۳۸
الحرز المکنون من لفظ المعصوم			۳۳	۳۹
افصح السید لوجوب التوحید	اردو		۱	۴۰
مراد المرید فی اخلاص التوحید	"		۲	۴۱
اخلاص التوحید للحمید الحمید	"		۳	۴۲
اخلاص السواد الی توحید رب العباد	"		۴	۴۳
منہاج البعید الی معراج التوحید	"		۵	۴۴
الانفکاک عن مراسم الشراک	"		۶	۴۵
التفلیک عن انحرار التشریک	"		۷	۴۶

رقم	عدد	فن	لغة	نام كتاب
٢٤	٨	اردو	الاختصاص على مسئلة الاستواء	
٢٨	٩	"	تعليم الايمان	
٢٩	١٠	"	دعایة الايمان الى توحيد الرحمن	
٥٠	١١	اردو	دعوة الداع الى ايشار الاتباع على بتداع	
٥١	١٢	عربی	الانتقاد الرجوع في شرح الاعتقاد الصحيح	
٥٢	١٣	فارسی	ترجمة شرعة الاسلام	
٥٣	١٤	"	بغية الراشد في شرح العقائد	
٥٤	١٥	اردو	عقيدة شني	
٥٥	١٦	"	فتح الباب بعقائد اولي الالباب	
٥٦	١٧	"	قواعد الانسان	
٥٧	١٨	عربی	قطف الثمر في بيان عقيدة اهل الاثر	
٥٨	١٩	"	قصد السبيل الى اذم الحكم والتاويل	
٥٩	٢٠	"	ملاك السعادة في افراد الله تعالى بعبادة	
٦٠	٢١	"	اللواري المعقود توحيد ارب المعبود	
٦١	٢٢	"	المعتقد والمعتقد	
٦٢	٢٣	"	الجواز والصدقات من جميع الاسامي والصفات	
٦٣	٢٤	"	الاذاعة لما كان وما يكون بين الساحة	

ردیف	عدد	فرد	زبان	نام کتاب
۴۳	۲۵		فارسی	تجلی انکرامه فی آثار النقیامه
۴۵	۲۶		اردو	اقترب الساعه
۴۶	۲۷		عربی	حصول المامول من علم الصول
۴۷	۲۸	مجموعه	اردو	دعوة الحق
۴۸	۲۹		فارسی	المقالة الفیضیه فی الوصیة والنبیة
۴۹	۳۰		اردو	وصیت نامه - بلوچ
۵۰	۱		اردو	تعلیم الصلوة
۵۱	۲		"	تعلیم الصوم
۵۲	۳		"	تعلیم الزکوة
۵۳	۴		"	تعلیم الحج
۵۴	۵		"	تعلیم الذکر والدعا
۵۵	۶		"	وسيلة النجات لادار الصلوة والصوم والحج والزکوة
۵۶	۷		"	دلیل الطالب الی ارجح المطالب
۵۷	۸		"	فضائل الحج والعمرة
۵۸	۹		"	ایضاح الحج لعمرة والحج
۵۹	۱۰		"	طراز الحمره للحج والعمرة
۶۰	۱۱		فارسی	تحفة فقیر (در ذکر تقوه و صیلة)

ردیف	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۸۱	۱۱		اردو	روزمره اسلام
۸۲	۱۲		"	رفع الالتباس عن مسائل اللباس
۸۳	۱۳		"	سبیل الرشاد لما يحتاج الیه العباد
۸۴	۱۴		فارسی	عمارت الادقات بوظائف العبادات الخ
۸۵	۱۵		"	فتاویٰ امام المتقین
۸۶	۱۵		"	قضا و المارب من مسئلة النسب
۸۷	۱۶		عربی	نیل الایمانی بشرح مختصر الشوکانی
۸۸	۱۷		فارسی	اسوٰله اجوبه (پت در)
۸۹	۱۸		"	حل الاسئله المشکله
۹۰	۱۹		"	حل سوالات مشکله
۹۱	۲۰		عربی	ذخرا المحتی من ادب المشتی
۹۲	۲۱		"	ظفر اللاحق بما یجب فی عقد علی القاضی
۹۳	۲۲		فارسی	بدور الایله من ربط المسائل بالادله
	میران ۲۳			
۹۴	۱		عربی	الایقید لادله الاجتهاد و استقلید
۹۵	۲		فارسی	البنیان المرصوص من بیان الفقه المنصوص

نوم کتاب	زبان	قرن	جلد	شماره
بذل المنفعة لايفضاح الاركان الاربعه	اردو		٣	٩٤
بلوغ السؤل من اقصية الرسول	فارسی		٣	٩٤
دعوة الداع الى ایشار الاتباع على الابتداء بمرکز دگر	اردو		٥	٩٨
الطریق المشلی فی ارشاد الی ترک التقليد واتباع ما هو الهوی	عربی		٦	٩٩
الروضة النذیة شرح الدرر البهیة	"	بردا	٤	١٠٠
نصب الذریعة الی تعدید علوم الشریعة	"		٨	١٠١
المنهج المقبول من شرائع الرسول	فارسی		٩	١٠٢
هدایة السائل الی اولیة المسائل	"		١٠	١٠٣
الجنة فی الاسوة الحسنة	عربی		١١	١٠٣
اکلیل الکرامه فی تبیان فی مقاصد الامامه	عربی		١	١٠٥
برگ سبز (در بیان بیعت)	فارسی		٢	١٠٦
الذیر المنهود فی ذکر المهدی الموعود	اردو		٣	١٠٦
العبرة بما جاز فی الغزو والشهادة والهجرة	عربی		٣	١٠٨
حسن المساعي الی اصلاح المرعیه والراعی	اردو		٥	١٠٩
فلاح البرایا فی اصلاح الراعی والمرعایا	"		٦	١١٠

سلسلہ عدد	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱۱۱	۱		فارسی	اتحاف النبلاء المتقین با حیارہ آثار الفقہاء والمحدثین
۱۱۲	۲		اردو	البقاء المنقہ بالبقا والمحن (اپنی سرگزشت حیات)
۱۱۳	۳		فارسی	تقصیر جیو دالاحرار من تذکار جنود الابرار
۱۱۴	۴		عربی	التاج المکمل من جواہر ماثر طراز الآخرو الاول
۱۱۵	۵		فارسی	سلسلہ العسجد فی ذکر مشائخ السند
۱۱۶	۶		عربی	ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنۃ
۱۱۷	۷		"	المخط فی ذکر الصحاح السنۃ
۱۱۸	۸		اردو	کشف الغم عن افتراق الامم
۱۱۹	۹		عربی	ابجد العلوم (دائرة المعارف الاسلامیہ)
۱۲۰	۱۰		فارسی	نقطۃ العجلان لما تمس الی معرفۃ حاجۃ الانسان
۱۲۱	۱۱		عربی	خبیۃ الاکوان فی افتراق الائم علی المذہب الادیان
۱۲۲	۱۲			مراۃ العز لان فی تذکار ادبار الزمان
۱۲۳	۱۳		اردو	رحلت الصدیق الی بیت العتیق
۱۲۴	۱۴		"	حدیث الغاشیہ عن فتنۃ الغالیہ والغاشیۃ
۱۲۵	۱۵		"	طلایع المقدور من مطالع الدہور
۱۲۶	۱۶		فارسی	الفرع النامی من اصل السامی
۱۲۷	۱۷		"	موائد العوائد من عیون الاخبار والقوائد
۱۲۸	۱۸			سہر من رای

نام کتاب	زبان	فن	عدد	شماره
تذکره شمع انجمن	فارسی	تاریخچه	۱۹	۱۲۹
تذکره صبح گلشن	"		۲۰	۱۳۰
نگارستان سخن	"		۲۱	۱۳۱
ترجمان دیبایه	"		۲۲	۱۳۲
پرد الاکباد شرح قصیده بانت سواد	فارسی	تاریخچه	۱	۱۳۳
بلوغ العلی بمعرفة الحلی	اردو		۲	۱۳۴
الشجاعة العنبریه فی موله خیر البریه	عربی		۳	۱۳۵
کلمة العنبریه فی مدح خیر البریه	"		۴	۱۳۶
السیف المسلول علی من سب الرسول	اردو		۵	۱۳۷
فصل الخطاب من فضل الکتاب	"		۶	۱۳۸
تکریم المومنین بتقدیم الخلفاء الراشدين	اردو		۷	۱۳۹
تشریف البشر بذكر الائمة الاثنی عشر	"		۸	۱۴۰
جلب المنفعة فی الذب عن الائمة الاربعه	فارسی		۹	۱۴۱
احیاء الایات بذكر مناقب اهل البیت	"		۱۰	۱۴۲
دخول الحرة بشرف الحرفه	اردو		۱۱	۱۴۳
الموعظة الحسنه بما یخطب فی مشهور السنة	عربی		۱۲	۱۴۴
منتخب العود فی ایام التشریف حمود	"		۱۳	۱۴۵

ردیف	تعداد	قرن	زبان	نام کتاب
۱	۱۳۶۰		عربی	انشاء عربی
۲	۱۳۷۰		"	البلغة الى اصول اللغة
۳	۱۳۸۰		"	تكميل العيون بتعاريف العلوم والفنون
۴	۱۳۹۰		"	العلم الخفاق من علم الاشتقاق
۵	۱۵۰۰		فارسی	تصرف الرياح ترجمه مراخ الارواح
۶	۱۵۱۰		"	صافیه شرح کافیه (قلی)
۷	۱۵۲۰		عربی	تهذیب شرح تهذیب (منطق)
۸	۱۵۳۰		"	ربیع الادب
۹	۱۵۴۰		"	السحاب المکرم فی بیان انواع الفنون والعلوم
۱۰	۱۵۵۰		اردو	ضیافۃ الاخوان بقیافۃ الانسان
۱۱	۱۵۶۰		عربی	غص البیان المورق بمجسمات البیان
۱۲	۱۵۷۰		اردو	قسطاس الاذعان فی شرح المیزان
۱۳	۱۵۸۰		عربی	لف القمط علی بعض ما استعمله العامة عن العرب والدخیل والاعلاط
۱۴	۱۵۹۰		فارسی	المنهل العذب الصافی شرح منہج البیان الثانی
۱۵	۱۶۰۰		"	نشوة السكران من صهارتذکار الغزلان
۱۶	۱۶۱۰		عربی	نفح الطیب من المنزل والحبیب (دیوان فارسی)
۱۷	۱۶۳۰		"	دیوان گل رعنا (مجموعه غزلیات اردو و فارسی)

ردیف	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱۴۳	۱۸	علوم ادب	اردو	المعجم البارد للصادر الوارد (مجموعه باعيات فارسی)
۱۴۴	۱۹			المفترضا المختصر في حسن النظم المختصر
۱۴۵	۲۰			الوشى المرقوم في بيان احوال العلوم المنشور منها و المنظوم
۱۴۶	۲۱			معجب في نحو المغرب
۱۴۷	۲۲	اخلاق و تربیة	اردو	الفنون والعلوم (قلمی)
۱۴۸	۱			ادامة السكينة قامة الصبر والشكر
۱۴۹	۲			يقظة النيام لصلوة الارحام
۱۵۰	۳			اختيار الرقود يا هو الاليوم الموعود
۱۵۱	۴		فارسی	اختيار السعادة يا ايتثار العلم على العبادة
۱۵۲	۵			اسعاد العباد بحقوق الوالدين والاولاد
۱۵۳	۶			اعلام البشر بوجه الخير والشر
۱۵۴	۷			بشارة الفاق
۱۵۵	۸			بذل الحسنات لمن الممات
۱۵۶	۹			بشنويه
۱۵۷	۱۰			تحفة الصائمين
۱۵۸	۱۱			تفريح الكردب بالتوبة عن الذنوب
۱۵۹	۱۲			تسليية المصاب

ردیف	نوع	وزن	تاریخ
۱۴۹	اردو	۱۳	تبیہ المومنین بتکفیر المومنین
۱۵۰	"	۱۳	التیاد الیستی (اخلاق نسوان پر)
۱۵۱	"	۱۵	محسن العمال
۱۵۲	"	۱۶	محو الجوبہ بایش رال استغفر و التوبہ
۱۵۳	"	۱۶	خلق النفس
۱۵۴	"	۱۸	زیادۃ ایمان باعمل الجنان
۱۵۵	"	۱۹	صراح ذات البین بیان مالک و بھیم
۱۵۶	فارسی	۲۰	فضائل انبیا شد الغریب من بشری کیسب
۱۵۷	اردو	۲۱	صویر الشمس
۱۵۸	"	۲۲	فتح الخلق بطایف المنس الان خلاق
۱۵۹	"	۲۳	عقبۃ المتقین
۱۶۰	"	۲۳	عشرہ کاملہ
۱۶۱	فارسی	۲۵	کلمۃ الحق
۱۶۲	اردو	۲۶	کشف المسام عن غریۃ السدم
۱۶۳	"	۲۶	مکارم الخلق
۱۶۴	اردو	۲۸	تحریم الخمر و الزنا و اللواط و المذنف و الشرب
۱۶۵	"	۲۹	توضیح المومنین
۱۶۶	"	۳۰	تطہیر الثواب بقبول التوب

ردیف	فرد	زبان	نام کتاب
۱۹۸	۳۱	اردو	توزیع، عباد الی درجات یوم المعاد
۱۹۹	۳۲	"	تخصیص، کمال بالفعال الموجهة للطلال
۲۰۰	۳۳	"	توزیع المدعی و لطائف الی انوار الدركات والدرجات
۲۰۱	۳۴	عربی	تخریج الوعدیا من جنایة الزوايا
۲۰۲	۳۵	فارسی	شمار التکلیف فی شرح ثبات التبت
۲۰۳	۳۶	اردو	حسٹ انسان علی ما یوجب دخول الجنان
۲۰۴	۳۷	عربی	حسن ان سوه مثبت من استدر سوله فی النسوه
۲۰۵	۳۸		لسان العرفان
۲۰۶	۱	اردو	کشف الما القباکس عماد سوس به الفناس
۲۰۷	۱	اردو	خیرة الخیرہ
۲۰۸	۲	فارسی	ریاض المرتاض و عیاض العرباض
۲۰۹	۳	"	الردف الخصب من ترکیة القرب المینب
۲۱۰	۴	اردو	سائق العباد
۲۱۱	۵	"	سعة المجال الی ما یکن عن الارزاق والاموال
۲۱۲	۶	"	صدق النجانی ذکر الخوف والرجا
۲۱۳	۷	"	فتنة الانسان من تقوى ابتلاء الرزاق

کتاب	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۲۱۴	۸		اردو	قصیدۃ المقدور علی فتنۃ القہور
۲۱۵	۹			قول الحق
۲۱۶	۱۰			قول الثابت
۲۱۷	۱۱		اردو	دوا و القہر، الناسی بتذکیر الموت اسامی
۲۱۸	۱۲			قواطع البشر
۲۱۹	۱۳	عرف		قطع الاوصال ترجمہ قصائد
۲۲۰	۱۴			کشف الستار عن وجہ الذکر و الفکر
۲۲۱	۱۵			فتح زاد المتقین (قلمی)
۲۲۲	۱۶			رسالہ منجیات و مملکات
۲۲۳	۱۷			مقالات الاحسان فی مقامات العرفان (ترجمہ فتوح فیض)

۲۲۴
نقد قرین ۲۲۲

اولاد و احفاد

دو صاحبزادگان گرامی اور ایک صاحبزادی صاحبزادوں کے اسمائے
گرامی نواب سید نور الحسن اور نواب سید علی حسن دونوں آسمان علم کے
آفتاب و ماہتاب تھے نواب سید علی حسن خاندان حب کا انتقال ابھی ہوا
ہے، اچر آپ کے خود نوشتہ حالات سے کتب ہذا کے اوراق مزین ہیں اور
سید نور الحسن مرحوم کا ترجمہ حاصل نہیں ہو سکا

ان دونوں صفات کی اور دو صفات کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسری
 اعتبار سے سب کو عروج و حاصل ہے۔ مگر افسوس کہ اپنے حق قدر آباؤ، جداد
 یعنی نواب سید ورد حسن اور نواب صدیق حسن خان کے ستم کا حاصل کوئی
 نہ ہو سکتا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب کے کتب خانہ کا ایک حصہ مذکورہ بعد
 کتب خانہ میں منتقل ہو چکا ہے، کچھ کتب ہیں اور محل بھوپان میں ہیں



المتوفی نواب علی حسن خاں ^{۲۵۶} سرمد عثمانی

(سلسلہ ۴۹) (بن والا جاہ نواب یحییٰ حسن خاں) (جلد ۴۴)

صاحب ترجمہ کی خود نوشت سوانح حیات "تذکرہ طاہر" کے مقتبس
ولادت | واقعہ یہ ہے کہ اس کو چہ گردِ غربت کہہ ہستی نا آشنائے علم و عمل نا شناس
اوضاعِ زمانِ سرگشتہ وادیِ عصیان و طغیانِ الموسوم بہ علی الملکنی یہابی نصر
المخلص بہ سلیم و طاہر نے چارم ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء روزِ پنجشنبہ وقت
نیم شب خوابِ عدم سے اس ظلمتِ کدہ شہود اور دارِ فنا میں بمقامِ بھوپال
آنکھ کھولی اور اپنے آپ کو ایک عجیب حال میں پایا، سب کچھ دیکھا، اور کچھ
نہ دیکھا، سب کچھ سنا، اور کچھ نہ سنا، ع

ہمہ خندان بدند و من گریاں

تا نظر برچمن وضع جہاں و اکردم سستے بود کہ بردیدہ بینا کردم
نہ چمن بونے بقاداشت نہ گل رنگ فا حیرت آلودہ ہر سوئے نظر ہا کردم
والا جاہ مرحوم اس نمود بے بود سراپا رنگ عار کی نسبت محبت
پدری کے جوشِ مسرت میں اپنے موعوداتِ قلبی اور دلی امیدوں کو کتا
اتحاد النبلا و المتقین میں ان الفاظ کے ساتھ طاہر فرماتے ہیں :-

"سعادتِ آبائی، لطفِ طبیعت، ذکائے مناسب و حرکاتِ لطیفہ

ورقتِ قلب و بشتِ چہرہ ہمراہ دارد، حق تعالیٰ را امید ارم

کہ از برکاتِ اسمی با جمعی از محدثین و فقہاء کہ باین نام ناموا اند

بہار تبیین از علم و عمل در دنیا و دین فائز گردد چہ عہد است
کہ برائے او و برائے برادر کفایان او در حرمین تشریف حرمین
تعالی نہ کردہ ام و قبول و اجابت را راجی نبودہ ام

بہ رب این اختر تم تکر گردد
بلکہ خورشید یا خستہ گردد
متقی بہر تمیہ شود
صاحب خفیت گزیدہ شود

نور سنت منور شد دارد
ظلمت بدعتش نیاز دارد
یک سہر موعے بر تنش نبود
کہ شریعت مزینش نبود
باد علم شش را ز در طاعت
کہ رود بر در تہ ہر ساعت

اختر طالعہ بہ شام امید
مایہ اقبط چون بہ عید

ہر چند کہ میں اپنی ذات میں بکثرت بہت اعمال و زلات بہ اقدام یا اللہ
العظیم کوئی ایک صفت ان صفات مذکور میں سے اور کوئی ایک بہ وجوہ
مزیت و فضیلت میں سے نہیں پاتا، ان النفس الامارۃ بالسوء لیکن
حضرت والدہ محترم مرحوم و مغفور کی تمنا ہائے قلبی و دعا ہائے صحیحہ ہی کہ اتنا
اثر دنیا میں ضرور پاتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے علوم کتاب سنت اور
قانون دانش و حکمت کا ذوق آتش بنایا ہے اور باب علم و معرفت
اور اہل کمال کی محبت میرے دل میں ڈال کر مجھے کو ان کی خدمت و اتباع کا
شوق بخشا ہے اور دولت و ثروت دنیوی کا بھی کچھ عطا فرما کر ہنوز بجز
پنی بارگاہ علم یزلی کے مجھ کو کسی دنیا دار کے دولتندہ جاہ و حشمت کا
آستان ہوس نہیں بنایا و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

ما عجز و شمیم و حریفان بول طلب اسے خون مابہ گردن طبع غیور
ساتھ ہی اس کے کسی قدر غنائے نفس اور آزادی طبع مرحمت فرما کر
ایسا بے زمان کی خوشامد احسان کے بارگراں سے سبکدوش اور محفوظ
و مصون رکھا

روزگار سے است کہ از غایت بیداد
چشم نیکی ز کہ داریم بہ عمدے کہ درو
نہست ممکن کہے بامر ساماں باشد
گر کہے بد نہ کند غایت احساں باشد
خداے ارحم الراحمین کے فضل و رحمت سے امیدوار ہوں کہ جس طرح
اس نے حضرت والد مرحوم کی دعا پائے مخلصانہ کو کچھ نہ کچھ شرف قبولیت
عطا فرما کر مجھ کو دنیا میں اپنے انعام و اکرام سے بالکل محروم رکھنا پس نہیں کیا
اسی طرح وہ ان دعاؤں کو میرے دم واپس جب کہ کل تصفیات مادی اور
اعمال دنیوی منقطع ہو جاتے ہیں 'سرمایہ نجات' ثروت کرے 'و باللہ التوفیق
والیہ امرجع والذاب'

مکتب نشینی | اس کے بعد گوارہ طفولیت سے قدم باہر نکالنے کا وقت آیا
پانچویں شعبان ۱۲۸۵ھ کو جب میری عمر ۵ سال کی ہوئی تو طریقہ قدیم
کے مطابق رئیس عالیہ خلد مکان نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہ
کے شوکت محل پر تقریب مکتب نشینی کی محفل منعقد ہوئی میرے نانا غنشی
جمال الدین خاں مرحوم دارالمہام ریاست اور مولانا مولوی عبدالقیوم
صاحب مرحوم جو مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر دہلوی کے داماد تھے اور
اعیان و علمائے پائے تخت شریک محفل تھے

میری تعلیم ابتدا سے نصابِ مروجہ کے مطابق نہیں ہوئی، اولاً حفظِ پیر محمد صاحب مرحوم سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا، پھر اپنے نانا مدار المہام صاحب بہادر مرحوم سے ترجمہ قرآن کریم کے چند سبق پڑھے، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے (جو بھوپال میں معلمی کیا کرتے تھے) پڑھیں اسی اثنا میں مولانا مولوی محمد حسن صاحب مرحوم بگرامی مولف کتاب ارتنگ فرہنگ کا رنارہ فرسنگ و اسرار حسن و غیرہ کا غنجد شہرت حضرت والد مرحوم کے سمع مبارک تک پہنچائی، تحقیقت مولوی صاحب مدوح فن تعلیم کے موجد اور استادِ کل اور نظم و نثر فارسی کے ماہر کامل تھے اور شاہِ گز کے لقب سے مشہور تھے، یہ ان کی عالمگیر شہرت ہی کی تاثیر تھی کہ حضرت والد مرحوم نے ان کو حیدر آباد دکن سے فاضل میری تعلیم کے لئے طلب کیا اور جب ان کی نیر العقول بے نظیر قدرت فن تعلیم میں ظاہر ہوئی تو رئیسہ عالیہ نے بھی ان کو اپنے تلمذ کا شرف بخشا اور ان کے ادب و احترام اور قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، ہندوستان میں ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع تھا، بہار و بنگال سے لے کر حیدر آباد دکن تک ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے، عظیم محمد اسحاق حاذق مولائی مرحوم جن کا فارسی نعتیہ دیوان مدینہ نعت کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے، اور محبوب شیر صاحب صوت مرحوم عظیم آبادی جن کا فارسی کلام دیوانِ صوت کے نام سے طبع ہو کر مشتمل ہو چکا ہے، ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے میں نے کتب فارسی کی تینیں مولانائے مدوح ہی سے کی، کلمتوں

بوستان سکندر نامہ اُن سے پناستغاب پڑھا، قصائد عرفی، سہ تر، گہوری
 شبنم شاداب، رسائل طغزار، قصائد خاقانی، رسالہ عبدالواسع ہانسوی کا
 متفرق طور پر ان سے درس لیا، کوئی کتاب ایک جزو دو جزو پڑھی اور کوئی
 کتاب محض اپنے زور مطالعہ اور کتب لغت و مصطلحات کی مدد سے ان کو
 پڑھ کر سُنائی، بقیہ تمام درسی اور کتب میں ہوں گی، جن کو اول سے آخر تک
 میں نے ایک بار نہ پڑھا ہوا، بلکہ بعض کا دو دو چار چار بار مطالعہ کیا، اسی دوران
 تعلیم میں مولانا کے فیض صحبت سے خود بخود میری طبیعت میں شہد سخن کا ذوق
 پیدا ہوا، ابتدائے عمر سے مجھ کو فارسی زبان کے ساتھ (جو اپنی عذوبت و لطافت
 میں مشہور خاص و عام ہے) شیفتگی رہی، مجھ کو خوب یاد ہے کہ میں نے بیس
 یا پچیس برس کی عمر تک کبھی کوئی نظم یا نثر سوائے فارسی کے اردو میں نہیں لکھی
 البتہ تذکرہ شعرائے اردو کے جمع و ترتیب کے وقت جو بزم سخن کے نام سے
 موصوم ہے میں نے چند اشعار بفرودت اردو میں لکھے تھے

صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں میزن، صرف، منشعب، پنج گنج، زبدہ،
 ضریری، نحو میر ہدایت، النحو، شرح مائتہ عامل، کافیہ شرح جامی، ودیہ
 ورق مولانا سلامت اللہ صاحب مرحوم حیرا چوری اور مولانا
 الہی بخش صاحب مرحوم مولف تحفہ شہدائی سے پڑھیں
 صدر العلماء مولانا مولوی سید ذوالفقار احمد صاحب مرحوم مولانا
 مولوی و نقتہ عبد العزیز صاحب مرحوم بہوپالی مولانا مولوی عبد الرشید صاحب

مرحوم شوبانی کشمیری مولانا مولوی عبدالباری صاحب مرحوم سموائی مولانا
مولوی بدیع الزماں صاحب مرحوم لکھنوی سے مختصرات ادب و تاریخ اور بعض
کتب حدیث اور قصائد عربیہ کا اکتساب کیا اور بعض دواوین کتب سنت و
تصوف و رقوق اور مؤلفات والا جاہ مرحوم کو خود حضرت والد محترم سے سبقتاً
سبقتاً پڑھا، مثلاً بلوغ المرام، مشکوٰۃ المصابیح، بخاری شریف کا کچھ حصہ غایتہ
الذلیلین، بیۃ الراشد، ریاض المتاض، حلیۃ القدس در البیہ وغیرہ حکیم مولوی
شی حسین صاحب مرحوم بنگالی سے منطق کے چند ابتدائی رسائل پڑھے مولانا
مولوی حکیم محمد اسحاق صاحب مرحوم لکھنوی (جو ممتاز الدولہ ابوتراب میر
عبدالحی خاں صاحب مرحوم و منفور کے عم بزرگ تھے) اور حکیم معزالدین
خاں مرحوم اور حکیم عبدالعلی صاحب مرحوم لکھنوی سے بعض کتب طبیہ کا
اکتساب کیا، حکیم معزالدین خاں مرحوم ریاست بھوپال میں افسر الاطباء
تھے اور حکیم عبدالعلی صاحب مرحوم لکھنوی جو مشہور اور نامور اطباء لکھنؤ
میں سے تھے، وہ بھی ریاست بھوپال میں افسر الاطباء کے معزز منصب پر
فائز رہے تھے، انگریزی زبان کی بھی چند ابتدائی کتابیں یعنی ریڈر وغیرہ
حضرت والد محترم کے حکم سے بادل نا خواستہ مختلف اوقات میں ماسٹر
منشی حسین خاں مرحوم اور ماسٹر فیض الدین صاحب سے پڑھیں اور بعض
کتابیں انگریزی زبان کی محض تفہماً والا جاہ مرحوم کی وفات کے بعد
بھی بطور خود ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی اے علیگ اور ماسٹر بہاری لال
صاحب سے پڑھیں، مگر دبستی انگریزی تعلیم کے ساتھ کسی طرح نہ ہو سکی،

چند ماہ کے بعد یہ مشغلہ چھوٹ گیا، دل برداشتگی کا بڑا سبب عام طور پر ملکی بد مذاقی اور عدم احتیاج تھی اس کے علاوہ اس زمانہ میں کوئی سوسائٹی بھی بھوپال میں ایسی موجود نہ تھی جس کے سبب سے تعلیم انگریزی سے کھینچی اور اس کی طرف کشش پیدا ہوتی،

اسی دوران تعلیم میں فنون سپہ گری اور شہسواری کی تعلیم بھی جاری رہی، غلام محبوب خاں صاحب مرحوم سے (جو کارخانجات ریاست کے مہتمم تھے) شہسواری کی اور سید امیر علی صاحب مرحوم سے بانک بنوٹ اور فنون سپہ گری کی تعلیم پائی، حضرت والد مرحوم اپنی کتاب تاج الملک میں اسی امر کی طرف اشارہ کر کے صفحہ ۳۷۸ میں لکھتے ہیں،

”و قرآن محقرات العلوم بالفارسیۃ والعربیۃ الی شرح الکافیۃ“

یو بھی واخذ عن جماعة من اعیان بلدة وغیرہم الواردین بہا لقرء فی ہذہ الايام کتاب جامع الصغیر السیوطی وتحصیل سائر الحدیث لہ یطوی فی الفرسیۃ و رکوب الخیل و ہمتہ فی تحسین الازی وتحصیل الہیۃ وتنظیف الدار والمجالس و اشارشان الامارت“

مگر یہ سچ ہے کہ ایک فن بھی درجہ تکمیل تک نہیں پہنچا، اور جو کچھ سیکھا اور جتنا سیکھا اس کا بڑا حصہ عالم تغافل اور بے نیازی کے نذر ہو گیا، یہ وہ وقت تھا کہ کبھی مرغزار علوم کی گنگشت کا دلولہ دل میں اٹھاتا تھا، اور کبھی فنون سپہ گری کے میدان میں جولانی دکھانے کی خواہش پیدا ہوتی تھی کبھی دل ایک علم و فن کی طرف مائل ہوتا تھا، اور پھر کچھ دنوں بعد کسی دوسرے

علم و فن کی طرف رجحان خاطر بڑھ جاتا تھا

صرفت زمانائی فنون عسیدہ
 و لما تجلی الامر انکشف لفظا
 دافعت جہدی و ابھون فنون
 تبین لی ان الفنون جنون
 کہ خوشہ چین زلفم و گردانہ دزدغال
 چوں مور قحط دیدہ بہ خرمن فسادہ ام
 اسباب نامساعد کا اقطع نظر اس کے سوا اتفاق سے اس زمانہ میں کچھ اسباب
 تعلیم میں وجہ ہونا ان موافق اس قسم کے میرے گرد پیش جمع ہو گئے تھے جنکی
 وجہ سے حضرت والد محترم کو یہ تعلیم کی جانب سے ایک گونہ مایوسی پیدا ہو گئی تھی
 اولاً تو میں پیدا ایشی خیف الجثہ واقع ہوا ہوں اس کے علاوہ زمانہ طفولیت سے
 میری صحت کبھی اچھی نہیں رہی، درد و زلزل و غیرہ کی شکایت کا کچھ نہ کچھ سلسلہ
 بچپن سے برابر قائم رہا، اگر دو چار مہینے اچھا بھی رہتا تھا تو آٹھ دس مہینے بیمار پڑا
 رہا کرتا تھا

نہے بخت مریض غم عیادت کو وہ آتے تھے یہ سررنجور بالمش تھا یہ تنہا رہتا تھا
 اس حالت کا اقتضاء تو یہ تھا کہ مجھ کو ایک حرف بھی نہ آتا، مگر ساتھ ہی اس کے
 خوش قسمتی سے کچھ اسباب مساعد بھی ایسے موجود تھے جن کی وجہ سے میری تعلیم
 میں کسی قدر سہولت پیدا ہو گئی تھی، مجھ کو سب سے زیادہ فائدہ میری والدہ ماجدہ
 کی علمی لیاقت اور ان کی پاکبازی اور دینداری سے پہنچی، اور حضرت والد
 محترم کے فیض تربیت و صحبت نے مجھ کو درجہ جہالت اور نادانیہ ضلالت سے
 نکلنے میں بہت بڑی مدد دی، اور مولانا مولوی محمد حسن صاحب بگرامی جیسے فرد
 کامل اور شفیق استاد کے بے نظیر طریقہ تعلیم نے مجھ پر اکتساب علم کا راستہ

بہت آسان کر دیا

روانگی قنوج

۱۳۰۵ھ میں حضرت والد محترم نے ریاست کے اندرونی سیاسی
تغیرات اور زمانہ کے روز افزوں انقلابات کو پیش نظر رکھ کر اور تمباش
ایمن از بازی روزگار پر عمل پیرا ہو کر ازراہ دور اندیشی یہ ارادہ کیا کہ
شہر قنوج میں جو قدیم آبائی وطن ہے بطور یادگار سلف اور صالح آیندہ کے
لحاف سے ایک مکان ہم لوگوں کی سکونت کے لئے تعمیر کیا جائے اور ساتھ ہی
اس کے ان کی دین پرستی اور معارف و رومی اس کی تقنی ہوئی کہ جس
طرح وہ مجھ کو دنیوی مال و متاع سے آسودہ حال دیکھتے ہیں اسی طرح وہ معارف
باطنی کی دولت لازوال سے بھی میرے حبیب دامن کو مال مال دیکھیں اسلئے
انھوں نے مجھ کو سفر قنوج کا ایسا کیا اور تعمیر مکان کو میری پسند و مرضی پر
محمول کیا اور سرخیل صوفیائے عصر شیخ وقت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج
مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے شرف مہموری اور برکات انفاس سے
مستفید ہونے کی طرف توجہ دلائی چنانچہ تیسویں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ
کو دو شنبہ کے دن بھوپال سے روانہ ہو کر چار شنبہ کے روز میں قنوج پہنچا
اور اپنے جد بزرگوار حضرت سید غلامہ مولانا اولاد حسن صاحب بناری
رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مجدد عصر مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید
قدس سرہ کے مزار پر الوار کی زیارت و فاتحہ سے شرف اندوز ہوا، نماز ظہر
کے وقت باوجود غایت معذرت بعض مریدان و معتقدان خاص مجدد
کے اصرار سے مجبور ہو کر جد مرحوم کی مسجد قدیم میں مجھ کو امانت کرنی پڑی

فراغ نماز کے بعد حضرت جلال ثالث رحمۃ اللہ علیہ و حضرت بالا پیرؒ
اور حضرت حاجی شریف زندانیؒ کی زیارت مزارات و فاتحہ خوانی سے
مشرف ہوا۔

روانگی گنج مراد آباد | پھر وہاں سے چوتھی جہادی الشانی کو گنج مراد آباد
ردانہ ہوا، جمعہ کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدِ ناد
مولانا مولوی فضل رحمن صاحبؒ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا، حضرت
طہارت گاہ سے برآمد ہو کر حجرہ کی صحنی میں وضو کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر فرمایا
کہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے پاس تہا اور پیدل جایا کرتے تھے
اور حضرت عمر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں بہت دور سے پیادہ پایا کرتے تھے اس کے بعد مجھ سے
فرمایا کہ میں وضو کرتا ہوں تم دیکھتے جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح
وضو کیا کرتے تھے، غرض جب وضو اور نماز سے فراغ ہوئے تو ایک حاضر
الوقت صاحب سے میری نسبت فرمایا، کہ یہ امیر آدمی ہیں ان کو احمد میاں
کے گھر میں کھیراؤ، تھوڑی دیر میں جناب احمد میاں صاحب خود آ کر مجھ کو
اپنے مکان پر لے گئے، رات بھر وہاں قیام رہا، صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو
حضرت کے دیدارِ ناقص الاوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، اور میں نے
ان کے دستِ شریعت و طریقت پناہ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں سہیت کی،
قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقب رہ کر مجھ کو اپنی توجہ اور بہت
باطنی سے مستفید فراتے رہے، اس کے بعد سر اٹھا کر اپنی زبان فیضِ ترخان سے

میتا باد عشق کے لمحے میں زمانے لگے اپنے پیار پر تن من و اردوں جو واروں سو
تھوڑا سے اس وقت برق و روح کے اتصال اور جذبات اور تجلیات کے باہمی
انتزاع سے میرے دل پر جو ایک پر سرور و المانہ و وجدانی کیفیت طاری تھی
اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہو رہا تھا

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیان نمی گنجید تو چوں فرشتہ ز غیب آمدی گفتی
بہر حال اس کے بعد حضرت بہت سے اشعار فارسی اور اردو اور ہندی کے ایک
دلکش انداز اور پرتاثر لہجہ کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہے ان میں سے صرف یہ
دو شعر مجھ کو یاد رہ گئے، سہ
پر و آنہ نیم قسم کہ بہ یکدم عدم شوم شمع کہ جان گدازم و دم بر نیادم

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را بر صفحہ اول میں کہ کتابے با زین غیت
اخیر صحبت میں جب میں نے رخصت ہونے کا قصد ظاہر کیا تو حضرت نے فرمایا
کہ تم اپنے والد سے کہہ دینا کہ ہم تمہارے لئے دعا کیا کرتے ہیں خدا تم کو
اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے، اتباع سنت مشکل ہی، پھر میں حضرت کے
پاس سے اٹھ کر چلا آیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت حجرہ سے صحن مسجد میں آکر
بٹھ گئے، اور نساہی شریف کا درس جناب احمد میاں صاحب مرحوم کو پڑھا
لگے، میں بھی وہاں جا بیٹھا، دوران سبق میں حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ
اسماعیل کے معنی جانتے ہو، میں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمائیں حضرت
نے کہا کہ اسماعیل کے معنی ہیں خدا کا فرما نبردار جب درس سے فراغت

ہوئی تو سب نے عین مسرت میں شہر شروع کیا، اور میرے قریب تشریف لا کر
 اور مسکرا کر آہستہ سے ازراہ شفقت میری پشت پر مکا مارا، اور حجرہ میں
 تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد جناب احمد میاں صاحب کے ہمراہ میں پھر
 حضرت کے حجرہ میں پہنچی، اور توفیق الہی کے موافق نذر دکھائی، آپ نے
 نذرانہ کو خوشی کے ساتھ اپنے دامن میں لے لیا اور وہیں کھڑے کھڑے میرے ساتھ
 تمام نذرانہ نذر رتندوں اور متوجوں کو تقسیم کر دیا، اور ایک جہہ باقی نہیں
 بچوڑا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کہ تم کو یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا
 اپنا نقصان مفت میں کیا، چونکہ میں اسی وقت لکھنؤ روانہ ہونے کے لئے تیار
 تھا اور سواری کچھ دور کھڑی ہوئی تھی، میں نے مراجعت وطن کی اجازت چاہی
 حضرت نے خدا حافظ کہہ کر اور یہ شعر پڑھ کر مجھ کو رخصت کیا ہے

دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست تو نہ پنداری کہ تنہا می روی
 اس سفر میں تین روز تک میرا قیام لکھنؤ میں رہا، پھر وہاں سے موضع
 بتی سادات پر گئے، بسوہ ضلع فتحپور اور جینپور جوتا ہوا چاروہم جادی الثانی
 ۱۲۰۵ھ کو بھوپال پہنچی، اور تمام محلات و واقعات حضرت والد محترم سے
 بیان کئے، اور شہر قنوج کی سکونت کے متعلق میں نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار
 کیا، یہ شہر اگرچہ قدیم زمانہ میں ہندوستان کا پایہ تخت اور راجدھانی رہا ہے
 مگر امتداد زمانہ اور انقلاب روزگار سے اب وہ ایک قصبہ تبہ حال سے
 زائد وقعت نہیں رکھتا، وہاں کے سکنا شہر میں بھی کوئی فضیلت علم و عمل و
 دولت و ثروت باقی نہیں رہی، اور حضرت والد مرحوم اور اہل فاندان کے

ترک وطن اور ترک تعزق کے سبب سے جو آبائی تعلقات اس سے وابستہ تھے اور وہ کلیۃً منقطع ہو چکے تھے اس لئے میں نے وہاں کی اقامت پسند نہیں کی اور صاف صاف اپنا خیال حضرت والد مرحوم پر نہا کر دیا، والد مرحوم البقاہ المثنیٰ کے معنی بہا میں گھٹتے ہیں کہ میں نے بہ مجبوری یہ قصد کیا تھا کہ وطن قدیم طبعہ کہنہ قنوج ہی میں طبع توطن ڈالی جائے، لیکن غرہ جدی الشافی ششہ کو عزیز میر علی حسن خاں نے اس کو منقطع کر کے پسند کیا، تو خیاں اس مژدہ کا چاڑنا پھر خاطر فاطر سے دور کیا گیا و مات دون الامان یثار الشرب العالمین

وار غلامۃ السید سلیمان صاحب ندوی، ہندوستان کے ان پرانے مسلمان خاندانوں میں سے جو شرافت نسب کے ساتھ علم و دولت دونوں کے جامع ہیں، اب خال خال گھرانے رو گئے ہیں، انہی میں سے ایک والد جاہ نواب سید صدیق حسن خاں مرحوم کا خاندان تھا جن کے چھوٹے صاحبزادہ صفی اللہ حسام مدک شمس العلما، نواب سید محمد علی حسن خاں مرحوم نے ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کی صبح کو اپنی کوکھی بھوپاں ہوس لال باغ بکھنویں بہتر برس کی عمر میں وفات پائی، افسوس ہو کہ ایک پرانے خاندان کے فضل و کمال اور جاہ و جلال کی یادگار آج مٹ گئی، مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی آنکھوں نے مسلمانوں کے علمی و تعلیمی سیاسی و تمدنی انقلاب کے مناظر دیکھے، وہ پیدا تو ایک کنسرڈٹو گھرانے میں ہوئے، اور اسی ماحول میں تعلیم و تربیت پائی لیکن فطرت کی طرف سے وہ ایک اثر پذیر اور حساس دل لائے تھے باوجود اس کے کہ وہ

بھوپال میں پیدا ہوئے جنوں حد درجہ قدمتی کی حکومت اور سطوت تھی اور
 ممکن نہ تھا کہ نور محل میں نئی روشنی کی ایک کرن بھی پہنچ سکے مگر استعداد طبع دیکھتے
 کہ خود بخود ادھر طبیعت کا میدان ہوا، سرسید کی جدید تعلیمی تحریک میں اور
 پھر ندوۃ العلماء کی مذہبی تحریک میں شریک ہوئے اور ہر قسم کی جاہلی مہلی
 خدمتیں انجام دین، مدت تک ندوہ کے اعزازی ناظم رہے، دارالمصنفین کے
 اساسی ارکان میں تھے اور کھنوں کی ہر سنجیدہ تحریک میں ان کا نام سر فرست
 رہتا تھا،

وہ عربی زبان کے عالم، فارسی زبان کے ماہر اردو کے شائق، اہل قلم تھے،
 فارسی شعر و سخن اور محی و راست پران کو عبور کامل حاصل تھا، فارسی کا شکل سے کوئی
 اچھا شعر ہوگا جو ان کو یاد نہ ہو، خود بھی فارسی میں اکثر اور اردو میں کمتر شعر کہتے
 تھے، انھوں نے اپنے دل و لہجہ کے زمانہ عروج میں دنیا بھر کے مشرقی علم و فضل
 کی صحبتیں اٹھائی تھیں اور سوائے علمی و ادبی چرچوں کے ان کے کانوں میں کوئی
 بات بڑی بھی نہ تھی، ان کے لئے ان کے دل و لہجے ہر فن کے باکمال استاد و مقرر
 کے لئے تھے، جن کے ریہ تربیت میں وہ پل کر جوان ہوئے

وہ ہماری زبان کے مصنف بھی تھے، متعدد مذہبی اور تاریخی کتابیں ان کے
 قلم سے نکلیں، شعراء کے تذکرے، ان کی جوانی کی یادگاہیں، فطرۃ اسلام اور
 مائتہ سیرتقی ان کی بہترین کتابیں ہیں، آخر میں "مردم دیدہ" کے نام سے ان باکوں
 کے حالات کھربے تھے جن سے ان کو سننے کا اتفاق ہوا اور ان کی تعداد کچھ
 کم نہیں، ان میں بڑا حصہ شعرا کا تھا

وہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے بے تحلف دوستوں میں تھے اور ایک سر
کے پختہ قدردان تھے، یہی وراثت منتقل ہو کر ہم تک پہنچی، موصوف کو ہم لوگوں کے
اس درجہ محبت اور شفقت تھی جو خاندانی محبت سے کسی طرح کم نہ تھی اور اس کو
اس وضع داری سے بنا ہوا کہ ۳۰ برس کے عرصہ میں ایک فوج بھی اس میں فرق
نہ آیا، وہ مجسم اخلاق، حد درجہ پاک باطن اور نیک طبیعت تھے، شرف و فادے
طبعی نفور اور ہنگامہ آرائیوں سے کوسوں دور تھے، متول کے باوجود حکام
اور علم و فضل کے باوجود منفرد تھے

مذہبی خیالات میں گو وہ عقیدت کی طرف مائل تھے، لیکن اسی کے ساتھ
مذہبی پابندی ان میں اتنی سخت تھی کہ ان کی ایک نماز بھی ان کے مقررہ اوقات
سے ٹپنے نہیں پاتی تھی، رسم و رواج و بدعت کا ان کے گھر میں نشان نہ تھا،
اور اس بارہ میں وہ نہایت سخت تھے، ان کی محفل میں علم و فن، شعر و سخن اور قومی
مسئلوں کے سوا کوئی اور مذکور نہ تھا، عربی کتابیں ان کو پڑھنے سے منع
ہو چکی تھیں اور پھر ان کا کوئی مشغلہ نہ رہا، تاہم جب ذکر آجاتا تو ان کو بھولے
ہوئے خواب کی طرح بہت سی باتیں یاد آ جاتی تھیں

نور محل کے رہنے والے، تو بڑے باب کا چشم و چراغ اور ایک پرانے
خاندان کا چراغ سحر تھا، ۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو تیرا آخری دیدار نصیب ہوا، خیال نہ تھا
کہ علم و فضل کا یہ نمونہ ہوا دیات جہد کچھ جانے والی ہی اب تو وہاں ہو گا جہاں خدا چاہے
توہ کے سوا عظمت کا زرع نہیں، صفی الدولہ، حام الملک اب تو وہاں ہی جہاں کسی کی دولت
ہی، اور نہ کسی کا ملک ہی، تیرے اعمال نیک کی دولت اور تیرے کار خیر کی ممکن تیرے ساتھ
ہی دعا ہو کہ ہشت شاہ علی اکا طلاق اپنے ملک لارواں کی دولت جاوید ہی تجھ کو سر فرز فرمائے

تصانیف

۱۔ ترجمہ فی موسوم بہ سیرت والا جاہی (۴ مجلدات میں) جس میں آپ کے
والد بزرگوار حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے سوانح
حیات ہیں، شریعت الاسلام، فطرۃ الاسلام، سیرۃ الاسلام
المدنیۃ فی الاسلام، اسلام اور اس کے طریق عبادت، انتظام خانہ دار
نائلہ دل، خرمین گل، تعلیم و تربیت، البیان،
مرحوم صاحب اولاد و احفاد میں

بشیر الدین محدث

(عدد مسلسل ۸۰)

متوفی ۱۲۷۳ھ

(عدد ۵)

والد کا نام مولوی نور الدین اسن وادات سلسلہ گمسن رتول
 سلسلہ ہے دو سال کی عمر میں سایہ پیری سے محروم ہو گئے والدہ ہی نے
 پرورش فرمائی۔ انہوں ہی نے قاعدہ بغدادی شریعہ کرایا۔ ذرا ہوش
 سمجھالا تو مرحوم نے اپنے والد کے ایک شاگرد مولوی عبدالحق صاحب
 کے سپرد کیا جنہوں نے مروجات فارسی پڑھائیں اور میزان الصرف
 (خود قلمبند فرما کر) پڑھائی۔ گھر میں ناداری کا غلبہ تھا۔ پڑھنے کا شوق
 تھا۔ والدہ سے اجازت سے کر دہلی کا قصد فرمایا، نو عمری زیادہ پامناست
 علی گڑھ پہنچے تھے کہ پیروں میں ورم آگیا اور بہت ہار کر بیٹھ رہے، شہر
 (علی گڑھ) میں ایک درویش محمد شاہ مرحوم رہتے تھے انہوں نے دیکھ کر
 نام دریافت کیا، والد کا نام پوچھا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تمہارے
 والد مولوی نور الدین تو میرے سر بھائی تھے میرے ساتھ مکانات پر چلو۔ اس کے
 دو ایک روز بعد شاہ عبدالحق شہید (متوفی ۱۲۷۳ھ) کے سپرد کر دیا اس وقت
 شاہ صاحب کا درس جامع مسجد میں ہوتا تھا اور مسجد کی امامت بھی آپ ہی
 کو تفویض تھی۔ یہاں شہرح جامی اور قصی پڑھ کر دہلی کا قصد فرمایا
 (بافذا اجازت شاہ صاحب) دہلی پہنچ کر حکیم نیاز احمد مرحوم ہسپتالی (رجو

مولانا سے محمد بشیر کے حقیقی چچا تھے، سے اتفاق سے کالی مسجد میں ملاقات ہو گئی، حکیم صاحب کا ذاتی دواخانہ دہلی میں تھا۔ انہوں نے آپ کو دس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھ لیا۔ اور اپنے صد جراثیم کے ساتھ کتب معقول، ادب و معانی میں ہم سبق کر دیا۔ قاضی صاحب اس تنخواہ میں سے صرف دو روپیہ ماہانہ پر اپنی بسراوقات فرماتے اور بقیہ آٹھ روپے اپنی والدہ ماجدہ کو (بذریعہ ہنڈوی) قنوج بھیج دیتے۔ اور جب علم و ادب کی تمام کتب میں ختم ہو گئیں اور حکیم صاحب نے آئینہ کارادہ دریافت فرمایا تو آپ نے حدیث کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اس پر حکیم صاحب ہی نے مشکوٰۃ، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی اور مولانا امام مالک خود پڑھا کر شاہ محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں سفارشی خط لکھ کر بھیجا جس وقت قاضی صاحب خط لے کر حاضر ہوئے شاہ صاحب صبح مسلم پڑھا رہے تھے بعد ختم سبق رخصت پیش کیا فرمایا کہ سلم تو ہو ہی رہی ہے اس میں شامل ہو جائو۔ اس کے بعد صبح بخاری میں میا نصاحب سید نذیر حسین کے ہم سبق ہو کر سند و اجازہ سے ممتاز ہوئے

تکمیل کے بعد حکیم صاحب کے پوتے حکیم بدر الحسن صاحب کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ اس دوران میں اپنی والدہ کو بھی قنوج سے دہلی بلا لیا۔ جن کا دہلی ہی میں انتقال ہوا

کچھ مدت بعد اگرہ تشریف لے گئے۔ مولوی ڈیٹی امداد علی نے پشہور ضلع، روپے ماہانہ اپنے مدرسہ مراد آباد میں بھیج دیا۔ گریجویٹ منشی اندر من مشہور

آریہ پدیشک کا دور دورہ تھا جن سے بعد اجازت مستم منقرہ شروع کر دیا
مگر فشی صاحب تاب متا بد نہ لاکر مراد آباد ہی میں بیٹھے اس سے کچھ مدت
بعد آپ پھر آگرہ تشریف لے گئے

(غالباً) زمانہ نواب دال جاہ صدیق حسن خان صاحب بھوپال میں درو
ہوا۔ اور قاضی قنوج مقرر ہوئے مگر اس عہد کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

تصانیف میں کشف المہمبانی المسلم (شرح مسلم بہ ثبوت) اور
غایۃ الکلام فی امر المولود والقیام میں



جنرل

۳۳۲

علمائے الہ آباد

(مرحومین)

شاہ محمد فاخر زائر
محمد عبداللہ عرف جھاؤ

(موجودین)

عبدالرف (سوانحی)

محمد یوسف (برہنہ پوری)

علمائے الہ آباد

مرحومین

شاہ محمد فاخر زائر

(عدد مسلسل ۸۱) ولادت ۱۱۲۰ھ وفات ۱۲۰۲ھ (عدد ۱)

از علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی

”زائر تخلص شیخ محمد فاخر حفظہ الصدوق شیخ محمد یحییٰ و دختر زادہ شیخ محمد افضل“
 ”الہ آبادی است قدس اللہ سرارہا بمصداق ”نعر زنا بئالت“ زیب سجاده ابوین و“
 ”ذریع آسمان سانی اعلیٰ طہین“ صاحب صفت رضیہ من قب سنیہ اساس محکم،“
 ”مراجہ عیب قیاس منبع ولایت کبریٰ“ نیز ان عدل نقیات برہان نقد عقلیات“
 ”تشرع کمال داشت ہمیشہ بہت بتعدیل قصاص شریعت مے گشت، بسیار کشادہ“
 ”دشت و شگفتہ پیشانی بود، فتوح ذخیرہ نئے ساخت و یگانہ و بے گانہ را با احسان“
 ”بیدریغ مے نوح، اکثر اوقات در سفر گزرا نید در جمیع اسفار جمیع از ابتلائے بسیل“
 ”بادی پیوستند، شیخ از ماکولات و بلوسات خبر ہمہ مے گرفت و مادامیکہ عامہ رتقا“

را بطعام ہم نمی رسید خود با کل تنہا نمی پرداخت از غنویان شعور بخدمت والد
 "ما بعد و برادر کلاں خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود و کتب تحصیل مرتب گذرانید و بر صمد
 "استاذی نشست و در سفر حجی زیمنت طرا از علم حدیث از مولانا استاذ شیخ
 "محمد حیات سندھی مدنی قدس سرہ سند نمود جوہر فہم و ذکا و پس ۷۵ بود و در
 "مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمام تر میر رسید جد امجدش شیخ محمد افضل و را در
 "صغرسن مرید خود ساخت و تربیت او حوالہ شیخ محمد یحیی کرد مشا را الیہ رقل
 "یدر بزرگوار تربیت یافت و مجاز و مرخص گراید و بعد از ارتحال والد ما بعد جین
 "گشت درس ۱۱۴۱ھ عزم حرمین شریفین شد و درس ۱۱۵۰ھ بایں سعادت
 "فائز گشت درس ۱۱۵۴ھ کرت ثانی داعیہ حرمین شریفین مصمم ساخت رفت
 "کوچ ازالہ آباد بر بست و با انتظار جہاز در سورت توقف کردہ در ماہ صفر ۱۱۵۶ھ
 "بر جہاز عازم گشت قضا را جہاز تباہ شد و بہ کنار بندر محلی رسید شیخ چند ماہ در آنجا
 "اقامت کرد و در موسم کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید ۲۲ رمضان ۱۱۵۶ھ آمین و
 "وصل شد دہم دریں سن روز جمعہ کہ آنرا در عرف حج اکبر گویند دریافت و در
 "۱۱۵۹ھ باز بہ بند وستان عطف عنان نمود و در جہادی الاولی سال مذکور
 "از بندر سورت روانہ پیشتر گردید میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قہمی نمود کہ شیخ
 "محمد فاخر در رجب ۱۱۵۹ھ بشاہ جہاں آباد تشریف آوردند میرزا مظہر جہاں آباد
 "از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند با ہم صحبتها گذشت انتہی
 "شیخ یک سال و را الہ آباد ماندہ در ماہ شوال ۱۱۶۰ھ از راہ بنگالہ
 "عزم دریائے محیط شد کہ از انجا در جہاز نشسته سری بکرس کشد در عظیم آباد

"پٹنہ و مرشد آباد و دیگر امصار سر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند از بندر"
 "ہوگلی بر جہاز نشست قضا را مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز بکشت"
 "سہ ماہ جہاز در دریا بتبایسی ماند آخرالامر بموضع چائنگام کہ متہا دیار شرق عمل"
 "پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بعلت موسم برشکال سہ ماہ جہاز در چائنگام"
 "گذرایندہ از راہی کہ رفتہ بود بالہ آباد برگشت دریں مرتبہ حکام سر راہ نذر"
 "خاواں گذرایندہ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ پس انیں قصد شاہجہاں آباد"
 "کرد ۲۵ رمضان ۱۱۶۲ھ واصل آں شہر شد و چندے باقاست آنجا پرداخت"
 "دیبا ز لطف بہت زیارت حرمین شریفین برست و ۵ رذاجہ ۱۱۶۳ھ سیرانور"
 "رسید بعد عبور دریا کے تریدہ بیماری سرسام اور اعراض شد و پس از وصولی"
 "برہان پور بیماری قوت گرفت ۱۱ رذاجہ ۱۱۶۳ھ روز یکشنبہ وقت اشراق"
 "جان عزیز را در راہ بیت اللہ خدا ساخت تا یخ تولد ادا کہ ۱۱۲۰ھ واقع شد"
 "خورشید" و تیغ انتقال "زوال خورشید" عمرش ۴۳ سال"
 "در حالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور قدس سرہ در مکمل تشرع"
 "بودند بر مرقد مبارک ایشان بدعتہا کمال زمان بعمل نئے آید مراد رجوار ایشان"
 "دفن سازند موافق وصیت بعمل آوردند"

"و احسرتا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب ازین عالم رحلت کردہ"
 "و اغ مفارقت بردن یاران گذاشت سپرد دار اگر عمر با چرخ زندہ مشکل کہ"
 "چنین ذات قدسی صفات ہم رساند چرخ گردوں اگر برسوں گردش کرے"
 "نہ ممکن ہی کہ ایب نفس زکیہ عالم وجود میں آسکے (قول میرزا منظر جانان است کہ"

”میں نے بے شمار — علماء و گزشتہ کو دیکھا مگر“ سو برس میں ایک شخص کو کہ نام
”شیخ محمد فاخر“ کتاب سنت کے موقوف پایا“

”اور بے شمار — ارباب کماں کو پرکھا مگر شیخ محمد فاخر کا ہم پر کسی کو نہ دیکھا“

”میرزا (حضرت منظر جاناناں) بر غلاف وضع خود بجا قات شیخ اکثرے پیدا“
”شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است انتہی“

از سرد آزاد بحوالہ لفظ الطیب ص ۷۰ تا ۷۲

و از دالاجاہی السید نواب صدیق حسن خاں

”الحاصل دے رحمتہ اللہ تعالیٰ امام ائمہ تبعین سرزمین ہند ست شیخ الشیوخ“
”کابر علمائے اربعہ تصنیفہا دارد سخن منظومش در مدح حدیث و ذمہ رائے“
”نور بخش لہائے تاریک است و افکار صحیحہ او در اتباع قرآن و حدیث بنیاد“
”لطیف و باریک ... ظاہرش محدث بود و باطنش صوفی در بریان پور“
”مردون است و بارہمت رحمن مقرون“ بحر سطور اوراد خواب دید کہ ہر سریری“
”یا جامہ کفن سفید چنان خوشی خفتہ است کہ گویا عود سے در خواب نوشین رفتہ“
تصانیف

”دیوان و دیگر تصانیف ہمہ در حث بر اتباع سنت و ذمہ رائے ترک تعلید و شوق“
”اقامت مدینہ و شیفہ“ بعلم حدیث و شیفتگی بجناب رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم“
”متعلق است از انجملہ“

(۱) دیوان فارسی

(۲) منظومہ قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین

(۳) سفر السعادت منظوم

(۴) رسالہ بنجایتہ (در عقاید اثریہ موافق مشرب محدثین کرام)
 ”دیگر فتویہا ست کہ در آن ذم پر پرستان دگور پرستان و دعا ط پرستان“
 ”پر داختہ در غیب بقرا آن دست خالصہ دادہ“ اور آپ کی توثیق عدالت
 ”کے لئے حضرت میرزا منہرج بنجاناں اور میر غلام علی آزاد کافی ہیں جنہوں نے“
 ”ہر حثیت سے آپ کے کمال فضل حسن عمل اور دفور علم کی شہادت دی ہے“

اشعار در عشق سنت و ذم بدعت

بستہ در سنت کشیدم دل ز رہے این آں زائر آوردم بروں از ملک زنگ آینه را

از احادیث رسول آورده ام اسرار دیں نیست غیر از گوہر شمسوار در دکان ما

از کلام امین و آں زائر عقیدہ نخست در پناہ سنت سرور بود ایمان ما

زائر از کشکول اہل لئے نتوان بقدر خود بر سر خوان رسول اللہ مہمانیم ما

آنکہ بر طبق کتاب و سنت اعتقاد است بنجاست دلما
 دور از آب حیات سنت رائے گردیدہ مہاست دلما

زائر بعکس بدعتیان خراب حال اہلحدیث روز قیامت ذلیل نیست

عمل بفقہ کنندار بود خلاف حدیث ہند ہے کہ چنیں کار ہار دہا باشد

اسیر سنت خیر البشر بود زائر زہر بلا بجزا میں درپناہ نتواں کرد

زرائے قوم نشد نور ظلمت زائر بیابیا کہ بعلم حدیث چارہ کنیم

تایارہ نکردیم ہمہ دفتر آرائے زائر ز احادیث بمطلب زسیدیم
زائر زرائے توشہ عقبیٰ نہ شود گرسرکشی کفر احادیث کا ذمہ

حضرت کا دہلی دو مرتبہ تشریف لے جانا (بوالہ سرد آزاد) مرقوم ہی پہلی مرتبہ تھا، جب شاہجہاں آباد کو رونق بخشی تو حضرت نے جامع مسجد میں آمین بالبحر پکاری 'عوام' کہ آپ کے مرتبے سے ناواقف تھے، درپے ہوئے اور دستور عام کے مطابق گھیر لیا، حضرت نے فرمایا 'میری سنس مانتے تو اپنے شہر کے کسی عالم سے چل کر مسئلہ پوچھ لو یہ لوگ آپ کو جہانہ (شاہ ولی اللہ صاحب) کے پاس لے گئے' آپ نے فرمایا "کہ حدیث سے تو آمین بالبحر ثابت ہے" بھیڑ چھٹ گئی، تو شاہ محمد فائز نے عرض کیا "پھر آپ کیوں سنس کھلتے" جناب محمد نے فرمایا "اگر کھل جاتا تو آج آپ کو کیسے سچا لیتا" اور جس زمانہ میں آپ نے مدینۃ النبی میں جا کر حضرت شیخ محمد حیات محدث سندھی (مدنی) سے حدیث پڑھی، اُس دور حدیث میں

۱۵ بوالہ رفیع الطیب (جس میں حضرت زائر مرحوم کے تمام اشعار بصورت قطع ہی نقل ہیں)

جناب علامہ میر غلام علی آزاد بگرامی سید کے ہم سبق تھے اسی مصباحت نے تو علامہ محدث سے
آپ کی منقبت میں یہ کچھ لکھوایا کہ طراز عنوان اور اصل مصنفین کی صورت میں اہل علم کی
محفل میں باعث دلچسپی بن رہا ہے اللہم رحمہما

جوز سے داپسی پر علم حدیث کے ساتھ صحیح مسلم کو ایک نسخہ بھی بجا رہے جس کی نقل
اس وقت کتب خانہ حبیب گنج (علی گڑھ) میں موجود ہے
تکامذہ

اعتماد الدولہ مولانا غلام حیدر خاں کا کوڑی متوفی ۱۲۵۲ھ و برادر آں بزرگ مولانا
غلام صفدر خاں متوفی ۱۲۸۲ھ

محمد عبداللہ عرف جھاؤ

(عدد مسلسل ۸۲) متوفی ۱۳۰۰ھ - ۱۸۸۲ء ۶ (عدد ۲)

مولد و منشا مولانا محمد علی راجپوت خاندان سے تھے، تھیم کے متعلق صرف اتنا معلوم
ہو سکا کہ شاد محمد اسحاق صاحب دیپوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے، جہاں سے
فارغ ہونے کے بعد مولد میں وارد ہوئے، تو اپنے مکان میں اس بنا پر نہ ٹھہرے کہ باوجود
کے زمیندار ہونے کی وجہ سے مکان تسلیم کے مال سے بنا ہی یہ سن کر وہاں کے جوانوں نے
درخواست کی کہ ہم لوگ مزدوری پیشہ ہیں صدق کی کمائی کھاتے ہیں ہمارے ہاں
تشریف لائے آپ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور اس قوم میں رہنے سہنے لگے

۱۰ تقصیر جنود انا حراز من تذکرہ جنود، ما برار صلی علیہ وسلم راجع بہ عظیم گرامہ
۱۱ مشاہیر کوری ص ۳۰

یہاں، فتنہ رفتہ یک جا عت بھی قلم کرنی کچھ مدت بعد عظیم اردو تشریف لے گئے پھر موضع مو
تسے یہاں بھی جو عتیں بنائیں، سو سے بنگاں کا قصد فرمایا، موضع جا مزید ڈک خود بنیر
ضلع راج شاہی میں رونق پذیر ہو گئے، اس نواح میں آپ کے ارستہ ایسی جماعت تھیں جو
جو عمل میں نمونہ سنت تھی، یہ جماعت جو اُس کے نام سے فسوب ہو، در بھی تکتہ تھو صاحب
خود عمل کی تصویر تھے، جس پر آپ کا عکس پڑتا، وہ بھی مثل تصویر بن جاتا، کئی رسالے لکھے جو
۱۸۵۱ء تک مولوی ابوالنسیا محمد قمر لدین صاحب (ساکن سوات) کے قبضہ میں غیر مطبوعہ
صورت میں تھے، صرف ایک سارہ "اعتصام السنۃ" "بدعت میں شریع ہو، آپ کا ترجمہ
مدد شمس الحق مرحوم صاحب "عون المعبود" نے لکھا، مگر چھپ نہ سکا، صحیح سن و ذات بھی معلوم
نہیں ہو سکا، نڈاز اوائل ۱۳۰۰ ہجری ہو سکتا ہو

علمائے الہ آباد

(موجودین)

عبدالرؤف

(عدد ۳)

(عدد مسلسل ۸۳)

مولد قصبہ سوات، سن ۱۲۸۳ھ جو کہ کتب سیمہ مولوی عبدالقدوس صاحب

دساکن مؤتمراً، اور مولوی حاجی محمد سقویٰ مرحوم تیرگانی سے پڑھیں اول ان کے بزرگ
حضرت میا نصیب کے شاگرد تھے،

صاحب ترجمہ نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں (۱) کتاب انصاف (۲) تعلیم انصاف
(۳) کتاب تعلیم تربیت اس کے سوا درجہ تہذیب نہیں ہو سکے،

محمد یوسف (برنی پور) پرتاب گڑھ

(سہ سہل ۸۴) متوفی ۱۳۲۸ھ = ۱۹۱۰ء (عہد ۱)

مولد و منشا موضع برنی پور قوم قریش مولوی خواجہ احمد زکریا بریلوی، اور مولانا
ہدایت اللہ خان صاحب، پوری سے آپ کے زمانہ قدیم جو پور میں پڑھ، حضرت نواب
والا جاہ سید عتیق حسن قاسمی کے ارتحال کے بعد نواب علی حضرت شاہجی علی بیگم کے آخری
دور حیات میں کچھ مدت بھوپال بسندہ تدریس قیام رہا آخر مکان یر شریف سے آئے جہاں
قائمہ کی شخص اور صاحب درد بزرگ تھے ۵۵ سال کی عمر میں داعی اہل کو لبیک کہہ اور
موضع اہل پرستش بیل گڑھ موضع پرتاب گڑھ میں سپرد خاک ہوئے،

علمائے بنارس

مرحومین	مرحومین	مرحومین	مرحومین
۴	محمد سعید	شیخ عبدالحق محدث	۱
	(دانشہ)	سید جمال الدین احمد	۲
۱۰	عبدالرحمن	(دانشہ)	
۱۱	محمد ابوالقاسم	سید سعید الدین احمد	۳
۱۲	ابو مسعود قر	سید مجید الدین احمد	۴
۱۳	قاری احمد سعید	سید حمید الدین احمد	۵
۱۴	عبدالآخر	سید شہید الدین احمد	۶
	سید نذیر الدین احمد	۷
۱۵	سید عبدالکبیر بہاری	
۱۶	حیات محمد	سید بشیر الدین احمد	۸

مرحومین

۱۶

حکیم عبدالمجید

۱۸

محمد نیر خاں

علمائے بنارس

مرحومین شیخ عبدالحق محدث

(عدد مسلسل ۸۵) متوفی ۸ رذیہ ۱۲۸۶ھ = ۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء (عدد ۱)

نسباً عثمانی والد کا نام مولوی فضل اللہ (ساکن قبیلہ نیوتن ضلع اٹوا)

تاریخ نام "فضل رسول" اور مادہ تاریخ وفات "فضل رسول" آپ کے والد بزرگوار
نیوتن سے ترک اقامت فرما کر بنارس میں قیام پذیر ہوئے اور یہیں کے بورہے صاحب ترجمہ
نے پڑھنے کو تو دوسرے بل علم کی طرح کسی ایک حضرات سے پڑھ کر صیغہ ستارہ درہم سبق
آپ کو ملے، کب کسی کو نصیب ہوں گے، شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے صفحہ دس میں
شہید علیہ الرحمۃ کے متوالیک سبق ہو کر حدیث پڑھ رہے ہیں، امیر المؤمنین، حضرت سید احمد مرحوم،
اور مولانا اسماعیل شہید ایسے قبیلہ کے بھرہ زیارت حرمین سے شرف اندوز ہوتے ہیں، دہلی
سے تکیس کے بعد میں جا کر امام محمد بن قاضی شاکان سے حدیث پڑھ رہے ہیں، سند و اجازہ
بنفسہ امام شوکانی سے حاصل ہے، امام کی اس سند کا نام "تحفۃ الکایر یا مسند الدفتر"
جو اپنی خصوصیت کے اعتبار سے بہت تبرک سمجھی جاتی ہے،
تحدیث

جن کے درس میں تاقی شیخ محمد مچلی شہری اور مولانا قاضی سید جلال الدین بنارس ایسے

اعلامِ محدث ہوں اس درس کی شہرت اور وسعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے؟ کاش تلامذہ میں
اور حضرات کے سہ سے بھی ہو سکتی۔

اضافہ اسمائے تلامذہ

سید سعید الدین احمد والسید حمید الدین احمد والسید شہید الدین احمد
ایسائے سید جلال الدین احمد رحمہم اللہ تعالیٰ

سید جلال الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد سلسل ۸۶) متوفی ۱۲۶۹ھ = ۱۸۶۳ء (عہد ۲)

بروایات مولانا سید محمد ابوالفتح سم صاحب بنارسی —

مولد و متولد بنارس۔ سال ولادت ۱۲۲۱ھ، عمر اٹھاون برس پائی، والد کا نام مولوی
شاہ عبدالرحمن صاحب جن کا سلسلہ نسب بواسطہ شاہ محمد غوث صاحب گوالیار سی حضرت امام حسین
سے ملتا ہے۔

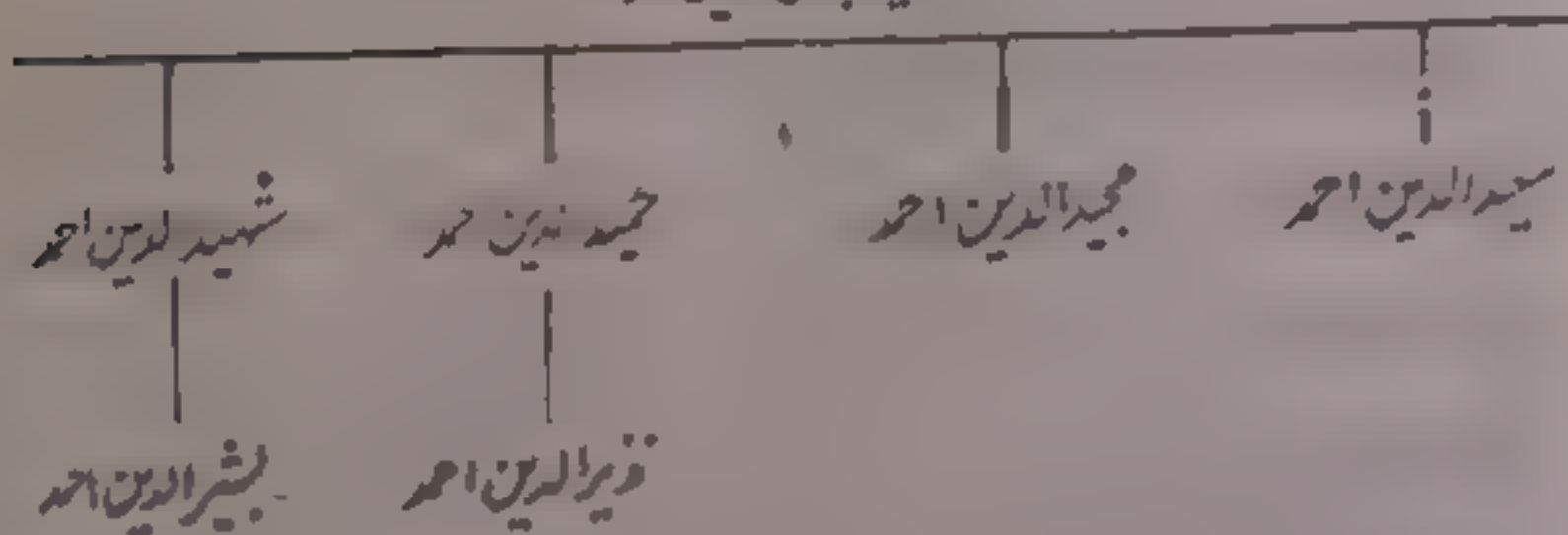
اکثر علوم متعارفہ اپنے والد ماجد صاحب اور مولوی محمد اللہ صاحب محدث بنارسی
سے پڑھ کر کا پتہ اور دہلی تشریف لے گئے، دہلی میں مولوی محمد اسماعیل صاحب سے تکمیلِ فرائض
در حدیث کی تکمیل مولانا عبدالحق محدث بنارسی سے، عمل یا محیث و اتباع سنت کا دلو
بھی، انہیں بزرگ کے فیضِ صحبت سے پیدا ہوا، چنانچہ مولوی خرم علی صاحب سے مسئلہ
فتوہ ضیف الہام میں آپ کا منظرہ مشہور ہے، اسی بحث پر آپ نے بزبانِ فارسی سالہ
فتوہ آسپواب فی قرارة فتوہ کتاب، محرم ۱۲۵۶ھ میں تصنیف فرمایا، پھر اس کا قصہ
بزبانِ اردو بنام زبدۃ الالباب فرمایا جو مطبع سعید المطابع میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے،

آپ بے حد ذہین تھے، حفظ قرآن کا شوق ہوا تو رمضان کی پہلی کو التزام کیا دن میں ایک پارہ حفظ کر لیتے، اور شب کو تراویح میں شہد دیتے، خاندان میں ہر ذہنی کار و واج آپ ہی کی کسی سے ہوا،

ایک مدت بنارس کالج میں مدرس رہے، بڑے بڑے نگرینہ کام نے آپ کی شاگردی کی، آپ کو دایسرائے کے دربار میں خاص کرسی مقرر تھی، باوجود ایسے عزاز کے، مستفاد کا یہ علم تھا کہ اپنے لئے عمدہ کی ترقی نہ پسند فرمائی، اور دینیات کی طرف آپ کی توجہ بہت زیادہ رہی، صاحب کرامات بھی تھے،

آپ کی تصنیفات میں علاوہ ذیل تصاویب و زبده لہباب کے حب ذیل کتابوں کا بھی بہت گنتہ ہے، زبده القوانين، انفساد عبارۃ الکا فیہ بالبین الث فیہ فرہنگ، خوان الف تواعد اردو وغیرہ ہیں،

اولاد آپ کے ۴ بیٹے تھے، در ایک صاحبزادی
سلسلہ اولاد و احفاد سید جسٹس الدین احمد جعفری، ہاشمی جن کے تراجم سے
کتاب ہذا مزین ہے
سید عبداللہ الدین احمد



سید سعید الدین احمد جعفری ہاشمی

(رد سلسل ۸۷) متوفی ۱۲۹۳ھ = ۱۸۷۶ء (۳۷ سال) (۳۷ سال)

برداشت مولانا سید محمد ابوالقاسم صاحب بنارس —

مولانا دہشت بنارس ۱۸ سال و ۱۲۵۲ھ (۱۸۷۶ء) عمر ۳۴ سال پانی، زاد کانام مولوی
سید عبدال الدین احمد صاحب تحصیل علوم اپنے والد ماجد اور مولوی عبدالحق صاحب مدت
بنارس سے کی بہت ذہین تھے اور ہر فن میں معلومات رکھتے تھے، شعر و شاعری سے بھی شوق تھا
فن و ہنر میں اچھا دخل رکھتے تھے، اور عربی زبان کے بے مثل ادیب، مسلسل باران ولایت کی
سند آپ کو شیخ محمد صاحب مچھلی شہری سے حاصل ہوئی، تحصیل علوم کے بعد اپنے سیت پور میں
درس شروع کیا پھر کھنؤ کے اسکول میں مدرس ہوئے، اس کے بعد بنارس کالج میں رہے،
کالج کے اوقات کے علاوہ ہر وقت آپ تہ و تہ قرآن مجید و مسند حدیث در کتب بینی میں
اپنا وقت گزارتے، ہر عمل اتباع سنت کا نمونہ تھا، بنارس کی شاہی مسجد جس میں آئین بالکر
کی ممانعت ہو وہاں بھی آپ نے آئین بالکر نہیں چھوڑی اور رفع ایدین کے ساتھ نماز پڑھتے
تھے عمل بالحدیث میں کسی کی ممانعت کا خیال نہ فرماتے، اپنی بیوی کو بخیال اتباع سنت
اپنے ہاتھ سے غسل میت دیا اپنے لئے وصیت کی تھی کہ تین چاروں میں کفنا یا جاؤں،
صاحب تصنیفات بھی ہیں جن میں سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں، لغات قرآن
منہاج الفردوس، پہلی کتاب طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے،
آپ کی اولاد میں فرزند نرینہ مولوی کبیر الدین احمد صاحب تھے

سید حمید الدین احمد جعفری ہاشمی

(جلد مسلسل ۸۸) متوفی ۲۰ جمادی الاول ۱۲۹۸ھ = ۲۳ مئی ۱۸۸۰ء (عدد ۴)

بروایت مولانا سید محمد ابوالقاسم صاحب بنارس

مولد و منشا بنارس، سال ولادت ۱۲۶۲ھ عمر ۳۳ سال پائی، ولد کا نام مولوی

سید جلال الدین احمد صاحب

تحصیل علوم اپنے بھائیوں سے کی، فارسی مولوی محمد بخش صاحب سے حاصل کی، فرغت کے بعد بنارس کے تحصیل اسکول میں پڑھانا شروع کیا اپنے والد کی طرح اتباع سنت کا خیال بولہ رکھتے، ورکسی کی مدست اور ملین دشمنی کا خیال نہ فرماتے، نہایت پُر آشوب زمانہ میں آئین باجہ اور رفع الیدین شروع کی تھی، جس پر آخری عمر تک قائم رہے، دنیا سے ہمیشہ بے تعلق رہے، آپ کو جو فی کی عمر میں ہی سرسام ہوا، اور اسی میں، انتقال کیا، آپ کی وادیں دو فرزند ہوئے، (۱) حافظ عظیم الدین احمد صاحب (۲) عظیم الدین احمد جو بچپن میں ہی فقار گیا،

سید حمید الدین احمد جعفری ہاشمی

(جلد مسلسل ۸۹) متوفی ۸-۳-۱۲۹۰ھ = ۱۸۹۰ء (عدد ۵)

بروایت مولانا سید محمد ابوالقاسم صاحب بنارس

مولد و منشا بنارس، سال ولادت ۱۲۵۰ھ عمر ۵۸ برس پائی، ولد کا نام مولوی

سید جلال الدین احمد صاحب

جملہ علوم اپنے والد ماجد اور دادا صاحب (مولوی شاہ عبد ماعلیٰ) اور مولوی عبدالحق

محدث بنارس سے حاصل کئے، فن طب آپ نے حکیم نعمت علی صاحب کے پڑھ کر آپ کو تحصیل
علم کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے جانا بھی منقول ہے، آپ خود فرماتے کہ میں نے قرآن مجید سے
کے کرا آخر تک سب کچھ مولوی عبدالحق صاحب محدث سے حاصل کیا ہے، اور ہمیشہ ان کی خدمت
میں رہے، بدعت سے سخت متنفر تھے اپنے والد کی طرح عمل بالحدیث کا خاص دلولہ رکھتے
تھے، اسی وجہ سے دیگر طریق سے اشاعت علم حدیث نہ فرم سکے، کیونکہ آپ عمل کی طرف
زیادہ راغب تھے، ہندو گزرتے نماز رفع الیدین کے ساتھ ادا فرماتے، گو جمیعت سیرافا کی
سمتی، لیکن مزاج میں نفاسات بھی تھی، پہلے آپ پٹنہ میں سب ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر مامور
تھے، پھر اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر بنارس کالج میں مدرس ہو گئے آخر میں
آپ کی نیشن ہو گئی، اکثر الاول واولاد کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتے، آپ کا مکان
علمائے اہل حدیث ہند کا ملجا و مادی تھا، مولانا شیخ عبدالعزیز کھیل شہری، مولانا محمد ابریم
صاحب آرومی، مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری، وغیرہ اجد علمائے اہل حدیث
آپ ہی کے یہاں فروکش ہوتے، سنت اور دین کا خوب چرچا رہتا، بنارس کی مشہور
عید گاہ قحطان آپ کی یادگار رہی آپ کی اولاد پانچ لڑکیاں اور ۴ لڑکے پیدا ہوئے
جن کے نام یہ ہیں، رشید الدین احمد، نصیر الدین احمد، تیز الدین احمد، منیر الدین احمد
جن میں سے پہلے دو ابھی بقید حیات موجود ہیں

سید شہید الدین احمد جعفری ہاشمی

(جلد سہم) ۹۰ مئی ۲۳، محرم ۱۳۳۴ھ = ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء

(جلد ۶)

برودایت مولانا کے قلم اور تسمیہ صاحب بنارس

مولد و منشا بنارس سال و نا ۱۲۶۴ھ عمر ۷۷ سال پانی، والد کا نام مولوی
سید جلال الدین احمد صاحب ابتدائی معلم فرسی وغیرہ میاں جی عبدالباق جو پوری
اور مولوی محمد بخش صاحب بنارس سے حاصل کیا، پھر اپنے بڑے بھائی مولوی حمید الدین
صاحب سے پڑھتے رہے چنانچہ تمام کتب کی تکمیل آپ سے ہی ہوئی، انبستہ حدیث وغیرہ
مولوی عبدالحق صاحب محدث (بنارس) سے پڑھی، بعد فراغت آپ ریاست ریوان کے
ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی مقرر ہوئے، آپ کو رفہ عام کے کاموں کا بہت خیال تھا،
غریب کی اعانت سے خاص دلچسپی تھی، تعمیر مسجد وغیرہ نیک کاموں میں بہت کوشش کرتے
چنانچہ ریاست مذکور کی عید گاہ کا اہتمام آپ کی دوا میں یہ دگاہ ۱۹۰۶ء کے بعد ریاست
کو چھوڑ کر بنارس کا، میں مدرس مقرر ہو کر وطن و پس آئے، ۲۴ سال تک اس کالج
میں پڑھاتے رہے اس کے بعد قیام قبیل کا بحیث اسکول بنارس میں ہیڈ مولوی مقرر ہوئے
۵ سال تک یہاں درس دیا تھا کہ پیام موت آگیا، ایک لائق پیشوا مولوی حافظ بشیر الدین
چھوڑ گئے (جن کا تذکرہ آگے آتا ہے) صاحب تصنیفات بھی ہیں آپ کی بعض تصانیف قابل
نصاب سرکاری بھی ہو گئی ہیں، نام ان کے یہ ہیں، الف بائے اردو، قرآن کا قاعدہ،
تحفہ الحفظ، عمدہ لغت قرآن، ترغیب تہجد، وعظ نماز، وعظ روزہ شہید السنات،
تذکرہ تائید اردو، معلم البینین (عربی و فارسی)، نصاب فارسی ہر دو حصہ، اسل اسقوا بعد

دستار دو، سوال و جواب قواعد، نکاح بیوگان، خنق دہانی کی پہچان، وغیرہ،
آپ کے اخلاق کریمانہ سے خفی اجماعیث سنی و شیعہ ہر فرقہ کے لوگ آپ کی
ترتیب کرتے تھے، آپ کی وفات کی تاریخ یہ ہے "حق نے مغفرت کی"

سید نذیر الدین احمد جعفری ماشی

(جلد مسلسل ۱۴) ستوفی ۳ ارذالحمہ ۱۳۵۲ = ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء (عدد ۷)

تاریخ درودت و جہادی ال آخری ۱۲۸۳ھ، یعنی نام "منظر الحق" والدہ کا اسم گرامی
مولانا سید سعید الدین احمد بن سید جلال الدین احمد

۱۰ برس کی عمر پائی اور بنارس میں سپرد خاک ہوئے، آپ کی سنت تخیلی شیخ عبدالحق
محدث (بنارسی) نے ادا کی ۵ سال کی عمر میں سند مسلسل بالادیتہ شیخ محمد محدث پھلی شہری سے
حاصل ہوئی درسیات کا اکثر حصہ شیخ عبدالحق مدوح اور مولانا نے حافظ عبد اللہ صاحب غازی پور
سے پڑھا، بعض کتابیں مولوی سید عبد اللہ سلگرامی (ستوفی یکم رمضان ۱۳۰۵ھ) سے پڑھیں
سند حدیث محضات مذکورین اور مولانا نے محمد سعید بنارسی، شیخ حسین عرب یمنی اور حضرت
سیا نص حب دہلوی سے حاصل کی، علم عربی کے ساتھ انگریزی کا شعبہ بھی جاری رہا اور ایف
تک پڑھا، وکالت کی کلاسوں میں بھی چندے شرکت کی، گزستون نہ دیا، مختلف سرکاری محکموں
میں ملازم رہنے کے بعد آخر عربی مدارس کی سند کو مرتب فرمایا، مدرسہ شب بھانی بھوپال "اد
درسہ احمدیہ در بھنگا اور بندہ س میں تعلیم و تدریس میں مصروف رہے،

آپ صاحب تصنیف بھی تھے، ترجمہ شفا، کرامات امادلیا، تذکرۃ الاما علی،
تحفہ اخیر، مستدرستہ، وغیرہ آپ کی تصنیفات طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں،

سید بشیر الدین احمد

(۹۲ مسلسل)

(۸۵۵)

بروایت مولانا سید محمد ابوالخاسم صاحب بنارسی

سال ولادت ۱۲۹۶ھ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا پھر اپنے والد کے ہمراہ ریاست یون
میں رہ کر محدث اور مولوی رحمن علی صاحب قاضی ریاست سے صرف دغود کتب عربیہ پڑھیں
پھر آپ کے ہمراہ بنارس آکر تلمیذ کی، کتب حدیث میرے والد ماجد مولوی محمد سعید مرحوم نزیل
بنارس سے سماعت کیں، اس کے بعد انگریزی پڑھنے کا شوق ہوا، انٹرنس پاس کر لیا، اب لبرائن
کے لئے ملازمت کی تلاش ہوئی کئی سال تک مدرس رہے، آخر بڑا م پور، اعظم گڑھ اور پھر
کے ہائی اسکولوں میں ہیڈ مولوی ہو کر درس دیتے رہے مشن کالج گورکھپور میں بھی ہیڈ مولوی
اور پروفیسر رہے، اسی اثنا میں منشی کامل کا امتحان پاس کیا اور انگریزی، یف لے تک
کر لی، ایک آپ کو شغل سماعت کا، رضہ شدیدہ لاحق ہوا جس کے باعث سرکاری ملازمت
سے سبکدوش ہونا پڑا، اب مدرسہ سعیدیہ بنارس میں الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ علوم مشرقیہ کے
کورس کا درس دیتے ہیں۔ اور بعض اسکولوں اور کالجوں کے امتحان بھی مقرر ہوئے، آپ
صاحب تصنیف بھی ہیں، اور حسب ذیل کتابیں آپ کی تصنیف تہ طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں،
بشیر السنن (عربی، فارسی، اردو، انگریزی)، عربی حصہ اول، نگارستان، اردو، مفرد مجموع
سندست اردو، تفریق سرحد

فوس کہ نرینہ اردو کوئی نہیں، اب ۳ لڑکیاں موجود ہیں، قوت حافظہ آپ کی عجیب
ہے اور ذہانت بھی بلکہ شاعری بھی ہیں، سہولت حد سے زیادہ سادگی ہیں، لوگوں کو اپنی صفا

پر قرض دلا دیا کرتے ہیں جس کے عوض اپنا مکان امانتاً بھی کھو چکے ہیں، فقر و فاقہ کی زندگی گزرتے ہیں پھر بھی بڑے صابر اور غیور ہیں، مصائب کی برداشت کرنے میں کوہِ قدس ہیں، ہر یک شخص کا کام مفت میں کر دیا کرتے ہیں، آپ کے بعد آپ کے خاندان میں علم کا خاتمہ نظر آتا ہے، اس وقت آپ کی عمر ۷۰ سال کی ہو

(سلسلہ مولانا سید محمد سعید دہلوی)

محمد سعید

(عدد مسلسل ۹۳) ستوفی ۱۸ رمضان ۱۳۲۲ھ = ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء (عدد ۹۷)
کنجاہ (ضلع گجرات پنجاب) کہ ”نیرنگ عشق“ (شعری غنیمت) کے طراز عنوان دینی،
بنام شہد تازک خیالوں
عزیز خاطر آشفستہ حالوں

کا مصداق واقعی ہے، صاحب ترجمہ جناب مستطاب مولانا سید محمد سعید علیہ الرحمۃ کا مولود
سکن (قدیم) ہے، جہاں ایک معزز ہندو گھرانہ (کھتری خاندان) میں جنم لیا، والد کا نام
کھڑک سنگھ اور آپ کا اسم سابق مول سنگھ مرحوم گوہر انوار میں پوشٹا شریعتی کہ لاہور
جانے کا اتفاق ہوا، دل میں طلب حق پیدا ہو چکی تھی کہیں مولانا شیخ عبید اللہ نور محمد
(صاحب تحفۃ السند) سے شرف ملاقات نصیب ہوا، شیخ صاحب ہندویت کا آسیب تارنے
میں دم مسیحائی رکھتے تھے، اس پہلی ملاقات ہی میں ”مول سنگھ“ کی ماہیت ”محمد سعید“
سے منقلب ہو گئی، اور ”السعيد من سعدني بطن امي“ کی ”فطرۃ اللہ“ راہی

قطر الناس علیہا) بروئے کار آکر رہی

دیکھئے لاتی ہر اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ

اُس کی ہر بات پہ ہم نام حسد اکتے ہیں

آپ کے دل در کھڑک سنگ صاحب کو امداد ہوئی، بھاگے ہوئے گوجرانوہ تشریف لائے، اور آپ کو پاکیزہ جہان مستقیم ہر دو اربے پہنچے، بھاگتی کے پوجاریوں نے پھر حشر زمار میں کس دیا، اور اس "دوس" کی تدفین کے لئے مالا جینے کو اور گائیں چرانے کے لئے سوئیں دیں، مگر آپ نے گائیں تو اپنے چھوٹے بھائی کو پال سنگھ کے لئے کیس اور خود مالے کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر "بسم اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم" پڑھنا شروع کر دیا اور قہہ پا کر وہاں سے بھی بھاگ آئے، دوبارہ رتھ اسام گلے میں ڈال لیا، اس کے بعد آپ کے والد نے کہیں آپ کے ارشاد کی کوشش نہ کی، اب آپ ملازمت چھوڑ کر دیوبند چلے گئے یہ سن ۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے، یہاں مولانا مودودی متعارف ہوئے، ان مراحل کے بعد تحصیل حدیث شروع کی جس سے خفیت کی طرف سے رخ پھر گیا، اور اس پر دارالعلوم دیوبند سے جواب بھی مل گیا مگر خوش قسمتی سے اُدھر حضرت مہذب دہلوی کا فیضانِ علم جاری تھا سیدھے دہلی پہنچے، حدیث و تفسیر پڑھی اور سند حاصل کی اس زمانہ میں آپ کے والد نے یہ نصائح کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، کہ :-

"میں نے اپنے لڑکے کو ناز و نعمت سے پرہیز کرنا اس کو نظر عنایت سے رکھئے گا،"

میانف جب اس خط کو پڑھ کر ابیدہ ہو گئے۔

پانچور کے مدرسہ امام بخش "نامی میں مولانا کے قطع عبد اللہ غازی پوری سے فتہ و مہول پڑھا، اس دور میں جناب مولوی عطف حسین مرحوم بہاری (مقیم دہلی)

اور مولانا علی نعمت عظیم آبادی شریک سبق تھے، حافظ صاحب علیہ الرحمہ بھی تک جادہ عقیدہ پر
گامزن اور تلامذہ اتباع سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شاہ راہ پر روانہ دوں
قدم قدم پر سناقتے ہوتے آخر منصف مزاج استاد تنگ فاردار راہ چھوڑ کر اُردو
کے ساتھ ہو گئے اس کا اعتراف بنفسہ حافظ صاحب مرحوم نے فرمایا دجیا کہ مدوح کے
ترجیمیں منقول ہیں)

صاحب ترجمہ نے مکر معلوم میں شیخ عبس بن عبد الرحمن تمیذ قاضی شوکانی سے بھی سند
اجازت حدیث حاصل کی،
تکمیل کے بعد

مولوی ابو محمد حافظ ابراہیم مرحوم اردی کے اصرار پر چندے مدرسہ احمدیہ آردہ
میں تدریس فرمائی، وہاں سے بنارس تشریف لائے جہاں خود ایک مدرسہ جاری کیا جس میں
مدتہ العمر درس دیتے رہے اور آخر میں کے ہو رہے

احناف کے ایک رسالہ "کشف المحجوب" کے جواب میں "ہدایۃ المرتاب" لکھی جسے
حضرت حالاجاہ نواب صدیق حسن خاں نے اس قدر پسند فرمایا کہ فاضلہ ناموار دخیلہ مقرر
فرمایا، مولوی شوق نبوی مرحوم (دخنی) سے ہمیشہ منفرہ رہا آیا، جن کی تصانیف کے جواب
میں منجملہ اور کتابوں کے "مجموعۃ السکین" قابل دیدہ ہیں

اشاعت و تبلیغ کی غرض سے بنارس میں ایک مطبع بنام "مسجد المطابع" قائم کیا،
اس مطبع نے توحید و سنت کی نصرت میں لکھوں ورق شائع کئے جن کا غائب حقہ مفت تقسیم
ہوا (افسوس کہ یہ مطبع اب باقی نہیں رہا) مرحوم کثیر الاولاد تھے، جماعت اہل حدیث کے
نامور اور محترم زوالی قاضی، جناب مولانا محمد ابوالقاسم انسی سلمی پوری کی نباتا حسنا

ہیں آپ کے سوا جناب مولوی قمر مونس قاری احمد سعید، حافظ عبد اللہ، مولوی عبد رحیم
(مرحوم) اور مولوی عبدالغفار آپ کی یادگار ہیں جن کے تراجم آگے منقول ہیں،
ابنائے مولانا محمد سعید مرحوم (بنارس)

(۱)

عبدالرحمن

(عدد مسلسل ۹۴) متوفی ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ = ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء (عہد ۱۰)

خلف الصدق مولانا محمد سعید مرحوم سن ولادت ۲ شعبان ۱۳۱۷ھ اساتذہ
میں مولانا سید عبدالکبیر باری مولوی حکیم عبدالحمید صاحب بنارسی سید جمال الدین احمد
مرحوم جعفری ہاشمی اور آپ کے والدہ ماجدہ رحمۃ ہیں مگر تکمیل کے بعد متاہل نہ زندگی
میں ایسے اچھے، کہ تعلیم و تدریس پر توجہ نہ فرما سکے اور گلزار دنیا کی ۳۶ بہاریں دیکھ کر
باغ عدم کی راہ لی، رونے کے لئے بھٹیوں کے ساتھ ۵ یتیم بچے اور ایک سو چھوڑ
گئے اللہم اعزہ

(۲)

محمد ابوالفتح اسماعیل

(عدد مسلسل ۹۵)

(عہد ۱۱)

مولد و منشا بنارس، تاریخ ولادت یکم شوال ۱۳۰۷ھ، تاریخی نام "محمد فضل قادر"
ناس کی عمر میں تاخیر و قرات مجید ختم کرنے کے بعد التزام حفظ کیا، اسی سال میں جناب

قاضی شیخ محمد پھلی شہری سے سند مسلسل بالاولیٰ حاصل ہوئی اساتذہ علم فن میں یہ حضرات قبل ذکر ہیں یعنی

مولانا سید عبدالکیر بہاری سے فارسی و صرف و نحو مولانا سید نذیر الدین احمد جعفری، دہلوی بنارس سے ادب معانی جناب مولوی حکیم عبد المجید صاحب بنارس سے فقہ اصول فقہ، منطق و فلسفہ وغیرہ اور حدیث و تفسیر اپنے والد گرامی مولوی محمد سعید مرحوم اور علامہ شمس الحق دیناوی مصنف عون المعبود شیخ حسین بن محسن یعنی شیخ پنجاب حافظ عبدالمتان صاحب وزیر آبادی اور شیخ اسلم حضرت میانہ صاحب (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے غرض ۱۶ سال کی عمر میں فارغ ہو کر خود تدریس تصنیف فرماتے گئے یہ دونوں مشغے اب تک جاری ہیں اور یوٹو فیوٹا ترقی پزیر ہو رہا ہے رسالہ "السید" جاری کیا مگر سنہ ۱۳۳۱ھ میں بند ہو گیا ۱۳۳۱ھ سے مدرسہ "السید" بنارس میں ادب مدرس مقرر ہوئے جس میں تمام علوم و فنون کی کتابیں آپ کے ذمہ ہیں، دوسری کتابوں کا کام تو خدا کو معلوم ہو گا مگر اس وقت تک جاری و مسلم ۲۵ د ۳۵ ۱۳۵۳ء تک، مرتبہ پڑھا چکے ہیں مجمع السید مدینہ زوجہ آپ کے والد مرحوم نے جاری کیا تھا، کام آپ کے ذمہ رہا جس میں بالاسلام انصرہ، محدث پرکتہ میں چھتیس، صوبہ یوپی بدلتہ تک کے تمام حصوں میں الحمد للہ کے حصوں میں آپ کی شرکت گویا فرض کفایہ کی صورت اختیار کر چکی ہے، کانفرنس، محدث کے آپ پہلے بلا تخواہ سفیر و واعظ ہیں اور ابھی تک اس کے جلسوں کی روح رواں جماعت کو آپ کی ذات اور آپ کے علم سے اس قسم کا فائدہ پہنچا جس قسم کا نفع آپ کے والد مرحوم کے علم و تبحر اور آپ کے خاندان کی وجہ سے بنارس جماعت، محدث کو بجائے خود یک مرکز ہی اور اس (مرکز) کی وجہ سے اجاب یوپی اور دہلی بہار اور بنگال کو ایک گونہ تقویت حاصل ہے

مولوی عمر کریم حسنی !

ان بزرگوار نے کتاب "البحر علی البخاری" لکھ کر اپنی ایک خاص قسم کی شہرت میں قند اضافہ کر لیا آپ پٹنہ کے زمیندار اور رئیس تھے اور حجاب کو علم ہی کہ اس تصنیف کا مو دیکھ انہی کی کاوش کا رہین کرم تھا بلکہ علامہ عینی (حسنی شارح بخاری) نے صحیح بخاری کی شرح کرتے ہوئے بخاری پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ

وہ لذت و صلا سے لیتے ہیں جان دن

یہ مہربانیاں بھی عداوت سے کم نہیں

مولانا پٹنوی کا ناں تحقیق و تدقیق بھی وہی اعتراضات ہیں مگر حضرت عینی کے ہم مشرب چونکہ بخاری پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے سے رہتے ہیں اس لئے انہوں نے "البحر علی البخاری" کی وہ وہ دلائل تنقیدیہ کی عینی کی بجائے پٹنوی ہی کو مرد میدان سمجھ لیا گیا! اس تصنیف (البحر علی البخاری) کا جواب صاحب ترجمہ نے "صل مشکلات بخاری" کے نام سے ۲ جلدوں میں لکھا جس میں سے ۲ جلدیں پہلی جلد میں لکھی گئی ہیں کہ علامہ پٹنوی نے رحمت قرآنی ان کے اس ارتحال کی وجہ سے چوتھی جلد کے چھوانے کی ضرورت نہ تھی یہ حال نگہ یہ جواب کچھ اصل معترض کے لئے نہ تھے بلکہ شام اہل علم کے لئے مفید تھا اس لئے ہمیں تعجب ہی کہ صاحب ترجمہ نے یہ التو کیوں فرمایا! "یہ تامل دم دوک فلکی خوب نہیں"

آپ بھی گویا شہر تصانیف ہیں تذکیر و تدریس کی ان مصروفیات کے ساتھ اب تک ہم تصنیفات شریعہ پر مبنی ہیں ان میں سے کئی ایک مولوی عمر کریم مرحوم (مذکور) کی تصانیف کی تردید میں ہیں اور کچھ دیگر مسائل پر اکثر مناظرہ حیثیت

رکھتی ہیں جن کی فرست یہ ہے

الہامیہ میں بتا دیا کہ حکم، رحیم لہو لوی عمر کریم صراط مستقیم
 عمر کریم الیہ العظیم صمد بن عمر کریم، بارچون تقدیم فی افشار مغوت عمر کریم لہو
 العظیم لہو لوی عمر کریم، تنقید فی رد استعیداری البحرین علی شاکر کلمہ، شہدائین
 (دو حصہ) ذکر شہدائین، تحریر اشرفین فی صلوٰۃ الترویج و عیدین، حکم و حکم فی
 کینۃ الی القاسم، النور و نور المرجان معہ لطیفہ نور و نور، شرع معہ لطیفہ نور و نور
 حل مشکلات بخاری، دہر سہ حصہ، تفسیر اشرف آیات بارہ سو و ست الفوا
 الشہد، علاج در ماندہ، صغیر الخبیث، البرزخ، تحفہ البصائر، انوار البصائر، مسیح
 التبیید، اجلاب المنطق، شرفیت اللہ، دفع بہتان عید الفصحی، السیر الحقیقیہ فی برا
 اہل الحدیث، اربعین محمدی، جمع المرسلین، زبان عرب، اندر حقیقت شہادۃ ربانی
 جواب دعوت، معی ربوت، نور اسلام، الزہر باسم، الجواہر
 وغیرہ اور ابھی بعض غیر مطبوع صورت میں پڑی ہیں

مناظرات

آپ کے مناظرے آریوں سے پٹنہ اور بہار نیز الہ آباد کے مشہور ہیں، اخذ
 سے ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں جو مناظرہ ہوا کتاوہ بصورت رسالہ (علاج در ماندہ)
 طبع ہو چکا ہے

اولاد میں ایک بچہ محمد قاسم خان تھا جو ۱۲۴۲ھ میں طبعہ اجل ہو گیا

یہ رسالہ سن ۱۹۳۷ء میں دارالاشاعت، ملحدیٹ لاہور نے چھپا ہوا

(۳)

ابو مسعود خاں (محمود) قمر

(عدد مسلسل ۹۶)

(عدد ۱۳)

تاریخ ولادت ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ اپنے تخلص قمر سے اتنے مشہور ہوئے کہ آپ کے نام نامی (مولانا) محمود (صاحب) سے شاید ہی کوئی واقف ہو بقول
حسرت

عشق نے جب سے کہ حسرت سے مجھے

کوئی بھی کہتا نہیں "فضل الحسن"

اساتذہ آپ کے جناب مولانا سید عبد الباقی مرحوم بہاری مولانا حکیم
عبد المجید صاحب (بٹارسی) سید نذیر الدین احمد جوہری مولانا عبد الرحمن دہلوی
(شاد پوری) مولانا محمد ابوالقاسم (آپ کے برادر بزرگ) جناب علامہ مولانا
احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی دہلوی ہیں۔

سندد اجازہ حدیث میں حضرت شیخ پنجابہ فاضل صاحب غازی پوری
ادریش حسین عرب یمنی (علیہم السلام) ہیں

الہ آباد یونیورسٹی کے (مذاہب) پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فضل
درازی تیری زلفوں کی خدا جانے کہاں تک ہیں

فن شعر میں جناب مولانا عبد الرؤف صاحب عشرت کھنوی سے شرف تلمذ
حاصل ہے

ان تمام اسناد و سلسل سے مفتخر ہونے کے بعد جب دور خدمت میں گزشتہ
 انگلستان کے ملٹری ڈیپارٹمنٹ سے مستعفی ہوئے تو کانگریسی فوج میں شامل ہو کر اپنے
 جہاد افتخار کو اور بھی مزین کر لیا، اس دوران میں زندہ اس کی یہ بھی کی 'مگر ہائی' کے بعد مذہب
 جماعت ملک و وطن سب کے (علی قدر متاثر ہوا) شیعہ افغانی ہیں اپنے برادر بزرگ جناب
 مولانا نے ابوالقاسم صاحب کی طرح نہ لیں کھتر بستوں فراتے ہیں ملک کی سیاسی
 مہی لیس کی زینت ہیں مذہبی حلقوں کی آپ سے رونق و نم ہے جماعتی مجلسیں
 آپ کی روشنی سے منور ہیں اہلحدیث مسلم لیگ کی روح رواں ہیں مختلف مذاہب
 سے تبادلہ خیالات میں پیش پیش ہیں اور یہ مجموعہ قادیل کہ آپ تراجم علمائے
 اہلحدیث ہند کے نام سے ملاحظہ فرما رہے ہیں اس کی تدوین کے محرک اول
 بھی آپ ہی ہیں ورنہ

صلاح کار کج دین خراب کجا

اللہ تعالیٰ خوش رکھے

(۴)

قاری احمد سعید

(جلد ۱۳)

(سلسل ۹۷)

تایخ ولادت ۹ شعبان ۱۳۰۹ھ کتب علوم مولوی سید عبدالکیر بہاری
 رہنمائی سے پڑھیں حدیث و تفسیر مولوی احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلوی
 مولوی عبدالرحمن صاحب پنجابی دہلوی مولوی عبدالمتن بقا غازی پور مرحوم

اور اپنے دو بزرگوار سے 'قارۃ و تجوید قاری عبد الرحمن الہ آبادی سے حاصل کیا اور سند لی، کچھ مدت انگریزی بھی پڑھتے رہے ورتکبیل کے بعد کنگستہ و بمبئی کے مدارس میں پڑھانے کے بعد آخربنارس ہی کے مدرسہ مدن پورہ میں تشریف لے آئے جس ابھی تک قیام ہے

(۵)

عبدالآخر

(عدد ۱۳)

(عدد مسلسل ۹۸)

تبیخ ولادت ۱۸ محرم ۱۳۶۲ھ آپ کے اساتذہ میں یہ حضرات کرام ہیں، یعنی مولوی سید عبدالکبیر بھاری (بنارس) مولوی حکیم عبدالحمید صاحب بنارس مولوی سید نذیر الدین احمد مرحوم جعفری اور آپ کے پیر اور محترم مولانا محمد ابوالقاسم صاحب ان کے سوا مدرسہ فیض عام منو (اعظم گڑھ) میں جا کر تکمیل کی فراغ کے بعد دانا پور (پنار) کے مدرسہ اہلحدیث میں پڑھایا اور اب (اپنے) مدرسہ سعید بنارس ہی میں قیام ہے



سید عبد الباقی بہاری

(عدد مسلسل ۹۹) متوفی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ = ۱۱ اگست ۱۹۱۳ء (عدد ۱۵)

برداشت مولانا کے محمد ابوالقاسم صاحب بناری

گو بنارس نہ آپ کا مولد ہے نہ مدفن، لیکن علمائے بنارس کے تذکرہ میں آپ کا بیان اس لئے کیا گیا کہ آپ نے اپنی زندگی کا تمام حصہ بنارس ہی میں گزار دیا، حتیٰ کہ اہل بنارس بھی اُن کو دوسری جگہ کا نہیں سمجھتے تھے، آپ کی پیدائش صوبہ بہار کی ہے سال ولادت کا پتہ نہیں لگا، ابتدائی علوم آپ نے اپنے وطن میں ہی حاصل کئے، پھر الہدیشوں کے مشہور مدرسہ احمدیہ آ رہے بنارس تکمیل تشریف لائے، اُس وقت میرے والد مولوی محمد سعید صاحب کنبی ہی مدرسہ مذکور میں درس دے رہے تھے (والد صاحب مرحوم) اور مولانا ابراہیم صاحب اردو متہم مدرسہ سے کچھ اختلاف ہو گیا، اُس وقت مولانا محمد سعید صاحب مدرسہ آ رہے کو چھوڑ کر بنارس چلے آئے، اور بنارس میں اپنا مدرسہ سعیدیہ قائم کیا، حضرت والد صاحب کے زیرِ درس جتنے طلبہ تھے وہ سب مدرسہ آ رہے کو خیر باد کہہ کر بنارس چلے آئے، اُن میں مولوی سید عبد الباقی صاحب بھی تھے اور جناب والد صاحب سے مولانا سید عبد الباقی صاحب کا تعلق استبداد شاگرد کی بجائے برادرانہ ہو گیا، چنانچہ مولوی عبد الباقی

صاحب نے بعد فراغت و تحصیل علم بنارس ہی میں قیام فرمالیا اور مدرسہ سعیدیہ کے مدرس مقرر ہو گئے اپنا پچھ کا کل ۲۲ سال تک درس دیتے رہے مطبع سعید المطابع کے آپ ہی منیجر تھے اور اخبار ”نصرۃ السنۃ“ جو والد صاحب کی زیر ادارت ماہوار شائع ہوتا تھا آپ اُس کے نائب ڈیڑھ تھے ہمارے گھر کا انتظام آپ ہی کے سر تھا۔ درہم سب بھائیوں کی تربیت اور ابتدائی تعلیم کے آپ ہی نگراں رہے ہم سب بھائی آپ کو چچا جان کہتے تھے آخر بنارس کو آپ سے مرض الموت نے چھڑایا، بڑے زاہد متقی تالی قرآن عامل بالحدیث تہجد گزار عالم باعمل تھے آپ کی یادگار ایک بیٹا مولوی حافظ سید عبدالقدیر ہے آپ نے ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ یوم دوشنبہ کو سفر آخرت کیا اور ہر گانواں منقل بہار میں دفن ہوئے،

۔۔۔ تاریخ وفات فرسی میں ”نزیل خلد بریں عالم ہند مکاں“ اور عربی میں

یہ قطعہ ہے،

۱۳۵۳ھ

کریم السجی یا ذوالفضیلۃ والیقینا
عفا اللہ عنہ ربنا ورحمنا
مدیم البرایا سید و محبتہ
داد خدہ، مفرد دس دو موغلہ

شکرت فی عام لوفات نفیس لی
تخلی اسے مولانا عند محمد

۱۳۵۳ھ

حیات محمد

(عدد مسلسل ۱۰۰) ستونی ۹ رثوں ۱۳۳۱ھ = ۱۵ جون ۱۹۲۳ء (۱۳۵۵ھ)

بروایت مولانا کے محمد ابوالقاسم صاحب بنارس

مولانا منشا بنارس سال ولادت ۱۲۴۹ھ عمر ۶۲ سال پائی

والد کا نام شاہ فقیر محمد تحصیل علوم فارسی اور طب حکیم خدابخش بنارس سے ادب و منطق مولوی علی جواد (شیخ مجتہد بناری) سے فقہ و اصول مولوی عبدالرحمن صاحب حنفی بناری و مولوی قطب الدین حنفی بناری سے اور بعض دیگر علوم حکیم بدر الدین بناری سے حاصل کئے پھر آپ حضرت یہ صاحب دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، تفسیر اور حدیث کی تمام کتابیں وہاں ختم کیں ۱۳۱۰ھ میں سند حاصل کی، پھر شیخ حسین عوب محدث یمنی سے بھی سند حدیث لی، اور ہجرت یمن کرو، پس بنارس آئے، اپنے محمد میں اشاعت سنت شروع کی، اذان کے اٹھنے بذریعہ ہشتاد شائع کئے، خوب بخشش کیں، مقدار بازی تک زیوت پہنچی، الغرض بڑی تکلیفیں اٹھائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ مدد کی، اور حق کو غالب کیا، آپ سلفہ رضیہ علیہم السلام کی شاہی مسجد بنارس میں ستولی کی اجازت سے درس دیا کرتے تھے، ہر علم و فن کی کتاب پڑھانے میں یہ طوطی رکھتے، آواز باریک سی تھی اس لئے وعظ میں بہت خوش بیانی تھی ساری عمر اشاعت سنت کا دلولہ رہا، میرے والد ماجد مولانا محمد سعید صاحب کے آپ دست بازو رہے، اتباع سنت میں کبھی کسی کی عداوت کی پروا نہ کی، جامع مسجد اہم حدیث محلہ مدن پورہ کے خطبہ تھے، تصنیف و تالیف سے رغبت مطلق نہ تھی، بہر وقت کتب مینی کیا کرتے تھے، آپ کی ذات سے بہتوں کو فائدہ پہنچا، صرف ایک لڑکا وہ بھی بے علم ہی، افسوس کہ آپ کی کوئی یادگار باقی نہیں رہی،

حکیم عبدالمجید

(عدد ۱۴۵)

(عدد مسلسل ۱۰۱)

برداشت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی

سال ولادت ۱۲۴۸ھ عمر اس وقت ۷۵ سال ہی

تحصیل علم حفظ قرآن آپ نے حافظ حرم الدین مدرس مسجد گیان بانی بنارس سے کیا
ابتدائی فارسی کتب مولوی شہار اللہ حنفی بنارس سے پڑھیں، صرف و نحو، فقہ و منطقی اپنے
خبر مولوی عبدالرحمن صاحب حنفی مدرس مدرسہ مسجد گیان بانی بنارس سے حاصل کیا، پھر لکھنؤ
تشریف لے گئے وہاں کتب عقائد و امور عامہ و مناظرہ علم کلام مولوی عین القضاة صاحب حنفی
و مولوی محمد نذیر شاگرد مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤ سے پڑھیں، اور فن طب کی کتابیں حکیم
اسمعیل صاحب سے بالاسٹیوٹ پڑھیں، وہی تشریف لے گئے، بوغ المرام سے لے کر سنن اربعہ
تک مولوی شریف حسین صاحب دلد حضرت میاں صاحب سے پڑھیں اور تفسیر و تخریج پوری حضرت
میاں صاحب سے ۱۲۵۵ھ میں سند حاصل کی وہاں سے اہلحدیث ہو کر بنارس واپس آئے، اور
مطب جاری کر دیا، اسی سلسلہ میں اشاعت سنت و عمل بالحدیث شروع کیا، سلطانہ رضیہ
بیگم کی شاہی مسجد میں امام جمعہ درخانہ ان کی عید گاہ میں امام عیدین مقرر ہوئے،
میرے والدہ جد مولانا محمد سعید صاحب مرحوم کی وفات کے بعد ان کے مدرسہ کے مدرس
مقرر ہوئے، پہلے نقد و منطق و ادب پڑھاتے رہے، اب حدیث شریف کا درس دے رہے
ہیں، آپ کے تلامذہ بہت ہیں، منجملہ ان کے راقم (مولانا ابوالقاسم صاحب بنارس) آپ کے
تلامذہ میں سے ہیں اور میرے کل بھائیوں کے بھی آپ ہستہ ہیں آپ کے تلامذہوں میں

مرد کے موجود ہیں، مولوی عبد الحمید، مولوی عبد المعبود، عبد الوحید، عبد الرشید، انیس
کہ اپنے والد کے طریق پر کوئی نہیں ہے، حتیٰ کہ عمل بالحدیث کا آپ کی ذات پر خاتمہ ہے،

محمد منیر خاں

(عدد مسلسل ۱۰۲)

(عدد ۱۸)

بروایت مولانا سید محمد ابوالقاسم صاحب بنارس =

مولد و منشا قصبہ پیردپور، ریاست بنارس، سال ولادت ۱۲۹۰ھ

ابتدائی تعلیم ۳ سال تک، سکول میں پڑھا، فارسی مولوی نور محمد صاحب سکندریادی
سے پڑھی، ابتدائی صرف و نحو مدرسہ سعیدیہ دارالانگریز حاصل کی، اس کے بعد مرزا پور جا کر مولوی
عبدالاحد صاحب مفسر تفسیر بانقطہ سے کتب ادب پڑھی، کانپور میں معقول مولوی اسحاق
برودانی، مولوی فاروق چڑیا کوٹی اور مولوی عبدالوہاب بہاری سے حاصل کی، بنارس
آ کر نواب ٹونک کے مدرسہ میں تفسیر و کتب خوانتمائی کی تکمیل کی، بقیہ کتب معقول مع طب
کے مولوی حکیم محمد جعفر (شیخ)، مولوی غلام حسین کنویری (شیخ)، مترجم قونون شیخ سے
حاصل کی، پھر والد صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتب فقہ اصول فقہ اور حدیث
کی کتابیں آپ سے پڑھیں، حضرت میانہا جب دہلی کے پاس پہنچ کر سند حدیث حاصل کی،
وہاں سے میرٹھ آ کر مولوی احمد علی صاحب حنفی میرٹھی سے بقیہ کتب درسیہ کی تکمیل کی، اس کے
بعد بنارس آ کر مدرسہ عربیہ مدنی پورہ میں درس دینا شروع کیا چنانچہ آج تک باقاعدہ درس
دے رہے ہیں، اور علوم عالیہ کو پڑھاتے ہیں جس کو کامل ۳۵ سال گزر چکے ہیں، آپ
بشار اللہ بہت ذہین اور قوت اجتہاد یہ رکھتے ہیں، اگر آپ کو مجتہد وقت کہ جائے تو کیا

میرے والد ماجد (مولانا محمد سعید صاحب مرحوم) اپنے جملہ تلامذہ میں سے آپ پر بہت فخر کرتے
 اور تہجد میں دعائیں کیا کرتے تھے، اور فتویٰ نویسی کی خدمت آپ کے ہی سپرد کی تھی چنانچہ آپ
 اہلحدیث بنارس کے مفتی، عظمہ ہیں، آپ کے فتویٰ کی باقاعدہ نقل رکھی جاتی تو آج کئی
 مجلدات تیار ہو جاتیں، آپ نے احناف و شیعہ وغیرہ سے کئی معرکہ الٹا رہا ہے بھی کئے
 ہیں، چند تصنیفات بھی ہیں جن میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں جیسے رقی الجمرہ اور انفراد
 ابی ہریرہ وغیرہ اور بعض قلمی ہیں جیسے سائل عشرہ وغیرہ،
 کثیر الاولاد ہیں، ہم لڑکے اور ہم لڑکیاں زندہ موجود ہیں، عمر ۶۳ سال کی ہے،



علمائے جون پور

(مرحومین)

۱۔ سخاوت علی بن مولانا رعایت علی

.....

۲۔ عبدالباری (مچھلی شہری)

۳۔ قاضی شیخ محمد "

علمائے جون پور

(مرحومین)

سناوت علی بن مولانا رعایت علی بن مولانا درویش علی فاروقی

(عدد مسلسل ۱۰۳) متوفی ۶ رثول ۱۲۷۴ھ = ۲۰ مئی ۱۸۵۸ء (عدد ۱)

بروایت مولانا ابوبکر محمد شیت صاحب ==

”قبضہ منڈیا میں جو شہر جون پور سے ۱۱ میل جنوب میں واقع ہے ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے
ان کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متا ہے مولانا مشہور شہ فاورڈ کے خاندان
سے تھے آپ کے والد ماجد مولانا رعایت علی اور آپ کے دادا مولانا درویش علی سب کے سب
معدن علم تھے ابتدائی کتابیں مولوی قدرت علی، دولوی مرحوم سے پڑھیں اور پھر مولوی احمد اللہ
انامی تلمیذ مولانا شاہ اسحاق صاحب دہلوی سے یکس علوم عقلی و نقلی فرمائی مولانا عبدالحی دہلوی
اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی سے بھی تلمیذ تھا اور سند حدیث حاصل تھی اجنباب سید احمد صاحب
شہید بریلوی سے بیعت تھی تمام عمر درس تدریس میں مشغول رہے محض حبہ اللہ بلا معاوضہ طلبہ کو
درس دیتے رہے اور ان کی کفالت فرماتے رہے جامع مسجد شاہی میں ایک مدرسہ قرآنیہ بھی قائم
فرمایا جس سے اطراف و اکناف میں بکثرت حفاظ قرآن مجید پیدا ہوئے اور اب تک وہ مدرسہ
جاری ہے تھوڑے دن تو اب ذوالفقار علی خاں بہادر کے یہاں ریاست باندہ میں سبک

دوسرا فتیما رہا لیکن اپنی والدہ کی پیرائہ سالی کا خیال فرما کر وطن پس چلے آئے مولانا
 نہایت متقی پرہیزگار قسح سنت بزرگ تھے اول وقت پر جماعت سے نماز کا خاص اہتمام
 تھا عصر کی نماز تمام عمر ایک مثل پر اور فجر کی نماز قرات طویلہ کے ساتھ غس میں پڑھتے تھے
 اقوال فقہاء میں سے ہمیشہ اس قول پر فتوے دیتے تھے جس کی تائید قرآن یہ حدیث سے
 ملتی تھی اور فتوے مدلل لکھتے تھے، وغیرہ متقیین سے ہمیشہ رد بدعات و اتباع سنت کی
 اشاعت و ترویج میں کوشش رہی مولانا کا یہ فیض ہے کہ جو پنور میں کوئی اب تک تعزیری
 نہیں کرتا، مولانا کے استعداد علمی اور ذہانت کی قابلیت و صحیح خیالات کا آئینہ خود مولانا کی
 تحریر میں اور رسائل اور وہ اقوال میں جس کو مولانا مرحوم نے سوانح حنی شیعہ محمد مجیب شری
 نزیل بھوپال کے سوالات کے جواب میں فرمایا ہے اور وہ مجموعہ رسائل کے مذکور مطبوع
 ہیں ایک مقام کا اقتباس درج ذیل ہے

”تعلیقہ صحیح اینست کہ اتباع کتبہ قول امام را در جائے کہ نص صریح صحیح غیر منسوخ
 از رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نہ یابد و عین اتباع ہمین است کہ وقت یافتہ شدن
 قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قول کے راہ مشنود ہمین است مذہب امام اعظم
 رحمۃ اللہ علیہ و مذہب جمیع ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین“

در ترجمہ تعلیقہ صحیح یہ ہے کہ اس جگہ کسی امام کی پیروی کرے کہ جس جگہ جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص صریح صحیح غیر منسوخ نہ پادے اور عین اتباع یہ ہے کہ جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پائے جانے کے وقت کسی کی بات نہ سنے ایسی مذہب
 امام اعظم کا ہے اور تمام ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا استہی
 آخر عمر میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ان کے چھوٹے صاحبزادے

مولوی محمد علی پیدا ہوئے ۱۲۷۴ھ میں انتقال فرمایا، درجستہ المعلى میں دفن ہوئے
مولانا کو کثرت درس سے تصنیف و تالیف کا موقع بہت کم ملا تھا جو کچھ تصانیف تھیں
ان میں جو کچھ پائی جاتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

التقویم فی احادیث السنی الکرم مطبوعہ صدیقی پریس بنارس، رسالہ تقویٰ ربوبیت
رسالہ ہسلم در علم سلف، عقد ندوۃ اہل سنت کٹر، رسالہ اسرار در فقر رسالہ
عشق نیک، مناظرہ شیخ، رسالہ عرفان الادوات در ادوات نہانہ پنجگانہ، جوابات سوالات
تسو، از مولوی شیخ محمد مچھی شہری، ان جوابات میں حدیث قستین اور مار کثیر بہت لطیف
بحث کی ہے

مولانا کے تلامذہ کی بہت طویل فہرست ہے اور خصوصاً صناعات شرقی و بہار میں بکثرت
ہیں جن میں سے چند نام درج کئے جاتے ہیں:

مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی، مولانا کراست علی جوہری، مولوی رجب علی جوہری
مولوی محمد شریف جوہری، غلام محمد جدیش پوری، مولوی شیخ محمد مچھی شہری، مولوی
محمد یعقوب سنوی بہاری، مولانا سید مصطفی شریف حبیب سنوی بہاری مدرسہ نالندہ سہرام وغیرہ
مولوی شبیعت حسین بہاری، مولوی محمد عمر نازی پوری، مولوی غلام حیدر نازی پوری،
مولوی فیض اللہ موی اعظم گڑھی، مولوی رحیم اللہ ساکن ضلع بستی، ان میں سے مولانا
شیخ محمد مچھی شہری اور مولانا فیض اللہ موی و امجد مولوی ابو الکلام محمد علی مرحوم مشہور
علمائے اہلحدیث میں تھے

مولانا کے بیٹے ورنہ بیٹیاں تھیں، مولوی محمد ابو موسوی جنید دونوں عالم و
فیہنل ہو کر جو ان انتقال فرما گئے، تیسرے بیٹے مولوی بشی ناز دتی حضرت یہ صاحب

السید نذیر حسین مرحوم کے ارشد تلامذہ سے تھے اور مولانا محمد حسین بنام مولوی کے بھروسے
 تھے جو بھٹے مولوی محمد علی جہنوں نے اپنے بڑے بھائی مولانا شہباز سے تحصیل علم کی اور
 پھر مولانا عبدالحی ذنگی محل سے کتابیں پڑھیں اور مولانا محمد علی مرحوم کے بڑے بیٹے
 مولانا ابوبکر محمد مشیت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اس وقت تاظم دینیات ہیں جو مولانا
 عبداللہ مرحوم غازی پوری کے شاگرد ہیں (مؤلف)

عبدالباری محلی شہری

(۲۵۵)

متوفی ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۸ء

(۱۰۳ مسلسل)

مولانا عبدباری محلی شہری ولد مرحوم کا نام مولوی خورشید احمد آپ کا تاریخ نام خیر الحق

ہی جس سے سن ۱۲۵۴ھ نکلتا ہے

ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں اور بقیہ رسیات مولانا کے سخاوت علی
 مرحوم جو پوری سے تکمیل کے بعد تنگی معاشر کی وجہ سے منصفی جہاں پور (ضلع فتحپور) میں
 میں محراب جرائے ڈگری ہو گئے لیکن زہد و تقویٰ کو جو نسبت ایسے عمدوں کے ساتھ
 اس کی وجہ سے جلد ہی اس ملازمت سے سبکدوش ہو کر بچوں کو پڑھانا شروع کیا کچھ
 مدت کتب عربی کی تجارت بھی کی مگر اس میں خسارہ کی صورت دیکھ کر موضع مل میں
 مدرسہ قائم کر کے بیٹھ گئے اور ۱۳ سال تک ایک ہی جگہ بسر کرے یہاں آپ کی وجہ حفظ قرآن
 پر زیادہ مہمتی جس کی وجہ سے ضلع دربھنڈہ میں ایک ہزار حافظ ہو گئے موضع "مل"
 کے مدرسہ سے دو ذکی طالب علم حافظ نواب علی و (مولوی) عبدالکریم کو مدرسہ احمدیہ میں

پڑھنے کے لئے بھیجنے والے تھیں۔ کے بعد ہر طرف دین کی رونق بڑھ دی،
 بتداء برسوں خفیہ آمین رفیع الیدین کرتے رہے مگر تابہ کے آخر کھل گئے، سب تھے ہی ہاں
 مل مخالف بھی ہو گئے، جن کی دشمنی کی آگ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے بھی نہ بچ سکی
 آخر وہاں سے موضع سیوارہ کی طرف تشریف لے آئے جہاں حضرت جعفر علی بابینا متلفز پوری
 خلیفہ حضرت مولانا ولایت علی صادق پوری قمت گزیں تھے یہاں بھی متقلدین سے
 چپقلش ہوئی جب مناظرہ تک نوبت پہنچی تو متقلد مولانا جو ولایتی تھے پکارا اٹھے کہ
 رفیع الیدین سنت ہی جس سے اتنی پذیرائی ہوئی کہ اس ولایتی مولوی کی تاویلوں کو بھی
 کسی نے نہ سنا، غرض آپ کی برکت سے اس نواح میں توحید اور عمل بالسنۃ کا چرچا ہونے لگا
 رحلت - دانا پور میں ۱۳۰۶ھ میں انتقال فرمایا ۹ مرتبہ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی
 اور مولانا فیض اللہ المولیٰ کے پہلو میں دفن ہوئے،

قاسمی شیخ محمد مچھلی شہری

(سردہ مسلسل ۱۰۵) متوفی ماہ رجب ۱۳۲۴ھ = اکتوبر ۱۹۰۲ء (عہد ۳۵)

مولد مچھلی شہر، شوال ۱۲۵۲ھ ماہ ولادت

والد کا نام مولوی عبدالعزیز (صدر السعدور) بن امانت علی جعفری زینبی
 النفاطی الماشمی والد نے آپ کا نام محمد رکھا، بڑے چچا محمد معصوم سے پکارنے لگے مگر مشہور محمد کے
 نام سے ہوئے خود بھی محمد ہی کہتے اور اس سے بہتر نام بھی کون سا تھا جسے پسند کرتے،
 ابتدائی تعلیم کے لئے مچھلی شہر کے ایک بزرگ میاں نجی فیض الدین غوری مقرر ہوئے
 جن کے بعد درسیات پنے فضل چچا مولوی عبدالستار صاحب سے ختم کیں آپ بھی صدر السعدور

تھے اور اپنی کی کیا خصوصیت ہے، یہ تمام خاندان بھی عبادت سے ہمیشہ غرض نہ رہا حتیٰ کیا غازی
اور گنٹ یٹ عالمگیر کے زمانہ میں جب فقہ حنفیہ کی مشہور مدونہ "فتاویٰ عالمگیری" کی
تعدین ہوئی تو اس خاندان کے بعض بزرگ بھی اس میں شریک معاون تھے اور آج بھی
علم کے ہر شعبہ اور دینیات سیاسیات میں اس خاندان کے افراد نمایاں ہیں
نعت حدیث کی مشہور کتاب "مجمع البیارات" صدر اصدور مولوی عبد شکور صاحب
ہی کے قلمی نسخے سے نقل ہو کر مطبعہ نوکشور لکھنؤ میں چھپی،

مولوی میر محبوب علی جعفری مولوی شیخ محمد محمد بن بھون اور نواب مصطفیٰ انان شریف
بھی حدیث پڑھی اور سند حاصل کی مولانا سید علی صاحب (جو پوری) سے بھی پڑھا
جب اپنے چچا صدر اصدور مولوی عبد شکور صاحب کے ساتھ مکر مغلیہ گئے تو سند
الوقت شیخ عبدالحق محدث بنارس شاہ عبد الغنی صاحب مدنی شیخ محمد اعظمی سے بھی
حدیث پڑھی اور سند حاصل کی شیخ عبدالحق محدث بنارس کی شاگردی پر آپ کو بہت ناز
تھا آپ ہی کی سند سے احادیث روایت کرتے اس لئے کہ اپنے اس استاد کی وجہ سے
آپ ایک ہی واسطہ سے امام شوکانی کے شاگرد تھے اور یہ بھی آپ کی خوش نصیبی تھی کہ
جب دوسری (یا تیسری) مرتبہ پھر حج کے لئے حاضر ہوئے تو انہیں اپنے محبوب استاد
حضرت عبدالحق محدث کے جنازہ میں شرکت کی سودہ بھی نصیب ہوئی، ان حضرات کے
عردہ اور اسی سے بھی سند حاصل کی مگر جو اثر صاحب محدث بنارس کے فیض صحبت سے
ہوا اس کی وجہ سے آپ میرۃ صبیحہ کا ایک لکھنؤ بن گئے، حتیٰ کہ جس نے شیخ دقنی
محمد کو دیکھا ان کے تقویٰ کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا،

امتحان مدرسہ کالج کلکتہ مولوی عبد شکور صاحب کے ایما سے ۲۳ ذیقعد ۱۲۸۰ھ کو

مدرسہ کور کے امتحان میں شریک ہوئے جہاں سے اس عمل کے دستور کے مطابق سبقت و
وکالت جملہ عدالتوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی وکیل کی 'کلکتہ ہی میں قرآن حفظ کیا' اس کے بعد
جو پہلا رمضان آیا اس میں محراب سنائی، مگر قیام نصف شب کے بعد ہوتا،

۱۸ نومبر ۱۸۵۶ء میں کورٹ آف سول جسٹس کا امتحان پاس کیا جس کے بعد کچھ مدت اپنے

والد مولوی عبدالعزیز صاحب صدر اہودور (جو اس وقت میرٹھ میں تھے) کے پاس رہے،

ملازمت ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد عظم گڑھ میں گورنمنٹ کی ملازمت کی مگر اس سے بہت جلد

کنارہ کش ہو گئے، جس کم بند بست کے ماتحت تھے وہ آپ کے علم و خلوص کا بڑا معتقد تھا

اس نے دور دورہ پر "تاریخ ضلع عظم گڑھ" لکھوانا شروع کرائی، جس روز کام نہ کرتے معاذ

نہ لیتے یہ کام بڑا مشکل تھا، قدیم فرائض و شجرے اور پرانے شاہی کاغذات کا پتہ لگانا جن کو

زبانی روایات سے تطبیق کرنے کے بعد اپنے اپنے محل پر لگانا یہ کتاب اتنی مقبول سمجھی گئی کہ اس کے

ایک حصہ کا انگریزی ترجمہ ہو کر مسٹر "جیمسن رابرٹ ایڈ" کے نام سے شائع ہوا، اُردو کا اصل

مسودہ خود قاضی صاحب نے تلف کر دیا، یہ انگریز آپ کی بہت قدر کرتا جب اس کا تبادلہ بریلی

ہو گیا تو قاضی صاحب کو ہمراہ لے گیا، وہاں پہنچ کر ایک بڑا امداد پیش کیا، مگر آپ نے ہکا

کر دیا، کیونکہ ملازمت کے اس قسم کے بندھن بھی آپ کو گوارا نہ تھے، آخرالمرور ۲۶ جنوری ۱۸۵۷ء

کو حج کے لئے چلے گئے، یہ تیسرا سفر حج رہا تھا، اس مرتبہ خاندان کے بہت سے عورت و مرد ہمراہ

تھے، خود ہندوستان سے اس قدر دل برداشتہ ہو کر گئے تھے، اگر باپ کے تعمیل حکم سے

مجبور نہ ہوتے تو کبھی واپس نہ آتے، واپسی پر جب دوبارہ مقابل ہو گئے تو اس شوق و ہجر

کو، پھر کبھی پورا نہ کر سکے،

ادھر بھوپال میں مجدد العصر خاتمہ لمحہ شین حضرت والد جی نواب صدیق حسن خان صاحب

کا بابرکت زمانہ تھا، وایہ بھوپال حضرت علی بن ابی شامہ صاحب علم و ریاست کے تمام امور
 اپنے نائب و خزانوں شوہر کے مشورہ سے سر انجام دیتے، قاضی قضاۃ مولانا زین الدین
 انتقال فرما چکے تھے، حضرت نواب صاحب تدریسی تھے، کہ اس تردد میں آپ نے حضرت عبداللہ
 صاحب غزنوی کو خواب میں دیکھا، جو ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ ان کو
 مقرر کرو، ان کا نام محمد ہی، بیدار ہوئے تو حلیہ اور نام دونوں محفوظ تھے، اتفاق سے
 قاضی صاحب بھوپال پہنچے، نواب صاحب سے مدد ت ہوئی، دیکھتے ہی فرمایا، بس یہی
 صورت ہی، نام پوچھا تو وہی پایا، جس کی اطلاع خواب میں ہوئی تھی، عمدہ قضاۃ پیش
 کیا، یہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۹۷ھ کا واقعہ ہے

حضرت دال جاہی آپ کی بہت قدر فرماتے، ایک مرتبہ آپ نے نواب صاحب سے
 عرض کیا کہ آپ نے علم حدیث کی بہت خدمت کی، مگر عربی زبان میں "بلوغ المرام" کی
 کوئی شرح محدثین کے طرز پر نہ لکھی، چند روز بعد دال جاہی نے مفتوح القلام شرح
 بلوغ المرام لکھ کر چوبدار کے ہاتھوں قاضی صاحب کے پاس بھیج دی، آپ نے بے کمال کر
 دیکھا تو دل کی شرمندہ کل کھل گئی،

۱۳۰۳ھ میں جب حضرت دال جاہی نوابی سے معزول کر دئے گئے اور قوائے سلطنت
 میں اجماع آنا شروع ہوا، اس نزاکت کو دیکھ کر قاضی صاحب نے استعفیٰ پیش کر دیا،
 اس موقع پر حضرت علی نواب شاہجہاں سلیم صاحبہ نے ایک لکھ روپیہ قاضی صاحب
 کی خدمت میں بطور ختصانہ پیش کیا،

سفر یورپ۔ بھوپال سے قطع تعلق کے بعد مغرب کے کتب خانوں کی شہرت سن کر یورپ
 قصد فرمایا، متعدد مقامات کی سیر کی، کئی زبانیں سیکھیں، کاشش اس سفر کے مانات

قبلہ فرمادیتے کہ جس سے کسی تفصیل کا پتہ چل سکتا۔

پھر کھوپال یورپ سے واپسی پر عبدی حضرت کے صرار پر پھر کھوپال تشریف لائے
اس مرتبہ سلسلہ تدریس میں انسوک و سائیک سور و پیہ ماہانہ مقرر ہوا جو تازہ سیت
جاری رہا ہیں اعلیٰ اجل کو لبیک کہا۔

کتب حدیث میں "بلوغ المرام" سے بے حد محبت تھی اس کا جو نسخہ (معرا) حضرت
والا جاہلی نے نہایت صحت و صفائی کے ساتھ طبع کرایا تھا 'طلبہ کو اسی پر اس کی سند
واجازہ لکھ کر عنایت فرماتے۔

سند مسلسل بالاولیتہ کا یہ طریق تھا کہ زبانی روایت کر کے سند دیتے اور جب
کسی ایسے شخص کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتے جسے اپنے خیال میں طالب حدیث سمجھتے اس سے
سلام و مصافحہ کے بعد کوئی اور بات کہے بغیر حدیث حدیث کے ساتھ روایت مسلسل بنا دیتے
شروع کر دیتے جس کا منہتی "ارحموا من فی الارض یہ حکم من فی السماء" ہی ختم روایت
کے ساتھ کوئی اور تذکرہ شروع فرمادیتے تاکہ مسلسل بار و بیستہ میں انقطاع نہ ہو،

۱۳۱۴ھ میں مدرسہ احمدیہ آ رہے میں تشریف لے گئے اور ایک موقع پر فرمایا کہ اہل شیعہ
کے دو سفر ہوتے ہیں ایک طلب حدیث کے لئے دوسرا نشر حدیث کے واسطے آپ کی تشریف
فرمائی کی وجہ سے مدرسہ مرجع خلائق بن گیا حوالی اور مدرسہ کے اساتذہ بالہ بنے ہوئے
تھے جس میں حدیث کا یہ چاند ضیا پاشی کر رہا تھا اکثر حضرات سن طراف کتب (روایات)
من کر سند و اجازہ کی عزت حاصل کی۔

قدیم قہمی نسخوں کی فراہمی کا بہت شوق تھا اس میں وقت اور روپیہ بے دریغ
خرچ کرتے اور جب ایسی کتاب دستیاب ہوتی نہایت قدر سے رکھتے اور ایسے نسخوں پر

پنے ایراد و خواہشی سے دست کش رہتے
تصانیف

(۱) النعمۃ الی بقیۃ فی تخریج حجتہ اللہ لبخۃ (اس میں حدیث مندرجہ حجتہ اللہ
الی بقیۃ کی تخریج کی ہے)

(۲) رفع الشدور عن وضعی الیدی علی الصدور

(۳) الکلام المدہش، منیہ من سورۃ العلقمۃ عن بیہ

(۴) الشایخ الی حضرت فی تاریخ آل جعفر

(۵) اسواقہا بریز النضیص فی حل الی زاردا نقیص

(۶) الدراری الن شرات فی ترجمۃ فی البخاری من اشذاتیات

(۷) کشف الستار عن وصف الیہامین بالمشارہ

(۸) العجالات المستقریہ فی سلالۃ الجعفریہ

(۹) سلالۃ الکرام فی خداتۃ اعظامہ (و خالۃ الکرام)

(۱۰) الروایات المصححہ اثبات رفع المنسجہ

(۱۱) دفع الوسواس باستیعاب مسح الراس

(۱۲) ازہر المطالب فی نسب آل جعفر (ابن ابی طالب)

(۱۳) نقد الدرہم ترجمہ علامۃ حیات السنہ (م)

(۱۴) تالیف القلوب باحسن الاسلوب

(۱۵) رسائل المحسنات فی السلام والصلوۃ

(۱۶) انصاف النوی عن الدلیل النوی

(۱۷) رسالہ فی العمل بالمحدث

(۱۸) فی نسب صدیق و عدد اولادہ

(۱۹) احکام الاحکام مع الحاشی (مجموعہ ضخیم)

(۲۰) کتاب الاحکام من احادیث علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۲۱) المنہ فی حاشی المنیہ (۲ مولف)

(۲۲) الصراط السوی فی صلوٰۃ النبی

(۲۳) تخریج الاحادیث المردیۃ من عمدة النبویہ

(۲۴) البشامات الصبارۃ والاشارة

(۲۵) جس میں مولد ام مالک کی ان احادیث کی تخریج ہے جو امام

مالک علیہ الرحمۃ نے لفظ ”بنفا“ سے روایت کی ہیں

ان تصنیف میں سے کوئی کتاب جمع نہ ہو سکی علامہ شمس الحق صاحب عون

المعبود نے آپ کے صاحبزادوں سے مسودات (بغرض طباعت) کی خواہش بلکہ

اصرار کیا، مگر کامیاب نہ ہو سکے،

اولاد میں دو صاحبزادے چھوڑے، مولوی محمد و ابو جعفر صاحب جواب تک

بقید حیات موجود ہیں اور انصراۃ امور خانگی میں منہمک

علمائے اعظم گڑھ

مرحومین

- | | | |
|----|---------------------|-----------------------------------|
| ۶ | خدا بخش | ۱۔ شاہ ابواسحاق لہرادی |
| ۷ | عبدالعزیز | ۲۔ حکیم عبداللہ |
| ۸ | اسد اللہ | ۳۔ سلامت اللہ |
| ۹ | حافظ عبدالرحیم | ۴۔ محمد شکر اللہ |
| ۱۰ | عبداسد | ۵۔ محمد سلیم اللہ |
| | عبدالحمن مبارک پوری | ۱۱۔ ابوالحسن عبدالرحمن مبارک پوری |

موجودین

- | | | |
|----|-----------|----------------|
| ۱۵ | محمد بشیر | ۱۲۔ حفیظ اللہ |
| ۱۶ | عبدصمد | ۱۳۔ عید اللہ |
| ۱۷ | نذیر احمد | ۱۴۔ عید الرحمن |



علمائے اعظم گڑھ

(مرحومین)

شاہ ابوالفتح لہراوی

(جلد ۱۰)

مرتبی ۱۲۳۴ھ =

(جلد مسلسل ۱۰۶)

موضع نر میں شاہ ابوالفتح ایک صاحب عالی بزرگ تھے جن کا لقب گرم یوان تھا، جیسا کہ صاحب تذکرہ علمائے ہند فرماتے ہیں: "ویر گرم یوان گویند کہ جسم مبارکش در بعض اوقات بخرق عادت بدرجہ غایت گرم سے شد کہ زبان گندم براں تو ان بخت" شاہ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ اپنی بزرگواری کے فرزند ہیں، آپ نے تحصیل شیخ محمد ناصح اور شاہ محمد خازن (الہ آبادی) سے کئی کتب احادیث میں سے صحیح بخاری کے ساتھ بدرجہ غایت محبت رکھتے، اس کے بعد حدیث و اصول حدیث کی دوسری کتابوں سے اس غلو عقیدت کا اظہار اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں:

فجعلنا نفوساً واصلہ لایمان و
حبہا عیناً للاسلام و شہادۃ
وہیں حدیث سیر البشر فخذنا
میں نے ان کتابوں کو دل کا نور اور ایمان
کا من پائی، یہی کتابیں عین اسلام ہیں،
یہ بشر کے اتباع کی دین ہیں، دین

حبيب امينى وغراما لشهر قسطنطينية
سالى

کے لئے نہیں۔ یہی ہے قسمت کھنٹی ہو
یہ ہے انھوں کو دت مہتی ہو

ترک عقیدہ کی بابت فرماتے ہیں

ولا بصرۃ عندی لزوم الاقتداء
اجتہاد فیما یخالف اتباع الرسول

میرے نزدیک مجتہد کی قیادت میں
مسلمین کو اقتداء نہیں چاہئے
کے خلاف ہو

یہ بھی فرماتے ہیں

ولما رایت بالانتماء للمقلات غیر

الصلاح والبعث معہ بعد عن

الرشاد والفلاح ...

صدی المصطفیٰ و اعرفت عنہم

الی صدی المرتضیٰ و قلت فی ذلک

لما اتبع رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اہل نعمان والسفیان

والزہری

اور جب میں نے ان مستبدوں کی باتوں

میں لپٹ کر ان سے بھت کرنا دیکھا تو

فلاح کے خوف سمجھ تو میں نے مصطفیٰ صلی اللہ

کی ہدایت کے دامن کو پکڑ لیا اور ان

لوگوں سے منہ موڑ دیا اور میں نے کہہ دیا

کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہوتے ہوئے نعمان (ابو صفیہ) سفیان

ورزہری کی کچھ پروا نہیں

یہ ترم اقباس آپ کے ایک قلمی رسالے سے لئے گئے ہیں جو اثبات رفع الیدین پر ہے

اور جس کا اصل نسخہ مولانا شمس الحق صاحب ڈیرہ نوری مرحوم کے کتب خانہ میں ہے آپ کے

اثبات متابعت سنت پر صاحب تذکرہ علماء ہند فرماتے ہیں :-

مفکر میسن اجماع شاد ابواسحق ذات شریفیش تادریہ روزگار مذکر ششم صی کیہ

بہ دین و ستوی شہر نشین و از اسرار شریعت آثارش افشادہ در مجمع
 و تفسیر احادیث بنوریہ السوۃ و النیۃ مکنہ دہی داشت در موافقت سنت
 صنیہ اند کے تغافل سے ورزید

یہ ۱۲ ویں صدی کا زمانہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی دہلی کے
 علماء و تلامذہ اطراف ہند میں عمل بالحدیث کا چرچا کرتے تھے

محکم عبد اللہ حیرا چوری

(میدلس ۱۰۷) متوفی ۱۰ شعبان ۳۰۷ھ = ۳۸ مارچ ۱۹۱۹ء (جلد ۲)

مولد و وطن ہے راجپور سن و مدت ۱۲۶۴ھ

برائے تعلیم اپنے والد ماجد مولوی بہادر علی مرحوم سے ہوئی، اس کے بعد بذہن شوق
 جو پور کے پھنچا جو اس وقت پوربہ کا ایک بڑا مرکز علم تھا مفتی محمد یوسف خاں ٹلی مرحوم
 مدرس اعلیٰ تھے صاحب ترجمہ کی ذکاوت دیکھ کر دنگ رہ گئے، اسی زمانہ میں مولوی مسلمان
 مرحوم جے راجپوری جو مولانا عبد اللہ کے خاندانی رشتہ سے بھتیجے تھے، اپنے چچا کے
 ہم سبق ہوئے، مفتی صاحب مدوح ان دو حضرات کے متعلق فرمایا کرتے کہ "ہمارے

۱۵ راقم نے زمانہ کتاب (بذہا) کی ابتدا شاہ ولی اللہ مرحوم سے کی ہے یعنی ۱۲ ویں صدی کے
 وسط سے در زمانہ اس سے بہت پہلے بھی ملک میں ہر جگہ جماعت عامین بالحدیث کا وجود پایا جاتا ہے
 حتیٰ کہ (۱۳۷۷) میں سندھ میں بھی یہ حضرات موجود ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راجپور اخبار غفر گڑھ
 جلد ۱۴ نمبر ۴ ص ۲۳۴ تا ۲۳۹ (رہ)

برسرِ اسبچی بھیتے جیسے ذین اور ذی استعداد تک بابت تک نہیں آئے جو پورے دیوبند کے دہ و غیرہ کے سوا حدیث جناب مولانا محمد قاسم زکریا سے پڑھی ہو ان کے وضع یہ رہ کر مولوی شکر اللہ سے بھی استفادہ کیا، سب سے آخر میں حضرت بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث دوبارہ قراءت پڑھی اس دورہ میں مولانا سلامت اللہ کے عہدہ عاقظ صاحب غازی پوری بھی آپ کے شریک ہوتے تھے۔
 مرحوم نے علم طب بھی حاصل کیا،
 تکمیل کے بعد ۹

دشن پہنچے تو سب سے پہلے مخالفت آپ کے والدین کی طرف سے ہوئی جو حنفی تھے مگر آج کل کے اصطلاح میں بریلوی عقیدہ رکھتے تھے باپ بیٹے میں ہر وقت بحث مباحثہ جاری رہا آٹا، لآخر مولوی بہادر علی نے ابویت اور استاذیت کا حرام حق کے مقابلے میں ایک طرف رکھ کر بیٹے اور شاگرد کا شواہد اختیار کیا اس کے بڑے مدت تک وطن میں رہ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے جس کے اثر سے بہتوں نے عمل بالحدیث اختیار کیا اب قصہ رسترا صنع بیا بضرط طاب بت تشریف لے گئے مخالفین نے یہاں بھی زنجیریں آلیا، مجسٹریٹ قصہ کی موجودگی میں ۱۲۹۰ھ میں مقدمہ سے ۱۳ روز تک تحریری مناظرہ رہا فتح آپ کے حق آئی مگر موافقین نے پرچہ تصف کر دئے جس کا اثر اب بھی اچھا پڑا حتیٰ کہ مقدمات کی اس کمزوری سے عوام مذہب بالحدیث کی طرف مائل ہونے لگے "رسترا" میں شغل تدریس بھی جاری تھا تلمذہ میں مولوی عبد اللہ ندوی مولوی حبیب اللہ مولوی عبد اللہ چاند پاری مولوی حیدر علی (سابق ہیڈ مولوی مشن اسکول اعظم گڑھ) اور علامہ شبلی نعمانی قابل ذکر ہیں

صاحب ترجمہ کو منجملہ دوسرے علوم کے تفسیر میں اس قدر انہماک تھا کہ آخر کتب
تفسیر سے مستغنی ہو گئے، قرآن کریم کے ساتھ اتنا عشق کہ آیت سن کر بے ہوشی
طاری ہو جاتی، جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت کہ آنحضرت
کی زیارت سے ۱۴ مرتبہ خوب میں مشرف ہوئے

مطلب کی آمدنی سے کچھ پس انداز ہو گیا تو حج بیت اللہ کا ارادہ کیا بخت کی یاد دہانی
سے جناب حافظ صاحب غازی پوری مولانا سید محمد سعید بن رسی اور مولوی اسد اللہ
کی معیت نصیب ہوئی، اس سفر میں متعدد مشائخ حدیث سے سند اجازہ حاصل ہوا
مگر سب سے بہتر سند امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کی رائے تھی،
جنہوں نے بہت کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ

”ابھی تک ہندوستان میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے

علم دین کا ستون قائم ہے!“

تصانیف میں صرف منطق کی اشکال اربعہ متعوم کیں جو دنیا بھر میں مجموعہ منطق کے ساتھ طبع

ہوتی چلی آرہی ہے

اولاد میں سے صرف ایک بیٹے مولوی عبدالسلام صاحب موجود ہیں جو ہر حقیت
سے اپنے عالی قدر باپ کے بہترین جانشین ہیں (مگر جن کا ترجمہ حاصل نہیں ہو سکا)
اور مولوی عبدالسلام کے ایک صاحب جزا مولوی عبد عظیم صاحب (فارس غنوة العلماء)
لکھنؤ میں ہیں علی گڑھ طبعہ کالج میں پڑھتے ہیں۔ دوسرے بیٹے ہیں ان حضرات کا
ترجمہ درج ہو گا اللہ

سلامت اللہ ہے راجپوری

(عدد مسلسل ۱۰۸) متوفی ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء (۳۷ سال)

آپ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے اور سوائے والدہ کے کوئی سرپرست نہ تھا، بکریاں چرایا کرتے تھے، مگر دل میں علم کا شوق تھا، ۱۰-۱۱ سال کی عمر تھی کہ جو پھر پیچھے دوہاں مدرسہ میں داخل ہو کر پڑھنا شروع کیا، ابتدا ہی سے ان کی ذہانت کی شہرت ہو گئی، کتبِ رسیہ کا زیادہ حصہ مفتی محمد یوسف صاحب زرنگی محلی سے جو وہاں مدرسہ میں تھے پڑھا، پھر دہلی میں جا کر حضرت میا نصاحب سے حدیث کی تلمیذ کی، اس کے بعد نہایت انہماک کے ساتھ توحید کی اشاعت اور تبلیغ کرنے لگے، بنارس، جو پور، غازی پور، گوندہ اور بالخصوص اعظم گڑھ میں ان کی ذات سے توحید و سنت کی بہت اشاعت ہوئی اور سیکرٹوں، مواعظ، تہذیبی شرک و بدعت کو ناپسند کر دیا، منظرہ میں اپنے عہد کے امام تھے اور وہ عظیم بے نظیر اعظم گڑھ سے آج تک اس شان کا کوئی عالم ربانی نہیں اٹھا، اور نہ اعظم گڑھ کے صلیح کے مسلمانوں کے دلوں میں کسی عالم کا اتنا احترام تھا۔

• ایک زمانہ تک بنارس میں قیام رہا، اہل وہاں کتب عام اور حدیث و فقیر مدرس دیتے رہے، پھر نواب صدیق حسن خان صاحب نے آپ کو بھوپال میں بلایا اور مدرسہ و قعیدہ کا متمم مقرر کر دیا، شاہجہاں سلیم دالیہ بھوپال آپ کا بہت احترام کرتی تھیں، ان کے عہد میں بھوپال کے داعیہ شہر آپ ہی تھے اور کوئی عالم مسجد جامع میں آپ کی اجازت کے بغیر وعظ نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ اے لے سلیم صاحبہ موصوفہ نے ۱۰

کئی بار کہا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا،

کچھ زمانہ کے بعد آپ مدرسہ سلیمانہ کے نائب مستم مقرر ہوئے اور مولانا محمد لبر ص
سہوانی کے فتنہ لینے کے بعد سلیم عاجہ نے آپ کو مدرسہ سلیمانہ کا مستم اور ریاست
کے جملہ مدارس کا افسر کر دیا،

لوازمات علم کے ساتھ ہی سن اخلاق کے بھی منع تھے اور نہایت وجہ بہت
ہندو آپ کی زیارت کے لئے پیا سے رہتے اور بعض بعض تو آپ کے حسن سیرت و صورت
کی وجہ سے آپ کو دیوتا کہتے،

تحصیل علم سے فراغت کے بعد ہی سے سلسلہ تدریس بھی قائم ہوا جو تازیت جہاں

رہا، تفسیر حدیث کے علاوہ کتب علوم و فنون بھی پڑھاتے تھے، آپ کے تلامذہ اساتذہ بنتے
گئے، مثلاً شمس العلام مولانا حنیف اللہ صاحب مستم دارالعلوم ندوہ لکھنؤ، مولوی حبیب اللہ
صاحب مرحوم چاند پاری، مولوی اسد اللہ صاحب مولوی فتح اللہ سابق مستم مدرسہ

سلیمانہ (بھوپال) مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی،

آخر میں آپ کا منصب ریاست بھوپال کی طرف سے مقرر ہو گیا تھا، اور وہیں
رہتے تھے چنانچہ وہیں جد غفری اور روح کا انفصال ہوا، عمر ۳۵ سال کی تھی
تکبیر شہ بخت میں مدفون ہوئے،

آپ کے صرف ایک بیٹے مولانا حافظ محمد اسلم صاحب رہے راجپوری ہیں جو
مشہور عالم نامور مورخ، صاحب تصنیف کثیرہ مثلاً تاریخ الامت، تاریخ نجد،
تاریخ القرآن وغیرہ ہیں اوائل عمر سے سلسلہ الحدیث میں منسلک تھے مگر اب آخر میں
اس سے رشتہ توڑ لیا ہے آپ کا خیال ہے کہ

”قرآن ہدایت کے لئے لایا ہوا اور حدیثیں دین میں ہیں جو کتاب و سنت میں ہیں
میں قرآن کے ذوق میں بھی داخل نہیں کیونکہ میں اسوۂ رسول (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) کو یقینی اور دینی سمجھتا ہوں بخلاف قرآن کے جو
عمل متواتر کے قابل نہیں“

(قدس سر از تحریر جنابے ماناں خانہ محمد سید صاحب)

مذہب کے اس خیال کا نتیجہ ظاہر ہے کہ حدیث حجت شرعی نہیں اور یہ بھی مسلمہ
ہے کہ قرآن کے سوا دوسرے تمام فرقے کسی نہ کسی صورت میں حجت حدیث
کے قائل ہیں، چہ جائیکہ جماعت اہل حدیث جس نے حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کو قرآن کریم کے بعد حجت قطعیہ سمجھتے ہوئے اپنا امتیاز بھی ہمیشہ ہی سے کیا

محمد سلیم پھریاوی

(۱۰۹ مسلسل) متوفی ۱۳۲۴ھ = ۱۹۰۶ء (عہد ۴)

مولد موضع پھریا (نواح اعظم گڑھ) ابتدائی کتابیں مولد ہی میں پڑھیں
محقق مفتی محمد یوسف قرظی مکی سے حدیث قاضی شیخ محمد کھلی شہری سے جن کی
خدمت میں ایک مدت تک ملازم رہے اور یہیں سے اتباع سنت کا مشق تائب
آیا مرحوم حافظ عبد اللہ فاضل پوری کے رفقاء میں سے تھے اس نے جب
کبھی حافظ صاحب دھرتی آتے تو آپ ہی کے پاس قیام فرماتے اور ہمیشہ کسی
نہ کسی مسئلہ پر گفت و گو بھی ہوتی۔

آپ کا خیال تھا کہ عدونی حلقہ سے فرار مراد ہے اس اقسام سے نکلن جس میں وہ مقام (ط عونی) واقع ہو یعنی حدیث "واذا وقع بارضنا و انتم فیہا فخر جوا فراراً منہ" میں جوارض کا لفظ واقع ہے اس سے مراد اقسام ہے نہ کہ وہ بستی جس میں ط عونی پھیل چکی ہو

اس پر ہر وقت بحث کے لئے آمادہ رہے آتے حتیٰ کہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبارک پوری صاحب تحفۃ الماحوذی نے اس مسئلہ کی تردید میں ایک رسالہ خیر الماعون لکھا جس کا جواب آپ نے بھی دیا مگر رسالہ پر اپنے نام کی بجائے مولوی محمد عبداللہ موسیٰ کا نام لکھا

علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد کالت کا امتحان پاس کیا اور اعظم گڑھ ہی میں بڑی سٹیشن سے پریکٹس کرنے لگے جسے بعد میں ترک کر دیا مگر کی زمینداری کی نگرانی شروع کر دی اس کے باوجود سب رت سے بھی شغف تھا

اس عہد میں اعظم گڑھ کے نواح میں آپ کا کتب خانہ مفتحات سے تھا۔ اور آپ کے وقت کا زیادہ حصہ جمع و تدوین کتب میں بسر ہوتا جس میں کتب حدیث و شرواح کی مقدار زیادہ تھی ہدایت خوش اخلاق اور مہاں نواز سمجھے جب تک اعظم گڑھ میں رہے مہمانوں کو کھانے پکوانے کھرا کر خوش ہوتے تیار بخود ذات "ان فی الآخرة لمن العالجین"

خدا بخش عظیم گڑھی

(عدد مسلسل ۱۱۰) متوفی ۱۳۳۳ھ = ۱۹۱۵ء (عدد ۵)

عظیم گڑھی کے مضافات میں قبضہ ہمارا جگہ جو کسی زمانہ میں تجارت کا مرکز تھا، آپ کا مولد ہے، مگر مرحوم نے بددشور سے عظیم گڑھی میں کچھ اس پامردی سے اقامت اختیار کی کہ مولد سے کوئی واسطہ ہی نہ رہا۔

ابتدائی تعلیم مولد میں ہوئی ۱۸۹۰ء میں پہلے مولوی فیض اللہ صاحب منوی کی خدمت میں ہے مگر نہ بہار میں مولانا عظیم الدین حسین (مشائخہ) میاں صاحب سے پڑھا۔

تکمیل تاقی صاحب پھلی شہری سے کی، قاضی صاحب، تبارع سنت کا نمونہ تھے جس کی وجہ سے مشائخہ بھی مشائخہ بن گئے، "و کذا لکھیاں اذا دخل بٹ مشیتہ فی القلوب" (الحديث) اس علم و تبحر کے باوجود عمر گرانمایہ ایک تھیں اسکول کی مدرسے میں ختم کر دی، انشا داری میں یہ طوطی صاصل تھا، زود نویسی اور خط نسخ و نستعلیق دونوں پر ایسی دسترس کہ اپنے اقراں و امثال پر فائق سمجھے جاتے، صرف ایک رسالہ "رفع الیدین علی الصدقات" اپنی یادگار علمی اور دوصد حضرات کے چھوڑے

عبدالعزیز روانوی

(عدد مسلسل ۱۱۱) متوفی ۲۷ صفر ۱۳۳۶ھ = ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء (عدد ۶)

مولوی اسد اللہ جنس علامہ شبلی مرحوم سے اُن کے عہد ادا میں تقلید پر رد و قدح کا فخر حاصل ہوا، ضلع اعظم خٹہ موضع رواں کے رہنے والے تھے صاحب ترجمہ اُن کے فرزند ہیں جن کی ولادت رجب ۱۲۹۲ھ میں ہوئی والد نے اپنے فرزند کی بسم اللہ حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے شروع کرائی جو اُس وقت مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں مرجع انام تھے کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد جو پور مولوی ہدایت اللہ خاں منطق و فلسفہ اور بعض دیگر درسیات پڑھیں وہاں سے مدرسہ جامع علوم کا پور پہنچے اس زمانہ میں یہاں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مدرس تھے اُن سے بقیہ درسیات و اصول و فقہ وغیرہ پڑھ کر ”تارۃ آخری“ غازی پور عود کیا حدیث و اصول اور تفسیر کی تکمیل حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے کی اس زمانہ میں معقولات و ادب کی آخری کتابوں پر نظر ثانی مولوی عبد الرحمن بقہ غازی پوری کی اُن سب کے بعد حضرت میاں صاحب سے استفادہ کیا اور سند و اجازہ حدیث حاصل ہوا

اور بعد تکمیل حافظ صاحب غازی پوری کی خواہش پر کچھ مدت مدرسہ احمدیہ آرہ میں مولوی محمد صاحب (ارشاد) (شاہجہاں پوری) کے ارشاد پر چلے شاہجہاں پور میں اور جماعت اہل حدیث مدہو پور کی استفادہ پر آخر وہاں کے مدرسہ مدرسہ میں چلے آئے اور یہیں سپرد خاک ہو گئے

مسائل پر بہت نظر رکھتے تھے قوی اور ذہین استاد تھے انفرادی پے حریف پر
غائب آنا گویا اختیاری تھا، اور محققات کے معترف آپ کے استاد حافظ صاحب
غازی پوری بھی تھے، مگر وہ میں اسناک کی وجہ سے خور و نوش میں کوئی حسن و
سیقت نہ تھا، سفر و حضر دونوں میں کتب بینی جاری رہتی، اخلاق حسنہ کا نمونہ اور
شرم و حیا کے مجسمہ تھے، کہ وطن کے لوگ بھی جن کی وجہ سے رطب و لیل رہے
بہت سے شاگرد چھوڑے، مگر مولوی عبداللہ، غفلی، مولوی برہان الدین
مولوی عبد المجید مولوی عبد المجید کے سوا باقیوں کے نام معلوم نہ ہو سکے، اکتیس
بھی لکھیں، مگر عسرت کی وجہ سے کوئی کتاب طبع نہ ہو سکی

عبد اللہ روانوی

(عبد سلسل ۱۱۲) متوفی ۱۳۳۹ھ = ۱۹۲۱ء (عبد ۷)

درسہ چشمہ رحمت میں حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے پڑھے، حدیث
میں صاحب پڑھی، وکالت کا امتحان پاس کر کے چند سے یہی ذریعہ معاش رہا،
صرف زمینداری کی آمدنی پر اکتفا کریں، اپنے شفیق استاد مرحوم غازی پوری کے
ایسے جان نثار تھے کہ جس زمانہ میں مولوی شاہ انت اللہ (شیخ المبتدعین)
نے لکھیا کہ حافظ صاحب پر کئی مقدمات درکار تھے، آپ اپنے استاد کے
ہر حال میں معاون رہے، آئے، اسنی بزرگ کو آپ نے منظرہ کا پیچ بھی دیا،
غرض حافظ صاحب کی حمایت میں ان کی خوب کرکری کرتے رہے،
مولانا شبلی نجفی مرحوم جس زمانہ میں جامہ تھے، انہیں بھی عنفوان عہد ہی تھا

کہ مولانا سدرمت اللہ جیرا چوری سے مسرہ عقیدہ پر ابھڑے اور سالہ بازی شروع کر دی ان کے مقابلہ کے لئے مولوی اسد اللہ بیگ نے (مولانا شبلی مرحوم موضع بندو کے رہنے والے تھے جو موضع جیرا چور سے مد ہوا ہے) ان بحثوں کا یہ اثر ہوا کہ مدوح عقیدہ کے جہود سے نکل آئے، مرحوم یوں بھی ذہین اور طباطباعت تھے، طبیعت میں خرافات بھی تھی، بات ہمیشہ پتے کی کتے جس سے سامع پر اثر پڑے بغیر نہ رہتا،

تین فرزند مولوی عبدالعزیز مولوی عبدالوحید مولوی عبدالحمید چھوڑے، اول الذکر ۱۳۱۳ھ میں فارغ التحصیل ہو چکے تھے کہ مرضِ دق میں مبتلا ہو کر گئے ملک عدم ہوئے، مولوی عبدالوحید بھی طعمہ اجل ہو گئے، آخر الذکر بقید حیات موجود ہیں تصنیف کوئی سنیں چھوڑی،

حمد شکر اللہ

(عدد مسلسل ۱۱۳) متوفی ۱۳۱۵ھ = ۱۸۹۷ء (عدد ۸)

مولد موضع میرٹھ (ضلع غنم گڑھ) خاندان صدیقی جہود رس نظامی مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے پڑھا، تلمیذ کے بعد، غنم گڑھ میں رہے، سلسلہ درس کے ساتھ وعظ و تذکیر سے بھی اہل وطن کو فائدہ پہنچایا کچھ مدت بعد بریلی کا بیج میں پروفیسری (فارسی و عربی) پر چلے گئے مگر وہاں بھی یہ مشغولہ جاری رہا، مولوی محمد حسن سے تحریری مناظرہ ہوا جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ پہلے صاحب ترجمہ نے وجوب عقیدہ پر ۶۰ اعتراض لکھے مگر مدوح کی خدمت میں

مجھے جن کا جواب آنے پر اصل سوال اور جواب 'جواب کوئی فرقہ محقق یا محقق' نام سے چھپوایا یہ رسالہ بہت دلچسپ ہے ایک اور رسالہ بدیت تحقیق "یہ بھی ناقص تو ہے (ممدوح) کے اس رسالہ کا جواب ہے جو آپ نے "میں نے جب" کے رسالہ "الحق محقق" کے جواب میں لکھا اسی طرح ایک رسالہ "مجاہد فی زلزلہ رزار" ہے اور یہ ازالہ الشکوک بر دقتویہ "الایمان" کے جواب میں ہے جس میں مولانا خزانہ دین صاحب الہ آبادی کے ان اعتراضات کا جواب ہے جو موصوف نے تقویۃ الایمان پر کئے،

شمس العلماء محمد حفیظ اللہ

(عدد مسلسل ۱۱۳)

(عدد ۹)

روایت مولوی ابو نعیم عبد الحکیم صاحب تصوری
 "نام محمد حفیظ اللہ گیت ابو الفضل تاریخ پیدائش نومبر ۱۸۴۷ء مولد ہندی گھٹ
 صنع عظم گڑھ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کی تربیت میں پائی جب تعلیم
 قرن مجید ورفری کی متوسطات تک ہو چکی تو غازی پور میں جہت رانا محمد حسین صاحب
 سے تعلیم حاصل کر کے درسیات ذریعہ کے سر تک پہنچے عربی صرف و نحو مختلف تصانیف
 میں پڑھی شرح جہمی و شرح تہذیب تک مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے جب متوسطات
 عربی سے فارغ ہو کر تہذیب کے عربی میں قدم رکھا تو میرزا ہدایت اللہ سے لے کر خزانہ صاب
 کتب عربیہ معقول و منقول فروغ و اصول مع حدیث مولانا محمد عبد الحی لکھنوی سے
 تکمیل کی اور مولانا سید نذیر حسین سے صحیح کی سند حاصل کی مولانا محمد عبد الحی صاحب
 لکھنوی سے عدد درسی نظامی کے شرح تذکرہ مولانا سید شریف جرجانی علم ہدایت میں

اور شرح عقائد جلالی محقق ودائی اور حاشیہ جدیدہ و قدیمیہ علامہ شیرازی محقق ودائی کے
کچھ حقہ لہیات شفا کا غیر مسند رس سے اصل کیا، فی سبیل تحصیل ہونے کے بعد ابتداً
قبیلہ کاکوری کے ایک مدرسہ میں جو وہاں کے رؤسائے قلم کیا تھا جس میں عربی اور
انگریزی داخل تھی پڑھانا شروع کیا، جب حضرت مولانا عبدالحی عیسیٰ علیہ السلام میں
متم ہوئے تو کاکوری سے طلبہ ماکرانی جگہ پر مامور فرمایا تاکہ باہر سے آنے والے طلباء و
مولانا کے عزیز خاص مفتی محمد یوسف کو کتب ریسات کی تحسیم دیں چنانچہ آپ تعلیم دیتے
رہے اور طلبہ آپ کے فیض سے استفادہ کرتے رہے پھر کامل دو برس کے بعد مدرسہ
عالیہ رامپور سے آپ کی طلب ہوئی اور وہاں کے مدرس اول اور پرنسپل مقرر ہوئے
اور ۴ برس تک متواتر درس دینے کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی کہ ندوۃ اعلیٰ
دارالعلوم قائم کیا جائے چونکہ ابتداءً ندوہ سے مولانا حفیظ اللہ صاحب ممبر تھے
اس وجہ سے اراکین انتظامیہ کی رائے ہوئی کہ آپ کے ہاتھ سے مدرسہ کھولا جائے نیز
یہ وجہ بھی تھی کہ ایام صاحب سہی سے جس کا زمانہ ۵ برس کا تھا اپنی لکھنؤ سے تحقیقات
اور موافقت قائم تھی اور خانہ بے درجنہ منشی احمد علی صاحب مرحوم کاکوری سے
زیادہ ارتباط تھا، اس وجہ سے خاص کر موصوف کو دارالعلوم قائم کرنے کے لئے بلایا
گیا، کیونکہ ابتدائی قیام دارالعلوم کا خانہ بے درجنہ منشی احمد علی صاحب مرحوم اور
منشی احتشام علی صاحب مرحوم کی کوشش سے ۱۸۹۸ء ۶ ماہ جون قائم ہوا، ان
دونوں صاحبوں کو قیام دارالعلوم میں بہت دخل تھا، اور ابتداءً قیام سے ۱۹۰۵ء
تک مولانا موصوف ہی مدرس اول اور پرنسپل تھے اسی ۱۹۰۴ء کے وسط میں بھارت
نکست گورنمنٹ کی طلب پڑھا کہ مدرسہ محسنیہ میں مجبوراً جانا پڑا، کیونکہ گورنمنٹ نے

مدرسہ کے پرنسپل کو بھی تھا کہ اپرا ڈیا سے کوئی فاضل جیت کر شش کر کے لڑتا کہ ڈھکہ کی
 کالج کے مدرس افسر کے جائیں ڈھکہ میں ۱۹۰۹ء سے لے کر اپریل ۱۹۲۱ء تک وہ کر
 خود ڈھکہ کی جدید یونیورسٹی میں بعدہ پرد فیسری نامزدگی ہو گئی تھی چونکہ ایک سی جگہ
 دو گورنمنٹ کی ملازمت ناممکن تھی لہذا کالج ڈھکہ سے ۵۰ روپیہ منشن ہو گئی ایکم کوٹہ
 سے سہراگست کی ابتداء تک آپ کو حج کا موقع ملا (ایام تعطیل میں) ۲۴ اپریل ۱۹۲۱ء
 کو آپ بمبئی سے روانہ ہوئے شعبان کی ۲۲ تھی اور عدت میں رمضان کا چاند ہوا چہرے
 اول رمضان میں آپ کہ معظریں داخل ہوئے اور ایک ماہ قیام کر کے ارشوال کو مدینہ
 کی طرف مسجد نبوی کی زیارت و اس میں نماز پڑھنے کے شوق میں روانہ ہوئے پندرہ روز
 وہاں پہنچے اور مسجد نبوی علی صا جہ النبیۃ و السلام کے جوہر میں مکہ کی قسمت میں یہ
 وہاں سے واپسی کے بعد کافی دقت کہ معظریں قیام کرنے کا ملا وریوم ستر دینہ کو حرم حج
 باندھ کر منیٰ اور مزدلفہ میں قیام کرتے ہوئے جیل عفات کے میدان میں داخل ہوئے
 اور عبادت مسنونہ اور ذبیحہ ادا کرتے ہوئے حج سے فارغ ہو گئے ورج سے واپس
 آنے پر دارالعلوم ندوہ کے ناظم اور اراکین بضد مقرر ہوئے اور مولانا موصوف سے
 کہا کہ آپ کے ہاتھ کا قانم شدہ دارالعلوم برباد ہو رہا ہے یا تو یہاں قیام فرما ہے
 اور باقاعدہ اسے چلائے یا عزت سے اس کا جنازہ اٹھا کر دفن کر دیجئے اس جواب نے
 آپ کے دل پر یہ اثر کیا کہ بجائے ۳۰ روپیہ ہوا پر و فیسری کے ۱۵۰ روپیہ ہوا
 کی پرنسپل اور اول مدرس قبول کی ہر چند تار اور خطوط ڈھکہ سے آتے رہے
 لیکن آپ نے جانا منظور نہیں کیا اور ۱۰ ۱۱ برس قیام کر کے صنعت پیری اور
 صنعت بصر کی وجہ سے دارالعلوم کو الوداع کہا اور خانہ نشین ہو گئے

تصنیفات اپنے استاد حضرت مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی کی سوانح عمری
میں رسالہ "کنز البرکات مولانا ابی الحسنات" بربان عربی لکھا جو مولانا کے
اول شائع کردہ فتاویٰ کے اخیر میں چھپا ہوا مجدد ہے اور تصریح الہ فلک کا شیعہ
مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہوا اب تک موجود ہے

از مبارک پور

حافظ عبد الرحیم مبارک پوری

(سلسلہ ۱۱۵) متوفی ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء (عہد ۱۰۵)

نشاہ مولد قصبہ مبارک پور قاضی امام الدین جو پوری سے حفظ تجوید دونوں میں
کمال میں اس حد تک کمال حاصل ہوا کہ مبارک پور اور نواحی کا جو شخص حفظ کے بعد قرآن
آپ کو سننے لیتا اس قضاہ سمجھا جاتا اس اعتبار سے علاقہ کے تمام حفظ آپ کے شاگرد تھے
صرف و نحو دیگر علوم مولوی محمد فیض اللہ اور محمد حامد الدین سے پڑھے حدیث قاضی شیخ
پھلی شہری سے جن کی وجہ سے سند مسلسل بالاولیٰ "وسند مناد لہ دبلوغ المرام" اور سند
اتحاد الاکابر جو کہ قاضی صاحب کے امتیازات تھے آپ کو بھی حاصل ہوئیں قاضی صاحب
ذکر کردی شوق اتباع سنت کا سبب بھی ہوئی اس راویوں گونا گوں مصائب کا سنا

بھی ہوا مگر آذ مبارک پور میں عمل بالسنۃ کی رسم (حسنہ) آپ کی وجہ سے جاری ہوئی،
 صرف دنیوی رسی اور حفظہ تجوید تمام پڑھتے رہے، اپنی یادگار ایک ایسا دور صالح چھوڑ گئے
 جس نے جماعت اہل حدیث کے لئے وہ مہملی نقش قائم کیا جو انشاء اللہ قیامت تک
 نہ مٹ سکے گا، جناب مولوی عبدالرحمن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی فی
 شرح جامع الترمذی کو کون نہیں جانتا، جو میری زبان قلم اس کی توضیح کرے

وصف رخسارہ خورشید زخفاش میرس

کہ دریں آئینہ صاحب نظران حیرانند

یہ سطور حوالہ قلم ہو چکی تھیں کہ فحشہ مولوی عبدالرحمن طرہ اجل ہو گئے، انشاء

عبد السلام مبارک پوری

(میدل ۱۱۶) متوفی ۱۸ رجب ۱۳۴۲ھ = ۲۳ فروری ۱۹۲۳ء (عمر ۱۱)

مولد و منث قصبہ مبارک پور، سن ولادت ۱۲۸۲ھ، والد کا نام میاں خاں محمد
 جو فذانی موصوعہ اہل بالحدیث تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے اس تہذیب و شیوخ
 یہ حضرات ہیں یعنی مولوی عبدالرحمن صاحب مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی فی
 شرح جامع الترمذی، فاضل صاحب غازی پوری، قاضی محمد مجیدی شہری، شیخ حبیب
 عربی، یعنی اہل حضرت میاں صاحب، اور علم طب مختلف اساتذہ سے پڑھا،

تکلیف کے بعد مختلف مدارس میں برسوں بلکہ تادم زیست پڑھاتے رہے یعنی
صادق پور پٹنہ کے مدرسہ میں ۱۵ سال، موہن ۳ سال، ضلع گونڈہ کے بونڈھیال
نامی موضع میں ۴ سال، آخر دارالحدیث رحیمہ دہلی میں تشریف لائے اور دہلی ہی میں
گھنٹہ گھر کے سامنے ایک بدگام گھوڑے کے نیچے دب کر واصل بحق ہوئے اس حادثہ پر
مولوی ابوالوف ثناء اللہ صاحب مدرسہ نے جو سطور لکھیں ان سے مرحوم کی ثقاہت
کا اندازہ ہو سکتا ہے

”آہ! مولانا عبد السلام مرحوم! مولانا موصوف صحیح معنوں میں ایک نامعلوم

کے مدرس تھے اور سین کی تلاش میں جب نظر پڑتی تو آپ پر ہی پہلے پڑتی“

مخلصاً از اخبار الحدیث اترتہ بابت ۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ

اور ہم جو غنی کاموں کے لئے بھی پیش پیش تھے، اخبار الحدیث اترتہ میں

جو سلسلہ ترجمہ علمائے اہلحدیث شروع ہوا (یعنی ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء لغت

۱۶ اگست ۱۹۲۲ء) اس میں تقریباً ۸۲ علمائے سوانح شائع ہوئے جن

میں سے ثمت کے قریب صد جب ترجمہ کے مدعی کا نتیجہ ہیں

تقدیرت میں سیرۃ النبی اردو اور کتاب التمدن (مدینت اسلام) کے

۲ جلد شائع ہو چکے ہیں اور ایک حصہ غیر مطبوعہ ہے تصوف میں بھی ایک جامع رسالہ

لکھا جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکا

صاحب ولادت تھے ۳۴ جزادے چھوڑے جن میں سے ایک مولوی عبید اللہ صاحب

مدرسہ رحیمہ دہلی ہیں جن کا ترجمہ آگے چل کر آپ کے ملاحظہ سے گزرنے لگا، دوسرے

مولوی عبید الرحمن ان کا ترجمہ بھی ملے گا۔ دوسرے امور خاندانی میں مصروف

عبد الرحمن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی

(جلد سولہ) ۱۰۷۱ سنہ ۱۲۷۳ھ = ۲۲ جنوری ۱۹۵۵ء (۱۲۳)

ابن مورخان فاضل عبد رحیم مولد دہشت مبارک پور کینٹ ابو علی آپ کے والد
مرحوم قاضی شیخ محمد مچھلی شہری کے تلامذہ تھے جنہی سے خاندان میں علم بالحدیث
شروع ہوا، صاحب ترجمہ نے ابتدائی کتب مولوی خدابخش اعظم راسخ اور مولانا
عبدی محمد سلیم (پیر دی) سے پڑھیں مولوی عبد الرحمن صاحب حیران پوری اور
مولوی محمد فیض اللہ مولوی کے سامنے زانوئے دہشت کے حضرت فاضل صاحب
پوری پوری سے ادب و معانی بیست خیر حدیث فقہ در معقولات پڑھتے حدیث
جذاب میں نصاحب حضرت شیخ حسین عرب یمنی سے اور اپنے والد کے استاد علم و عمل
شیخ محمد مچھلی شہری سے سند "مسلسل بالادلیہ" اور اہل بیوع مرام دار الجین سند
وقت فراغ کے بعد اپنے مسکن (مبارک پور) ہی میں مسند تدریس کو مزین فرمایا
درس کی شہرت سن کر دور دور سے طلبہ کچھے پٹ آئے کچھ مدت مدرسہ احمدیہ راولپنڈی
میں بھی تدریس مرام کے فروغ کا سب سے مدرسہ گونڈہ کو اپنے قدم سے سرفراز فرمایا
مدرسہ کو لوٹو لہ کلکتہ کے لئے باعث زیب و زین رہے آئے مدرسہ میں نصاحب بی
میں پڑھایا، تلامذہ کا کہ حد و حساب ان میں سے چند حضرات کے نام یہ سند کافی ہوگا
یعنی

مولوی عبد السلام مرحوم مبارک پوری و ابند مولوی عبید اللہ مدرسہ

دارالحدیث رحمانہ دہلی (مولوی تذیر احمد صاحب مولوی محمد بشیر مولوی عبدالصمد از
 مبارکپور) مولوی نعمت اللہ (بنگلہ) مولوی ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی شیخ
 تقی الدین الملالی المراكشي سابق ادیب ادل ندوة العلماء لکھنؤ شیخ عبد اللہ
 سنن ابی داؤد کی مشہور عربی شرح عون المعبود فی شرح ابی داؤد مولانا
 شمس الحق ڈیانوی) کے ادارہ میں آپ بھی مصنف کے شریک تھے اس جماعت
 میں قاضی یوسف حسین خان پوری ہزاروی اور مولوی محمد شاہ جہاں پوری بھی
 تھے مگر مولانا شمس الحق کو سب سے زیادہ اعتماد آپ پر تھا مگر الذکر ہر دو اصحاب کے
 اگر سو ہو جاتا تو اس کی اصلاح شرح رحمۃ اللہ آپ سے کراتے

فن حدیث میں آپ کا رتبہ معمولی نہ تھا جیسا کہ آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے
 مولانا شوق نیوی 'حقی' نے نصرۃ تقید میں کیا کیا کہ اسی شوق میں طبع اہرام
 فی اولۃ الاحکام کے پنج پر حدیث کی ایک کتاب "آثار السنن" لکھ ڈالی جس میں
 اپنے شعائر تقید کی حدیثیں جن جن کو بغیر تمیز غث و ثنیں مجردیں صاحب ترجمہ نے
 شوق صاحب کی اس ندرت پر توجہ فرمائی اور ایک ضخیم کتاب "ابکار المنن فی تقید
 آثار السنن" لکھی جس سے شوق صاحب کی تمام کاوشوں کا پتہ چل گیا،

کتاب الجناز (اردو میں) جس میں تجمیر و تکفین کے مسائل ہیں خیر الماعون
 اردو طاعون زدہ مذہب کے ترک کے مسئلہ پر لکھی اور ان سب سے آخر میں
 "تحفۃ الخواری فی شرح جامع الترمذی" عربی میں لکھی یہ جامع الترمذی کی
 جامع شرح ہے اور اس کا اظہار کچھ ضروری نہیں کہ ہندوستان میں جامع الترمذی
 کے حواشی اور شروح سب کے سب حضرات مقلدین کے معمل بنے ہوئے تھے،

جن کے توسط سے ترمذی جیسی کتاب کو فقہ حنفی کے تابع کر لینا ایک نضر کا کھیل تھا۔
 اندریسی ہوا بھی، چنانچہ اسی زمانہ میں علمائے تقلید کی طرف سے ترمذی کی دو سترھیں
 تئیس پہلی سرف اشذی علی جامع الترمذی دسولانا محمد نور شاہ مرحوم دیوبندی
 یہ مختصر ہے، دوسری الطیب اشذی فی شرح ترمذی مولوی اشفاق الرحمن
 مدرس مدرسہ فنجوری دہلی کی طرف سے یہ مہول ہے، پس تحفۃ الاحوذی "نضرۃ عمل
 یا حدیث کے لئے ہے، جس میں شروع احادیث کے عام مرز کا جمع ہے، ان سب پر
 مصنف کی فطری جودت طبع کے مطابق کہیں کہیں ایسے طائف بھی مذکور ہیں،
 جو مرحوم کا عام گفتگو میں لب و لہجہ تھا، یہ کتاب عون المعبود (فی شرح ابی داؤد)
 کی طرح ۴ ضخیم جلدوں میں ہے اور چاروں جہیں چلی ہیں، مرحوم نے تحفۃ الاحوذی
 کے مقدمہ کی بنا بھی ڈالی جو قریباً رخت م تھا کہ اپنی زندگی کا ختمہ کر بیٹھے، اس
 مقدمہ کو اب آپ کے لائق شاگرد مولوی عبد الصمد صاحب مبارکپوری، مولوی
 عیاد اللہ صاحب مبارک پوری جو تحفۃ الاحوذی میں آپ کے مودن رہ چکے ہیں،
 پورا کریں گے انشاء اللہ

فتاویٰ نذیریہ (جو حضرت شیخ اسلمیہ صاحب دہلوی کی طرف سے ۲ جلد میں
 شائع ہوا ہے) کے منتشر اوراق صاحب عون المعبود نے آپ کے حوالے کر دئے تھے
 جنہیں مرحوم نے اس صورت میں مرتب فرما کر شائع کیا، اسی طرح اپنے عالی منزلات
 استاذہ فاضلہ اللہ صاحب غازی پوری عیہ رحمۃ کے فتاویٰ بھی آپ ترتیب
 دے رہے تھے کہ موت سے سابقہ آ پڑا، تصانیف میں بعض غیر مطبوعہ رسالے بھی
 ہیں جن کی اشاعت کی توقع کس امید پر کی جا سکتی ہے!

راقم مؤلف سال گزشتہ۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں۔ پہلی مرتبہ باریاب خدمت
ہوا جبکہ آپ دہلی (دارالحدیث رحمانیہ) میں بقصد معالجہ چشم قیام فرماتے تھے میں آپ کے
حسن اخلاق کا موقع اس سے کم کسی خاکہ میں کھینچ نہیں کر سکتا کہ ”مرحوم موجود
علماء میں سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے“ اس پر بھی آپ کا اجدل و اکرام
ایسا کہ گویا شیخ الشیوخ مسند علم پر رونق فرما رہے ہیں اور ان کا یہ مرتبہ تھا ہی
آنکھوں پر عمل جراحی کے لئے دہلی تشریف لائے تھے پریشین کے دوران میں
صاحب فراش ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور قبر میں جا سوئے۔
مولانا عبداللہ صاحب ندوی مدرس (دارالحدیث رحمانیہ دہلی) نے آپ کی
وفات پر ذیل کا مرثیہ لکھا۔

رثاء المحدث الکبیر ابی العلی عبدالرحمن المرحوم

یا سابق ساحة الآثار والعلم	قد كنت مرآة فاعترى السقم
فخر موتاد موت احلوم و ما	یذیب قلبہ ہوا الفراء والالم
تبالہ انہ لم یبق من نسیم	شرف قبلی لہ القوام واللم
ابا العلی قد غممت الذس قلوبہ	لا ینالہ بنی العجم انیری الیستم
تکی علیک ابواکی وھی دایمہ	حتی یقشی الشخی القراطس والقسم
لم تبکنی و احدا یا داعی السنن	بفرقة بل تنوح العرب ذوالعجم
مخاض العلم تبکی وھی جامدة	منابر العود تترتی وھی تنعجم

ہجر فی قنق و ہجرش فی حرک
 صحت بنا و دشت را تعدد
 اشد ہ مضض ذای دشت نظر
 واللہ ضاع بہا علم و ادب
 احکام شرع جمیعاً فقط ذکر
 ابوالعلی کان فردا فی محسنہ
 کانت لذتہ کاشمس طرقت
 موت فاجتہ و اللہ دت تہ
 و شکت فی شجون و الحول و احرہ
 اصوب شربنا متشیب ہم
 راجد قد تمشی فی نور می عدم
 بضیحة و ذری راجد ہر منہم
 کانه جہل استہ کار و انہم
 عن و سفہ و در فی یقنہم غلام
 بار مس فی یوم فی کیف تعدد
 فی لعلین پاکتہ و شکت مضمر

فیما یحسہ و ما نسبی فہو جسد
 علی حوادثنا فالہ مع منہم

در مولوی ابوالنہات عبدالرحمن صاحب مولی ال غنمی نے مندرجہ ذیل قصیدتیں لکھی
 "تیرنج محمود علیا مہ مبارک پوری"

کنت محزون کئیب
 قمت تارنجیہ حفت
 غاض ما عا الزہد ہما
 ح ب رنی نب ر کئیب
 و انا فیہ مصیب
 فظ مولانا الادیب
 ۱۳ ۵۳ ۱۴ ۳۵ ۶

چوں شیندم حال موبتابی اعلی
 بہر تارنج و فانتش آمد
 مضطرب شد قلب محزون گفت آن
 بہمتی وقت طارفت آہ
 ۱۳ ۵۳ ۱۴ ۳۵ ۶

لے رب محمد دہلی اپریل ۱۹۳۵ء ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ اخبار احمدیت ہر شمارہ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ

اگرچہ تحفۃ الاحوذی "جسے جس اقد تصنیف جناب کی یادگار ابد الابد تک رقم رکھنے کے لئے دانش و اللہ العزیز) کافی ہو سکتی اگر صبی اولاد کا سلسلہ بھی ہوتا تو شاید بدل ہو سکتا۔

جنازہ پر زائرین کا جو جمعہ ہوا قریب میں اپنی نظیر تھا، بنا تفریق مشرب تمام ذوق اسامیہ شمل تھا، قبضہ مؤسسے جو مبارک پور سے چوتھریلو سے اسٹیشن ہے، زائرین سے بھری ہوئی ٹرین آئی در راہ میں کسی سٹیشن پر نہ رکی کہ مبادا زائرین نماز ست محرم رہ جائیں۔

تلامذہ مولوی عبید اللہ مبارک پوری، مولوی ابوالنعمان عبدالرحمن مٹوی، عظمیٰ حکیم الہی بخش مبارک پوری، مولوی محمود صاحب، مولوی سلیمان صاحب، مولوی مولوی حکیم عبدالرزاق صادق پوری، مولوی عبدالرحمن (گوندہ)، مولوی جعفر علی (ٹونک)، مولوی اصغر برادرزادہ صاحب ترجمہ مولوی حکیم محمد بشیر مبارک پوری، مولوی عبدا حکیم بن پور، مولوی محمد شریف (مصنف نسیم الکلام وغیرہ)۔

تصانیف

مطبوعہ

غیر مطبوعہ

- | | |
|---------------------------------------|---|
| (۱) تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی | (۱) مقدمہ تحفۃ الاحوذی (عربی) |
| (۲) شفا الغلل فی شرح کتاب غسل | (۲) لہر ملکون فی تائید خیر الموعود |
| (۳) البکار المنین تنقید اشار سنن | (۳) ارشاد الہام الی خیر الہام (اردو) |
| (۴) تحقیق الکلام فی وجوب القراءۃ ثلثہ | (۴) توشیح الابریزی فی حکم الدوا (انگریزی) |
| (اردو) | (اردو) |

۵. یہ من عون فی منع غفاری من العیون

۶. مقادیر حسن فی سیرۃ مصطفیٰ سید نبی

۷. نور بصیرت فی ثبوت قدر الجمعۃ فی العری

۸. نصیر الیہ بصیر

۹. تنویر البصائر فی تائید ذرر بصیر

۱۰. القول السید فی تعلیق تکرار حید

۱۱. کتاب الجائز

۱۲. مدد الیہ من تہذیب آثار السنن

۱۳. حجتہ نبی فی تہذیب

۱۴. امتحان حسن

۱۵. رسالہ در حکم دہ

۱۶. مصدقہ مکتوبہ

۱۷. رسالہ بیشتر از تہذیب

عبد اللہ مبارک پوری

در عدد ستر

آپ محرم ۱۳۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے نوری کی مرتبت کتابیں اور علمی شہرت

قطبی شہرہ وقتیہ تک اپنے والد مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم سے پڑھیں بقیہ حیدر

رحمہ اللہ پانچ سال تک رہ کر مختلف اساتذہ سے جو ان دنوں مدرسہ میں موجود تھے پوری

کی مصحوبات مولانا غلام محی کا پوری سے حدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب سے دہ مولوی

محمد فط عبد الرحمن صاحب سے پڑھا اور جاب مع ترمذی مقدمہ بن الصدوق سے تہذیب

عبد الرحمن مبارک پوری سے بھی پڑھی آپ مدرسہ رحمہ اللہ میں اپنی جماعت میں ہمیشہ اس سے

رہے شہرہ میں نوری ہوئے کے بعد شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم مدرسہ تہذیب نے پوری

مدرسہ میں مدرس مقرر فرمایا۔ احباب کو معلوم ہے مولانا عبد الرحمن مبارک پوری شیخ ترمذی کی

یکس سے پتہ مکتوف ابصر ہو گئے تھے آپ کو شہرہ کی یکس میں ایسے وقت میں کہ

کی ضرورت تھی جو فنون حدیث سے خاص من سبب اور ادب سے ذوق رکھتا ہو اور جو آپ کو
اس اہم کام میں خاطر خواہ مدد دے سکے مولانا مرحوم نے اس کام کے لئے صاحب ترقیہ کو
منتخب فرمایا جن پچھ مولانا مرحوم کے شاگرد رہے شیخ عطاء الرحمن صاحب ہاتھ مدرسہ رحمہ
نے صاحب ترقیہ کو اس تنخواہ پر جو آپ کو مدرسہ میں ملتی تھی مبارک پور بھیج دیا وہاں آپ نے
مولانا مرحوم کی خدمت میں دو سال تک بطور معاون و کرشمہ ترمذی کی ترقی و تہذیب
کی تکمیل کی اس کے بعد ہاتھ مدرسہ نے آپ کو عہدہ تدریس پر واپس بلا لیا اس وقت تو
آپ اب تک مدرسہ میں تدریس و تعلیم میں مشغول ہیں صاحب ترقیہ کو فنون حدیث کے ساتھ
خاص ذوق اور من سبب ہے و تشریف ترمذی کی تکمیل کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کی دوسرا
خاص رہنمائی کے باعث تصنیف و تنقیہ کا فن بھی سیکھ چکے ہو گئے ہیں

عبد الرحمن بن عبد السلام مبارک پوری

(عدد مسلسل ۱۹)

(عدد ۴۴)

مولانا عبد السلام مرحوم سابق اندکری غلامی غلام سے تھے خداوندی علم نے
آپ کو ۴۰ فرزند عطا کئے ایک مت اہل ہو کر دنیا میں ابھڑ کر رہ گئے دوسرے مولوی عبید اللہ
صاحب مدرسہ و را حدیث رحمہ دینی میں جن کے تفقہ فی حدیث کا اس نوعمری میں
یہ عالم ہے کہ جب درس حدیث پر بیٹھتے ہیں تو سند و متن دونوں کے عقد کو ٹکڑے
رکھ دیئے ہیں یعنی کھرا اور کھوٹا مانگ کر دکھایا اور فقہیت حدیث کے راز ہائے
سر بستہ آشکارا کرتے جاتے ہیں یہ فیضان ان کے عانی قدرباب مولانا عبد السلام
مرحوم کی دعاؤں سے حاصل ہوا اور مولانا نے ابوالعلی عبد الرحمن عیسیٰ بغفران مبارک
پوری کی اس نظر کرم سے نصیب ہوا جس کی حقیقت جناب عبید اللہ صاحب تحفۃ الچوہی

شرح جامع الترمذی میں مولانا عبد الرحمن رحمہ اللہ کے ستر ہشتاد ایک کبار سے
شب بدن زجہا رخسار زنجیں و مبدہ

زبدان رخسار ندرون دین کردہ نہ

اور مولانا کے عبد السمیع صاحب کے قیصر کے فرزند رحمہ اللہ مولوی عبد الرحمن صاحب
میں جو اس میں رشیدان شمس میں در حدیث رحمہ اللہ سے فیاض ہوئے آپ کا
جرا کے تکمیل علم اس عرصہ سے ہے کہ مدرسہ فیض عام مولانا محمد عجمی صاحب صاحب
میں ۳۰ سال پر با مدرسہ مظاہر العلوم بہارن پور میں تہ علوم از قسم ادب معانی
فقہ و معقولت اور حدیث پڑھے مگر فی ندانی ذوق کے متعلق ہنوز تہ علوم میں
کمی نظر آتی تو دارالحدیث رحمہ اللہ دہلی کے مابین درجہ میں داخل ہوئے دو سال
اور پھر کتب فنون و حدیث و تفسیر کی از سر نو تجدید کی یہاں آپ کے اس تہذیب
حضرات تھے

فنون میں مولانا کے سکندر علی و مولانا شریف اللہ صاحب اور حدیث و
تفسیر میں شیخ الحدیث مولانا کے محمد صاحب پرتاب گڑھی دہلی دارالحدیث
رحمہ اللہ کے امتحان میں حدیث میں اول آئے اور مندرجہ ذیل درجات حاصل کئے
یعنی تیس روپیہ ایک گٹھری ایک نجدی چغہ ایک سنہری عقدان اور سب سے بڑا
انعام یہ کہ اسی سال سے مہتمم صاحب نے آپ کو دارالحدیث رحمہ اللہ کی خدمت کے
لئے منتخب فرمایا۔ و متدوڑا قال

ہمہ آہوان صحرا سر خود بہا دو برکت
بہ امید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

حکیم محمد بشیر بن عبد المجید بن حافظ عبد الرحمن بن عبد الوہاب

(عدد مسلسل ۱۲۰)

(عدد ۱۵۵)

خود نوشتہ حالات =

۱۹۰۰ء کو برستہ بروچہ رشتہ کو قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوا
 کلام مجید اردو، فارسی، حساب وغیرہ "مدرسہ دارالستقیم" مبارک پور میں پڑھا کتب
 علوم آلہ عربیہ اور بعض کتب حدیث حضرت مولانا ابوالعلیٰ عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ تالیف
 محدث مبارک پوری سے پڑھیں زبان بعد پایا، حضرت مولانا مرحوم شمس الدین بیگم
 ٹیکل درس نظامیہ "مدرسہ دارالحدیث رحمۃ" دہلی میں داخل ہوا اور اکثر کتب حدیث
 حضرت مولانا ایچ احمد رضا صاحب شیعہ الحدیث رحمۃ اللہ سے اور کتب اصول حدیث،
 اصول فقہ، فقہ، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب رحمہ، سہ مبارک پوری سے اور بعض
 کتب اصول فقہ، تفسیر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہند ولی اعظمی سے اور کتب ادب
 عروض اور ترتیبین حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مرحوم نگر ہسوی سے اور اکثر کتب
 منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیئت وغیرہ حضرت مولانا غلام محیٰ صاحب مدرس الحال "مدرسہ
 الہیات" کانپور سے اور بعض کتب بدعت منظرہ، اقلیدس حضرت مولانا محمد اسحاق
 صاحب آرودی سے اور بعض متفرقات دوسرے اساتذہ سے جیسے مولانا احمد صاحب منوی
 و مولانا ابوظاہر صاحب بہاری مرحوم و مولانا عبدالوہاب صاحب آرودی وغیرہم سے
 پڑھیں اور احمد لکھنؤ مدرسہ کے تہ متقیوں میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتا رہا
 شریعت و فقہ کو مدرسہ سے خود وجہ و دست راہ و نقدی انجام کے سند تکمیل

ذریعہ قرینی گئی اور شیخ الحدیث نے اپنا جواز و مرتبہ فرمایا۔ یہی مدرسہ تہذیب و تمدن
 شیخ حاجی عطاء الرحمن صاحب رئیس عظیم دہلی نے اپنے نام سے میں میری سرپرستی کے تحت
 متعدد مرتبہ اپنا خیال ظاہر فرمایا مگر تفصیل طلب کے رد سے نہ بچا، کارگوئے پر مجبور
 کر دیا۔ ان جہ اسی سال "تکبیل اصحاب کان" کہہ سکتا ہوں طلب پڑھنے کے لئے داخل ہو
 گیا وہ طلب و سرکاری عمل بائید کے سائنس جی معتمد ہو حاصل کیا۔۔۔۔۔۔ میں نے سرمد
 میں جناب حکیم عبد الحفیظ صاحب مرحوم اور ان کے قریبی جناب حکیم حیات علی صاحب
 اور جناب حکیم عبد العظیم صاحب و انس پرنسپل "نبیہ کان" علی گڑھ اور جناب شمس الدین
 حکیم و ڈاکٹر عبد الحمید خان صاحب اور جناب حکیم عبد العظیم صاحب مختلف رشید جناب
 حکیم عبد عزیز صاحب و جناب ترمیمی پرست و صاحب خصوصیت سے قبل ذکر
 میں و شمسہ میں کان مذکور سے سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور اپنے وطن میں کامیاب
 مقبلاً کرتا رہا۔ اہل موب کے اصرار سے کچھ دنوں تک "مد سے عایہ" موب میں بھی پڑھا
 پایا اور حضرت مولانا مبارک پوری مرحوم "شمسہ" سے محنت سیدنا دہلی سیدنا حسین
 میاں صاحب رحمہ اللہ غنیہ محدث و حصوی کے مدرسہ واقع چانک جیش خاں دہلی
 میں پڑھا رہا ہوں کہ موع و اس شورش شمسہ سے درحدیث دہلی میں آتہ یک تک کیا

نذیر احمد ایلوی

(معدود)

رعد مسلسل (۱۲۱)

ابن شیخ عبد الشکور بن شیخ جعفر مرحوم جن کا خاندان طائف میں معزز و موقر ہے

سن ۱۲۰۵ ہجری ۱۹۱۹ء ذوالحجہ ۲۷۳۷ ہجری قمریہ میں متولد ہوئے اور محقق و مصنف و کاتب و خطاط و شاعر و

مبارک پور اور سرانے میر کے ”مدرستہ الاصلاح“ میں پڑھنے کے بعد دارالحدیث
رحمانیہ دہلی میں تشریف لائے، ہر امتحان میں اول رہے۔ ورسال آخر میں تمام مدرسہ میں
اولیت و اولویت کی وجہ سے، انعام میں صبیح بخاری، ورسفہ روپیہ نقد انعام سے سرفراز
ہوئے یہ تکمیل ۵ شعبان ۱۳۴۶ھ کو ہوئی اور اسی سال مدرسہ (مذکور) میں مدرس کی
حیثیت سے نورالانوار ورشیدیہ تک کے اسباق آپ کے سپرد ہوئے۔

جناب عبدالرحمن صاحب مالک و مہتمم دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) جو مردِ مہتمم
اور خیر اندیشی کے سرایا سے فرین میں آپ کی ذہانت و ذکاوت کی وجہ سے آپ کو
مدرسہ کی تنخواہ حسب معمول پر مشورۃ لم معقول مولانا فضل حق صاحب کی خدمت
میں رام پور بھیجا، مگر یہاں ریاضی کا سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے بدایوں چلے گئے
اور مولانا عبدالسلام مرحوم سے جوان جلد علوم میں فردیگانہ تھے ریاضی و معقول
کی وہ کتابیں پڑھیں جو رحمانیہ کے نصاب سے باہر تھیں یہاں سے سند فراغ کے
بعد رحمانیہ میں اپنی آسامی پر واپس تشریف لے آئے اور اب تک پڑھاتے ہیں۔

اسی وجہ سے توجہ اب میاں عطار الرحمن صاحب (مدفوع الصدر) کو آپ پر
یہاں تک اعتماد ہے کہ اعظم گڑھ و نواحی کے صاحب علم اگر زمانہ تعطیلات (مسالہ)
میں آپ سے داخلہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیں تو کافی ہے

علمائے مہر

(مرحومین)

۱	ملاحسام الدین	۶	سلیم اللہ
۲	ظیل الرحمن	۷	عبد اشور
۳	فیض اللہ	۸	عبد القادر
۴	سعد اللہ (واعظ)	۹	ابو المکارم (محمد علی)
۵	عبد اللہ (واعظ)	۱۰	ابو المعالی (محمد علی)
۱۱ عبد الغنی بن ملاحسام الدین			

(موجودین)

۱۲	احمد بن ملاحسام الدین	۲۰	مصطفیٰ بن عبد الرحیم	۲۸	سعید احمد بن محمد علی
۱۳	سلیمان بن داؤد	۲۱	عبد الجبار بن سعید الدین	۲۹	حکیم نعمت اللہ
۱۴	نور محمد بن جمیل	۲۲	محمد اسد اللہ بن نعمت اللہ	۳۰	قری عبد الباقی
۱۵	عبد اللہ شایق	۲۳	محمد بن عبد الرحیم	۳۱	قری عبد الستار
۱۶	ظفر احمد	۲۴	محمد عظیم بن محمد احمد	۳۲	محمد نفیس
۱۷	احمد ظلم مدرسہ فیض رام	۲۵	عبد الوحید بن عبد الرب	۳۳	محمد خلیل
۱۸	ابو النعمان (عبد الرحمن)	۲۶	بشیر اللہ بن عبد الغنی	۳۴	محمد جمیل
۱۹	حکیم محمد سلیمان	۲۷	محمد نعمت اللہ بن محمد نور محمد		

موسو

یعنی مسونا کھجور

مسونا نام کا ایک قصبہ ہے اور اپنے علمی برکات کی وجہ سے ممتاز اقران
 مولانا مفتاح علی جون پوری جو اپنی خاندانی روایات علم و عمل کے ساتھ خدمتِ ایمان و مسنین
 السید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سرِ پاستے بھی منسخر تھے انہی کا فیضانِ یہاں بتوسل مولانا محمد فیض اللہ
 علیہ الرحمۃ (امتوی ۱۳۱۲ ز) اور سلسلہ میں پنچا مولانا فیض اللہ صاحب سے صاحبِ مہارین
 (موسوی متوفی ۱۳۸۵ھ) کے پڑھنے اب یہ نعمت عدم ہونے لگی کہ ادھر جناب موسوی ابوالمکارم
 محمد علی مرحوم بن مولانا فیض اللہ صاحب دولتِ علم سے مالا مال ہوئے ایک طرف صاحبِ مہارین
 کے صاحبزادہ گرامی مولانا احمد صاحب (جو اب تک سایہ انگن میں) فارغ التحصیل ہو گئے جن سے
 مسونا علم کا من بن گیا، نوق کے بعد حضراتِ مسوہی سے تکمیل کر کے نکلے اور سرکین مسونا
 تو علوم دینیہ سے اس قدر مستفیع ہوئے کہ انھیں علم آج بھی یہاں شرافتِ نانی کا تذکرہ
 سمجھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس قصبہ میں سما کی اس قدر کثرت ہے کہ اس کے لئے کتاب
 میں ایک علیحدہ موضوع قائم کرنا پڑا اور ابھی بے شمار حضرات نے باوجود ستواتر یا دہائی
 کے اپنے تراجم بھیجنے کی زحمت گوار نہیں فرمائی

اس وقت یہ فیضانِ مدرسہ فیض اللہ کی تحفیل جاری ہے جہاں مدرسین اور فوقانی
 و تحتانی جماعتوں میں بقدرہ مسو کے طلبہ ہیں نصب مدرس نظامی با صافہ حدیث و تفسیر و مصادر
 مدرسین جناب مولانا کے حمد و حب میں

فی الحال دارالتعمیم جامع مسجد اہل حدیث ہی کے محنتِ دورویہ کمرے میں جو اس خدمت

کے یہ تعمیر ہوئے اور مدرسہ کی جدید عمارت زیر تعمیر ہے مدرسہ کی ملکیت میں یک سو تین
دو ہزار عمارت کرایہ پر دی جاتی ہے اور اسی کی آمدنی سے غائبانہ جدید عمارت کو تعمیر کیا
گیا جاتا ہے مدرسہ کے ناظم ہوں۔ محمد صاحب میں جو مشہور ذمہ دار تربیت کے لئے مدرسہ میں
دوست دین کے ساتھ نعمت عظمیٰ ہے جی مستند۔

علمائے مہم

(مرحومین)

ملاحسام الدین

متوفی ۱۳۱۰ھ
۶۱۸۹۳

دعوتِ مسلم ۱۲۲

جناب مستعجب مولانا (مرکز) محترم الدین حمید الرحمن خوش نصیب لوگوں سے تھے
جن کے بعد ان کے قینوں میں باقی رہی یعنی صدقہ جاریہ تعمیرِ شریف اور صلح یہ دونوں پس
میں جہزِ دکان گرمی میں سے مولوی عبد غنی صاحب مرحوم اور مولانا محمد صاحب اور مولانا
عقیس موئے قوس مذکور اپنے ہاتھوں میں سب سے گئے اور مولانا محمد صاحب بقا رہے
ابھی سا یہ انگن میں جن کے بعد ادا شدہ میں ملاحسام الدین صاحب خوش ان عدم سے
تھے جن کا تذکرہ رہتی دنیا تک باقی رہے نگارِ شاہ آپ نے جو مہم انہوں کو کٹر خدمت

فیض اللہ مؤوی شاگرد مولانا سخاوت علی جون پوری سے پڑھا۔ اور کچھ مولوی غلی عباس صاحب
چڑیا کوٹی (وظیفہ خوار ریاست بھوپال و دکن) سے آئیکل کے بعد مؤوی میں بحب ارشاد
گرامی مولانا فیض اللہ سلسلہ تدریس قائم فرمایا اور مدرسہ کا نام مدرسہ اسلامیہ رکھا، اور
اسی شغل میں عمر گرانمایہ ختم کر دی

مرحوم قنعت کا نمونہ تھے کہ جب مدرسہ اسلامیہ قائم فرمایا تو اس زمانہ میں باہر سے
بھاری مشاہروں پر طلبی ہوئی مگر آپ نے سب کو پائے استغنا سے ٹھکرا دیا، تدریس
کے بعد ذکر الہی مشغول تھے کم سخن تھے سادہ لباس زیب تن فرماتے آپ کے علم کا وقار خود مؤوی
میں اس قدر تھا کہ یہاں سے کوئی فتویٰ آپ کے دستخطوں کے بغیر جاری نہ ہوتا تھا اور
حدیث دونوں پر ایک سی نظر تھی اپنے استاد مولانا فیض اللہ صاحب سے چار برس پہلے
انتقال فرمایا

خلیل الرحمن ابن حافظ عبد اللہ

متوفی ۱۳۱۲ھ
۱۸۹۴ء

(عدد مسلسل ۱۲۳)

(عدد ۲)

مولانا بوالعالی محمد علی مرحوم مؤوی جن کا تذکرہ آگے آتا ہے آپ کے برادر عم زاد تھے
تعلیم و تعلم کے لئے ہر سفر و حضر میں دونوں بھائی دوش بدوش رہے ابتداً اپنے والد ماجد
حافظ عبد اللہ صاحب سے پڑھا اور مولانا فیض اللہ مرحوم مؤوی سے معقولات پڑھیں
حدیث حضرت شیخ اکمل دہلوی سے پڑھی، فراغ کے بعد چار گڑھ ضلع مرزا پور اور مدرسہ
نہرو پور ضلع سنتھال میں مدرس رہے یہاں سے طب کا شوق لے کر لکھنؤ پہنچے، اور

بیمار پڑ گئے، آخر یہی بیماری موت کا باندہ بنی مرحوم حسن سیرت دسورت دونوں میں
بے مثل تھے، بد تقید میں ایک رسالہ لکھ

محمد فیض اللہ

متوفی ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ
۱۲ رگست ۱۸۵۰ھ

(عدد مسلسل ۱۲۴)

(عدد ۳۰)

مولد وطن قصبہ موآبدانی کتابیں پڑھنے کے بعد جون پور مولوی سنیات میں تہذیب
کی خدمت میں مضمون لکھنے لگے بہت جلد اپنے تیز فہم شاگرد کو پرکھ کر یہ بیداشت
اور محبت سے پیش آئے جملہ علوم و فنون کی کتابیں آپ سے پڑھیں گرجہ مولوی سنیات
علی کے سفر حج کے زمانہ میں کچھ مدت آپ سے مولوی عبدالحق نقوی مرحوم زوجہ نوب
نواب صاحب باندہ کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے، سے پڑھ کر یہ گویا اور ان "تقدیر
تمام کتابوں کی تکمیل جون پور سے ہوئی

تکمیل کے بعد موآپس تشریف لائے جو اس وقت یک سرے سے شرک کی زمین
بنی ہوئی تھی گھر گھر غازی میاں کا جھنڈا اور حسین کا تزیہ رکھا جاتا آپ نے دعا مانگا
شرع کیا سامعین نہایت خاموشی سے سنتے اور اثر قبول کر کے قصبہ سے شرک کا
استیصال ہونے لگا استغابی میں بطور رہ گزر مولوی گل محمد نامی حنفی بزرگ جامع مسجد
میں آئے انھوں نے رفع الیدین کے خلاف وعظ کیا صاحب ترجمہ نے آپ سے
گفتگو کی کامیابی تو پوری ہوئی مگر عوام چونکہ ابھی بالکل "حدیث السن" کے پھر پرست تھے

نوبت: بھی تکرار تک پہنچی اور آخر کار ان اہل حدیثوں کو مسجد ہی سے نکال دیا گیا اب جمعہ عند
 ہونے لگا یہ سننے کا زمانہ ہے اور فقط عبد اللہ غازی پوری سے پہلے کے واقعات
 جس کے بیان سے مقصد یہ ہے کہ مؤمنین توحید کا بیج انہی کے ہاتھوں بویا گیا جس کی
 آبیاری بعد میں ہوئی تھی

اس کے بعد اعظم گڑھ کے مدرسہ میں تشریف لے آئے درس تدریس جاری ہوا
 فیض علم و صحبت سے وہ وہ عالم پیدا ہوئے کہ جن کی یاد رہتی دنیا تک باقی رہے گی
 علامہ شبلی مرحوم کو کون نہیں جانتا جو آپ کے شاگرد تھے مولوی ابوالحسنات عبدالغفور
 ملا حسام الدین وغیرہم نے بھی آپ سے پڑھ ملا حسام الدین کی کتابیں ختم ہو چکیں تو انہیں
 مؤمنین درس جاری کرنے کا حکم دیا جس کی تعمیل فوراً ہوئی جیسا کہ ملا صاحب کے ترجمہ
 میں مذکور ہے

صاحب ترجمہ اعظم گڑھ کے علاوہ علی گنج سیواں اور دانا پور پٹنہ میں بھی درس ہو کر
 رہے حتیٰ کہ دانا پور ہی میں رحمت فرانی مرحوم صاحب باطن بھی تھے علم ظاہر کے ساتھ یہ
 خوبی بھی عوام پر شریک سبب ہوئی غرب سے محبت اور مرا سے وحشت تھی چاروں صاحبزادوں
 کے بعد دیگرے راہی ملک بقا ہو گئے جن کے آخر میں مولوی بوالمکارم محمد علی کا کوس
 رحمت بی آپ کے شاگردوں میں سے مولوی ابوالحسنات عبدالغفور مرحوم دانا پوری
 نے آپ کی سوانح عمری تبندہ کی تھی مگر یہ کتاب طبع نہ ہوئی تھی کہ خود مولف ہی کو پیام
 اجل آپہنچا

محمد سعد اللہ واعظ

بعد مسلسل ۱۵، متوفی ۲۶ شعبان ۱۳۲۱ھ = ۱۰ نومبر ۱۹۰۳ء (۱۹۰۳ء)

مولد دشت سو، والد کا نام حکیم کن الدین ابتدائی کتابیں دہلوی مرحوم اور دہلوی سے پڑھیں، درسیات ملا حرم الدین مولوی محمد فیض اللہ سے، در حدیث یہ صاحب ابوی سے، جن کی خدمت میں ایک مدت تک رہے، مدوح کو بھی آپ سے گونہ ثبت ہو گئی، حتیٰ کہ جب کبھی کوئی صاحب سو کی طرف سے دہلی آتے تو یہ نصیحت دی سوتے، خیریت ضرور دریافت فرماتے۔

تکمیل کے بعد کچھ مدت بھوپال میں قیام رہا، یہ زمانہ مولوی سلامت اللہ مرحوم سے راجپوری کا تھا جب کہ آپ دایہ بھوپال کی طرف سے شہر کے "میر واعظ" تھے، بھوپال کے "میر واعظ" کی جادو بیابیاں، جو سنت رام ہو جاتا، "پیرا صوت" تھے، زمین "پوچ" اور بیان میں تسلسل، یہی پر تو مولوی ابوالحسن (صاحب ترجمہ) پر پڑا، میں حین میں کیا گیا، گویا دستوں کھل گیا، بیسیں شکر میرے نامے غزواں ہو گئیں۔

پھر کو میں آکر بھوپال ہی کے طرز کا وعظ شروع کیا، گریباں کتاب و سنت کی حکومت، بھوپال جیسی نہ تھی، امتحان شروع ہو گیا، ہمارا ہیوں سمیت مسجدوں سے نکالے گئے، اور جمعہ و جمعہ پھر جنگل میں پڑھنے لگے، جب کہ ان سے پہلے مولوی شکر اللہ کے زمانہ میں دستور تھا۔

عبداللہ داغ

(عدد مسلسل ۱۲۶) متوفی ۱۳۲۱ھ = ۱۹۰۳ء (عدد ۵)

سن ولادت ۱۲۵۸ھ مولد و منشا قبضہ مؤملہ کھیر باغ، مولوی فیض اللہ
موسیٰ، ملا حسام الدین مولوی علیم الدین حسین نگر موسیٰ (بہاری) سے جملہ علوم منقول
و منقول پڑھے، علم کے ساتھ عمل کے بھی بڑے شیدائی تھے، ایک مرتبہ بعض کوتاہ اندیش
مقلدین نے آئین بابا لکھنؤ پر ذرا زیادہ سختی کی، آپ نے جامع مسجد جانا ترک کر دیا، اور
ایک علیحدہ مسجد بنوا ڈالی، جہاں تبلیغ و تدریس کا بھی التزام کیا، کچھ مدت نگر بہنسہ
(بہار) میں مدرس رہے، آخر کار وطن واپس تشریف لے آئے اور ۴۷ سال
کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا، کتاب کوئی نہیں لکھی، مگر اولاد جتنی چھوٹی سب
اہل علم اور دین دار، ازاں جملہ مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب آپ کے ولد صالح
ہیں،

سلیم اللہ

(عدد مسلسل ۱۲۷) متوفی ۱۳۲۲ھ = ۱۹۰۶ء (عدد ۶)

مولد و منشا موسیٰ والد کا نام میاں محمد صادق، جملہ علوم و فنون ملا محمد حسام الدین
مولوی محمد فیض اللہ موسیٰ اور حافظ صاحب غازی پوری سے پڑھے، حدیث و تفسیر میں انصاف
و بلوی سے بھی پڑھی، تمکس کے بعد ہمیشہ علم کی ترویج میں ساعی رہے، کچھ مدت ملتان و لاہور
لکھنؤ میں مصحح اعلیٰ رہے، ایک عرصہ تک مدرسہ صدیقیہ موسیٰ مدرسہ کی،
صاحب اولاد تھے مگر کوئی بھی اپنے باپ کا جانشین نہ ہو سکا،

عبد الشکور بن حاجی محمد صدیق بن حاجی نور احمد

متوفی ۱۳۰۹ھ

(مجلد مسلسل ۱۲۸)

(مجلد ۷)

مولانا سلیمان شہزاد حسام الدین اور جناب محمد فاضل عبد اللہ صاحب غازی پوری سے کتب علوم و فنون اور بعض منقولات پرچیں حدیث و تفسیر حضرت شیخ اکل سیدہ زین العابدین صاحب محدث دہلوی سے پرچی قرآن کے بعد گرجہ پنی وسعت کار و بار دینی کی وجہ سے تدریس پر پورا وقت صرف نہ فرما سکے مگر اس پر بھی شغل کے طور پر کچھ تعلیم و تعلم رہا ہی آتا اور دہلی میں مولوی ابوالحسن مرحوم تھے جو قرآن کے قریب بیٹھ کر کچھ میں جا سوتے اب جناب ابوالحسن صاحب کے دو نو عمر صاحبزادے ہیں جو اپنے آپ وہ کمال حاصل کرنے میں ساعی ہیں واجعلہ رب فیض ان صاحبزادوں کے نام معنوم نہ ہو سکے

ابوالفیاض عبد القادر

نور شہزادہ بانوار تام

(مجلد ۸)

متوفی ۱۳۰۹ھ

(مجلد مسلسل ۱۲۸)

مولانا شہزادہ بانوار تام شیخ عبد اللہ سن دوات ۱۳۰۹ھ تعلیم کا ماہر ہے کہ کتب صرف و نحو و منطق وغیرہ مولانا ہی میں تراجم، دین و موعود ابوالحسن مرحوم علی سے پرچیں علوم متعارفہ کی تکمیل مولانا فیض اللہ صاحب سے کرنے کے بعد حضرت میرزا صاحب

کی خدمت میں حاضر ہوئے اُحدیث گرجہ اس سے پہلے بھی مولوی محمد طاہر سینیہٹی اور مولوی
عبد الکریم پنجابی سے پڑھ چکے تھے وہی سے رخصت ہونے کے بعد خدا نعت نامہ و جازت
اور دو وظائف مولوی سید ضیاء الدینی (رائے برنیوی) سے حاصل کئے، مولانا قاضی شیخ
محمد پھلی شہری سے سند من دلہ (بلوغ المرام) و سند مسلسل بالاولیۃ اور سند اربعین اور سند
اتحاد الاکابر لشتوکافی حاصل کی

زمانہ تدریس

۴ برس مدرسہ اسلامیہ ممبئی ۳ سال مدرسہ کاشی ناگ پور میں اور ۶ سال مدرسہ
احمدیہ آدرہ میں پڑھایا آدرہ ہی میں قاضی پھلی شہری سے فخر تلمذ حاصل ہوا
تالیفات

سوانح عمر بن عبدالعزیز اموی، حل المغفقات فی بحث الطلقات، تفریح الجنان
باحکام قیام رمضان، عمدۃ الکلام فی رد عن درۃ النظام الروضۃ النافرة فی علم المناظرہ
وغیرہ لکھیں

آسن سول (بنگال) ۱۳۲۱ھ میں رحلت فرمائی، ایک راق جانشین مولوی ڈاکٹر
محمد نذیر کو چھوڑا، جو پریکٹس کے ساتھ تدریس وغیرہ کا مشغول بھی رہتے ہیں
مولوی ابوالنعمان عبدالرحمن صاحب ممبئی نے ذیل کے مادہ تاریخ وفات
نکالے،

”تیک خلق جنت ایوان“ ”معظم خلد اشیاں“ نور اللہ مرشدہ بانوار تام

ابوالمکارم محمد علی

۱۳۰ مسکن (۱۳۰) متوفی ۲ رجب ۱۲۵۷ھ - ۲۹ اکتوبر ۱۲۵۳ھ

سن ۱۲۵۷ھ و ۱۲۵۸ھ کانام مولوی محمد فیض اللہ
مولد و منشا ابتداً مختلف معلین سے پڑھنے کے بعد مولانا کے ماتحت مہینہ مہوم
مولوی کی خدمت میں باریاب ہوئے حاتمہ عبداللہ غازی پوری سے پڑھا و زیل صاحب
کے درس میں رہ کر آپ سے سند و جزاء حدیث حاصل کیا، غرض پورا درس نظامی پڑھا
طب کی طرف توجہ ہوئی جو مولانا حکیم سید عبدالغنی دہلوی سے پڑھی، درس فن میں بھی
کمال حاصل کیا،

تکمیل کے بعد مکان یہ تشریف لے گئے، صاحب جائیداد ملک تھے، کبھی تجارت
کا مشغول نہ کیا، توفیر و رزق، حتی ضرورت نہ تھی، یہ زمانہ حضرت نواب صدیق حسن خاں مرحوم
کی علم پروری کا تھا، اسی دور میں کسی مقصد نے تہذیب و تہذیب کے پرائیمری کے
لکھ جس کا جواب آپ نے "المجن المحدث" سے دیا، نواب صاحب کے مدد سے جب آپ کا
یہ رسالہ گزرا، ازراہ قدردانی منتہا ماہوار وظیفہ مقرر فرمادیا، سی طرح مولانا ظہیر حسن
شوق نیموی (مقتد) سے تحریری مباحثہ ہوا، اور خوب خوب داد کا مہدی، تنم کی تیسری
کے ساتھ آپ نے مال و زر سے بھی مسئلوں کو فائدہ پہنچایا، اہل حدیث مساجد کی تعمیر میں
نمایاں حصہ لیا، صلیبی یادگار کئی بیٹے اور صاحبزادیاں چھوڑیں، مولوی ان کے دم سے
جماعت کی خوب رونق تھی، مولوی ابوالنعمان عبدالرحمن صاحب غلٹی (مولانا محمد عجمی)
نے اپنی خداداد جودیت طبع سے آپ کی وفات کے یہ مادہ ہائے تاریخ نکالے یعنی

(۱) بتاريخ الحق (۲) صاحب فضل ابو مکارم

۱۳۵۲ھ

۱۳۵۲ھ

ایں محمد علی معظم حال کردے عمر خود بنعت و فضل

۱۳۵۲ھ

منہدم شد اساس ہمت و فضل

۳۳ ۱۹ ۶

مرحوم نے کئی ایک پختہ مسجدیں بنوائیں گویا یہ اُن ذوق (ایمانی) ہو گیا تھا،

تصانیف

زمینۃ الحبش بخلافۃ القریش (مع) البعث القوی عن سیرۃ ابنی پہلا رسالہ حدیث
خلافت قریشیت پر بحث اور دومرا "مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ ابنی کی جلد اول کی چند
باتوں پر بحث" (۱۶ صفحات) تقریرات محققانہ بجا اب سوالات وہ گانہ ہنگامہ خلافت
میں لکھی گئی اس کا مفاد مسلمانان ہند کو ہنود کی مراسم میں اوقاف سے منع ہے (۱۶ صفحات)
اجواب الا صوب عن مسئلۃ الخطبۃ بغير لسان العرب خطبہ کے صرف عربی زبان میں
جوازیر (۸ صفحات)

الابحاث السنیۃ عن المقالة المرضیۃ، مولوی عبد البر مرحوم پٹنوی کے رسالہ کہ
بکرے کی قربانی میں صاحب خانہ اور اس کے گھر کے تمام لوگ گرجہ تعداد میں ایک سو
ہوں شریک ہو سکتے ہیں اس دعویٰ کے رد میں اس بحث کو اپنے ایک اور رسالہ...
کے آخر میں بھی پھیلا یا ہے (۳۲ صفحات)

عمدة القلوب فی الرد علی خیر الماعون حدیث "اذا سمعتم بہ یارضن فلا تقعدوا علیہ"

میں اس سے مراد بستی نہیں بلکہ مکہ شریف کی بات کی ہے۔

الجواب: اس سے یہ عن مسائل اہل تہذیب و تمدن: بو عنت عبد علی بکھنوی،

کے بعض فتویٰ تہذیب و تمدن پر رد و تہذیب (صفحہ ۱۲۴)

تہذیب الحسن علی مولوی ظہیر الحسن شوق زیدی یعنی مولوی ظہیر الحسن نے اپنی مشہور کتاب "آثار الحسن" میں جو گویا بوعلم المرام من ادبہ الامکا مر کے عزیز و حنفیانہ خصوصاً لکھی تھی اس کے ساتھ ساتھ "تہذیب الحسن" بھی لکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ ہے مولانا ابو المکارم نے "تہذیب الحسن" سے شوق صاحب کی اس کتاب کا تعقیف

کر لیا یہ رسالہ عربی میں ص ۲۸ پر ہے بتقیطع ۲۴۲۲

الجواب: الاستی عن مسئلہ المصانفہ بایضی یعنی اس کے ساتھ دور رسالے اور

محقق میں المباحث العلیہ المتعلقہ بالابحاث السینہ در اقامہ الاماکن الخ سماع

عقبتہ عن ابیہ وائل (صفحہ ۱۶)

عمدۃ التحقيق فی اثبات الفضایا الی آخر ایام اشرفیہ ضعیفہ ضعیفہ نیرن ایام تشریح تک کے ثبوت میں یہ گویا مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی کے فتویٰ کا جواب ہے

اور مولانا محمد ورج کا وہ فتویٰ بھی آخر رسالہ ص ۱۲ پر منجانب دیا ہے (صفحہ ۱۶)

التحقیق الحسن فی اثبات القیص فی اسفن (صفحہ ۱۶)

المردض الزہری منافع الدمن الامر اپنے تجربات سے حاصل شدہ تیل

بنام "اردغن احمر" کے فوائد پر اس رسالہ میں مرحوم نے اپنے سوانح حیات بھی لکھے

ہیں اور یہ ۱۴۰۱ھ کے مولف نے بھی دیکھا

دقیق الاسرار (سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تحقیق) اور مسئلہ مذکورہ ہی کی تاکید

میں ایک رسالہ نوٹس ار نوآر ہے، لیکن یہ زمین ناف ہاتھ باندھنے کی روایت پر
 قرآنستہ المؤمنین مولود و قیام کے رد میں "تہ قیق" تصنیف "مسئلہ حرم اضمحہ میں"
 الملکب الہدی نماز قضا عمری کے رد میں ان جو بیتہ افترہ "مختلف مسائل کی تردید
 میں" القول المحل "مسئلہ رفع یدین میں شوق نیموی کا رد" مطلع القمرین "مسئلہ مذکورہ میں
 شوق نیموی کا رد" مذہب المتحرر "مسئلہ جمعہ فی القری میں شوق نیموی کا جواب"
 الخیر الخیر "مسئلہ نکاح ناب ستی میں"

محمد علی (ایوالمعالی)

(مسلل ۱۳۱)

متوفی ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۷ء

(عدد ۱۰۰)

ولد کا نام میاں حسام الدین مرحوم، مولود وطن مؤسس ولد دت ۱۲۸۶ھ درسیات
 اپنے والد اور مولوی محمد فیض (نشدہ: مؤوی) سے پڑھیں، حدیث حضرت میاں صاحب سے
 تکیں کے بعد دان پور (ہزار) میں مدرس رہے، کچھ عرصہ بعد بنگال میں ایک جمعیۃ کے
 ماتحت وصول چندہ کا کام شروع کیا، جسے آخر تک نہایت دیانت سے ادا کیا اس دوران
 میں اگر تالیف و تصنیف کی فرصت ملی تو موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا، چنانچہ صیۃ البھرا الزاۃ
 المہدۃ و انظارا الفوات وغیرہ مفید رسالے لکھے، غرض ہر حال و شان میں علمی مشاغل
 جاری رہے

لے مشہور عالم مؤلفات حسام الدین کے ہم نام مگر غیر او مؤلف

عبدالغنی بن ملا حسام الدین

استوفی شہید

(بعد مسلسل ۳۲)

(حدود ۱۱۱)

سن وروت شہید (تقریباً) ابتداً اپنے والدہ جد سے پڑھان کے رکھ کر اپنے
 اپنے برادر بزرگ مولانا محمد حب درموزی سلطان احمد موی سے یہاں تک
 تعلیم تا بہ کتب متوسطہ پہنچ چکی تھی اس کے بعد ۹ مدرسہ احمدیہ قرہ میں وظائف صاحب
 انجمن پوری اور مولانا عبد منان بقادر پوری سے کتب علوم و حدیث و فقیر تہ
 آخر پڑھیں اور تکمیل کے بعد ۱۲۱۰ برس تک مدرسہ فیض عام سومیں پڑھیں یہاں کی جامع
 مسجد اہل حدیث کے خطیب رہے منکر نرائن درکم سخن تھے دیوان آپ کے برادر بزرگ
 مولانا احمد صاحب کا ہے خدمت خلق تھا کہ کبھی کسی سفارش پر انکار نہ کیا مگر ان کی
 پیش نظر لغت میں لفظ "نہ" کا پتہ تک نہ تھا اب تک دنیا یاد کرتی ہے مرض استسقاء
 لاحق ہوا اور جان لے کر گیا اولاد میں ۲ صاحبزادے مولوی عبد شہ اور مولوی
 بشیر اللہ ہیں ان الذکر امور خانہ داری میں انہماک کی وجہ سے سند فراغ حاصل کرنے
 سے قاصر رہ گئے اور ثانی نہ کر کا ترجمہ آگے منقول ہے

علمائے مسو

موجودین

احمد بن ملا حسام الدین

(عدد مسلسل ۱۳۱)

(عدد ۱۲)

جناب مستطاب ملا (مولانا) حسام الدین علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے تھے ایک مولوی عبدالغنی جن کا ترجمہ علی کے مرحومین میں درج ہو چکا ہے دوسرے صاحب ترجمہ ہیں آپ کا سن ولادت ۱۲۵۷ھ (تقریباً) ہے، ابتدائی کتب صرف و نحو (اور نارس) تالیف شرع جامی اپنے والد ماجد سے پڑھ کر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں ۳ سال تک کتب فنون پڑھیں اس وقت یہاں مولانا شرف علی صاحب تھانوی اور مولوی محمد سیف ہر دو دانی اصحاب مسند تھے جن سے آپ نے استفادہ کیا کانپور کے زمانہ تعلیم میں خود کافیہ اور شرح تہذیب وغیرہ پڑھاتے رہے یہاں سے مدرسہ احمدیہ آرد (بہار) چلے آئے جہاں حافظ عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے آپ سے کتب ذیل (سبقاً) پڑھیں یعنی صحیح مسلم، صحیح بخاری (نصف اول) جامع الترمذی، حوالہ رسالہ میرزا ہدایہ، حاشیہ سبغہ معلقہ وغیرہ تک، اب (دہلی) حضرت میاں صاحب مرحوم کے درس میں حاضر ہوئے آپ سے ابوداؤد اور معجمین سبقاً پڑھیں اور اربعہ کتب صحیح کے اطلاق

ن کر سند و جائزہ حاصل کی ترجمہ قرآن مجید اور حدیث کامل، بھی میاں صاحب سر پر بھی
چھ دیوبند چلے گئے تشریف یعنی شمس باز نہ اور رسد میرزا بد پڑھے بعض کتب و رسائل
ملف میں مولانا محمود الحسن مرحوم سے بھی پڑھیں اور جامع سترندی کی سماعت بھی
ممدوح سے کی آخر فیصلہ تک فراغ حاصل کر لیا۔

اس کے بعد ہادی یعنی باجرا کے تدریس

اپنے استاد گرامی جناب مفتی صاحب (غازی پوری) کی خوش پیش پڑھ رہے
محمدیہ محمد کلیانی (منظف پور بہار) میں دو سال تک مدرس رہے یہاں اپنے اہل
وطن کی استدعا پر گریا خدا اجازت از جناب عافتہ صاحب ممدوح مدرسہ فیض
میں تشریف لے آئے جہاں سے ایک مرتبہ اور صرف دو سال کے لئے رخصت
رحمۃ دہلی میں تشریف لے گئے مگر اس کے بعد ہمیشہ کے لئے اپنے مدرسہ فیض عام میں
کے لئے گویا زندگی وقف ہے مدرسہ فیض عام جس میں اس وقت مدرس میں ان میں
صدر مدرسین صاحب ترجمہ میں تلامذہ کا احصاء ناممکن ہے مختصر یہ کہ اخراجات اہل علم و
میں سے جن حضرات کے ترجمہ اس کتاب میں منقول ہیں ان سے آپ کے سماعت
صلۃ و نذ و کا اندازہ ہو سکتا ہے

آپ نے جس طرح تو مکتب بالاستیعاب پڑھیں اسی طرح پڑھانے میں بھی جہد غنوم
پر مساوی دسترس حاصل ہے اور وہ میں ایک صاحبزادہ مولوی احسان، مدرسہ مرحوم کے
جنہیں ان کے عین و لم شیب میں اپنے ہاتھوں لحد میں سود دیا اب مرحوم حسن اللہ
کے قین صاحبزادے ہیں، میاں صیب الرحمن (درجہ ۸ بعد میں پڑھتے ہیں، میاں
فیض الرحمن (درجہ ۸ شہ میں) اور میاں عطاء الرحمن ابھی کم سن ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے

بعد کے نقش قدم پر چڑھئے ! (آمین)

سلیمان بن داؤد

(مجلد ۱۳۲) بروایت مولانا ابوالنعمان عبدالرحمن آزاد مسوی (عدد ۱۳۱)

سن وادوت ۱۲۹۴ھ (ساتھ میں ما (مولانا کے) حسام الدین (مسوی) حافظ
عبد اللہ غازی پوری، مولانا عبدالرحمن بقا غازی پوری و مولانا احمد حسن مدرس
جامع العلوم کان پورا اور حضرت میاں صاحب عیہم الرحمۃ ہیں بعد تکمیل دارالتکمیل
مظفر پور ایہا رہیں پڑھایا مدرسہ بونٹھیا رضلع بستی اور مدرسہ عالیہ مسو میں بھی مدرس
رہے، صاحب اولاد ہیں

ابوالقیاض نور محمد بن محمد بن اسماعیل

(مجلد ۱۳۵) (عدد ۱۳۴)

سن وادوت (تقریباً) ۱۲۸۵ھ یعنی اس وقت ۸۳ برس کی عمر ہے، کتب فارسی میاں
ولی اللہ میاں صاحب رمضان (مرحومین مسوین) سے اور درسیات حضرت ما
(مولانا کے) حسام الدین مقفور سے پڑھیں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں رہ کر جناب
حافظ عبد اللہ صاحب (غازی پوری) سے بھی پڑھا، سند و اب زوہ حدیث حضرت میاں
صاحب عیہم الرحمۃ دہلوی سے حاصل ہوا میاں صاحب کے ہاں سے یہ خلعت علم
۱۲۹۶ھ میں نصیب ہوئی سند مسلسل بال ولایت جناب مستطاب تاجی محمد شہری
رحمۃ اللہ علیہ سے ملی جب کہ مدوح صدر دہلی تشریف لے گئے تھے اور یہ زمانہ بھی

ششہ ہی کا قہار اور رجب یا ہینہ تھا جیسا کہ قمر و منار کے قاضی صاحب مدظلہ
کی عادت کردہ سند میں خود پڑھا اور قاضی صاحب ہی سے بدو غلام بھی بڑھی درج
کس زمانہ کا تذکرہ ہے جب مدو غلام قاضی صاحب کی شہری اپنے زمانہ عزت میں بہ
بھرا ہوا تھا۔۔۔۔۔ دورہ پر مسوٹا تھا بھینچتی مرقا ہو گئے۔

درسہ موضع کو نثر جس کا نام اب گیارہ پار ہے فصیح مزبور میں ۱۰۱ سال تک
پڑھایا گیا اس سے بسنی تہ قطع صاحب غازی پوری ڈیڑھ سو سال پہلے تشریف لے گئے۔
یہاں صاحب عون المعبود کے صاحبزادہ گرامی حکیم محمد ادریس کو ایک سال تک پڑھایا
اسی طرح اپنے مقامی درسہ فنیفہ میں بھی ایک سال پڑھایا جس کی بدولت بے شمار
حضرات نے آپ سے استفادہ کیا جیسا کہ قریس نے اکثر محمد کے منو کے تراجم میں پڑھا
ہو گا

اور میں ۲۰ صاحبزادے ایک تو اپنی عمر عزیز اپنی خوشیوں کی نذر کر چکے ہیں
دوسرے ذریسی اور قمری پڑھنے کے بعد تہل ہو چکے ہیں یعنی دونوں میں سے
اپنے نامور باپ کے علم و مسند کا کوئی بھی اہل نہیں ہو سکا،
مدو غلام نے ایک کتاب "ذیاد منصوصہ" مشنوی لکھی ہے جس میں منو کے تاریخی ہنگامہ
کا دیرستی کا دلخراش تذکرہ ہے، جب میں چوکی زیارت کے سے حاضر ہوا تو آپ صاحب
فراش تھے، بہت معرا بہت ماغرا آہ اس حالت میں کب تک جیئں گے!
بہر اوقات کے لئے فرم "محمد گرسہت" سے دس روپیہ مانا نہ نذرانہ پیش

ہوتا ہے،

مونیخ تاجران پارچہ سلک میں ایک فرم محمد گرسہت کے نام سے ہے، یہ حضرات

اہل حدیث اور متمول مخیر میں جب کہ اس وظیفہ سے معلوم ہوتا ہے اس کے مندر میں میں
مولانا نے احمد صاحب نالہ مدرسہ فیض عام بھی میں خدا تعالیٰ برکت فرمائے،

عبداللہ شایق بن محمد اسماعیل بن حاجی عبدالقادر بن عبداللہ

(عدد مسلسل ۱۳۶)

(عدد ۱۵)

جن کی تاریخ ولادت ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ یوم سہ شنبہ - ۵ جون ۱۸۹۲ء ہے

ابتداء فارسی میں مولانا نے احمد صاحب دہلوانا سلطان احمد معلوم میں مولانا نے احمد مذکور احمد
مولانا اسحاق برودانی مولانا مقبول حسین مولانا عبد الرشید کان پوری و شاہ حسین الحق
پھلواری مولانا عبد انور مظفر پوری حافظ عبدالمنان بقا و جناب حافظ صاحب غازی
پوری حدیث و تفسیر میں حافظ صاحب غازی پوری و مولانا نے احمد مدرسہ و حضرات دیوبند
میں اور مولوی فاضل کلاس بھی پاس ہیں یہ فراغِ ذہلی ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اس وقت
غزوان کی ۱۹ویں منزل تھی، اسی کم سنی میں لاہور — مدرسہ مسجد چنیاں والی
میں (بایمانے حافظ صاحب غازی پوری) مدرسہ پر تقرر ہوا جہاں طلب اپنے استاد سے عمر
میں بڑے قد میں بننے ولایت میں متمیز تھے زمانہ اگرچہ مولانا نے عبدالواحد صاحب
غزنوی مرحوم کا تھا مگر ان تعارضات میں وہ بھی توافق نہ فرما سکے اور طلبا نے برملا کہہ دیا
کہ ہم ایسے کم سن سے نہیں پڑھ سکتے، یعنی

من خراب کج و صلاح کار کج

بہ این تفاوت رہ کجا است از تباہ کجا

آخر انہی کوتاہیوں کے ہاتھوں لاہور چھوڑنا پڑا اس کے بعد کچھ مدت جمل پور دونگیں بہار

درسہ بدین، مدرسہ پڑھانے والے میں سے مولد مسلمان ہی میں تشریف لے آئے
 ورنہ نہ فیضیہ میں تقرر ہوا، جہاں اب تک تکین شامل ہے، درس نظامیہ کا قری
 بہت پڑھاتے ہیں یا بعض کتب احادیث شریعہ مسلم وغیرہ

آپ کے خاندان میں درمخبرات بھی دولت علم سے بہرہ مند رہے ہیں، حضرت جی
 عبدالحق مرحوم (آپ کے دادا) کے بھائی میاں محمد دؤد کیل تھے، در فارغ
 التحصیل یہ بزرگ خطاطی میں یدِ مولیٰ رکھتے تھے میں نے اپنے زمانہ ورود (سنوں)
 میں مرحوم کے ہاتھ کا کچھ ہوا ایک ورق صفحہ ۳۴ دیکھا جس کا خط کتبہ جلیل
 سے بہت مختلف تھا، متن میں اسطورہ شیعہ سب میں اہلِ خط سے بہت فنی سی
 طرح کیل صاحب کے ہاتھ کے کتابوں میں بیوند گئے ہوئے بھی دیکھے جو قدیر علی کے
 نسخہ علم کا جزو تھا

صاحب ترجمہ (جناب شایق) سیاست میں صحیح کانگریسی عقیدہ پر ہیں اور آج
 ہی سے ہمیں بلکہ محمد خدافت سے آپ کا یہی میلان تھا، چنانچہ جب ملک میں خدافت کا
 دور قلم ہوا، تو آپ نے مسند تدریس چھوڑ کر خدافت باطل میں لے لیا
 یہ ان میں خدافت ہے، اور قریب میں ندرت، جس کا اندازہ اس خط سے متقرب
 سے ہو سکتا ہے، جو آپ نے (۱۳۳۵ھ) کے جلسہ سارانہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس)
 منعقدہ سو میں پڑھا، اس کے ساتھ ہی آپ کا ایک قصیدہ عربیہ بھی ہے، اردو میں بھی شعر
 کہتے ہیں اور شایق شخص فراتے ہیں، پہلے حضرت شمس دکنوی سے مشورہ فرما لیتے
 تھے، مگر ان کے مرحوم ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی تھی کہ اب دوسروں کی
 غزلوں پر صناعہ دیتے ہیں

تصانیف

انہماک تدریس کی وجہ سے کیا کچھ کہہ سکتے تھے، اس پر بھی ”الامثار المقتبوعہ اردو اعداد
المرفوعہ“ اپنے نقاد حریف مولانا حبیب الرحمن صاحب حنفی کی کتاب ”العلام المرفوعہ
کے رد میں لکھی یہ طبع ہو چکی ہے (صفحات ۱۵۲ اور ایک کتاب الصلوات لکھی،
مگر یہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

طفر احمد بن محمد امیل بن حاجی عبدالقادر بن عبد اللہ

(مردسل ۱۳۰)

(زهد ۱۶)

تاریخ وادوت ۲۱ شعبان ۱۳۳۵ھ (۲۶ ستمبر ۱۹۱۷ء) یوم دو شنبہ جناب مولانا
عبداللہ صاحب شایق (سابق، لڈکر) کے برادر خور دہیں، اردو اور فارسی مولانا نور محمد
صاحب اور کتب عموم اور حدیث و تفسیر اپنے برادر بزرگ جناب شایق و مولانا عبد القادر
و مولانا احمد صاحب (مؤید) سے پڑھیں شعبان ۱۳۳۵ھ میں سند فراغ حاصل کی،
زمانہ تعلیم میں جماعت میں ہمیشہ اول رہے، بعد فراغ تحصیل طب کا خیال پیدا ہوا تو کھنڈ
تشریف لے گئے، لیکن بعض موانع کے ہاتھوں بغیر تکمیل واپس چلے آئے (مولانا کے
شایق، آپ کے برادر بزرگ بہت مصروف تدریس و تبلیغ اور قناتی اقوم رہے، انہوں نے
کی وجہ سے کسی کو گھر کا منصرہ بھی ہونا تھا تو اس تقسیم میں یہ قرعہ ان کے نام پڑا اور حدیث
تقدیر العزیز، تحکیم

احمد زناظم مدرسہ فیض عام

(مجلد مسلسل ۱۲۸)

(مجلد ۱۶)

موصوف نے اپنا ترجمہ مرحمت نہیں فرمایا، یہ مکتوب اس مختصر وقت کا نتیجہ میں جو ایک موقع پر نصیب ہوئی، عمر تقریباً ۵۰ سال، مکتوب میں مکتوبی مسائل سے لگا ہوا، جو کسی سب تک سے واقف، مکتوب میں نرمی، غرق میں وسعت، معاملت میں دقت، رس، مکتوب میں دکر، کانونہ غرض علم و دین اور دوست سب میں ممتاز، زناظم مدرسہ فیض عام میں بھی بڑا (جو گا) اس مدرسہ کے نام بھی آپ میں، اور یہ بھی آپ کے حسن سلیقہ کا کرشمہ سمجھئے کہ مدرسہ فیض عام کی دعوت اس قدر قابل اطمینان ہے کہ وہ کسی خارجی چندہ کا محتاج نہیں، آپ مشہور فرم "محمد گربست" کے منصرم میں یہ فرم اپنی شان تجریت میں محتاج ترجمہ، سنگ کا کاروبار ہوتا ہے اور وسیع ہے

ابوالنعمان عبدالرحمن آزاد

(مجلد مسلسل ۳۵)

(مجلد ۱۸)

سن و مدت ۱۳۵۵ء و ۱۳۵۶ء گرامی و فاضل عبدالرزاق، ابتداء کے تعلیم نہیں سے ہوئی، مدد محترم، الدین مرحوم کے سامنے زانوئے دہ تہ کے لئے جن کے انتقال کے بعد ان حضرت سے استفادہ کیا یعنی فاضل عبداللہ صاحب قاضی پوری، مولانا عبدالرحمن بھٹا (غازی پوری) مولانا شریف علی تھانوی، مولانا احمد حسن (مدرس مدرسہ جامع علوم دہلی پور) حضرت میں صاحب کی خدمت میں باریاب ہوئے، اور ایک سال تک بڑا، سند و اجازت حدیث سے فاضل مرحوم ہوئے، بنو خلیفہ معقول و منقول سبق پڑھنے کے بعد ۱۳۵۵ء میں درجہ

مدرس ہوئے، یہاں سے کچھ مدت بعد بحسب طلب جناب العلامہ شمس الحق دیا تو می مدرسہ
 آسن سول بنگال تشریف لے گئے پھر مدرسہ دارالہدی کھتہ میں تقرر ہوا اسی دوران میں مؤ
 میں پبلک رونا ہوا جس سے آپ کے بعض اہل خانہ اور بیٹے موت کی گود میں جا سوئے،
 ان مصدمات کی وجہ سے آپ گھری کے ہو رہے، یہاں ہی سلسلہ تدریس سرگرمی سے جاری رکھا
 بعض کتابیں لکھیں مگر تمام روگین، یعنی تفسیر القرآن اور طبقات ابن سعد اور شرح قصیدہ
 بانٹ سعد و غلبا مکمل ہو گئی فرائض میں ایک فارسی رسالہ ۱۳۳۲ھ میں "بحر الفرائض" کھا
 فن شعر و شاعری میں بھی درکن واصل ہے خصوصاً، ستمراں مادہ ہائے تاریخ پر طبیعت خوب
 لڑتی ہے، جیسا کہ اس کتاب کے اکثر فہرات دستوفین کے مادہ ہائے تاریخ و فہرست سے
 ظاہر ہے، میری اس حقیر کوشش کتاب ہذا کا تاریخی نام تراجم عمدے اہل حدیث
 یعنی ہندی علمائے اہل حدیث کی مکمل سوانح عمری بھی آپ ہی کی وقت نظر کا نتیجہ میں،
 یہ نام اس لئے تبدیل کرنا پڑا، کہ حالات کی نامساعدت ۱۳۵۲ھ میں طبع کتاب میں مانع
 رہی، اس وقت ایک صاحبزادہ عزیز عید علی سلہ اللہ عالمی دینیوی زندگی کا سہارا ہے راقم
 مولانا کی زیارت کے ساتھ اس ولد صلہ کے دیدار سے بھی فہرست ہوا، شاید ۵۰ برس کی
 عمر ہوگی، خدا تعالیٰ عمر و نعم و دولت میں برکت عطا فرمائے آمین

حکیم محمد سلیمان بن محمد سلیم بن عبد اللہ کریم

(عدد ۱۹)

(عدد مسلسل ۱۳۰)

سن ولادت (تقریباً) ۱۳۱۲ھ مولد و منشا مؤا بدات برسات تک مدرسہ
 فیض عام (مقامی) میں پڑھا کہ اس دوران میں مولد نائے احمد صدر المدرسین (دارالحدیث

رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں تشریف لے گئے۔ اس صورت میں یہ زمانہ ترقیت کے لئے جو اس کے کیا
 چاہ رہا تھا کہ ”قبیلہ“ کو تہہ پھوڑتے چن چن کر لے بھی دہلی کے لئے شہر میں ذہن
 و دردار حدیث رحمۃ اللہ علیہ کا نصب کا کل پرچہ کرسند فرائض و اصول کی، اور دہلی میں
 مدرسہ پر تھیں یا با جوئے میں ۵ سال تک پڑھائیں سے محمول جب کہ شوق دینیہ
 ہوا جو آپ کو کھنڈ مدرسہ ”تکملہ“ میں اپنی جہد سے سند طلب و حاصل کی، اور دہلی
 تشریف سے آئے، مطلب کرتے ہیں اور اپنے دستِ ثناء سے غور و کوفہ پڑھتے ہیں،
 محمد مودن پورہ مؤمن سکونت ہے تصنیف چوبیس جن میں سے ۳۲ مطبوعہ و ۱۲ غیر مطبوعہ
 ہیں، مطبوعہ ۹ مئی ۱۳۰۵ء میں طبع ہوئی، ۱۰ احسن کلام فی ردّ النسخہ
 مختصہ، حصہ بکواب تحقیق مخمبہ..... اور غیر مطبوعہ لکھی

کتاب اسلوة صلی اللہ علیہ وسلم من الرین ندی ہوئی اصول نور العینین، معاشہ کتب
 فی غیر لسان العرب شاید صاحب اولاد بھی ہوں گے ہی کہ اس وقت تک ہیں سال
 عمر عزیز ”شش“ گزشت

مصطفیٰ شمیم بن عبد الرحیم

(جلد دوم)

(جلد مسلسل ۱۴۱)

سن و زیادت اللہ علیہ آبادیو نور سنی میں متون فنی کلام پاس کیا اور مدرسہ
 فیض عام مؤمن تکمیل کی، سادہ میں جملہ حضرات خیر مدرسہ فیض عام میں ایسی ہی تھیں
 جناب مولانا کے احمد و مولانا عبداللہ شفیق و مولوی عبدالرحمن و حکیم محبت اللہ شاہ عری
 میں جنی مدخلیت ہے

عبدالحجّار بن حاجی سعید الدین بن حاجی فتح دین

(عدد مسلسل ۱۴۲)

(عدد ۲۱)

آپ زیندار ہیں۔ سو کے عہد وہ فتنہ غازی پور میں ہی زینداری ہے، غرض خوش گزران ہیں، محمد اللہ در سو کے عام رجوان کی بنیاد علوم عربیہ اور فن تجوید پر کافی دسترس ہو فن تجوید قاری عنایت اللہ صاحب غنیمت گڑھی کے عہد وہ مدرسہ قراۃ القرآن (کات پور) میں حاصل کیا، دروس نظامیہ و حدیث و تفسیر مدرسہ فین عام سو میں، آپ کے ساتھ علم و فن میں مولانا محمد صاحب و مولانا عبداللہ شایق و مولوی عبدالرحمن و حکیم مولانا عصمت اللہ صاحب سو یاں سرسین مدرسہ فین عام میں، غرض ۲۴ سال در سکونت محمد باغی میں ہے

محمد اسد الدین حاجی نعمت الدین لال محمد

(عدد مسلسل ۱۴۳)

(عدد ۲۲)

مدرسہ فین عام (سو) کے سند یافتہ ہیں، اور اساتذہ میں یہ حضرات ہیں یعنی قاری مولف نور محمد صاحب و مولوی عبدالرحمن سے بڑھی، اور علوم عربیہ (عربیہ) و منقول ان حضرات سے، یعنی مولوی عبد علی صاحب سعد، مولانا حکیم ابوالمرقظی عصمت اللہ صاحب، مولوی عبدالرحمن صاحب، مولانا عبداللہ شایق والا متاد جناب مولانا محمد صاحب مدرسہ فین عام

محمد بن عبدالرحیم بن ولی محمد بن محمد سحاق

(مجلد مسلسل ۱۱۳۵)

(مجلد ۱۱۳۵)

عمر وہاں کا ۲۴ سال ہے، ابتدائی مدرسہ فیضیہ مدرسہ میں پڑھا، درویش
یہ سکوٹ پنجاب، مولانا محمد بریم محمد حب کا مدرسہ کے لئے شہر جس کی تیکس درویش دین
دینی میں کی ہیں، اعتبار سے آپ کے بعض شیوخ علم یہ حضرات ہیں جنہی مولانا محمد
یہ سکوٹی مولانا احمد شہزاد شیخ احمدیث رحیمہ دینی، ومن دون ذاکم، فاضل
درس نظامیہ وجہ معقول و منقول کی تیکس حاصل ہے بعد فراغ کچھ مدت مدرسہ فیضیہ مدرسہ
درس میں پڑھتا ہے، اب اپنا کاروبار کرتے ہیں

محمد عظیم الدین حافظ احمد بن حافظ احمد الدین حافظ عبد الرحمن

(مجلد مسلسل ۱۱۳۵)

(مجلد ۱۱۳۵)

سن وزدت ۱۳۳۵ اور ۱۳۳۶ میں بدنی تحیم شروع ہوئی اور ۱۳۳۷ میں فراغ
اپنے مولانا مسکن (قصبہ سکو) ہی میں پڑھا اس تہذیب میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں مولانا نور محمد
(سکو) شاگرد حضرت میاں صاحب دہلوی مولانا، احمد صاحب مدرسہ مدرسین مدرسہ فیضیہ
عام، مولوی عبداللہ صاحب شایق اور مولوی عبدالرحمن صاحب اور مدرسہ نظامیہ العلوم
سارن پور میں ان حضرات سے استفادہ کیا یعنی، مولوی عیسیٰ احمد مولوی بہار الحق و
مولوی ذکریا مولوی ظریف احمد سے (تدریس) آپ نے صاحب ترجمہ کے سلسلہ نسب
میں دیکھا کہ یہ پشت تک ہر شخص حافظ بھی ہے سنی شریعت آپ کی و سہ ماہی حافظ

تھیں مگر یہ تعجب ہے کہ آپ (مولانا بو بون صاحب) اس طرف توجہ نہ فرما سکے،
تصانیف

کشف الظہار میں روایت اعلیٰ علامہ ایک دیوبندی عالم کے رسالہ ”الاعلام المرفوعہ
فی لطائف الحجۃ“ کا جواب ہے (مسند باب سراج تطبیقات شریعہ سے صفحہ ۲۰۰) اس
کے بعض حصے ”نبار“ اہل حدیث گزرت ”دہلی میں چھپ چکے ہیں العودۃ الہیٰ ترقی
شہک و بدعت میں پنج نسخے یہ بھی یہ کرام کے مسک پائنتہ اور ان کے طریقہ استدلال
میں فن دہی میں بھی مشق ہے میں نے آپ کے ہتھ کی کھی ہوئی ایک فی تحریر دیکھی
بہت خوشخط ہیں

عبد الوہید بن عبد الرب بن حاجی محمد اسحاق بن محمد

(عدد ۲۵۵)

(عدد ۱۴۶)

سن ولادت ۱۲۳۵ھ قریبی مولانا نور محمد سہوی سے پڑھی کتب معتول و منقول
مولانا سائے احمد و مولوی عبداللہ شایق و مولوی حکیم نعمت اللہ و مولوی عبد الرحمن مولوی
الوکر صاحب (سویاں) ساتھ مدرسہ نیشامی سے پڑھیں اور مدرسہ عالیہ دیوبند
میں مولانا مولوی قاری محمد طیب صاحب و مولانا فاعل گل صاحب و مولانا جمیل احمد صاحب
سے بھی پڑھا، و مدرسہ دارالعلوم (سودہی) میں مولوی عبد الوہید سنبھل پوری و مولانا
اسلام الحق صاحب گویا گنجی سے پڑھا، عرض عبد کتب و عقول و مستور پڑھیں

بشیر الدین عبد الغنی بن ملا حسام الدین

(الحمد للہ)

بمقام ۲۳۰۰ ز بتدقیق تخریب مدرسہ رشتہ ای و حدیث و تفسیر مدرسہ فیض عام
موسم پڑھیں آپ کے اس تذہ میں آپ کے علم محترم مولانا کے احمد صاحب و جناب
مولانا عبد اللہ صاحب شایق و مولوی عبد الرحمن صاحب ہیں

مولوی بشیر اللہ صاحب اس وقت بہادی الاخریٰ شمسہ میں جب کہ
رقم الحروف ہو گیا درجہ شامتہ (آخری جماعت) میں تھے اور فراغ میں دو روز باقی
تھے اب تک تکمیل ہو چکی ہوگی میری کتاب میں صرف یہی صاحب ہیں جن کا ترجمہ
میں نے علی غم ان کے فراغ سے کچھ پہلے دینا کر دیا ہے مگر
دیتے ہیں یا وہ صرف قدرت خوار دیکھ کر

جناب مستطاب مل (مولانا کے) حسام الدین کے پوتے مولانا عبد الغنی مرحوم
سبق لذر کے نور نظر، ساذمؤ مولانا کے محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض عام
مؤ کے برادر زادہ خود شاہ علم سے بیوس آخر کیا مفاد ہے
یہ کہیں جائیں گے ساقی تیرے مینا نے سے
عہد شیشے سے ہے پیمان ہے پیمانے سے
امید ہے کہ بعد فراغ اپنے اجداد کی مسند پر مکن حاصل کریں گے انشاء اللہ العزیز

محمد نعمت اللہ بن حافظ نور محمد

(عدد مسلسل ۱۳۸)

(عدد ۲۴۶)

عمر ۳۶ سال ہے، کتب فارسی مولوی سلیم صاحب مصحح مطبع نوکشتور بکھنوی سے پڑھیں عرف و نحو و فقہ و اصول فقہ و منطق و فلسفہ اور ادب و نثر و تفسیر و فرائض مولوی امان اللہ صاحب شاگرد مولانا عبدالحی صاحب بکھنوی سے پڑھے بعض آخری کتب علم و فنون مولوی عبد الرحمن جے راج پوری، عظیم گڑھی سی اور حدیث مولانا احمد صاحب سے منوی سے، منطق کما کچھ حصہ مولوی سلیم صاحب منطقی شاگرد مولانا عبد الوہاب صاحب بہاری سے پڑھے اور سلسلہ تعلیم میں سید علی جواد صاحب مجتہد بنارسی کے سامنے زانوئے ادب تہ کے طب مولانا محمد حسین بکھنوی اور حکیم محمد جعفر صاحب بنارسی سے پڑھی۔

سعید احمد بن محمد علی

(عدد مسلسل ۱۳۹)

(عدد ۲۴۷)

عمر ۲۵ سال سن و لدت ۱۳۳۲ تقریباً، اساتذہ میں جناب مستطاب مولانا احمد صاحب (منوی صدر مدرس مدرسہ فیض عام، مولانا عبد اللہ شایق منوی میں، وردی مدرسہ غیبیان میں مولوی عبد السلام صاحب بستوی سے بھی پڑھا، ہال مبدائی کتب مولوی عبد العلی صاحب منوی اور مولوی بخش اللہ صاحب گویا بکھنوی سے پڑھیں، غرض اسی طرح پورا درس نظامی اور حدیث و تفسیر سب کچھ پڑھا، اس وقت

درسہ محمدیہ موفیعہ دپورہ دا عظم گڑھ میں مدرس میں

ابوالفضل عصمت اللہ بن محمد اسماعیل بن علی اللہ بن محمد سحاق

(عدد مسلسل ۱۵۰) بن محمد ابراہیم (۲۹۷۷)

سن ولادت ۱۲۸۵ھ ماہ رجب، مہربان یوم چہار شنبہ فارسی دعائی کی
ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ واقعہ جامع مسجد اہل حدیث قایم پورہ موضع عظم گڑھ
در مدرسہ قدسیہ واقعہ کلکتہ میں حاصل کی بعد ازاں ۱۳۰۵ھ میں مدرسہ مفت بہر عموم
سہارن پور پہنچی اور وہاں صرف ایک سال تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۳۰۷ھ
میں فن معقول حاصل کرنے کے شوق میں مدرسہ یوسفیہ ریاست منڈوہا تھری پور
اور وہاں مدرسہ مذکور میں داخل ہو کر پڑھنا شروع کیا مگر چند ہی ماہ کے بعد غیر متحدوا
اہل حدیث ہونے کے جرم میں محرم ۱۳۱۰ھ میں وہاں سے دامن واپس آنا پڑا اس
کے بعد شوال ۱۳۱۰ھ میں مدرسہ دارالحدیث واقعہ شہر سکوت صوبہ پنجاب پہنچی
اور وہاں دو سال تک متواتر جناب استاذی موزناہ فظ محمد ابراہیم صاحب ذہن
سکوتی کی خدمت اقدس میں رہ کر جمہ عوم و فنون معقول و منقول سوائے چند
کتب حدیث حاصل کیا اس کے بعد مدرسہ رحمانیہ کے بانی جناب شیخ حاجی عبدالرحمن صاحب
مرحوم کا گرامی نامہ موزناہ کی خدمت میں پہنچی کہ مدرسہ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے ہذا آپ
مع طلبائے مدرسہ دارالحدیث تشریف لائے چنے پنے شوال ۱۳۱۰ھ کو موزناہ موصوت
اپنے وطن سیالکوٹ سے اور میں اور میرے ہمراہی طلباء اپنے اپنے وطن سے واپس

مدرسہ رحمانیہ میں پورے اور ہم لوگوں سے مدرسہ مذکور کی ابتدا ہوئی اس کی قسط سے ہم
لوگ جمالیہ طلبہ کے مدرسہ رحمانیہ میں السابقتوں اور ولوں کے مصداق ہیں
مگر ہم لوگوں کی بد قسمتی کہہ سکتے ہیں کہ کسی وجہ سے مولانا کے موصوف و دوڑ دھانی رہ رہ کر
اپنے وطن واپس چلے گئے اور آپ کے بعد مدرسہ میں تعلیم کا معقول انتظام نہ ہو سکا
اس لئے میں بھی اپنے وطن واپس چلا آیا اس کے بعد جب سندھ میں مدرسہ
رحمانیہ کا تمام تعلیم دوست ہو گیا تو میں پھر اسی مدرسہ مذکور میں پورے اور رحمانیہ
کتب حدیث کا دورہ ختم کر کے اپنی تعلیم کو مکمل کیا اور سندھ میں سند فرائض لے کر اپنے
وطن واپس آیا، فَلَہُ الشَّکْلُ

خاک رکے اساتذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں، یعنی مولانا محمد ابراہیم صاحب کونوی
مولانا ابوطاہر پوری مولانا عبد الغفور صاحب راج پوری مولانا عبد الوحید صاحب مولانا
عبد علی جون پوری مولانا محمد عثمان بنی رومی مولانا عبد الحق صاحب مولانا صاحب
صاحب مولانا محمد اسحاق آرووی مولانا محمد احمد صاحب مولوی

مدرسہ رحمانیہ سے فراغ کے بعد اسی سال یعنی ۱۳۳۵ء شوال میں اپنے
مقامی مدرسہ فینس عام میں مدرس ہو گیا ۹۔ برس تک خدمت تعلیم سے انجام دیں
مگر کسی وجہ سے عیحدہ ہونا پڑا طلبہ کے لئے مدرسہ فینس عام سے عیحدہ ہو کر بحر حق
تحصیل طب ہونا فی سندھ میں بکھنوا پیدا کیا وہاں پوچھ کر جناب شفاء الملک حکیم
عبد الحسیب صاحب دریا بادی اور جناب حکیم محمد علی صاحب حسنی اور جناب مولانا
حکیم نواز سید ظہر صاحب پروفیسر اور نمیل کالج لہور سے فن طب حاصل کرنا
شروع کیا اور ایک سال کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۳۳۵ء میں مکمل : نطب بحر حق

امتحان سالانہ پرائیویٹ دے کر سلسلہ ۱۵۳۲ء میں کالج مذکور میں داخل ہوا اور حسب طبقہ تعلیم با کمال مکمل ہو چکی تو سلسلہ ۱۵۳۳ء میں وطن واپس آیا اور خدا کے بھر دستہ توکل پر مطلب شروع کیا، جس میں کثرت مریض آتے ہیں، یہی ذریعہ معاش ہے مگر بہر حال اس زمانہ میں خدا کسار نے چند مجرب دوائیں ایجاد کیں جن کے نام یہ ہیں۔
 روغن اکسیر درد، اس کے متعلق جناب مولانا ڈاکٹر حکیم سید عبدالعسیٰ صاحب بنیادیں سی ایم بی بی ایس ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے یہ ساری تفصیلات عنایت فرمایا
 "حکیم عصمت اللہ صاحب کاروغن اکسیر درد میں نے کثرت لیسوں کو دیکھا یہ ہر مختلف قسم کے دردوں میں بہت مفید ثابت ہوا"

محمد علی یحییٰ پوری ششہ

اس کے سوا روغن بنز، سرمہ مقوی بصر، سرمہ حیرب، بھانجی نہایت عمدہ و مجربات ہیں (فالحمد للہ)
 تصانیف، عمدۃ البیان فی جواز خطبۃ الجمعۃ بکل لباس اور حکام المشرفین فی بیان اعتقادات المجموعہ ہے، کثرت کاروبار و تجارت کی وجہ سے ادھر توجہ نہ ہو سکی پہلی کتاب مولانا ابوالکلام محمد علی صاحب مرحوم کی ایک نقوش کی صورت ہے، اور دوسری مولوی حبیب الرحمن حنفی دسوی کے ایک رسالہ کرامت رتخو، نوشتہ

قاری عبدالرحمان بن حاجی محمد امین بن حاجی علی الدین اسحاق

(حد ۱۳۰۰)

(حد ۱۵۱)

سمن و نذرت سلسلہ قرآن مجید نافذ عبد متین منوی سے مختلف کتب، رتخو قاری

فیصل الرحمن صاحب مدرس مدرسہ فیض عام (موسس) پڑھی کتب درسیہ اپنے برادر بزرگ
مولوی عصمت اللہ صاحب و مولوی عبدالرحمن صاحب و مولوی عبداللہ صاحب شایق
اور مولانا احمد صاحب اساتذہ مدرسہ فیض عام موسس پڑھیں۔ صحیحین کا کچھ حصہ شیخ الحدیث
مولانا احمد صاحب محدث دہلوی سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھا۔ الغرض جامع
منقول و منقول میں بعد فراغ مدرسہ فیض عام (موسس) ہی میں حبشہ اللہ پڑھاتے ہیں اور
ذریعہ معاش تجارت ہے اور آپ کے ذکر کے بعد جن حضرات کا ترجمہ منقول ہے وہ
اور آپ سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یعنی مولوی قاری عبدالستار صاحب
و مولوی محمد نعیم صاحب و مولوی محمد فیصل صاحب و مولوی محمد جمیل صاحب جیسا کہ ان
حضرات کے اسمائے ابا و اجداد سے معلوم ہو سکتا ہے اور سابق الذکر مولوی عصمت اللہ صاحب

قاری عبدالستار بن حاجی عبدالقادر بن حاجی ولی اللہ بن سحاق

(عدد مسلسل ۱۵۲)

سن وابتداء ۱۳۲۶ھ حفظ قرآن کے بعد فن تجوید قاری فیصل الرحمن سے حاصل کیا
کتب درسیہ حکیم مولوی عصمت اللہ و مولوی عبدالرحمن و مولانا عبداللہ شایق و جناب
مولانا احمد صاحب مدرسین مدرسہ فیض عام موسس پڑھیں دہلی جی تشریف لے گئے
حدیث کا کچھ حصہ شیخ مولانا احمد اللہ صاحب سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھا۔
اور میں تکمیل فرمائی

محمد نعیم بن عبداللہ بن حبیب اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۰)

(عدد ۳۲۰)

سن ولادت ۱۳۳۲ھ مدرسہ فیض عام رسول کے قریب غازی بھی استفادہ کے لئے گئے
 کچھ حدیث تبرکات شیخ الحدیث (مولانا) محمد اللہ صاحب دارالحدیث رحمہ اللہ (دوبہ) کو پڑھی
 اور مولانا کے اساتذہ علم و فن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں یعنی مولانا محمد صاحب مدرسہ
 مدرسین مدرسہ فیض عام، مولانا عبداللہ شایق صاحب و مولوی عصمت اللہ صاحب
 شغل معاش تجارت ہے اور اس فن میں فردیگانہ میں مسوہی میں ایک بہت بڑے
 کارخانہ (سنگ) کے مالک ہیں خداوند عالم برکت عطا فرمائے

محمد خلیل بن عبدالحق بن حبیب اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۱)

(عدد ۳۲۱)

سن ولادت ۱۳۳۳ھ مدرسہ فیض عام (مولانا) کے قریب غازی اور اساتذہ میں مولانا
 احمد صاحب صدر مدرسین، مولانا عبداللہ صاحب شایق اور مولوی عصمت اللہ صاحب
 ہیں دہلی کا سفر بھی کیا حدیث تبرکات شیخ الحدیث دارالحدیث رحمہ اللہ دہلی میں جناب
 مولانا محمد اللہ صاحب سے پڑھی اپنے بزرگ مولوی محمد نعیم صاحب کی شراکت
 میں تجارت کرتے ہیں



محمد جمیل بن عبدالحق بن حمید الدین اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۵)

(عدد مسلسل ۳۴۴)

سن ولادت ۱۳۳۲ھ مدرسہ فیض عام (مئو) کے سنیافتہ اور ان حضرات سے مستفیض یعنی مولانا احمد صاحب و مولانا عبد اللہ شایق و مولوی عصمت اللہ مویان مدرسہ مذکور میں (حسبہ اللہ) پڑھاتے ہیں، شغل معاش تجارت (سبک) ہے،

محمد عبدالصمد بن محمد اکبر بن علی بن الشیخ مومن بن الشیخ فقیر اللہ زیبا پوری

(عدد مسلسل ۱۵۶)

۱۳۲۲ھ کے بعد از مبارک پور ص ۱۴۴

ولادت رمضان المبارک، ابتدائی ذریعہ عربی مریضہ عبدالصمد مرحوم کے برادر خور مولوی احمد علی اور مولوی علی اصغر برادر زادہ مولانا کے عبد الرحمن برادر آخری کتب علوم و فرائض مولانا عبدالصمد و مولانا غلام غلام (مذکورین) مبارک پوری سے پھر دہلی دارالحدیث جمالیہ میں داخل ہوئے مگر وہیں رہے میں کریم پڑ گئے امتحان میں شامل نہ ہو سکے مدرسہ فیض عام مئو میں درس نشانیہ حدیث و تفسیر کی تکمیل فرمائی اور قبل ان مولانا ابوسعید شرف الدین ہلوی مولانا ابراہیم ربیع لکھنؤ سے بھی پڑھایا تکمیل کے بعد ان مدارس میں تدریس فرمائی مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہڑوا، بازار ادارہ تعلیم مبارک پور احمدیہ سلفیہ و رہنمائی محمدیہ دیوبند اور تالیفات رسالہ حسن النقر بجواب شفا السیرۃ تذکرۃ الخوان بمنع شر بالذکر و بیان حدیث ارتائید حدیث بجواب تنقید حدیث میں آخری کتاب حافظ محمد سلیمان صاحب راج پوری کی اس تالیف کے رد میں جو جس سوجت حدیث کی انکار کی، فیلسا انقرار اور مولانا مبارک پوری کی اذہان بصر کے بعد کتاب تحفۃ اللاحوذی اور مقدمہ میں عن سال تک مدد مع کے شریک کار رہے

علمائے غازی پور

مرحومین

۱۔ محمد سی ق فخر

۲۔ عبدالمنان بقا

۳۔ استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ

علمائے غازی پور

(مروجین)

حافظ محمد اسحاق فخر

(جلد مسلسل ۱۵۴) متوفی ۲۰ صفر ۱۳۳۴ھ = ۲۵ نومبر ۱۹۱۸ء (جلد ۱۵۴)
 ابن مولوی رحمت علی (اور مولانا عبد الرحمن و قذافی پوری کے حقیقی بھائی
 تھے) درسیات نصف تک مولانا وقار حوم سے پڑھ چکے تھے کہ انگریزی کا شوق
 دامگیر ہوا، سکول میں ۸ درجہ تک پہنچے اور پھر عربی کی طرف غور کیا اور سید محمد یارہ
 میں جا کر اپنے دوسرے ماموں مولانا عبد المنان بقا اور جناب حافظ عبد اللہ صاحب
 غازی پوری سے تکیس کی اور سند و اجازہ حاصل ہوا
 اس قدر ذہین تھے کہ ایک مرتبہ کسی ہم نشین طلب علم نے آپ کو فرائض نہ جانے
 دے دیا یہ پچھنبہ کا روز تھا اسی وقت سراجی از خود پڑھنا شروع کی دوسرے روز
 جمعہ تک تمام کتاب ختم کر ڈالی اس کے بعد جب بھی فرائض کی حیستہ نہ رہنے آئی
 چشمہ زدن میں سلجھا ڈالی

تکلیس کے بعد مدرسہ جدید آرہی میں چندے مدرس رہے یہاں سے مکان پر تشریف لے آئے اور وہیں صبح کو پڑھاتے رہے مقامی ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی پر تقرری منظور کر لی مگر تمام عزت و شان کے ساتھ ایسے سادہ لباس میں رہتے کہ جس کی وجہ سے جنسی آپ کے علوم و تربیت کا اندازہ نہ کر سکتا۔

شرو و سخن کا چمکا بچپن ہی سے تھا۔ پہلے اپنے مایوں حضرت بقا (مترجہ الصدق) سے مشورہ سخن لیتے بعد میں تلمذ و محضوی سے اور عربی فارسی اور اردو دونوں بانوں میں شعر لکھتے۔

حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر مذہب و عقیدے کے لوگ دولت خانہ پر حاضر ہوتے اور آپ خود تقہیم سدا م فرماتے

انفلوئزاسے انتہاں ہوا اور دھند شاہ جید میں استراحت فرما ہوئے

حافظ عبد المنان وفات

(مدد مسلسل ۱۵۸) متوفی ۱۳۷۷ھ = ۱۹۲۰ء (عہد ۲)

آفتاب علم و عمل جناب العبد محمد قطب عبد اللہ حب نازی پوری (عبد الرحمن) کے ہمیشہ زاد و مود غازی پور سن و مدت ۱۲۹۳ھ حنفی قرآن کے بعد ہر درجہ اپنے قابل فخر و بزرگ مورانا کے حافظ عبد الرحمن و تقہیم سدا م سے پڑھیں ادب میں شغف زیادہ تھا کہ ”سب سے محنت“ ”حسب“ اور مقبلی کے اکثر قصائد نوک و کباب تھے ایسی نہاک کا شہرہ سمجھے کہ خود بھی عربی میں فی البدیہہ اشعار کہہ لیتے چنانچہ جب دہلی مدرسہ یا فن علوم میں (آپ) مدرس بنے تو ایسے عیسیٰ ہوئے کہ بن کے لائے چلے گئے

زندگی سے یوں جو کر پڑ مرثیہ سکھانا یعنی

طیب الناس حقاً کل شی
بامرک جنت فی الدنیا و فیہا
فراحتی نہ دیکھ رہی
و انی لم ابل عمل المعصی
و قد فرطت فی الطاعات جہا
فلم اعمل علی غیر اعتذار
و علی ان تحب منی نہ فی
ذنوبی و نہست روحی و قلبی

کھی با سٹفٹ عکس نہ وید
بفرضک کنت لی رباً حمید
و لو کان الموید جبرئیل
و عشت لسویرا علی حمو لا
و حیناً م خف یوماً ثقیلاً
کثیراً الصدقات و لا الثقیلاً
اردت الیک موتی لرحیل
فصیر فی لغنہ ان غمیل

و قد ارخت قبل الموت موتی

ایتک رب را حیان الجہنمیا

مرحیات مستور کے بھی جہاں رہتی تھے اور اگر مقطع کے معنی اقل و قدر ارخت
قبل الموت موتی میں تحریر کے "بغیب الحزن رخت موتی" کی بجائے تو مادہ وہی
نکلے گا کہ جس میں آپ نے ارخیان فرمایا یعنی ۱۳۳ھ

مدرسہ حمیریہ کے رہنے والے پیر و پڑھنے والے جس کی دودھ سے حضرات کے
علاوہ حضرت استاد صاحب تفسیر قرآن بکلام الرحمن مولانا ابوالوفاء شافعی
صاحب امرتسری نے بھی دی آپ کے تھانہ عربی و فارسی جمع ہو چکے ہیں
مرحوم اپنے فرائض کے پابند و دعا گو کے موانع اور نماز میں قانت تھے دن

پر موسیٰ ابوالحسن عبدالرحمن صاحب موسیٰ نے عربی میں قصیدہ اور فارسی میں مادہ

تایخ و قات نکالا-

قصیده

ارب غب حدیت ربک الرحمن
 ذو قدرة لازال یفعل بایت
 النفس ان رضیت قضا ربکما
 النس قد فقه واذکیا فی ضلما
 قد کان بحر فی العلوم اصولها
 اثنی علیه النکس خیر اکثم
 قد عاش فی الدنیا تقیاً زاهراً
 فالمدیر حمه ویکرم نزله
 اتاه ب العالمین بفضده
 فده البیت وکل شی فان
 لوما کان یسر و هو ذو سلطان
 ربحت دالافی فی خسران
 متفرد الامثال و الاله ان
 و قد عباد مدرسا لاثانی
 و ادنک لاشهاد للرحمن
 متمک الاخبار و الفتران
 و ابله کرما بخیر حبان
 یا لشتهیه بنبیت الرضوان

لما سالت الناس عام وفاته
 قالوا له الفردوس خیر مکان
 ۳۴ ۳۵ ۳۶

رخت بستر چوں زیر سرائے فنا
 بهر سال رحیل آن محض

ناجی بدع حامی سنت
 گفت آزاد رفت در جنت
 ۳۴ ۳۵ ۳۶

استاذ الاساتذہ حافظ عبد اللہ

(میدسل ۱۵۹) متوفی ۲۱ صفر ۱۳۳۵ = ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء (عہد ۳)

جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا، تدریس جن کے دم سے زندہ تھی،
اساتذہ جن پر اس قدر نازاں کہ حضرت شیخ النکل جناب میا نصیب رحمۃ اللہ علیہ
ذمیا کرتے

”میرے درس میں دو عہد الہدائے ہیں ایک عہد اللہ
غزٹوئی دوسرے عہد اللہ غازی پوری“

(حضرت السید عبد اللہ صاحب غزٹوئی کی نورانی صورت اور مکی سیرت کا

نقشہ ان کے محل پر ہے)

جناب مستطاب استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبد اللہ صاحب عید الرحمن
کی ذات مستجمع الصفات جن مغنیات میں سے تھی اس کا یہ بالکل مختصر ہے،
کہ آپ جس زمانہ میں مدرسہ احمدیہ آرہے تھے اردو زبان کی پورے شریفے جاتے
درس قرآن میں دکل اور بیرسٹر حاضر ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتے تدریس کی ہر گز
کا کیا ذکر جس درس سے مولانا نے محمد سعید بنارس جیسے کامل الفہم ستیفیض ہوئے
مولانا عبد النور صاحب (حاجی پوری مظفر پوری) جیسے ماہر نکلے حضرت شاہ
عین الحق جیسے صاحب علم و علم نے جن سے استفادہ کیا مولانا عبد السلام مرحوم
(مبارک پوری) جیسے بزرگ نے جن کے سامنے زانوئے ادب رکھے مولانا
عبد الرحمن (مبارک پوری) صاحب تحفۃ اللاحوذی نے جن سے اکتساب کیا۔

ایسے تجربہ عالم کی تو مستقر سوانح حیات لکھنا چاہتے تھے، چہ جائیکہ ان اوراق میں ان کے متعلق چند اشارات پر اکتفا کر لیا جائے،

مرحوم کا مولد قبضہ منو (ضلع اعظم گڑھ) ہی، اور سن ولادت ۱۲۶۰ھ ہے والدین بے حد نادار تھے، اس لئے کھیتی میں محنت و مزدوری بھی کرتے اور حفظ قرآن بھی کرنا

ہر مشق سخن جاری اور علی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشہ تہ سہرت کی طبیعت بھی

حافظہ قوی تھا ۱۲ سال کی عمر تک قرآن حفظ کر لیا، فارسی و عربی کی کتابیں پڑھ کر مکمل ہوئی، یہی زمانہ ہنگامہ ندر کا تھا جس کی وجہ سے تمام اطراف و کناف ہند کے شریف و دربار مائے مائے پھرے اسی لپیٹ میں آپ کے والدین بھی آگئے، جنہوں نے منو چھوڑ کر غازی پور میں پناہ ڈھونڈ لی، سکون کے بعد غازی پور ہی کے مدرسہ "چشمہ رحمت" میں داخل ہوئے، مولوی رحمت اللہ صاحب لکھنوی سے بقیہ درسیہ پڑھیں، ذہن رسالت یہ دور کتب سرسری نظر میں دیکھ ڈال اور خود فرمایا کرتے، کہ "اس دور میں شرح جامی، قبضی، کتب اصول، اور منطق کے چند اوراق پڑھ کر ہی کافی ہو گئے،"

اس کے بعد مدرسہ امام بخش (جو پڑوس میں ہے) مفتی محمد یوسف مرحوم لکھنوی مدرس اعلیٰ تھے جو آپ کی دیانت پر خوش رہے اور بعد علوم رسمہ سے جلدی فراغ حاصل ہوا اور حدیث جناب یہ صاحب سے پڑھی۔

تکلیس کے بعد غازی پور میں اس علم و فن کی تدریس و تعلیم میں مشغول

ہوئے، جو اس تذوق و ہادیان تقلید نے آپ کے ذہن نشین کر رکھا تھا برسوں
 اسی دھن میں رہے، نہ معلوم کس قدر طلبا آپ سے تقلید ہی مذہب سیکھ کر لوٹے
 ہوں گے! اسی زمانہ میں مولوی علی نعمت عظیم آبادی اور مولانا سید سعید
 بنارس، چند اور طلبائے اجماع کے ساتھ داخل درس ہوئے
 ادھر عمل بالسنہ کی برکتوں سے دل و دماغ دونوں بشت تھے، دھر تقلید کی نچو
 سے قوت نکر تک معطل

بزم جاں میں اپنے اپنے کام پر ہیں حسن عشق
 ان کے چہرے پر قسم میرے دل میں ارتوش
 بات سے بات نکلتے لگی، ایک ایک مسئلہ پر گفتگو میں، ایک ایک لب لہجہ کی بحث ختم
 نہیں ہوتی، کہ دوسرا منتظر بیٹھا ہے، مولوی علی نعمت سول پر سوال کر رہے ہیں
 کہ (مولانا) محمد سعید نے مناقضہ شروع کر دیا

نہیں معلوم کن کن مسئلوں پر بحث ہوتی ہے
 ملے گا آج پیر خانقاہ سے پیر میخانہ
 یہ بحثیں آخر تک لائیں چنانچہ بنفسہ (مولانا حافظ عبد اللہ صاحب) زمانے میں
 "یہ لوگ فقہ حنفی پر مناقشات کرتے، اور تحقیق کا پہلو ڈھونڈتے ہیں اس سے
 پہلے کئی بار فقہ و اصول فقہ پڑھا چکا تھا، پہلے تو میں اسی تدبیر و دشمنی کے مطابق
 جیسے کوئی اُدھار کھائے بیٹھا ہو، خواہ مخواہ ہر ایک مسئلہ ہر ایک بات ہر ایک اصول
 کا اگر وہ تحقیق سے گرا ہوا ہو، جواب دیتا رہا، پھر میں نے سوچا کہ جو بات تحقیق
 سے گری ہوئی ہے، خواہ مخواہ اس کی تائید کرنا یہ تو عقل و عدل دونوں سے

بعد ہی اور احادیث سے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ شوافع کے موافق ہے اور یہ حنفیوں کے
جیسا کہ عام دستور ہے نہایت غلط طریق ہے اور یہ اصولی لوگ بھی جیسے جیسے
غیر مضموم تھے اور انہی مخصوص سے جو ہمارے سامنے موجود ہیں ان اصول کو مستنبط
کرتے ہوئے وہ بریں یہ تعبیر بھی اس نے بنائے گئے ہیں کہ ان سے کام لینا چاہیے
پس ان خیانت کی وجہ سے خود بخود تعلید سے گزر رہی تھی اور علم حدیث کی طرف
توجہ ہوتی گئی ہو

”اسی دنوں میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک مقدمہ میں اژدہا کثیر ہے لوگ بکثرت
چلے جا رہے ہیں اور مصنف کے لئے اس قدر اژدہا ہے کہ کسی نے کہا سیدنا حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریف رکھتے ہیں لوگ آپ سے شرف مصنف
حاصل کر رہے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس اژدہا سے باہر نکلا اور اپنے پیچھے
کیا تم نے شرف مصنف حاصل کر لیا ہے؟ اُس نے کہا ہاں! میں نے کہا یہ بانی
سے وہ پناہ نہ لے سکتے ہیں وہ میں بھی شرف بوجہ اژدہا اور برکت حاصل کر لیا
اُس نے بہت دانی اور کہا کہ واسطہ کی کیا ضرورت ہے تم خود بہت کر کے آگے
بڑھو اور اژدہا سے دل میں کچھ بھی ہراس نہ آؤ بلکہ واسطہ شرف مصنف حاصل
کر دو چنانچہ اس کی بہت دلچسپی میں آگے بڑھا اور جناب سیدنا محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلکہ واسطہ مصنف اور برکت حاصل کی اس پر میں نے
اُس شخص کا جس نے بہت دانی تھی شکریہ ادا کیا اور مجھے نہایت مسرت
حاصل ہوئی بیدار ہوا تو وہی مسرت وہی سماں دل میں باقی تھا“

بلکہ اخبار حدیث میں ترمذی، اصحاب، ابراہیم بن یونس، عبد اللہ بن مسعود، مرحوم مبارکپوری

میں خواب کی تعبیر میں نے یہ سوچی کہ اللہ سبحانہ نے مجھے بذریعہ اس خواب کے
متنبہ فرمایا ہے کہ عمل بالسنۃ اور علم حدیث اور تحقیق مسائل کی طرف توجہ دینا
چاہئے درخوہ خواہ کی تعلیم سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اس مہلت سے جو کچھ پیش آیا اس کا تذکرہ یوں فرمایا کرتے
”جب عمل بالسنۃ شروع کیا تو میں ان دنوں کو تو دن بیکار و موقوفہ
میں بڑی عزت تھی کہ مدرسہ چشمرہ رحمت“ میں مدرس جی قاضی صاحب کی نمازیں
مسجد بازار کے اندر واقع ہونے سے بڑا دھماکا مچا کرتا تھا میں نے نمازیں بند
آؤز سے آئین پکاری تمام مقتدی میرے پیچھے سے بٹھائے اور مجھے مسنت
سنت بوسنت ٹکریں لے پنی نماز کسی علمین سے ختم کی کریموں
زیادہ درازیاں کیں طر کوئی ضرر نہ پہنچ سکا، جناب مولوی رحمت اللہ صاحب
بانی مدرسہ چشمرہ رحمت“ (مذکور) بڑے بیحدہ اور تجربہ کار آدمی تھے بہت تک

وہ حیات رہے برابر میری تائید فرماتے رہے۔

ترک تعلیم، حق رسنت کے لئے ان مہلک شدت کے بعد آپ حضرت میاں صاحب
کے درس میں شامل ہوئے جس سے تفسیر و حدیث کی تکمیل کے بعد ہی مدرسہ
”چشمرہ رحمت“ غازی پور کے مدرس اعلیٰ کے رتبہ پر پھرنے ہوئے (یہ مدرسہ چشمرہ رحمت
آپ کے مدرس اعلیٰ ہونے سے متروک ہوا) ”چشمرہ رحمت“ آپ کے مدرس اعلیٰ ہونے
سے وہ سرچشمہ بن گیا کہ صد ہا کوس سے طلبہ اپنی تشنگی علم بچانے کے لئے پہنچے یہ
مدرسہ نہ تھا، جب ہندوستان میں دیوبند اور فرقہ گری (کھنوا) صرف دودھ کا
شہور تھیں مگر چشمرہ رحمت غازی پور کی آبپاری بھی کم منفرد نہ تھی،

چشم براہ تھے آپ کو دہلی لے آئے یہاں آکر بھی وہی سیس و سنار وہی پُران عربی —
یعنی ترویج کتاب و سنت کہ

صبح سے شام تک : ہاتھ سے چنتا ہنم

چاہیے پناہ بخش کرے جہمی ساقی

حوض و لی مسجد (نئی سڑک) میں درس قرآن اس شغف سے شروع ہوا کہ احناف
تک شریک ہونے لگے، تشنگین علم دوسری کتابیں پڑھ کر اپنی پیس بھانے لگے، اس
قیام میں بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا، دہلی میں اس قیام رہا، مسموت
تدریس یہ تھے کہ صبح حوض و لی مسجد (نئی سڑک) میں درس قرآن دیتے، آخر تک رہے
ریاض عنوم (نزد جامع مسجد) میں اور بعد ظہر مدرسہ بیچون (مستقل گھنٹہ گھر) میں پڑھتے
ترجمہ کے وقت قاری قرآن کی سعادت مولانا محمد یونس صاحب پر تاج گڑھی (دہلی)
کو نصیب ہوئی، علم کی یہ سیریں پوری تھیں کہ لکھنؤ میں آپ کے عزیزان بہادر شاہ
بعد رحیم مروت کے پنجے میں بھنس گئے، جن کی تعزیت کے لئے آپ لکھنؤ تشریف لائے،
ورجائی سعادات میں ایسے اُٹھنے کہ دو دور کا نصیب ہمیشہ کے لئے ہو گیا،

لکھنؤ کو بھی اپنے فیضان سے محروم نہ رہا، مذوقہ علم کے جید طالب علم جن میں
کچھ شامی حضرات بھی تھے پڑھنے آئے، لکھنؤ کا یہ سفر آپ کی عمر کا عہد آخر تھا، کہ ہمیں
وصل بحق ہوئے، نماز جنازہ شیخ محمد رفیع شیخ حسین بنی نے پڑھائی،

وودیع و ذات مولانا ابو سعید رحمن آزاد مولوی زبیر غفاری نے سب

حل و جہل و غریب کا، یعنی

”عذاب غریب“ و ”فراغ غریب“

جماعت احمدیہ نے آپ کے انتقار پر بہت صدمہ محسوس کیا ۱۵۱۸ء کے خبارِ احمدیہ
مترجمین آپ کے بے شمار نوت و مرثیے شائع ہوئے ان سب میں زیادہ تر غلط
انتقال غلطی مولانا کے بوالوفہ شاگرد صاحب (مدیر) کے قلم سے نکلے ہیں
”آہ! عجب نڈھال میری آنکھوں نے تیرے جیسے کامل و ہمہ گیر کھشت میں

تو بہت آئے! آہ! ع

کشتیہ کے بودا نندیدہ

(راجلہ احمدیہ مترجم)

فقہ صاحب مرحوم کے دیکھنے والے بھی تک جماعت میں کئی اصحاب باقی ہیں جو مولانا
مترجمی مروج کے ساتھ ساتھ وقت کے بدل قائل ہیں
تصنیف آبراہیل احمدیہ و القرآن، منطق (اُردو) فصول احمدی (صورت میں)
تنجو (نحو میں) مقدمہ صحیح مسلم (عربی زبان میں) تہذیب الفرائض حکیم میراث میں
گرن میں سے بعض ابھی تک غیر مجموع ہیں

علامہ ۵ مورخ علی نعمت پھواروی بہاری مولانا محمد سعید بنارس، حضرت شاہ
عین الحق پھواروی مولوی محمد سمیع رسول آبادی (ذو جنوری) شفیقین مومنا
عبد الرحمن دقا و حضرت مولانا عبد متان بقا (آپ کے حقیقی بھائی) مولانا عبد نور
صاحب حاجی پوری (منظر پوری) مولوی عبد الوہاب پیٹھ پوری (جو ایک مدت کا پور
تجارت کرتے رہے اور اب بمبئی اسی سلسلہ میں تشریف فرما ہیں) مولوی عبد ستر
کدر پوری (ذو ہوی) مولانا محمد صدیق صاحب ساکن مڑول (عد قد تربت بہار)
آپ ایک مدت انجمن دعوت و تبلیغ پورہ میں منصب تبلیغ پرفراز رہے مولانا محمد صغریٰ

چھپروی (بہاری) سابق مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی مولانا پیردارش حسن شاہ (کوثرہ
 جہان آبادی) — مشہور صاحب مسند خدافت طریقت حنفی المشرب — مولانا عبد السلام
 مبارک پوری، صاحب تحفۃ الوجودی مولانا عبد الرحمن مبارک پوری، مولانا ابوالحسن
 عبد الرحمن صاحب آزاد سوسی الاظمی، مولانا بوکر محمد شیت صاحب جوینہری، علامہ غیاث
 مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جناب السید محمد داؤد صاحب غزنوی ابن امام صاحب حضرت
 السید عبد الجبار الغزنوی (امرتسری)، مولانا ابوطاہر مرحوم سابق مدرس دارالحدیث
 رحمانیہ دہلی، مولانا محمد سحاق آردی، مولوی محمد الدین جوینہری، مولانا فضل الرحمن
 صاحب پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ،

اضافہ

مسند زکوٰۃ پر ایک کتاب (اردو) میں دارالمصنفین انجم گڑھ میں حال ہی میں
 پہنچی ہے، صاحب الادارہ جس کی طباعت کا انتظام فرما رہے ہیں (بروایت جناب
 السید سیدان صاحب ندوی ابقہ اللہ)

علمائے بستی

مرحومین

(۱) عبد الوہاب

(موجودین)

- | | |
|------------------|---------------------------|
| ۶۔ ابو شحمہ | ۲۔ عبد الحمید بن سلطان |
| ۷۔ عبد اسد م | ۳۔ عبد الرحیم بن کرم اللہ |
| ۸۔ عبد القادر دس | ۴۔ عبد الغفور |
| ۹۔ حکیم عبد الحق | ۵۔ عبد الباقیل |
| ۱۰۔ عبد الرحمن | |
-

علمائے بستی

(مرحومین)

عبدالوہاب

(عدد ۱۶۰) متوفی ۱۳۴۲ھ = ۱۹۲۴ء (عدد ۱)

قبیلہ بانی صنیع بستی کے قدیم فوادہ، محدث کے ممبر تھے، پورا نصاب نہیں پڑھا، مگر کام وہ کر گئے کہ جس سے اکثر مفتی محروم رہ گئے، اطراف و اکناف کے رہنے والے اب تک مرحوم کو یاد کرتے ہیں، اور روئے ہیں، وعظ میں شیرینی تھی کہ جس سے مقدسین و اہل بیت کی بستیاں حلقہ سنت میں شامل ہو گئیں، ہر ایک مشرب سے مناظرہ کے لئے صدائے عام تھی، شیعہ و سننی مناظرین کے عہد و مسمیٰ مناظرین اور آرمین اپدیشکوں کے بالمقابل بھی صفت آ رہے تھے، اور ہمیشہ غالب رہتے، افسوس ہے کہ اس نوجوان نے بیغ زندگی کی ۳۴ بدریں دیکھیں، اور بیخ لحد میں جا سوئے، اولاد میں حکیم مولوی عبدالحق جن کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

علمائے بستی

موجودین

عبد الغفور

(عدد مسلسل ۱۶۱)

(عدد ۲)

بن جعفر بن زین العابدین (مولد قصبہ بکوہر ضلع بستی) ابتداً مولوی مقصود عینی
 شہبہاں پوری سے پڑھا، تکمیل مدرسہ عالیہ دیوبند (سہارنپور) میں کی، ادب و علوم
 مولوی اعجاز علی و مولوی ابراہیم صاحب جیادی سے اور حدیث مولانا نور شاہ
 مرحوم سے پڑھی، اور تکمیل کے بعد مختلف مقامات یعنی قصبہ بکوہر قصبہ اتری بازار
 مقام جھنڈے نگر (نیپال) میں پڑھانے کے بعد اب عرصہ تین سال سے رحمانیہ دارالحدیث
 دہلی میں مصروف تعلیم میں، عربی میں فی البدیہہ تصدیق کھتے ہیں

درس مہض بھٹ پوزہ ضلع بستی میں درس ہیں آپ کے سزاؤ حدیث میں شیخ
احدیث مولانا کے حمد مدح بحدث پر تاب گڑھی ہیں

عبدالحلیم بن تعلقدار

(۱۶۳۳ میل)

1980

(504)

مولد سکونت موضع ششہنہ ریاست میدا پور مختلف مدارس یعنی مدرسہ سید
یوسف پور رستی، اور موضع اوچھڑہ کے مدرسہ میں پڑھنے کے بعد، راجدیت رتانیہ ہڑ میں
داخل ہوئے، ۵ سال تک یہاں پڑھا، درشتہ میں سند فرغ حاصل کی، آپ کے ساتھ
میں مولانا عبید اللہ مبارکپوری و مولوی نذیر احمد اعوی (اعظم گڑھی)، و شیخ امدیت مولانا
احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلوی وغیرہ ہیں، عمر اس وقت ۲۵ سال ہے، گھر کے خوشحال میں
دو لنگرہ پر قیام ہے اور انصرام زمیندار کی میں مصروف ہیں

ابو شحمه عبد الرحمن بن مسفر ازخاں

تبریز ۱۹۵۵

(عبر ۹۷)

سکونت میں چند سب ٹوپور ریاست نیو اسکول میں پڑھنے کے بعد عربی پر توجہ ہوئی،
 یہاں تک کہ حدیث فیض عام مکہ میں پڑھا، یہاں کے ساتھ میں مولانا کے احمد اور مولانا عبداللہ
 شایق قبل ذکر ہیں، بڑا حدیث رحمۃ دہلی کے دو درجہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۰ھ
 (شعبان) میں سند فرائض کی نیک نیت نیک نیت نوجوان ہیں عمر ۲۵ سال
 علم کی بجائے کیفیت سے مشہور اور امید ہے کہ فہم و ترویج علم دین فرمائیں گے

عبد السلام

(عدد ۱)

(عدد مسلسل ۱۹۶)

مولد موضع بشیچ پور ضلع بستی سن ۱۳۲۶ھ والد کا نام یاد علی صاحب
ابتدائی تعلیم میاں عبدالرحمن سے ہوئی، درس نظامی کی تکمیل مدرسہ نظام العلوم بہار پور
میں کی، حدیث مولوی احمد اللہ صاحب ہلوی مدرسہ حمانیہ میں پڑھی مولوی حسین احمد
صاحب مہاجر مدنی کے حلقہ درس میں بھی دور صحیح پڑھا طب مدرسہ تکمیل الطب
کھنؤ میں پڑھی پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فضل کا امتحان پاس کیا سن ۱۳۵۰ھ
سے مدرسہ حاجی غیبی ن دہلی میں حدیث و علوم پڑھاتے ہیں، دستوری توحید اسلامی
نصرت اسلامی پردہ نامی کتبیں لکھی ہیں اور ابن ماجہ کی شرح عربی میں لکھ چکے ہیں

عبد القدوس

(عدد ۸)

(عدد مسلسل ۱۹۷)

سن ولادت ۱۳۲۲ھ مولد قصبہ بانسی درس نظامی مدرسہ جامع العلوم
و مدرسہ الہیات کان پور میں پورا کیا، جس کے بعد کھنؤ یونیورسٹی میں "دبیر کلاس"
کا امتحان پاس کیا، سلسلہ تدریس میں علی گڑھ موتی مسجد کے مدرسہ الحدیث میں پڑھ
سال تک مدرس رہے، مدرسہ محمدیہ اونچی مسجد کان پور میں بھی ۲ سال تک پڑھایا،
اب اپنے مولد میں ایک مدرسہ جاری کر رکھا ہے، آپ کے ابا و اجداد اہل حدیث تھے،
بانسی کے مشہور محدث مولوی محمد اسحق صاحب مرحوم آپ کے نانا ہوتے ہیں۔

حکیم عبدالحق بن عبد الوہاب

(عدد مسلسل ۱۶۸)

(۵۵۵)

متوطن بانسی در آپ کے واسطے موسوی عبد الوہاب مرحوم کا ترجمہ درج ہو چکا ہے
درس نظامی کی تکمیل مدرسہ جامع العلوم کانپور میں کی، فن قرات فتاری
عبد رحیم صاحب سے سیکھا، طب لکھنؤ میں پڑھی اپنے مولد میں محب کرتے ہیں بی کھول
میں بھی دلچسپی ہے جس کی وجہ سے، حوال پر کافی اثر ہے، عام رجحانات سیاست
کی طرف ہیں

عبدالرحمن بن محمد یعقوب

(عدد مسلسل ۱۶۹)

(۵۵۶)

وطن موضع دوکم آپ کے اساتذہ علم و حدیث میں مولائے محمد شیر سوانی حافظ صاحب
خازن پوری شیخ حسین عرب اور میا نصیب سے صحیحین سبق پڑھے اور کتب اربعہ کی سند اطران
نک کر فصل کی، تکمیل کے بعد میا نصیب ہی کے مدرسہ (دہلی) میں مدرس رہے، کچھ مدت مدرسہ
تجدد نے نگر نیپال میں چند سے مدرسہ یوسف پور ضلع بستی میں ۱۹۶۴ء سے رہے بریلی کے
"مدرسہ محمدیہ" میں قیام کیا یہ مدرسہ آپ ہی نے قائم فرمایا، ابتدا میں آل انڈیا اہل حدیث کا نفرین
(دہلی) سے کچھ امداد ہوتی رہی، مگر اب صرف آپ کی سعی و کوشش پر مدار ہے، اوائل ضلع اجملہ
آپ کے بریلی قیام فرما ہونے سے پہلے یہاں حدیث کی پود بھی کچھ سی تھی جسے آپ کی شبانہ
روز کی آبیاری نے اتنا سرسبز و شاداب کر دیا کہ اب ہاں یک لہذا ہو، اچن نظر آتا ہے، اس سلسلہ
میں متدین سے بارہا تامل و مقدمہ بازی ہوئی، مگر آپ کے خلوص سے فتح ہمیشہ اہل حق کی طرف ہے

علمائے سنی بھیت

(مرحومین)

۱۔ ابوالارشد محمد دہلوی

علمائے پیلی بھیت

(مرحومین)

ابوالارشا و محمد دیکاوی

(سلسلہ ۱۷۰) متوفی، ارجمندی، غری، ۱۳۵۰ھ، ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ء (عہد اول)
 جن کے عہدِ خزکی زہرہ گد زداست میں ہا محفل نے برسوں (افغانیہ) محدثِ مرہر
 کی زبان سے سنیں) یہ بزرگ، ۱۲۷۷ھ میں مقام دیکا وضع سیلی بھیت میں پیدا ہوئے
 اس تذہ علم و فن میں مولانا محمد سعید بنارس، مولانا ابراہیم آرومی، مولانا جود، محنت
 عبدالحی سکھنوی، حضرت میا نصرت، اور نواب صدیق حسن خاں (رحمہم اللہ تعالیٰ)
 ہیں، نواب صاحب سے ابن ماجہ، ترمذی اور صحیح مسلم پڑھی، جن کی سند وافر
 شعبان ۱۲۸۹ھ میں دستخطی حضرت عالیجہ مرحمت ہوئی، اور میا صاحب ۱۳۰۸ھ
 میں تخیس کر چکے تھے۔

تخیس کے بعد کچھ عرصہ بھوپال رہے (غائب)، نواب صاحب کی وفات کے
 بعد اپنے وطن موضع دیکا چلے گئے، یہاں یک درمہ چشمہ فیض جاری کیا جو بہت

تک قائم رہا، مگر آخر آپس ہی کے اختلاف کی وجہ سے ٹوٹ گیا،
 اہل بدعات نے اس قدر تکلیفیں دیں کہ اہل وعیل کو ہمراہ لے جا کر جہاں بھی
 سکونت اختیار کی وہیں یہ جماعت درپے آزار ہو گئی، اس در بدری کی وجہ سے
 بالکل بے پایہ ہو گئے، اور آخر عمر نہایت عسرت میں بسر ہوئی،
 تلامذہ مولوی دین محمد نو مسلم (ساکن شہجہاں پور ضلع میرٹھ) مولوی ابوبکری
 محمد عبداللہ سبجان پوری مولوی محمد عبداللہ عرف عبدالقادر خان صاحب (قائم گنج
 ضلع فرخ آباد) مولوی حکیم عبدالرحمن ساکن نواں ضلع پیلی بھست، وغیرہ ہیں،
 چند مختصر رسالے بھی لکھے جن میں سے بعض چھپ گئے، اور بعض کے مسودے قلت سرمایہ
 کی وجہ سے آپ کے صاحبزادہ (محمد عبداللہ مستعین طیبہ کالج دہلی مارچ ۱۹۳۴ء)
 کی تحویل میں ہیں، ان میں سے "تحفۃ الإخوان بالاحادیث والقرآن" قابل قدر
 ہو، کاشش یہ کتاب شائع ہو جاتی،
 کثیر الاول دستے، مگر ۲ لڑکوں اور ۶ لڑکیوں میں سے صرف ایک صاحبزادہ
 (مذکور الصمد) اور ۳ صاحبزادیاں باقی رہ گئی ہیں،

علمائے شاہجہانپور

(مرحومین)

۱۔ ابوبکری محمد صاحب الارشاد والی سبیل ارشاد

علمائے شاہجہاں پور

(مروین)

ابوبکری محمد

(عید ۱۶۱) متوفی ۱۳۳۸ھ = ۱۹۲۰ء (عید ۱)

مولود منٹ شاہجہاں پور والد کا نام مولوی کفایت اللہ (م ۱۳۳۱ھ) جو کہ
عالم بالحدیث اور عالم بزرگ تھے محدث ابتدائی علوم انہی سے پڑھے، صرف منطق کے لئے
رام پور گئے، مولوی ارشد حسین مجددی - م ۱۳۱۱ھ - سے پڑھا، یہ بزرگ غالی مقلد
تھے کہ میرا صاحب کی کتاب "معیار الحق" کا جواب "انتصار الحق" لکھا، پس
صاحب ترجمہ بھی آپ کے فیضانِ صحبت سے حقیقی ہو گئے، اور کچھ ایسے نزاع لے کر ہمدیث
پر تبراً کرنے میں اپنی نجات سمجھتے، حتیٰ کہ اپنے والد تک کو گمراہ کہتے، اور ان سے
مباحثہ کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہے آتے، تا آنکہ کہیں مولوی محمد بدر الحسن ہسوانی
سے ٹکڑ ہو گئی شب کو کھانا کھانے کے بعد تقلید شخصی پر گفتگو شروع ہوئی مولانا
بدر الحسن صاحب نے فرمایا کہ "جن کو غیر مقدمہ مشہور کیا جاتا ہی حقیقتہً وہ مقلد ہیں اور

جن کا دعویٰ عقیدہ شخصی یعنی حنفی ہونے کا ہے وہ غیر عقیدہ میں مولوی محمد صاحب مرحوم نے اس کی تصریح چاہی مولانا نے فرمایا کہ عقیدہ شخصی دو قسم پر محمول ہوتا ہے (۱) عقیدہ قول (۲) عقیدہ فعلی شوق اول کو ترجیح ہے شوق ثانی رتبہ اول کے مطابق تمام اہلحدیث حنفی ہیں اس واسطے کہ حضرت امام ابو حنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "اترکوا قولی بخیر الرسول" دوسرا قول "وإذا صح الحدیث فمؤذہبی" ان دونوں قولوں کے مطابق اہلحدیث سچے حنفی ہیں اور مقلدین مشہورہ کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے اور باعتبار شکل ثانی کے بھی اہلحدیث ہی سچے حنفی ہیں اس واسطے کہ نتیجہ دہلویہ قدیم مسند و تہذیب اہل بدین گیارہویں عرس قوالی تعزیہ داری وغیرہ وغیرہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ثابت نہیں ہذا وہ اہلحدیث نہیں کہتے اور مقلدین مشہورہ چونکہ ان بدعات کے مرتکب ہیں لہذا ان کا خفیہ کا دعویٰ کرنا بلا دلیل ہے درتقیہ شخصی کی تعریف بھی اہلحدیث ہی میں پائی جاتی ہے کہ جمیع امور شرعیہ میں صرف جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو اپنا ایمان اور واجب عمل جانتے ہیں اس کے خلاف زید عمرو بکر کے قول و فعل کو نہیں مانتے بخلاف مقلدین مشہورہ کے کہ بعض مسائل میں امام صاحب کے مقلد ہیں شادی وغنی میں رسم و رواج کے مقلد ہیں عرس و قوالی میں پیر زادوں کے مقلد ہیں تعزیہ داری میں تیمور لنگ کے مقلد ہیں پھر تقیہ شخصی کہاں رہی کلمہ تو پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور منسوب ہوتے ہیں امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اگر حنفی شافعی وغیرہ ہونا جزو ایمان درکن اسلام ہی تو پھر "آمنت باللہ و ملائکہ و کتبہ و رسلہ" میں لفظ "ائمہ" کو پڑھنا چاہئے

اور اعلان کر دیا جائے

صاحب ترجمہ اس تقریر سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ تقلید سے توبہ کر لی اور مولوی بدر الحسن صاحب سے صحیح بخاری کی سند و اجازہ حاصل کیا، حضرت میان صاحب کی خدمت میں باریاب ہو کر حدیث مکرر پڑھی سند و اجازہ شیخ حسین عربیہ سے بھی حاصل ہوا، دہلی میں کچھ مدت درس بھی دیا، مسائل مختلفہ پر کتب میں بھی لکھیں جن میں سے "الارشاد الی سبیل الرشاد" رد تقلید میں بے مثل کتاب ہے گویا اسے اُن کے زمانہ سابق کا رد عمل کہئے، یہ کتاب نایاب ہو گئی تھی، مگر ادھر ۱۳۵۲ھ میں دفتر المحدثات امرتسر نے اسے دوبارہ طبع کرادیا ہے جماعت میں اس کتاب کی اس قدر عظمت ہے کہ بنفس مصنف عدم کتاب کی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں، مختصر یہ کہ "معراج الحق" (مؤلفہ حضرت میان صاحب) کے بعد "الارشاد" کا دوسرا درجہ ہے

اور — ؟

"الارشاد" کا جو نسخہ خود مصنف مرحوم نے — ۱۳۱۹ھ میں —

مطبع انصاری دہلی میں چھپوایا تھا اس کے آخر میں یہ شہد درج ہے

اعلام

قبل توجہ جمیع المحدثات کثر ہم اللہ

ہم ایک کتاب تراجم الحدیث میں مرتب کرنا چاہتے ہیں اور کچھ مواد جمع

بھی کر چکے ہیں اس کتاب میں صرف ہندوستان جس میں پنجاب، بنگال، افغانستان

۱۵ از اخبار المحدثات امرتسر بابت ۲۹ صفر ۱۳۲۵ھ

وغیرہ بھی شریعت میں ہیں کے عدائے اہلحدیث کے تراجم سمجھنے کا ارادہ ہے جو قریب کے
زمانوں میں گزرے یا اب موجود ہیں اہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں
کہ وہ ہم کو اس کار خیر میں مدد دے کر ماجر نہیں گئے جہاں تک ان سے تلاش
ہو سکے تحقیق کر کے صحیح صورت عمنائے اہلحدیث کے ہم کو لکھیں جو اہل علم خود اپنے
تراجم سے ہم کو مطلع فرما کر معزز فرمائیں گے وہ نہ صرف ہم کو ممنون بنائیں گے بلکہ
دین اسلام کو بھی فائدہ پہنچائیں گے

تقریباً یہ تراجم ہم کو رمضان ۱۳۲۱ھ کے اندر اندر پہنچ جانے چاہئیں
جو بعد اس کے وصول ہوں گے غالباً کتاب میں شائع نہ ہوسکیں گے ضمیمہ میں
شائع کرنے پڑیں گے

راقم ابو یحییٰ محمد از شاہجہاں پور دہلیکتہ مؤرخین
یہ کتاب (یقیناً) نہیں چھپی نہ اس کے مسودہ کا ماجر معلوم ہو سکا
لیکن خدا کی شان تو دیکھئے کہ آج ۲۵ برس بعد اسی نام کی کتاب
(تراجم اہلحدیث) اور اسی کثرت سے مکنی (ابو یحییٰ) ایک اور شخص لکھ رہا
ہے، کثرت بہت کے اس اظہار پر مجھے مطلوب نہ سمجھے گا، کہ

چوں صوفیوں بجا لست قصہ در سماع

ما نیر ہم بشعبہ دستے بر آوریم

فلسد احمد من قبل دمن مجد، مرحوم نے شاہجہاں پور ہی میں دفات پائی

... صوفیوں کو خوشامد میں نہ سمجھتا تھا۔ وہ دین میں نہایت محنت و جدوجہد کرتے تھے۔

علمائے فیض آباد

(موجودین)

۱۔ محمد یوسف شمس

علمائے فیض آباد

(موجودین)

محمد یوسف شمس

(عدد ۱)

(عدد مسلسل ۱۷۲)

بن نوب محل صاحب بن نواب آغا محمد بن نواب اصغر الدین حیدر بن نواب

سراج الدین حیدر بن نواب شجاع الدولہ والی اودھ و فیض آباد

تاریخ دولت ۱۷۳۰ء از ذالحد ۱۲۰۰ھ شیعی گھرنے میں پیدا ہوئے اور اس نوابی خاندان

میں جن کی صولت و سطوت کا ڈنکا انگریزوں کے آنے تک بھی چا رہا انگ عالم میں

بجائے رہا و تلک الایام نذاولہا بین الناس

ساتھ میں پہلے معلم ایک شیوہ میاں جی دوسرے بھی شیوہ علم حتی کہ قریب

ہست و حکیم محمد مرزا بھی اسی جماعت کے فرد تھے ان "اصحابِ ثوثہ" کے سوا مولوی

حکیم سید مشتق علی صاحب دیوبندی سے پڑھا قرآن کریم حفظ کیا علم تجوید بھی حاصل

کیا اور فن منظرہ میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے استفادہ کیا، آپ کی خدمت میں باریابی سے پہلے اگرچہ آبائی مذہب سے دست بردار ہو چکے تھے مگر ابھی عمل بالحدیث سے کوسوں دور یعنی بریلوی عقیدہ پر تھے بتدریج عمل بالحدیث تک پہنچے جس پر "لواربنا اللہ ثم استقاموا" کی مانند قائم ہیں اور جماعت اہلحدیث کے بڑے سرگرم رکن ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۰ء سالہ "اہل الذکر" جاری کیا، جواب تک کئی وقفوں کا شکار ہو چکا ہے مگر اس کی زندگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اس وقت بھی اس کے آواز "ہو حق" کی توقع ہو

سلسلہ بریلوی عقیدہ سے اس زمانہ کی ایک نئی پیداوار سمجھنا چاہئے یہ جماعت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے مگر "دیوبندی مقلدین" کا اور یہ بھی بچائے خود ایک جدید اصطلاح ہے یعنی تعلیم یافتگان مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں "بریلوی" کہتے ہیں بات یہ ہو کہ رائے بریلی یوپی میں ایک حنفی عالم سووی احمد رضا خاں ابھی ابھی گزے ہیں یہ عجیب رسوم فاتحہ خوانی، چلم برسی، گیارہویں، عرس، تصویر شیخ، قیام میلاد، استمداد بہ اہل اللہ یعنی بہ غیر اللہ (مثلاً یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیار اللہ) اور گیارہویں کی نیاد وغیرہ سب کے مجوز و موید تھے اس وجہ سے سلسلہ دیوبند (دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور) کے مقلدین اخاف نے انہیں احاطہ تقلید سے باہر کر کے "بریلوی" کے خطاب سے موسوم کیا، اسی طرح ان حضرات (بریلوی) نے دیوبندی عقیدہ کے مقلدین کو انہی مسائل کے انکار کی وجہ سے تقلید مطلق سے نکال کر غیر متقد اور وہابی کے نام سے موسوم کیا، اس وقت دونوں جماعتیں باہم برسر پیکار اور دونوں ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق میں سابق ہیں صرف

مولانا محمد یوسف صاحب شریعتی کہتے ہیں: جن میں قومی نظمیں پر عطف ہوتی ہیں
اس پر پڑھنے کا طرز ایک سماں بندھ جاتا ہے۔ راقم الحروف کو اس "استماع" کو تخیل
وسن، آل انڈیا اہمیت کا نفرنس کے بعض سالانہ جلسوں پر ہوا اس سلسلہ میں
یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کی انہی برجستہ نظموں اور ان کے حسن مقال پر بانی
کا نفرنس اہمیت سید بقوم مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری نے
آپ کو "حسان" کے خطاب سے سرفراز فرمایا،

حسنت پر فقیرانہ میری وہ شہر خواہاں

چاہے تو فقیرانہ سے شہر مانہ بنادے

چہ جائیکہ مولانا ممدوح (صاحب امرتسری) کی شکر بیانی نے بھارت خود تمام مسلمان
ہند کو صداوت اندوز کر رکھا ہے،

تفسیر محمدی مصنفہ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی (دہلوی) کی تقریب اشاعت
یہ مسدس لکھی،

مسدس

ساقیہ دہ عوفوں سے چھلے دے مجھ کو جام ک کوثر قرآن کا پیر دے مجھ کو
ہر بھی خیر کثیر اس کی ولا دے مجھ کو دے وہ مے جو مے مولائے دے مجھ کو

دہر میں نہر لبین نہر غسل ہے تو یہ ہے

حق کے متوالوں کا اک حسن عمل ہے تو یہ ہے

وصیف قرآن میں قلم ہو کے چہ سر بسجود جن قرآن سے یہ پڑھتے ہیں شہر بھی درود
روشنائی ہو کر ہے دیدہ شہر ہر دشمنود ہر سطر میں صفیحی ب محمدی نور

ہیں حرف جتنے انہیں دائرہ نور کہو
جتنے نقطے ہیں انہیں مردک جو کہو

نور قرآن حقائق کی ضیاء دیتا ہے
اس کا جلوہ جسے اللہ دکھا دیتا ہے
دہر کو جلوہ انوار ہدیٰ دیتا ہے
اُس کا دل روشنی ارض و سما دیتا ہے

حق کی مشکوٰۃ ہے مصباح ہدایت ہے یہ
دافع ظلمتِ جہل اور غواہیت ہے یہ

بجز موتِ ارج معارف و معانی ہے یہ
موج نسیم ہی کوثر کی روانی ہے یہ
جس کا ثانی نہیں و سبعِ ثانی ہے یہ
جس کا ہر قطرہ ہی موتی وہی پانی ہے یہ

آبرو جس سے ہر دنیا کی وہی آب ہے یہ
بے بہا کئے جسے گوہرِ نیاب ہے یہ

خلق میں خالق عالم کی ہی حکمت یہ کتاب
منعم فیض ہے اللہ کی نعمت یہ کتاب
اُسے بندوں میں ہر صفت اسکی شریعت یہ کتاب
ساری دنیا پہ ہر اک بارش رحمت یہ کتاب

حق نہائی کا ہے آئینہ شفاف یہی

دینِ بیضی کے مدِلم کا ہر کشف یہی

اس کی تعلیم کو آید وہ معلم وہ حکیم
جسکی ہر بات ہر اک کام تھا ہر مہم
رشد و حکمت سے بھری جسکی حق ساری تعلیم
جسکی تقویمت اقوام ہوا یہ دینِ تویم

سنت ظاہر و نہی حق کی تطہیر مہی

اُس کی ہر بات سے قرآن کی تفسیر مہی

علم برحق کا معلم تھا وہی رُشد مآب
فقہ دینی سے مزین تھے اُسکے اصحاب

بادشہ نور کا حق سب سے جہاں پہنچا دے گا
 سکتے شگرد ہوئے ابر کرم سے سیراب
 نور سنت ہی کا اصحاب کے آثار میں ہے
 اصل قرآن کی تفسیر انہیں انوار میں ہے
 یونہی تو ستر آن کی دُنیا میں یہ صمدِ تغیر
 رنگ ہر گل کا جدا ہو کی جدا ہے تغیر
 پر احادیث سے آثار سے ہی جس کا غیر
 ہی وہی خیر کثیر از قلم ابن کثیر
 جس کی ہر بات پہ آثار و سنن سے ہو
 کل تفسیر میں ہی ایک یہ تفسیر طویل
 شرح اور بسط میں اور وسع زالی ہے یہ
 رکھتی ہر بات میں اُل مطلب عالی ہے یہ
 آیت و سنت و آثار میں عالی ہے یہ
 فصل اجمال ہی ابہام سے خالی ہے یہ
 آیتوں ہی سے ہر آیت کی یہ غصیل اس
 اُس پہ آثار و احادیث سے نکلیں اس
 مددِ حق ہی جہاں دگر کی تفسیر
 حق تو یہ ہی کہ ہے کبر ہی تفسیر کبیر
 کیوں ہو اسکے مصنف تھے امام ابن کثیر
 حافظ و حجت امام ابن شریعت کے امیر
 الغرض نور کے سپنے میں دھلی ہی کتاب
 حاملِ وحیِ خفی اور جلی ہے یہ کتاب
 پرستی اس مہرِ عرب کی نرانی ہی میں دھوم
 اسکے انوار سے اردو کی زبان بھی محروم
 نور دینی کا ہی دہلی میں جو مہتابِ علوم
 نام ہنہام بنی کس کو نہیں ہے معلوم
 ہی محمد ہی جو راہِ محمد پر ہے
 جان و ردل سے فدا سنتِ احمد پر ہے

اُن کی تقریر بھی دلچسپ ہے تحریر بھی خوب
 اُن کا اختصار ہے دینداروں کو دل سے محبوب
 اُن کا اندازِ تنقید ہے دلوں کو مرغوب
 اہل تصانیف سے اس کی ہوا باطل مرغوب
 شور و حق سر کا ہر اک نعرہ مستانہ ہے

اہل باطن کے لئے موت کا بیعانہ ہے
 ہر محمد کے لئے شمس کی دل سے یہ دُعا
 یارب اس عالم حقل کو ہر اک شمس سے بچا
 فضل سے اپنے اسے نوح کی کر عمر عطا
 دین کے کاموں میں معرفت اسے رکھ تو سدا
 اس کی تصنیف سے دین میں اُجالا کرے
 (ماہنامہ ہمدی)
 اس کے حناد کا منہ خلق میں کیا کرے

اب تک یہ کتابیں آپ کے قلم سے نکل کر طبع ہو چکی ہیں یعنی انوار المبین (رد مومنوں
 و گیارہویں وغیرہ میں) اثبات آئین، آفتاب تحقیق (شعوی، امام ابو حنیفہ
 شیخ عبد الوہاب نجدی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے حالات پر تفسیر المبتدعین،
 قاعدہ قرآنیہ، دین کی پسلی کتاب سے دین کی پانچویں کتاب تک (اردو میں بچوں
 کی دینیات کا سلسلہ) کلیہ دینی، کفر شکن (آریوں کے ۱۰۰ سوالات کے جواب)
 مقدسین کی قصص الوتین، کتاب ایمان، مجمع (حدیث کی کتاب الطہارۃ حصہ اول)
 رد اکاذیب ہادیہ، برائین شمسید (مشرکین کے رد میں) ہدایۃ الیسنی (رد منکر نماز بنی)
 جوہر بے بہادر و داہل بہا (بابیوں ایرانیوں کے رد میں) تلخ شیعہ، شیعوں کے
 فرقوں اور اُن کے بانی (غالباً ابن سبہ) کے حالات میں (وغیرہ) ان کے سوا
 اور بھی کتابیں لکھیں جن میں سے کچھ گم ہو گئیں اور بعض ابھی زیر ترتیب ہیں۔

علمائے رام پور

(مرحومین)

- ۱۔ السید حیدر علی { اشقیقین
- ۲۔ والسید محمد علی
- ۳۔ ملا نواب
- ۴۔ سید مفتی بشیر الدین
- ۵۔ عبد القدوس
- ۶۔ جعفر علی خاں
- ۷۔ سید محمد شاہ

علمائے رام پور

(مرتبین)

السیدین الشقیقین الخلیقین السید حیدر علی و السید محمد علی
(۱)

السید حیدر علی بن سید عنایت علی

(معدّل ۱۴۳) متوفی ۱۶ رذی الحجہ ۱۲۷۷ھ (عہد ۱)

خليفة امير المؤمنين الكرام السيد احمد رحمه الله تعالى
مولد رام پور علوم و فقہ رام پور ہی میں مولانا عبد الرحمن قسطنطنی اور مولوی
محمد حیدرانی سے پڑھے آخر الذکر سے شرف مصاہرت بھی نصیب ہوا، نواب
احمد علی خان الی ٹونک کے عہد آخیز میں ٹونک وارد ہوئے دربار سے انساک
ہوا اور عزت و شان کی زندگی بسر ہونے لگی ٹونک میں سلسلہ تدریس بھی

تکم فرمایا، اللہ مطلب بھی، علوم میں بے مثل اور عرب میں سب شرف حاصل نہ
نواب وزیر الدولہ مرحوم آپ کے شاگرد تھے

مولانا فضل امام بن مولانا فضل حق خیر آبادی نے پتہ والد مرحوم
کی تعلیم میں سیدنا شاہ محمد اسماعیل شہید (دہلوی) کی تصانیف و اعتراضات
کے، تو ان کی مدافعت کے لئے سید صاحب (مولانا حیدر علی) آگے بڑھے
جس کا صاحب "ایمانع الجنی" (حنفی مصنف) کہتے ہیں

ولہ مع شیخنا ابی العار، بفضل بن الفضل الخیر آبادی مباحثات فی

شان امیل یحویا بطون مولفہا تہا بدت منہ غذا بحت ہو دور

اعلماء " (جہاد بجا علوم ص ۱۹۰)

ترجمہ

زان کے ہمارے شیخ (ابوالعدا، فضل امام بن فضل حق خیر آبادی کے
ساتھ دشاہ اسماعیل کے متعلق مباحثے ہوتے رہے اور سید صاحب ہم سے
شیخ کی تصانیف کا رد کرتے رہے)

اس پر حضرت دلا جاہ نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں -

"وقت دلیح ان، لحن فی تدک المباحثات جید السید، جید الشیخ

کما ینظر من الرجوع الی کتبہا عند نظر الانصاف و قدر ایت کثا

ولم اہ السید کما، ایت الشیخ، (اجبہ علوم ص ۱۹۰)

ترجمہ

(مگر میری رائے میں ان مباحثوں میں سید (حیدر علی) حق پر تھے نہ کہ

شیخ (ابوالعلا فضل امام) جب کہ ان ہر دو حضرات کی تصانیف پر نظر انصاف
ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہی

سید صاحب کے مولفات میں رسالہ اثبات رفع الیدین فی الموضع
الرابعة من العقود (فارسی) جسے آپ نے مولوی سید محبوب علی دہلوی
کے ایک فارسی رسالہ کے رد میں لکھا

دوسری تالیف حیاتیۃ الناس عن دوست الخناس (اردو میں)
عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کسی ایسے ہی منتہی کے استیصال میں
لکھا ہو گا، واللہ اعلم

اور مولوی محبوب علی صاحب بھی جہاد کو ہستان میں حضرت امیر
السید احمد کے ہمراہ شریک جہاد تھے مگر بعض خدوت کہ جن کا ذکر آگے
آتا ہے کہ بہانہ سے عین محاذ سے لوٹ آئے اور دہلی آ کر ان حضرات (مجاہدین)
کے جملہ اختصصات کے خدوت مورچہ قائم کر دیا، حتیٰ کہ جب غازیوں کے
ستھراؤ سے جمعیت کا شیرازہ بکھر گیا تو یہ بزرگوار یعنی سید محبوب علی
ان کے اتباع کے مسک لزوم باسنہ کی مخالفت پر اتر آئے چنانچہ سید
حیدر علی صاحب کا رسالہ "اثبات رفع الیدین" مولوی سید محبوب علی صاحب
کے انہی مقالات کے جواب میں ہے

اور مولوی سید محبوب علی

دہلی کے باشندے علم اکمل جہاد میں غازیوں کے شریک آپ کا سربراہ
سید احمد صاحب کے لشکر سے پیچھے پیچھے تھے کہیں راہ میں درانیوں نے

روک یہ مولوی محبوب علی صاحب اس سے سخت برا فروختہ ہوئے، امیر المومنین کو لکھ کر کفار سے پہلے ان کو لگو کا فروتن سے جہاد کیجئے، مگر سید صاحب اس پر کہناں راضی ہو سکتے تھے، دھرم مولوی صاحب بات کے کچی بگڑاتی ہی گئی کہیں سید صاحب کے نظام مطبخ پر اعتراضات کرنے لگے، اس پر بھی اجوا ہوئے تو سید صاحب کی قیادت پر معترض ہوئے، جس پر سید احمد صاحب نے فرمایا کہ

”اگر آپ کے نزدیک میں مائن اس کام کے نہیں ہوں تو خود آپ کو سید اور عالم اور ہمارے جامع بحیثیت صفات ہیں اس بارگزاں کو فتیٰ کریں آپ امام اور میں آپ کا تابع ہوں، مجھ کو کچھ سر داری اور ریاست کرنی منظور نہیں بلکہ اس کا انصرام منظور ہی، اب آپ ہی اس کا انصرام کریں“

تواریخ عجیبہ ص ۱۰۷

مگر کوئی بات کارگرنہ ہوئی، آخر کئی سو غازیوں کو دروغنا کراپنے ہمراہ دہلی لے آئے، اور یہاں پہنچ کر اس سلسلہ کے خلاف ہنگامہ برپا کرتے رہے تا آنکہ شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب صاحب کی سعی سے یہ فتنہ فرو ہوا،

(مفاد از تاریخ عجیبہ ص ۱۰۸)

تردید تفسیر

سید حیدر علی صاحب آخر الذکر رسالہ (میانہ الناس عن سوستہ الخناس)

میں فرماتے ہیں :-

”ایک شخص معین کی تفسیر پر اگر کوئی اذالہ شرعیہ اربعہ سے ہو تو لاؤ ذکر کرو :

جو شخص تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب کتب پر دہ خطا کرتا ہے۔
ایک ذریعہ فتویٰ میں فرماتے ہیں :-

”وہم جنیں تقلید کا ہے شرک ہم سے باشد و ان قول غیر حضرت شارع
است در دین بے آنکہ وراہ کی از قول شارع دانہ موافق تحقیق
این امام اجل چنانکہ حدیث عدی بن حاتم نیز مشربان است“
اصناف و استدراک

یہ روایت سید شرف الدین ثوکی استاذ ذریعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
مولانا محمد حیدر فی نے خود پڑھا کر آپ کو شاہ عبدالعزیز صاحب محبت دہلی
کی خدمت میں لایا جہاں سیدنا شاہ محمد سمیع شہید کے ہمراہ پڑھا شاہ عبدالعزیز
صاحب ذمہ فرماتے ”میرے ان تین شاگردوں میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ خصوصیت
رکھتا ہے سمیع کو اللہ نے دین کے لئے پیدا کیا، عبد الرحیم عفی پوری کو دنیا
کے لئے اور حیدر علی کو دین و دنیا دونوں کے لئے پیدا کیا“
شاگرد

مولوی امام الدین کشمیری و مولوی احمد علی سیاب صاحب صف سید محمد علی رائے کے

”مولوی عبد الرحیم عفی پوری بن عبد الرحیم عفی پوری“ دانشمند تبحر در علوم دینیہ
تھے و فردا شہت از کتاب صفت او شرح قصیدہ مستبصرہ و غایتہ البیان فی
علم السنن و بیان قواعد عرفیہ و المناکک البسیہ فی حق، عبد الخویر ضرورہ
الادیب فی المونث السماعی و منتہی الدرب فی کلام العرب ترجمہ قاموس و
جہرہ مشہور اند تالیف و نقلش معلوم نہ شد۔ (تذکرۃ علما ہند ص ۱۱۹)

برادر خورد) و نواب سید صدیق حسن خاص رئیس بھوپال و مولوی برہان الدین
 ٹوٹی و مولوی بزرگ علی مارہروی و سید عبدالرزاق (شوہر سیدہ سودا بی
 دختر صاحب ترجمہ) مولوی تشید الدین ام القدر بریلوی (شوہر سیدہ سکینہ بی
 دختر صاحب ترجمہ) اور ان کے صاحبزادہ سید حمید الدین

اولاد

۳ صاحبزادی یعنی سودا بی سکینہ بی نجیہ بی اور ۲ صاحبزادگان
 علی یعنی سخی میاں و ذکر یا میاں

ان تین سادات بی طیبہ تھیں اور اپنے والد گرامی قدرت فیضیاب علوم
 طب بعض کتب احادیث، عمر و عورتوں کا معالجہ فرماتیں اور کبھی معاوضہ قبول
 نہ کرتیں بچیوں کو بڑھاتیں بقیہ اوقات سادات و عبادت میں گزارتیں

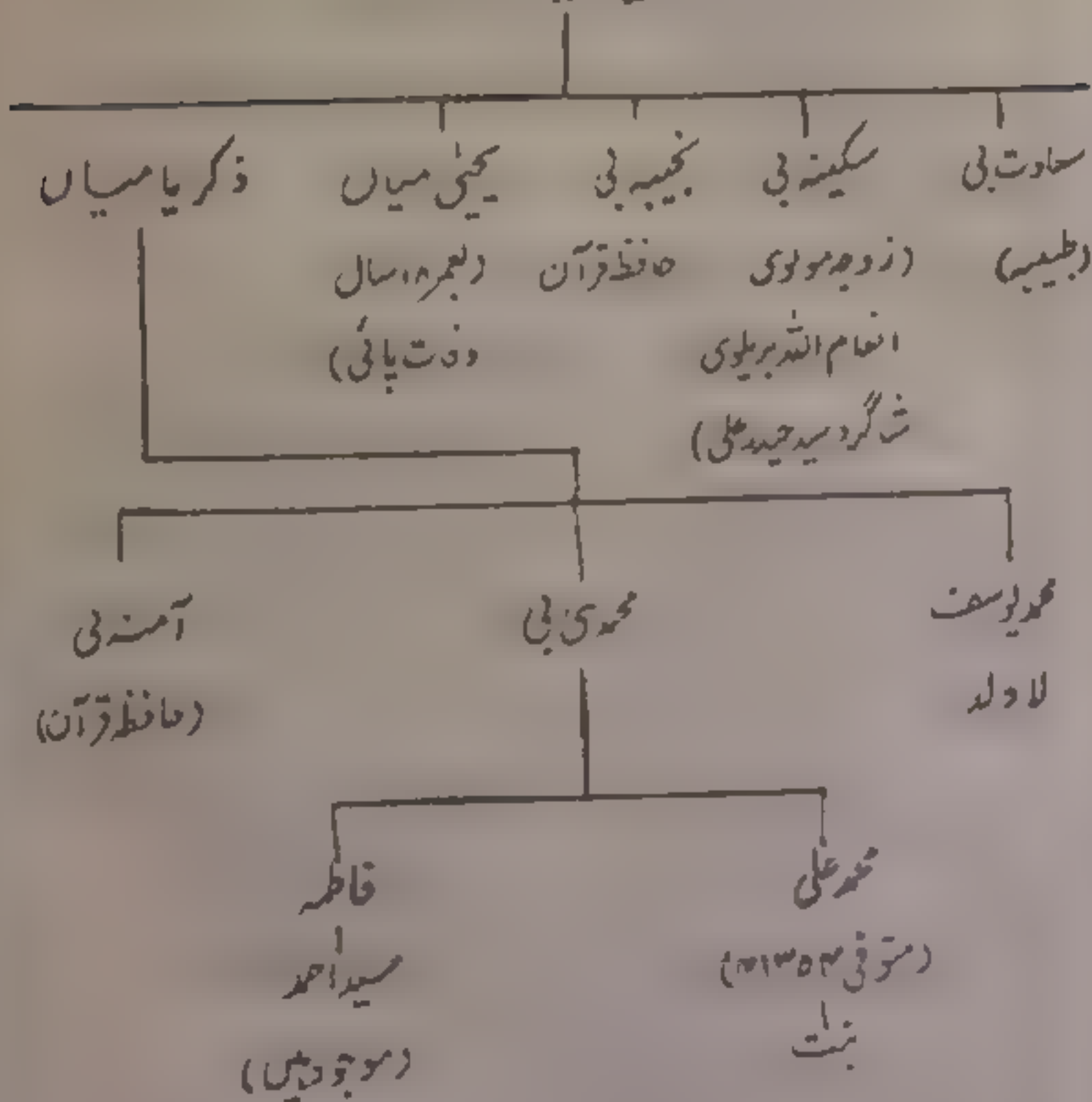
اور نجیہ بی ؟

بے حد کریم النفس تھیں جو مہنہ لگیا جب تک س نے چاہا قیام پذیر رہا خود
 کبھی جانے کا اشارہ نہ فرماتیں غریب ترکیوں کی شادی اپنے سرف سے کر دیتیں
 آخر عمر تمام وقت عبادت میں گزارا

ذکر یا میاں ۱۵۰۹ء میں تمام اہل و اطفال کو ہمراہ لیکر حج کے لئے
 گئے اور واپسی پر اندور میں داعی اجل کو بیگ کہا شیخ حسین عربی کو
 آپ ہی ہندوستان لائے تھے آپ کی اولد کا سلسلہ جاری ہے جس میں
 اس وقت میاں حکیم سید احمد منشی ذہن و پشیل مجسٹریٹ قابل ذکر ہیں

شجرہ اولاد و احقاد

سید حیدر علی



(ب)

سید محمد علی (بن سید عنایت علی)

خلیفۃ المومنین الکرام السید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

(سلسلہ ۱۴۳) متوفی ۱۲۵۸ھ = ۱۸۴۲ء (عہد ۲)

ان مردانِ خدا سے ہیں جن کی گردنیں امام جہاد سید احمد (عہد ۲) دس
صدی کے رقبہ بیعت سے مزین ہوئیں سرحد کے س خونیں می ذیامیر المومنین کے
دش بد دش لڑے جہاں فتح و مذلت اور حق و باطل کا امتیاز ہو کر رہا اور
جس محرک نے علمائے حق کو بندگانِ ہواد ہو کس سے متمیز کر دکھایا

عین ہنگامہ کارزار میں سید محمد علی اور صاحب ولایت سیدنا ولایت علی
صادق پوری کو امیر المومنین نے ہندوستان نوٹ جانے کا حکم دیا جس سے
دونوں صاحب یوس ہو گئے کہ جہاد کی برکات کے سامنے غلط و تذکیر کے
ثواب کیا حقیقت رکھتے ہیں مگر جب امام نے فرمایا کہ
”ہم آپ کو تحم کر کے اٹھاتے ہیں“

تو دونوں حضرات قدرے مطمئن ہو کر مدد دت فرمائے ہند ہوئے مولانا
ولایت علی صاحب نے دکن (حیدر آباد) پر توحید و سنت کا علم لرایا اور
سید محمد علی صاحب نے مدراس پہنچ کر دعوتِ انیت کا ڈنکا بجایا، قیام گاہ
مولوی عبد الرب خلیف مولانا عبدالحی کا مدرسہ تھا، غلط شرع ہوئے
گھر گھر ہی ذکر ای ہزاروں بندگانِ خدا نے شرک بدعت سے تبرا کیا :

ایک روز نواب محمد خاں عالم خاں تہور جنگ دسومہ صاحبوں کے
جھڑپ میں تحقیق عمارت کے لئے حاضر ہوئے مگر یہاں آکر پہلی ہی تہر
عشق میں پاؤں ایسے زخمی ہوئے کہ گویا

نہ کھڑا جائے ہر جگہ سے نہ بھاگا جلدئے ہر جگہ سے

شرف بیعت سے مفتخر ہوئے "اب تک ان نواب صاحب کی محض سرود
کا یہ عالم تھا کہ ایک کمرہ صرف آفات موسیقی کے لئے محقق ہر مہر معارف
کے انوار و قسام، درار باب موسیقی کی تعداد کہاں تک ہوگی نواب
صاحب (مرحوم) ایسے متثر ہوئے کہ ان جملہ آلات کو توڑاں شروع
کرادیا، بعض شوقین خریدنے پر مصر ہوئے، مگر آپ نے

اس خرقہ بے معنی غرق مے ناب ادنیٰ

کے مطابق سب کو پکڑا چڑھ کر کے پھینکوا دیا،

ان نواب صاحب کی والدہ سیدنا عابد شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی
اولاد سے تھیں اور کچھ بڑے گزرا کہ انہوں نے رویہ میں اپنے جد بزرگوار
سنت شاہ جیلانی سے بیعت کی درخواست کی، مگر جناب نے اپنی بیعت
ایک نوجوان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کی بیعت کرنا، اس رویہ
کے بعد جب سکیم صاحبہ کسی بزرگ کی بیعت کرنا چاہتیں تو کسی حیلہ سے پہلے
"ہیں دیکھ لیتیں مگر وہ شکل نظر نہ آتی، آخر اسی رویہ کی بنا پر سید
محمد علی صاحب کی دعوت بھی کی گئی، سکیم صاحبہ نے پردہ سے دیکھا تو وہی
— شکل پائی جو رویہ میں دیکھی تھی اور بعد بڑو نیا ز بیعت سے شرف

ہوئیں

زمانہ قیام مدراس کے۔ اوقات بہت طویل ہیں مختصر یہ کہ جب لوگ
 جوق در جوق حلقہ توحید میں شامل ہونے لگے تو شدید زبردستی و دلداد گمان
 ترک کی روزی کے، سبے پڑ گئے، آخر ان "اکالین" سمیت "نے" کو رنٹ
 سے درخواست کی کہ مدراس میں سید صاحب کے مخفوں کی تعداد بڑھتی
 جا رہی ہے مبادا ان کو زخم چشم پہنچے، بہتر ہو آپ کو حفاظت کے ساتھ یہاں سے
 رخصت کر دیا جائے، اس پر گورنمنٹ نے از رو کرم آپ کو حفاظت ہی کے
 ساتھ مدراس سے کھٹہ پہنچا دیا (۱)

میرے دل کا خوں کریں گی میرے خوں کا ہو گا پانی
 یہ نواز شیش بھٹا ہر یہ غنائیں زبانی

مدراس میں داخلہ محرم ۱۲۴۵ھ میں ہو در رخصت ۱۲۵۲ھ میں
 دوران سفر حج بیت اللہ بنارس میں نزل اجوا فرمایا، کھٹہ کو اپنے
 قدم مہمنت لزوم سے عزت بخشی اور جہاں بھی قیام فرمایا وعظ کیا اور جہاں
 بھی وعظ کیا، جوق در جوق لوگ بیعت سے مشرف ہوئے بنارس میں
 ایک صاحب اقتدار بزرگ خلیفہ عبدالرحمن مودہ لکھنوی مقیم تھے ان سے ملے
 لزوم بیعت کا تذکرہ ہوا، انہوں نے بھی اس میں اپنی شمولیت کو فخر سمجھا،
 اور یہ بیعت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہوتی، نہ کہ تخصیص زکوٰۃ و تقریر ائمہ
 مساجد کے لئے، جب کہ آج ان پاکوں کے نام لیواؤں کے طریق ہیں،
 ان "مدعین بے خیر" سے "عشق ز پروانہ بیاموز" کا ناگفتی راز کیسے کہ

جئے ”لہم قلوب لا یفتنون بہا“

دل کے پھپھوٹے جس اٹھے سینے کی آگ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا یہ اس شہید راہ اسلام کی روئداد عمل کا ضروری

اقتباس ہے اب آپ کے کتبائے ستم و حسب کا ماجرا لکھا جاتا ہے اور اسی پر

خاتمہ ذکر احوال مقدس ہے

”مولوی سید محمد علی ہودی حیدر علی رام پوری کے بھائی تھے سید احمد صاحب

کے خلیفہ اور حقیقی بھائی تھے فارسی کے شاعر تھے باغ رحمت بزبان فارسی

ان کی تصنیف سے چھپ گئی ہے نواب محمد علی خان بہادر دہلوی ٹونک نے

طبع کرائی تھی اس حدیث کا ترجمہ ہے ”الہ آباد انتقال فرمایا“

اصناف و استہراک

برداشت سید شہرت الدین صاحب ٹونکی استاد فارسی جامعہ اسلامیہ دہلی

اولاد

سیدہ عائشہ بی بی یہ خاتون سید شرف الدین صاحب افصحی دیاس

(استاذ فارسی جامعہ اسلامیہ دہلی) کی نانی ہوتی ہیں اس سلسلہ علیہ

میں سید اسماعیل صاحب کا ترجمہ عم سے ٹونک میں ہے گا اور قابل ذکر افراد

ایک نوجوان سید محمد صاحب ایم اے (ٹونکی) ٹیچر مسلم یونیورسٹی ہیں

سیدہ عائشہ بی بی حضرت سید احمد (امیر مومنین) بریلوی سے بیعت تھیں

بے تذکرہ کاہن رام پور ص ۳۶۱

فرمایا کرتیں میری ماہرہ کی عمر میں سیدہ صاحبہ نے مجھے گود میں بٹھایا۔
 زبان مبارک میرے منہ میں دی اور دعا میں دیں آپ ہی کی برکت تھی کہ سیدہ
 جو دعا اللہ سے کرتیں قبول ہوتی،
 قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھتیں اور کتب اللہ کے مطالب پر دسترس
 بھی حاصل ہوتی،

(شجرہ اول دو احفاد)

سید محمد علی

عاشق بی صغریٰ بی بانو بی کلثوم بی احمد علی سیب ابراہیم عبد الحزیز
 خمس النسب

سیدہ بی شرف الدین جمید اللہ خالد انیسیل
 سید محمد ثونکی (استاد فارسی) (متوفی ۱۳۲۶ھ) (متوفی ۱۳۳۴ھ) (اں کے حالات
 ایم اے جامعہ ملیہ دہلی) کتب میں موجود ہیں

شیخ مسلم بن یوسف
 اسکول کی والدہ

ملا نواب

دعوتِ مسیح ۱۲۸۳ھ سن ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۱ء) (۱۸۵۱ء) (۳۰۹ھ)

مولد و منت موضع بوبلی (سہ قہ پٹ در) والد کا نام سعد اللہ خاں قوم افغان
آپ کی والدہ سیدانی تھیں اور اجہ داد احمد شاہ ابدالی کے عہد میں راجہ آرا بد
ہوئے مرحوم کا پورا نام نواب خاں تھا جزو آخر انکسرا حذف فرمادیا

بانی دہلی کی ابتدائی کتابیں دہلی ہی پڑھیں سن ۱۳۰۹ھ کو پہنچے تو زمینداری
چھوڑ کر اودھ تشریف لے آئے مدت تک سکھوا اور رام پور پڑھتے رہے مولانا
فضل حق مرحوم خیر آبادی سے منطق و فلسفہ پڑھا اور وہی رہ کر حکیم امام الدین خاں
سے طب جن کے بعد حکیم مسعود الدولہ بھنوی سے بھی تجدید کی دربار اودھ سے
عطیات خسرانہ سے سرفراز ہوئے اور ملا نواب خاں کا خطاب عطا ہوا کہ
جس کی وجہ سے ہمیشہ ”ملا“ کے لقب سے ملقب رہے خالص پور (اودھ)
کے ایک شریف خاندان کے ہاں شادی ہوئی اگرچہ دینیات میں انکسرتھے
مردنیہ کے رہنے خود کو ہمیشہ ایک حبیب کی حیثیت سے پیش کیا

مولانا فضل حق خیر آبادی کی سعی و سفارش سے نواب سید
کلب علی خاں مرحوم والی رام پور کے استاذ مقرر ہوئے جس کی وجہ سے
زندگی بھر نواب صاحب آپ کے کفیل رہے آئے ہرزیدہ (حب ز)
کی مرمت پر سوال کلبہ روپیہ نواب صاحب نے آپ کی تحریک
پر صرف کیا

رام پور سے بھوپال تشریف لے گئے یہ زمانہ نواب سکندر سلیم صاحبہ کا تھو
 درباری جیسوں میں ملازم ہو گئے وہیں سے ہجرت کا عزم کیا جس کی بڑی مشکل
 سے اجازت ملی اور ۱۸۵۵ء میں باد بانی جہاز کے ذریعہ مکہ معظمہ حاضر ہوئے
 ۱۸۶۳ء میں نواب سکندر سلیم صاحبہ کے لئے گئیں اس کے بعد ۱۸۷۱ء میں
 نواب کلب علی خاں کے دونوں بیٹوں کے لئے اصرار کیا مگر آپ نے
 ہجر کو ترک نہ کیا

مکہ معظمہ کے علما آپ کو مستحکم مانتے مرحوم نے اواخر عمر میں قرآن کریم
 حفظ کر لیا۔ ذات باری کے صفات بیان کرتے تو روتے پاتے اور آخر عمر
 یہ کہ مولد ابنی ہی میں ۸۵ سال کی عمر میں بو رخصت خرق رحلت فرمادی
 ۵ صاحبزادے چھوڑے جن میں حکیم مولوی محمد اسماعیل ایک لائق طبیب کی
 حیثیت سے حوزہ میں بھی والد کی خدمت میں حاضر رہے اور اب کچھ عرصہ
 ہوا کہ وفات پا چکے ہیں

۵ نواب سکندر سلیم صاحبہ نواب قاسم سلیم صاحبہ کے بطن سے تھیں ۱۲۲۳ھ
 سن ولادت ہجری ۱۲۲۳ء نواب محمد جہانگیر خاں سے ہوئی صرف ایک صاحبزادی نواب
 شہجہاں سلیم مرحومہ آپ کے بطن سے تھیں ۵۲ سال کی عمر پائی اور ۱۲۸۵ھ
 کو رحلت فرمائی (از بیگمات بھوپال)

سید مفتی بشیر الدین

(عدد مسلسل ۱۷۶) متوفی ۱۳۰۵ھ = ۱۸۹۱ء (عدد ۴)

”مولد منشاٹ بھاراں پور محمد غزنی، والد کا نام سید عبداللہ عرف تنہے میں جو سید عبدالرزاق خف اکبر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے نواب سید احمد علی بہادر کے عہد میں رام پور آئے اور مفتی شرف الدین اور مولوی حیدر علی سے تمام علوم پڑھے نسبت بیعت شاہ مشیر علی خف سید غلام علی رزاقی سے تھی، صاحب تقویٰ بزرگ تھے، آخر دم تک ریاست رام پور میں مفتی عدالت فوجداری رہے، اور نہایت دیانت سے اس خدمت کو سہرا انجام دیا، کوچہ فرسٹن میں رحلت فرمائی اور سرے دروازہ کے باہر منشاٹ کے تیکرہ میں دفن ہوئے یہ

عبداللہ خاں

(عدد مسلسل ۱۷۷) متوفی ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء (عدد ۵)

”ولد حافظ اکبر خاں اصل میں خان پور کے رہنے والے تھے بعد از رام پور آئے، ابتدا میں تعلیم فارسی کے لئے غلام حسین خاں جمعدار صدر کے پاس ملازم رہے پھر میاں محمد شاہ محدث م ۱۳۲۸ھ سے صحاح ستہ ختم کیں عامل ماجد شاہ

جلد اول تذکرہ کامل رام پور

تھے مرتے وقت تک حدیث ہی کا شغل رہا وہ ۱۳۲۵ھ کے قریب انتقال ہوا
اور بنیادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے محمد راج دورہ میں جتے تھے

جعفر علی خاں ابن مولوی اکبر علی

(مردسل ۱۷۸) متوفی ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء ۶ (مرد ۶)

(بروایت مولوی محمد حیات صاحب تصوری عامل بالحدیث تھے۔
”اکوڑنی حاجی خیل ساکن محمد پھوار وچوک محمد سعید خاں کتب بی دریم
مولوی محمد نور مولوی نور البنی سید میں حسن شاہ محدث مولوی محمد حسن امروہی
سے پڑھیں اپنے والد سے بھی علوم پڑھے مرتے وقت تک سوائے درس تدریس
کے کوئی مشغور نہ تھا نہایت قانع متقی پرہیزگار اور سادہ مزاج تھے ان کے
اتحاد کی کثرت سے لوگ ان کو دہائی کہتے تھے چوک محمد سعید خاں کی مسجد میں
جماعت و نماز کا اہتمام ان کی برکت سے ہوا تقریباً کل محدثان کے فیض سے
نمازی ہو گئے نماز کے اوقات سنت نبوی کے مطابق تھے صبح کی نماز اندھیرے
میں ہوتی تھی مگر ان کی برکت سے جس قدر نمازی اس مسجد میں ہوتے تھے شہر
کی کسی مسجد میں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شہر سی لاکر فتنہ دانا چاہتا تو بھی
فتنہ نہیں دیتے تھے لوگ سخت دوست کہتے تھے مگر کبھی کسی کو جواب ترش
نہیں دیا بشیر علی خاں جو ان بیٹا کھوتا مر گیا لیکن حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا

سے از تذکرہ کاظم رام پور

ریاست رام پور میں جو مقام ٹنڈا ہے اس میں تمام پنج روں کو نہا زور وزہ کا
پابند کر دیا۔ مدرسہ یہ رام پور میں ہر زم سے ۵۰ سال کی عمر میں انتقال کیا،
ایک فرزند ڈاکٹر مختار علی خاں وٹنریری ڈاکٹر زندہ اور مستقی ہیں، مختار علی خاں
کے فرزند نے علوم عربیہ اور فارسی کی خوب تکمیل کی ہے۔

سید محمد شاہ بن سید میاں حسن شاہ محمد بن سید محمد

(مسلک ۱۴۸) منو فی ۲۳ شعبان ۱۳۳۸ھ = مئی ۱۹۲۰ء (عہد ۷)

(جو بروایت مولوی محمد حیات صاحب قصوری عمل بانحدیث تھے)
ساکن محلہ زینہ عنایت خاں رام پور میں تقریباً ۱۲۵ھ
میں پیدا ہوئے ابتدا میں اپنے والد سے صرف نحو اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ و
مینا بازار اور ظہوری شیخ احمد علی صاحب سے پڑھیں، فقہ حنفیہ کی کتب میں
ابتداء سے آخر تک اپنے والد سے پڑھیں بعض کتب اصول فقہ مولوی عزیز اللہ
ولایتی اور بعض اپنے والد سے پڑھیں، کتب تفسیر و صحاح ستہ و مشکوٰۃ و
حسن حصین اور موطا امام مالک بھی والد سے پڑھیں کچھ معقول کا استفادہ
مولوی معظم شاہ ولایتی شاگرد مفتی سعد اللہ سے کیا، قصیدہ بردہ، حرز یحیٰی،
اسماء بدرین حزب ابھر اور دیگر دینی کتب اپنے والد کو سنائے اور اجازت

ٹنڈا پنج روں کی بستی ہے ان میں کا ایک حصہ اپنا حدیث ہے (مؤلف)

بہ نقل از تذکرہ ہزن رام پور

حصہ کی

”دلائل الخیرات کی اجازت دہنی عبدالسلام بدایونی سے (جو مولوی شمس
الاسلام کے والد تھے) پائی، سفر و حضر میں کبھی اپنے والد کی خدمت سے علیحدہ
نہ ہوئے، اولاً قدریہ طریقہ میں اپنے والد ہی سے ذکر و شغل سیکھی، اولیٰ اللہ
کے مزاروں کی زیارت کا شوق غائب ہوا۔ ”تو اجمیہ دہلی، آگرہ، گنٹوہ،
کرناٹ، لکھنؤ، جون پور، بنگلہ، نارنول، گلبرگہ، دکن وغیرہ جلاہل اللہ کے
مزارات پر شہر حال کرتے گئے۔“

مگر اب تک حدیث نہ پڑھی تھی جیسا کہ آگے مذکور ہے

”آخر اسی دوران میں مولوی کرامت علی جوہر می خلیفہ حضرت سید
بریلوی کی خدمت میں دو مہینے رہنے کا اتفاق ہوا، جس سے خدمت عظیم ہوئی
اور شوق عمل بالحدیث پیدا ہوا، اسی اثناء میں خواب دیکھا کہ جامع مسجد ہلی کی
سیرھیوں پر خرما کا درخت ہے جس سے آپ خرے توڑ رہے ہیں، غیب سے
نہا آئی کہ آپ تو سیدہ (فاطمہ الزہرا) کے درخت سے خرے توڑ رہے
ہیں، جس کی تعبیر آپ نے یہ کی کہ جامع مسجد کی سیرھیوں سے شاہ عبدالعزیز
صاحب کا خاندان مراد کر اور خرے کے درخت سے میرے والد اسی دن
شوق حدیث کی تکمیل اور اشاعت کا خیال غالب آگیا۔“

صاحب ”تذکرہ کاٹان رام پور“ نے آپ کے اساتذہ حدیث کا ذکر
نہیں کیا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کے بعد آپ نے حدیث اپنے والد
بزرگوار سید میاں حسن شاہ محدث مرحوم سے پڑھی جو حضرت اقدس محمد

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی مہاجر کی کے شاگرد اور خود علی پایہ
محدث تھے۔

”جس زمانہ میں نوبت محمد علی خاں بہادر والی ٹونک سبقت معزولی بنارس
مقیم تھے شاہ صاحب نے ان کے مقفل ایک مسجد میں جا کر قیام کیا، نواب
صاحب نے فرمایا ہمارے ارشاد کے بعد اس نواب خاں کو حدیث پڑھایا کرو
آپ نے مسجد میں پڑھانا قبول فرمایا، مگر امام مالک حصن حصین مشکوٰۃ
اور شامی ترمذی پڑھ کر وطن تشریف لائے تو خواب میں شاہ عبدالعزیز
صاحب کی زیارت ہوئی آپ سے عرض کیا کہ نواب، ٹونک کے صاحبزادے
کو بنارس پڑھانے آیا کرتا ہوں گودہ مسجد میں پڑھتے ہیں مگر یہ امر مجھے
شاق ہے آپ وہ کیجئے کہ اپنے مکان پر پڑھایا کروں شاہ (عبدالعزیز)
صاحب نے فرمایا اچھا اور ہاتھ میں قرآن کریم کی اس خواب کے بعد آپ
بنارس نہیں گئے اور مکان پر رہنے لگے۔“

”مہلوی عبدالحق خیر آبادی کی تحریک سے نواب خدائشیاں نے
آپ کا تعلق مدرسہ میں کر دیا، نواب صاحب کے بعد مدرسہ میں انگریز اور
حتمہ آنے لگے مگر اب دوران سبقت میں کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے اس
لئے بعض حکام نے آپ کو اپنے مکان پر حدیث پڑھانے کی اجازت دی۔“
”۵ برس تک رات دن حدیث ہی کا ذکر رہا اور یہی فکر رہی، اپنی
ضرورتوں کو تنگ کر کے ہدایت عمدہ ذخیرہ کتابوں کا جمع کرنا تھا صاحب کا
چہرہ بہت تھابت سے صاحب علم فیضیاب ہو کر چلے گئے آپ کے شاگردوں

میں مولوی منور علی محدث حافظ وزیر محدث و فقہ عبد النواب خاں
 میرزا نذرت علی مدظلہ العالی بنگالی مولوی محمد رضا خاں مرحوم و فقہ
 محمد عمر خاں، مولوی عبد الکریم دلائی مدرس، سید آباد دکن مولوی
 مجاہد الدین سنیشی مولوی عبد الواحد ریتی مولوی عبد العلی قاضی
 سورتی، مولوی شرافت اللہ اور شاہ صاحب کے فرزند ہیں۔ شاہ
 محدث معروف ہیں ان کے علاوہ بھی سیکڑوں نے نام تمام کتابیں
 پڑھیں صورت سے نور مجسم معلوم ہوتے تھے اخلاق نہایت وسیع
 خرم میں بے مثل امور خیر میں سعی رہتے تھے اور اپنے منہ والوں کی
 ہر طرح مدد فرماتے۔

”تصانیف میں ”بحر العلوم شرح عین العلوم“ (اردو میں) بحکم
 نواب محمد علی خاں لکھی اور ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی۔ ۶۸۰ صفحے ہیں۔
 ”۲۶ شعبان ۱۳۳۸ھ کے روز انتقال فرمایا بغدادی صاحب کے
 چوترہ پر دفن ہوئے، مولانا جیس نے یہ تاریخ لکھی اور مزار پر کندہ کرئی۔“
 ثبت بر لوح مزار شش کن جلیس
 وارث دیں رسول دوسرا

علمائے اودھ

(مرحومین)

- | | | |
|---|--------------------------|----------------------------------|
| ۵ | منظر علی کا کوروی | ۱۔ خرم علی بلہوری |
| ۶ | فرید الدین خاں کوروی | ۲۔ رجب علی امرہی |
| ۷ | مرزا حسن علی محدث لکھنوی | ۳۔ سید حسین احمد طبع آبادی |
| ۸ | عبدالحلیم شہر | ۴۔ محمد علی (صدر پوری) طبع آبادی |

علمائے اودھ

خرم علی دیہوری

(عدد مسلسل ۱۸۰) متوفی ۱۲۶۰ھ = ۱۸۴۴ء (عدد ۱)
 ولی النبی خانوادہ (دہلی) کے شاگرد تھے اور ابتداً درویش عام
 کے مطابق غالی متقدم کہ بقول صاحب تذکرہ علمائے ہند "منہ ذرۃ ذرۃ" تحت
 خدیف الامام پر رسالہ لکھا، مگر جب قسمت نے یادری کی اور اسمعیل شہید
 علیہ الرحمۃ کی مصداقت نصیب ہوئی تو اتباع سنت کا رنگ چڑھ آیا،
 (اور اسی پر خاتمہ ہوا) اس غلبہ نے آپ کی زبان سے وہ شعر مجتہد
 حدیث رسول میں نکلوا گئے کہ جنہیں ہندوستان کے پرانے اہلحدیث
 شوق سے پڑھا کرتے، یعنی

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے	دردانہ درج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی	کرتے رہے اس کی خوشہ چینی
بایا کے یہاں سے کون لایا	جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہ راہ محمدی ہے	گنجینہ راز احمدی ہے

لے قصہ دیہوری نواح بکھنویں

برہمن پنج و شاخ بدعت
مت دیکھ کسی کا قول و کردار
یاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے
خورشید کے آگے کیا ہے مشعل
اُس نے تھا کیا کہاں سے حاصل
گو غوث و امام و مقتدا تھا
ملفوظ محمدی کو اب لے
قرآن و حدیث تجھ کو بس ہے
ارشاد رسول فخر عالم

ذلولہ توحید و اتباع سنت پر دوسری نظم

مشعل افروز راہ سنت
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
جب اہل مے تو نفس کیا ہے
اب زیادہ تو جھ سے کرتے کل کل
بالفرض خدایاں ہے مرد کاں
وہ بھی اسی در کا اک گدا تھا
ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے
ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے
حق ہو گا حدیث خواں سے خرم
ذلولہ توحید و اتباع سنت

میرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر
کہ کام آوے تمہاری بیگمبی میں
بھروسے سے مدد کا مانگنا کیا
یہی ہے شرک یار و اس سے بچنا
نہ بخشے گا خدا شرک کو مطلق
مقرر وہ جہنم میں پڑے گا
تو پھر تم منتیں کیوں مانتے ہو

خدا فرما چکا قرآن کے اندر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں
جو خود محتاج ہووے دوسرے کا
خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا
خبر قرآن میں ہے یہ محقق
معاذ اللہ جسے اُس نے نہ بخشا
اگر قرآن کو چھ مانتے ہو

کہ منکر ہیں بزرگوں سے بہا شک

بیان شرک میں کہتے ہو مردک

ارے لوگوں زبان اپنی کو رو کو
خدا لعنت کرے اس زوسیر پر
جسے ہو بغض آل مصطفیٰ کا
جسے اسی ب حضرت سے ہوا نکار
جسے کچھ بغض ہوئے اولیا سے
اب اتنا اور بھی سن لیجئے حضرت
ہمارا کام سمجھا نا ہے یارو
بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو
کہ جس کے دل میں ہو بغض ہم پر
خدا اس کو کہے دو نزع کا کذا
رہے یہ دم خدا کی اس پہ پھٹکار
ہمیشہ ابر لعنت اس پہ بر سے
جو حق پر نہ ہے اس پر بھی لعنت
اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

تو اپنے حال میں کچھ سوچ خرم

زبان اب بند کرو اللہ اعلم ذریرہ خیمہ مسین مریخ
راحم مؤلف نے یہ چند شعریں سے نقل کر دیے ہیں کہ ان بزرگوں
یہ توحیدی لکھے ان آسودگان خواب استراحت کے کاؤں میں منع جائیں
جن کو اتنا احس بھی نہ رہا کہ آج بعض دوسرے سلامی فرقوں میں
جو توحید کا ترانہ آلاپا جا رہا ہے وہ اسنی کے ترنہ کی عداائے بازگشت ہے

اور بقول صاحب تذکرہ علمائے ہند ”در قلع بہ عمت و احیائے سنت سے
کو مشید“ اس سعادت سے اس حد تک مستمند ہوئے کہ امیر المومنین سید احمد
صاحب شہید کے خلفاء کے مرتبہ پر فخر ہوئے

نواب ذوالفقار بہادر (بانہ) کی خواہش پر ردالمحتار کا اردو ترجمہ کیا
 کتاب النکاح، کتاب الحج، کتاب الاذان تک پہنچے تھے کہ داعی اجل کو
 بللیک لیا جس کو آپ کے بعد مولوی محمد حسن صاحب نانوتوی نے
 آپ کے وراثہ سے بعد ادائے حق تالیف لے کر مکمل کیا اور ”غیۃ الاوطار“
 کے نام سے طبع کر دیا۔
 ۱۲۶۴ھ

ان کے سوا ”مشارق الانوار“ کا ترجمہ اور ”اداب الحرمین“ و رسالہ
 ”نصیحتہ المسلمین“ (جس کی نظم اور نقل جوچکی ہے) آپ کی تصانیف
 سے ہیں، اور ایک رسالہ جہادیہ ہے جس کی شاعت کی اجازت نہیں

رجب علی (امروہمہ)

(عد مسلسل ۱۸۱) متوفی ۱۲۷۰ھ = ۱۸۵۴ء (عدد ۲)
 ”ساکن بریلی“ ابتداً کتب فروشی کرتے، عامل بالحدیث تھے اور قاضی
 عوض علی کے مختص دوست فرمایا کرتے، کہ مریدی میں کیا دھڑا ہے؟ جو
 کتاب و سنت سے ثابت ہو وہی کافی ہے، اتفاق سے ایک روز قاضی
 صاحب کے ہمراہ حضرت شاہ رحمن بخش حشتی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب
 دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ ”مولانا یہاں کیا دھڑا
 ہے خدا کے فضل و کرم سے آپ تو کتاب و سنت پر عامل ہیں“ ندامت
 سے سر جھکا لیا آپ نے توجہ فرمائی ایک کیفیت ان پر طاری ہو گئی،
 یہ معلوم ہوتا تھا کہ مکان میں آگ لگ گئی ہے کچھ دیر بعد بجے، استدعا

بیعت کی، اتنے سنت اور روایت میں بے نظیر تھے اور آخر عمر کے بعد میں استغفر

تمام وقت تھا، گمراہ مردم تک درس حدیث و قرآن میں مصروف

رہے، مزار اقدس درگاہ حضرت شاہ رانا دلی میں ہے۔

سید حسین احمد (ملیح آبادی)

(عدد مسلسل ۱۸۲، درودت ۲۵ صفر ۱۲۰۰ھ وفات ۴ رمضان ۱۲۵۵ھ)

”بن شاہ علی احمد (بن شاہ علی بی) یہ بزرگ سرہند سے ملیح آباد

قیم فرمایا ہوئے اور یہیں مولانا حسین احمد مرحوم متولد ہوئے، ان

حضرت سے استفادہ کیا، سیکہ محمد صادق فیض آبادی۔ مولوی

ظہور اللہ لکھنوی۔ مولوی عبدالرحیم دہلوی، مرزا حسن علی محدث صغیر

دکنی بھی گنج یہ بزرگ خود بھی عامل باکدب تھے، مولوی سید خندم

لکھنوی مولوی نواز الحق لکھنوی، شیخ محمد عمر محدث کی، مولوی حیدر علی

سندیلوی، شاہ عبدالغنی مزمل صاحب محدث دہلوی۔

ماہ تکمیل کے بعد خود کو تدریس و تلقین کے لئے وقف فرما دیا۔

بدینہ تصنیف کی طرف کم توجہ ہوئی رسالہ جو زبذرة فہرست و مآثر

در باب بیعت و مشرح رسالہ مولوی رفیع الدین بلوی زبذرة فہرست و مآثر

بائیں در تصوف و حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھے۔ ۱۸ رمضان ۱۲۵۵ھ

یعنی زبذرة الکرام ص ۱۸۱۔۱۸۹

کو وفات پائی اور موضع دودھیا (مفضل شیخ آباد) اپنے والد کے حواری
میں دفن ہوئے۔

اور ان حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔ مولوی حکیم
علی حسین خاں رام پوری، مفتی محمد شوکت علی صدیقی سندھیل، مولوی
خادم علی سندھیوی صاحب تاریخ بدویہ، مولوی محمد علی صدیق پوری
(بلوچ آباد) حکیم مشتاق علی و حافظ وجیہ الدین (ککوری) مولوی
فخر الدین احمد آبادی (متوفی ۱۳۰۳ھ) اللہم اغفرلہم

محمد علی صدیق پوری (بلوچ آبادی)

(عدد مسلسل ۱۸۳) متوفی ۱۲۸۹ھ رجب ۱۲۸۹ھ - ۱۹ ستمبر ۱۸۷۲ء (خروج ۴)
"ابن شیخ رمضان علی ساکن موضع صدیق پورہ مرزا حسن علی صدیقی رشت
لیکنوی سے کتب تفسیر و حدیث قرار دے و سماع پڑھیں اور مولوی بشارت
الشدی پڑھنے سے شرف بیعت بطریق مروج حاصل ہوا۔
"دش غری میں" محمدیہ تخلص فرماتے جب تک زندہ رہتے
سنت و افضاعت بدعت میں کوشاں رہے۔^۱ نظر پرو باطن دونوں سے تقویٰ

۱۔ از تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، تذکرہ کاکلان، رام پور، ص ۲۵۵۔

۲۔ تذکرہ علمائے ہند، ص ۸۸، ۸۹، ۲۰۳، از مہاشاہ کاکوروی، ص

۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، علمائے ہند، ص ۱۶۱، تذکرہ علمائے ہند۔

نیا بر جو ۱۸۵۵ء میں تہذیب میر تقی میر اور دوسرے شہزادوں کے
 الباقی مقرر ہوئے اور نواب محمد علی خاں مرحوم کے عہد ۵۱ء جب
 ۱۲۹۹ء) میں ٹونک ہی میں سپرد خاک ہوئے

مولوی محمد حسن نے ذیل کا نظم وفات پر کہا

دریغ کار آن عالم حق پرست محمد علی فضل و دانش ایس
 ز عیش جہاں دل پر داغہ بگردید با دار عالی حبیب
 محمد حسن، صوری معنوی رقم کرد تہ رنج طرز نفیس

بہر دوس رفت آن علی جناب

زہر جب لطف لیل کھیس

مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

اثار محشر در احوال قیامت - دلبہ و غلبین، تشریح طریح (دو کتب بیوگان)
 مینو نظیر در قصص بزرگان، ہدیۃ الاخیار، قصہ عباد اولی و آخری ترجمہ
 حقیقت الاسد (قاضی شہزادہ پتی مرحوم، نصاب گوہر منظوم)
 سدا گوہر مصدر اخص - مفتوح مخزن، درج جوہر، غنائیۃ الاشجار
 کنز المصابر (مثنوی تھتہ - خیبر) مثنوی تھتہ، اصحاب، قصائد
 در حمد و لغت، رکاز ابہدیت در فقہ، مثنوی عبرت افزا قصہ
 زن دیندار عابدہ

منظہر علی (کا کوری)

(مدرسہ ۱۸۴۳ء بمقامی ہر جلدی ہادی ۱۲۵۰ھ ۲۵ نومبر ۱۲۶۳ء غردہ)
 قد مائے کوری ہیں ایک بزرگ عالم و عامل مولیٰ باصفاء
 "غیر اللہ والہین مولانا شاہ محمد کاظم قندریہ ۱۲۸۱ھ ابن حضرت شاہ
 محمد کاشف حقیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب ترجمہ مولانا حافظ شاہ مظہر علی
 ابن شیخ غالب علی بن شیخ غلام صفی (شاہ محمد کاظم قندریہ کے
 نواسے تھے۔

"سین دزدت (تقریباً) ۱۲۱۲ھ حافظ قرآن عالم و فاضل متبحر
 شافعی المذہب خوش اوقات درویش صفت متوکل و خوشنویس
 تھے۔ انہوں نے علوم ربیبہ کی پیمائش مولوی عبدالحق بن مولوی فضل اللہ
 یوسفوی سے کی۔ چھ دہائیوں بعد بیٹا کی سند مولانا محمد اسحاق بہا
 نواس شاہ عبد الغیر زعترت دہوتی سے کی بیعت و اجازت
 و خلافت ان کو حضرت سید احمد مجاہد ریس بریلوی سے تھی جس قصبہ
 کے اکثر لوگ ہزار اوقات کے بن کے مریہ بھی تھے اس جوار سے کسی
 پیمائش نے پیمائش مع چند وقت بن لی اندر اوقات کے لئے نذر بھی کی
 تھی حکیم بخشش کی کوری تھی ان کے محض عقیدہ تھے۔

ذوق ان کی بت تاریخ ۲ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۵
 نومبر ۱۸۶۴ء بمقامی قبرستان تکیہ شریف میں دفن ہوئے۔

نقشہ: پنج ذات . مولوی محمد عالم قیصری کا گودی نے کہا

جس ب مولوی شمس علی . کہ یہ مذکور بیعت ہو . یہ مولوی
نہ ماہ نمیں بست دیکم روز . بیوم شہزادہ مدد جزیہ ہو
زین دست و بحق پیوست تر . خدا آمد، بگو منہ بستر علی کو .

مقتبس از مٹ میر کا گودی ص ۸۰ (۳۱۱)

مولف صاحب مشاہیر گوری نے آپ کوٹ فنی مذہب نبیہ
وصف اس حسن ظن کی وجہ سے ہے جو عوام کو مذاہب اربعہ سے ہے دور
جو شخص شاہ محمد اسحاق صاحب سے حدیث کرے اور یہ محمد صاحب
بہ بیوی لیا است کا رتہ گردن میں ڈالے . پھر رتہ بیدین اور وضع
ابیدین علی الصدر بھی کرے تو ایسا شخص فنی ہو گا باطل حدیث ؟ اعلیٰ
ہو اقرب لتقویٰ

فیر مالین خاں (کا گوری)

(سلسلہ ص ۱) متوفی ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۸ء نومبر ۱۹ء (عد ۶)

”مولانا حاجی فرید الدین خاں محدث ابن مولوی مسیح الدین خاں بہادر
نیر منشی گورنر خیراں و سفیر شہدادت بمقام مامدن بہ غزوہ ۱۰۰۰ فوج راواں و
دو شہید ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے . منشی امیر حسن خاں بہمنی نے
تاریخ ولادت بھی .“

جوں آمد جوں طائے در وجود کہ تاجشہر بادہ گزہ سال او

: در خواستم حال میسداد گفت جوان آمدہ بخت و اقبال و
 یہ بد و شغورست بہت حال شاکستہ منکسر المزاج درویش منش قناعت
 پسندت و بخیر علی شاہ بادشاہ داد و مدد کے یہاں سے ان کو خانی کا
 خطاب اور سات سو روپیہ ہوا کہ فرزانہ علی شاہ و احمد علی شاہ کے
 غمہ مضنت تک جو رہنما کو برابر ستارہ ہوا موافقت مثل لہورہ سکرا
 شاہ پور وغیرہ ان کی جگہ و مقصد میں رہے و خود سلطان عالم و جلی علی شاہ
 بادشاہ و مدد نے اپنے ہاتھ سے جو مس فی حق یعنی صنعت مہنت یا چہ مرحمت
 فرمایا تھا اور فیض رخ میں نہری نئی طلب اور ہم کلامی سے بھی سرفراز فرمایا
 تھا بادشاہ ہی حکم سے یہاں قصبہ کاکوری میں بارے قلعہ نہایت عمدہ
 محل مہرائے ان کے ت بنائی گئی ، جواب تک موجود ہے ۔ اور
 بحیثیت نفاست و خوبی اس قصبہ میں بے مثل

انہوں نے کتب دسیہ متوسطات تک مولوی حافظ محمد حسین
 ساکن بزرگ گاہ ضلع بارہ بنگلی تیسرا شیعہ حضرت نورنا شاہ نقی علی قلندر
 اور اپنے والد ماجد اور دونوں حقیقی بیعتی ریاض الدین و مولوی حافظ
 وجہ مدین و حضرت شاہ علی بر قلندر و مولوی شاہ و احمد علی قلندر
 و مولانا غلامی مغفور سے پڑھیں اور کچھ تبرکات حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر
 سے پڑھا ، پھر فی ریاض الدین بن مغفور کے ساتھ رہ کر مولوی
 سفید مقدم آبادی و مولوی حسن شاہ محدث رحمہ پوری کے غیث
 مقام کی اور اخذ ویت کی سبند بھی حاصل کی وہاں نوب کتب خانہ

کے دربار میں رسوخ مبد کیا تھا، انہیں کے سب سے متوجہ جمی کے بعد پیرامور
ہو کر درمیں شریفین گئے وہاں کے شیوخ سے اجازت حاصل کی۔
بڑے عالم و عامل باحدیث تھے بجز درکس و کتب بینی و مستند کتب
حدیث اور کوئی شغل نہیں رکھتے تھے۔

ان کو جذبہ ربانیت بعلی اللہ علیہ السلام نے ایک مبشرہ
میں پناہ دہم بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ یہ خود فرماتے تھے کہ میں نے ایک
بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب میں دیکھا وہ آپ کے
ساتھ صفات منس بن ملک میں آنحضرت کے اق سے فرمایا کہ یہ بھی میرا خادم ہے۔
”ان کی تصانیف سے اربعین ماموئی کی بیضا شرح اردو موشو
بہ نضاح مبین دو جلدوں میں موجود ہے اس کے علاوہ اور بھی
چند رسائل مختلف مباحث پر نا تمام ہیں“

علم حدیث و ریاض علوم کی اجازت ان کو عہدہ توفی سعد شہ
و مولوی حسن شاہ محدث کے حضرت مولانا شاہ غنی علی قلندر
نیر اپنے والد ماجد و مولوی مفتی ریاض و مولوی قفط و جیلدین و مولانا
فضل الرحمن گنج مراد بادی و مولانا محمد ابن مولانا محمد باہم بن
علی نعمت محدث پھاروی سے بھی تھی، چنانچہ سب طرق کی تحریری اجازت
ہوں نے حضرت شاہ مولانا حبیب حیدر قلندر مدظلہ کو عطا فرمایا اور
ایک اپنا ثبت (نوشتہ) بھی دیا جس میں سب اسناد تحریر کئے ہیں اور
تکلم انداز فی اسانید غریب الاحقر، اس کا نام بہت مخرب و مستور ہے۔

بھی بہت شفقت فرماتے کتاب میں جمعین بڑھا کر بیسے جواز تہ دی ،
 بخاری شریف قریب قریب ان کو حفظ تھی ۔ حافظہ بہت قوی تھا ،
 تصنیف و تالیف میں مثل اپنے والد ماجد کے مسودہ و بیفادہ نہیں کرتے
 تھے یحییٰ ان کو حضرت مولانا شاہ تریب علی قندریہ قدس سرہ سے بھی
 ثروت نہ ہری کہ بہت کھانا مانجاں و دادھیال میں سب لوگ امیر کبیر
 تھے مگر یہ اپنا مشغلہ علمی میں مصروف رہے ۔

وفات ان کی تاریخ ۱۱ ماہ محرم الحرام ۱۲۳۵ھ شنبہ ۱۳ مارچ
 ہوئی اور پیش من مسجد بالائے قلعہ کوری میں قفل اپنے محل سے لے کر دفن ہوئے ۔
 از مشہد کوری ۔

مرزا حسن علی محدث (صغیر ہاشمی)

(عدد سلسلہ ۱۸۶) متوفی ۱۲۳۵ھ (عدد ۷)

سب سے زیادہ کہنویں جن بزرگسے اس دین کو عام کیا ، اور خود
 فرنگی محل تک سے ان سے رجوع کیا ، وہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی ہیں اس
 نام کے اس وقت کہنویں دو بزرگ تھے ، ایک محیی الدین گنج ہیں ۔ بہتے اور دوسرے
 محی محمود نگر میں پائے ۔ صغیر ۔ اور دوسرے کبیر کہلاتے تھے ۔ یہاں مقصود
 یہی ہے کہ مرزا حسن علی صغیر محدث کہنوی ہیں جو مولانا شاہ عبدالعزیز
 صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کے شاگرد تھے ۔ اور

اگر علم حدیث کی تردید و تردیس میں کوئی شک رہے۔ علم سے فرنگی نہیں نے
 بھی ان سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا۔ اور اسی وقت تکھنوں کی درستگاہوں
 میں علم حدیث کا رواج ہوا۔ نصیر الدین حیدر کے زمانہ (سٹھسٹھ میں) وقت
 پانی۔ ان کے شاگرد مولانا محمد علی صدر پوری شیخ آبادی ہیں۔ جو اخیر میں
 نواب ٹونک کے ملازم ہو گئے تھے۔ توحید و سنت کی شاعت اور رسوم و بدعت
 کے بدل میں بڑی کوشش کی۔

سادات علوی تھے۔ خود کرباشی بتاتے۔ ملقب بہ میرک جہاں الدین اور مرقد
 مرزا تھے۔ تہذہ میں متذکرہ صدر حضرات کے سوا ان بزرگوں نے بھی آپسے
 پڑھا۔ جنہی مولانا بواخیر معین الدین المشہدی انگریزی مولوی خادم علی سنیل علی
 مولف تاریخ جدولیہ۔ مولانا شاہ محمد سعید محلہ نموبہہ صا دپور (پٹنہ) مولوی
 سید امداد حسن والد ماجد حضرت نواب صدیق حسن خاں دانی بھوپال اور مولانا
 حسین احمد میح آبادی شاہ عبدالرزاق فرنگی محل لکھنوی مولوی سیح الدین
 کاکوروی

صاحب تذکرہ علم سے ہند نے آپ کو شافعی سمجھا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس
 زمانہ میں اودھ میں اس گروہ کا نام تک نہ تھا۔ یوں بھی اوائل میں اہل تشیع کو
 عوام شافعی کہتے تھے۔ آخر عمر میں مرض استقلال حق ہو گیا۔ اور اسی سے وفات پائی
 سنہ ۱۰۲۰ ہجری بمطابق ۱۸۰۵ء

سنہ ۱۰۲۰ ہجری بمطابق ۱۸۰۵ء مولوی خادم علی سنیل نے آپ کا نام ”جہاں الدین محمد“ لکھ کر کتاب
 مذکور ص ۱۰۲ سے موصوفہ جلد ۲۲ ص ۱۰۲ سے موصوفہ جلد ۲۲ ص ۱۰۲ سے موصوفہ جلد ۲۲

رسالہ تحفہ المشتاق فی السکاح والصداق۔ برہان النہایتہ فتاویٰ
دربارن قادسی مشتمل بر مضمون عمل بالحدیث تصانیف چھوڑیں۔

عبدالحکیم شہر

(۱۸۷۷ء) متوفی تہ دیہ خرمی ۱۳۳۵ھ ۱۹۲۶ء (عدد ۸)

خاندان مولوی عبدالحکیم شہر نسباً شیخ ہاشمی و عبسی ہیں۔ اور سلسلہ
امین الرشید سے ملتا ہے۔ ان کا خاندان دولت عباسیہ کے عہد میں عرب سے
آکر عراق میں آیا۔ پھر ارض عراق کو چھوڑ کے ہرات میں آیا۔ اس کے بعد
تحفہ تعلق کے عہد میں ہندوستان آیا اور سہنت مغیہ کے دور میں جب نئے نئے
ایرانی امریکا و بارت ہی میں رسوخ ہوا تو یہ خاندان وادی گنگا میں آکر
سکونت پذیر ہو گیا۔ ان دنوں یہ دگ مشنخ اور علم کی شان سے
اضرع جوینور و اعظم گڑھ میں اقامت گزیرے تھے جہاں ان کو ایک با وقعت
جاگیر بھی ملی تھی۔ مولانا کے پردادا مولوی نظام الدین صاحب نے قصبہ کرکی
کے خلیفہ صاحب کی بیٹی سے عقد کر کے کرسی کی سکونت اختیار کر لی اور چونکہ
خلیفہ صاحب کے کوئی اولاد نہ رہی تھی اس لئے وہی خدمت خطابت کے
ادارت ہوئے۔

مگر چند ہی روز بعد ستر۔ رشن جن کے نام کو لکھنؤ میں مارکین کی کوٹھی یاد
درہبی ہے مولوی نظام الدین کے سٹ گرد ہوئے وراں سے عربی و فارسی

شروع کی مارٹن صاحب ان کا نہایت ادب کرتے تھے اور ان کے ساتھ
ان کا ایسا اچھا برتاؤ تھا کہ مولوی نظام الدین صاحب سے بل و غیاں کے
لکھنؤ میں آکر سکونت پذیر ہو گئے چنانچہ مولانا کے والد حکیم تفضل حسین صاحب
مارکین کی کوٹھی ہی میں پیدا ہوئے۔

مولوی نظام الدین صاحب سے اور مشہور شاعر ملک الشعر امیر ارفع سواد
سے بہت کچھ ربط و ضبط تھا چنانچہ ایک دن سواد ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے
تھے ایک چھوٹے سے سوراخ سے شعاع آفتاب نکل کے فرش پر پڑ رہی تھی
اور معلوم ہوتا تھا کہ درسی پرگیا کوئی موتی پڑا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے سواد
سے کہ ”اس وقت کوئی فی البدیہہ شعر سنائیے“ امیر ارفع نے دھوپ کی چٹی
رولہ ٹوڑاں کر ڈرافکر کی اور یہ شعر سنایا

عمر دنیا میں اپنا تنگ کیا کاش ہے

پر تو خورشیدیاں موتی کا جیسے دان ہے

مولانا شہر کے والد حکیم تفضل حسین صاحب کا مقدر اپنا ایک قریبی رشتہ
کے ماموں منشی قمر الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہو گیا جو دوسرا دوشرفائے
قصبہ کرسی میں سے تھے۔ لیکن امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کے عہد میں ایک
بڑی معزز خدمت پر مامور تھے اور دربار شاہی میں بہت اثر رکھتے تھے۔

مولانا کے والد حکیم تفضل حسین صاحب بڑے قابل اور فاضل لوگوں
میں تھے عربی کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی تھی فارسی میں یگانہ عصر تھے۔ طب مشہور
طیب لکھنؤ حکیم محمد ابراہیم صاحب سے پڑھی تھی غدر کے پانچ چھ برس بعد

اپنے خسر منشی قمر الدین صاحب کے تعلقات کی وجہ سے وہ بھی کھکتے پہنچے اور
سلمان صاحب و جد عیثیٰ کی مرزمت اختیار کی۔

وارثت وراثتی تعلیم | مولانا شمس الدین صاحب نے شہر لکھنؤ کے محلہ
جھوانی ٹولہ میں تکیہ پیر غیب کے متعلقات اپنے

خاندانی مکان میں پیدا ہوئے اور پانچ برس کی عمر میں اپنے نانا کے بھائی مولانا
محمد حفیظ مدین صاحب سے جو کثرہ زبان بیگ خاں میں رہتے تھے اور قریبی
وہابی کے مسلم البتوت اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے الت بے شروع
کی لیکن مکتب میں بیٹھے تین سال کے قریب زمانہ گزر گیا اور پارہ عم سے زیادہ
ترقی نہ کر سکے تعلیم کی اس سست رفتاری نے سات ہی آٹھ برس کی عمر میں
بہنیں دامن سے نکال کے کھکتے پہنچایا جہاں وہ کے کنر عافیت سے دور
رہ کے غائب علی کی تعلیمیں اور غربت کی منہیت کم سنی ہی میں برداشت
کر لی پڑی۔

کھکتے کا قیام اور تعلیم | والد بزرگوار نے جب دیکھا کہ لکھنؤ میں تعلیم کی

یوری مرفی نہیں ہو سکتی تو ۱۳۸۷ھ سن
۱۳۸۷ھ میں بہنیں اپنے پاس کھکتے میں بل لیا۔ وہاں مٹیا برج میں ان کا
قیم منشی سلیمان بہادر کے مکان پر تھا جو دربار شاہی کے ایک بڑے بارگاہ
رکن تھے۔ وہیں مولانا شمس الدین صاحب کو بھی قیام کرنا پڑا۔ فقط اسی بخش صاحب
وہاں ایک بزرگ تھے ان سے قرآن شتم کیا اور والد بزرگوار سے وراثتی
مکتب میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ دو سال میں شرح نہ بھال اور گلستاں

بوسقناں ختم کیں اور شاہزادہ مرزا جہاں قدر بہادر کے بستر و طاہر سے
کتب ہدایۃ النسخ، کافیہ اور شرح درجہ می کو ختم کیا۔ اور منشی عبد اللطیف صاحب
مرحوم سے جو بڑے صاحب علم خوشنویس تھے، شرح وقایہ اور خطاطی کی تعلیم پائی
ان دنوں منیا برج میں سید علی حیدر صاحب نظم ہیا مدنی (جو فی الحال
حیدرآباد میں نظم کالج کے پروفیسر ہیں)

بعض شاہزادوں کی تعلیم پر مامور تھے۔ مولانا نے معقولات کی ابتدائی
درسی کتابیں قطبی و میبذی تک انہیں پڑھیں اور اسی زمانہ میں مولوی محمد
حیدر صاحب سے انگریزی شروع کی اور ادب عربی کی بھی دو ایک کتابیں
پڑھیں۔ اسی کے قریب زمانہ میں حکیم محمد مسیح صاحب مرحوم سے طب کی دو
ایک کتابیں مل لو کیں اور چند روز مطلب کیا ان دنوں معمول تھا کہ ہمیشہ
سال دو سال بعد لکھنؤ میں آکر پانچ چھ ماہ رہتے تھے یہاں کے قیام میں بھی
اکثر اس تذہ سے پڑھا۔ چنانچہ پہلے مولوی محمد مسیح صاحب سے پھر مولوی
عبدالباری صاحب سے درمیانی درجہ کے کتب معقولات پڑھیں۔

شاہزادوں سے خصوصیت

اور

محلات شاہی میں آمد و رفت

اب مورنا کی عمر تیرہ چودہ برس سے زیادہ
نہ ہوگی اور کھانسی میں ان کو شاہزادوں
کی صحبت میسر نہ تھی مرزا محمد علی بہادر
مرزا کی مجلس بہادر اور مرزا محمد عبدال
بہادر سے خصوصیت تھی۔ ان سے سب

سے مگر اب رحمت فرما چکے ہیں۔ مؤلف

تعلقات بڑھ گئے تھے کہ شہزادوں کو بغیر ان کے اور ان کو بغیر ان کے
 چین نہ پڑتا تھا تعلیم کے سوا جو وقت متا اُنہیں کی صحبت میں صرف ہوتا
 تھا بعض شہزادوں سے اس قدر گہرے تعلقات ہو گئے تھے کہ زنا خانے
 تک میں ان کی آمد و رفت تھی۔ اور درحقیقت مولانا کے لئے زبانہانی کا
 پس مدرسہ ہی صحبت تھی کیونکہ اس زمانہ کا لکھنؤ لکھنؤ نہیں رہا تھا جس
 میں زبان اردو کا نشوونما ہو سکتا۔ بلکہ اب اس کا قلم مقام میاں پور
 اور میاں پورج میں بھی خاص محلات شاہی تھے۔

ملازمت اور سلسلہ تقریباً ۱۸۷۵ء میں جب کہ مولانا شہر
 کی عمر پندرہ سال کی تھی اپنے نانا کی خدمت
 پر مامور ہو کر مرزین شاہی میں شامل ہو گئے

اور ان کے نانا ترک ملازمت کر کے لکھنؤ چلے آئے۔ اور وہاں سکونت
 اختیار کر لی۔ یہ مولانا کی پہلی ملازمت ہے مگر وہاں کی ملازمت میں کسی قسم
 کی پابندیاں نہ تھیں اس سے مولانا بدستور طالب علم بنے رہے اور سلسلہ تعلیم
 برابر جاری رہا۔ چونکہ ابتدائی کتب میں ختم ہو چکی تھیں اس لئے مولانا نے مرزا
 محمد علی صاحب مجتہد العصر کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ اور ان سے
 احسن قد صنی مبارک اور حمد اللہ پڑھا۔ اسی زمانہ میں ایک بڑے متبحر
 عجمی عارف میرزا ہدایت اللہ شیرازی میاں پورج میں خاص نشی سلطان
 بہادر کے مکان پر مقیم تھے۔ ان کو مولانا کی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت
 دیکھ کر ان سے بے حد انس ہو گیا تھا اور خود انہوں نے اپنے شوق سے

مولانا کو ملا صدرا کی شرح ہدایت الحکمت پڑھائی۔

خراب صحبت اور بد وضعی | اس میں یاد جو اس اعلیٰ تعلیم کے شاہزادوں

کی صحبت میں صد سے زیادہ منہمک ہو جاتا اور

ان کے رنگ ان کی وضع، قطع اور ان کے مذاق کو پوری طرح اختیار

کر لیتا ایسی باتیں تھیں کہ ہر طرف سے انہیں بد وضعی کے الزام دئے جاتے

لگے اور ہر شخص کا یہ خیال قائم ہو گیا کہ مرنے کی اخلاقی حالت اس قدر خراب

ہو چکی ہے کہ اب اصلاح کی کوئی امید نہیں یہ حالت دیکھ کر مولانا کے بزرگوار

حکیم تغفل حسین صاحب بہت پریشان ہوئے چنانچہ مولانا کو یکا یک مشفقہ

میں لکھنؤ بھیج دیا اور اس طرح بھیجا کہ انہیں اپنے دلی دوستوں و رشتہ

شاہزادوں سے رخصت ہونے کا بھی موقع نہ ملا اور پھر ان کو کلکتہ جانا مجب

نہ ہوا۔ مدتوں انہیں اپنے کلکتہ کے دوستوں سے دوبارہ ملنے کی حسرت ہی

واپسی لکھنؤ | لکھنؤ آکر مولوی عبد فی صاحب سے تمام کتب درسیہ پڑھیں

بلکہ بعض کتابیں جو مولوی محمد علی صاحب سے دیکھ چکے تھے

دوبارہ مطالعہ کیں رنزاں بعد مفتی میر عبدس صاحب سے دیوان حماد

اور مقامات حریری کو ایسے ذوق و شوق سے پڑھا کہ مفتی صاحب کو ان سے

ایک خاص محبت ہو گئی تھی۔

مشادی | اثنائے تعلیم میں ہی مولانا کی شادی ان کے حقیقی ماموں

حکیم سعد الدین احمد صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی

میں ہو گئی مگر ذوق علم میں اس سے کچھ کمی نہ آئی۔ مولانا کو تاریخی واقعات کی

جستجو کا فوری شوق تھا ایک قہر اس بارہ میں قابلِ لحاظ ہے لہذا اس کو درج کیا جاتا ہے۔ (دو مکتبہ ناقل سے)

کمر حنف گردیان

مولاوی حامد حسین صاحب (شیعوہ مجتہد) کا معمول تھا کہ تاریخ و سیر اور حدیث اہلسنت کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان میں جو عبارتیں اپنے اغراض مناسطہ

ملازمت مولوی

حامد حسین صاحب

کے لئے مفید نظر آتیں ان پر نشان بنادیتے۔ کئی کتب مقرر تھے جو ان عبارتوں کو کتاب اور صفحات کے حوالے سے انگ انگ کاغذوں پر نقل کرتے رہتے تھے۔ مولانا شہر اگرچہ سنی المذہب تھے اور مولوی حامد حسین صاحب کی اس کوشش کو یقینی طور پر دل سے پسند نہ کرتے ہوں گے مگر شوق علم اہمیتیں وہاں لے گیا اور محض نایاب و نایاب کتب احادیث کے مطالعہ کے شوق میں مولوی صاحب موصوف کی ملازمت اختیار کی اور تقریباً دو ڈیڑھ سال تک ان عبارتوں کی جو کتب رکھتے تھے متبادل کر کے تصحیح کرتے رہے

دہلی بغرض حصول

تعلیم جانا

مولوی نور محمد صاحب ملتانی جو مولانا عبدالحی کے شاگردوں میں تھے ان سے علم حدیث میں شرح منجہ پڑھ کر جامع ترمذی شروع کی اور چند ہی روز میں حدیث کی تعلیم کا ایسا شوق ہوا کہ گھر میں کسی کو خبر کئے بغیر شہر میں یک

بیک دہلی جا پئے۔

سرسید ملاقات

اس زمانے میں سرسید کا شہرہ ہو رہا تھا اگرچہ مرحوم پر ہر طرح سے گائیاں پڑھ رہی تھیں اور شاہ دانا درہی

اُن کا کوئی مرجِ خواہاں نظر نہ آتا تھا لیکن منتصفِ حالات اور کارناموں نے سرسید کو ایک ایسا عجیب غریب شخص ثابت کر دیا تھا کہ غرضِ عاف اور موافق ہر شخص کے بدل میں ان کی صورت دیکھنے کا اندر و شوق تھا چنانچہ مولانا شمس الدین دہلی جاتے وقت خاصاً ان سے ملنے کے شوق میں علی گڑھ کے اسٹیشن پر اترے سید صاحب سے جا کر ملے۔ اور دل پر اُن کی باتوں کا کچھ ایسا اچھا اثر لگے کہ اُن کے ساتھ ایک اُنس پیدا ہو گیا دہلی میں چند روز قیام کیا ہو گا کہ اتفاقاً مدرسِ عالی نظر سے گزرا جو دیگر طلبہ کی نظر میں کھشت تھا مگر مولانا شمس کو اُس کو پڑھتے ہی سید صاحب سے بجائے اُنس کے ٹر ویدگی پیدا ہو گئی۔ دہلی میں مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث سے حدیث شریف کی اور دیرہ سال میں صحاح ستہ۔ موطا امام مالک اور تفسیر جلالین ختم کر کے لکھنؤ واپس آئے

قیامِ دہلی کے زمانے میں عرب کے شہرِ اشیر کے دو طالب علموں کے ذریعہ سے مولانا کو محمد بن عبد اللہ بنجدی کا رسالہ التوحید دستیاب ہوا جو اس قدر پسند آیا کہ فوراً اُس کا ترجمہ کر ڈالا۔ اور مولوی تملطف حسین صاحب بہار مولف نے اس کو چھپوا کر شائع بھی کر دیا اس طریقہ سے مولانا نے تصنیف و تالیف کی دنیا میں پہلا قدم رکھا۔	تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے
---	-------------------------------

دہلی سے واپس آکر مولانا کو فکرِ معاش ہوئی۔ مولوی عبدالحی صاحب کی سفارش:	او دھوا اخبار میں مضامین لکھنا
---	--------------------------------

سے آپ منشی نوکشور کے یہاں گئے وہ بڑے مردم شناس آدمی تھے۔ انہوں نے مولانا سے چند سوالات کئے اور اُس کے بعد کہا: ”سیفۃ تصنیف آپ کے لئے سب نہیں (جس کی سفارش مولوی عبدالحی صاحب نے کی تھی) اُس میں اگر آپ کسی قسم کی ترقی نہ کر سکیں گے اگر ممکن ہو تو آپ اودھ اخبار میں مضامین لکھا کیجئے“

اودھ اخبار کی اسٹنٹ ایڈیٹری

مولانا نے اس سے پیشتر مختلف اخباروں میں مضامین لکھے تھے اور منشی احمد علی کسمندوی مرحوم کی صحبت میں کثر مضمون نگاری کی تھی

”میں نے تجیزت شہر کا تھیں اختیار کیا تھا اور دو چار غزلیں بھی کہی تھیں گو ان سے تمنا نہ تھا اور جو کچھ کہتے تھے اُس پر حیدر آباد بھیج کر اپنے پُرانے استاد مولوی علی حیدر صاحب نظر بدھینی سے اصرار کیا کرتے تھے مگر اخبارات کی دنیا اور مضمون نگاری کی طرف اُن کو منشی احمد علی کسمندوی ہی نے کیا تھا غرض جس وقت منشی نوکشور صاحب نے یہ مشورہ دیا ہے وہ مضمون نگاری سے نا آشنا نہ تھے۔ جو ب دیا کہ ”آپ کوئی سبجٹ بنا لیں میں اس پر مضمون لکھ کر پیش کرتا ہوں اگر آپ پسند کریں تو میں اودھ اخبار کی خدمت کے لئے حاضر ہوں“ منشی صاحب نے ایک سیاسی مضمون بتا دیا اور مولانا شہر نے دوسرے ہی دن اودھ اخبار کے لئے دو صفحوں کا ایک مضمون لکھ کر پیش کیا جسے منشی صاحب نے بہت پسند کیا اور اس کے بعد میں تیس روپیہ ماہوار پر اودھ اخبار کی اسٹنٹ ایڈیٹر مقرر کیا

اب مولانا کو جو ہر طبع دکھانے کا نیا میدان ملتا تھا۔ برابر مضامین لکھنا شروع کئے لیکن ان کے مضامین زیادہ تر علمی، خیالی و فلسفیانہ مذاق کے ہوتے تھے۔ یہ مضامین مسلسل دو سال تک نکلتے رہے۔ درمیان میں ہر طرف ان کی ایسی دھوم مچ گئی کہ اسی وقت سے مولانا کے ستر پیر کا شہرہ ہو گیا اور بڑے بڑے پرانے لکھنے والے چونک پرے اودھ اخبار کے ذیل میں آج بھی وہ مضمون موجود ہیں اور بت رہے ہیں کہ محض ان مضمون کی وجہ سے اس زمانہ کا اودھ اخبار کس قدر نمایاں اعتبار رکھتا ہے۔ رو فی طبع کی یہ حالت تھی کہ مولانا صرف چار پانچ روز میں بیٹے کے اتنے مضمون لکھ دیتے کہ مہینہ بھر تک اودھ اخبار میں شائع ہوتے رہتے اور ان مضمون کے عنوان اس قسم کے ہوتے تھے کہ وہ چھپے کتنے ہی دنوں بعد چھپے پرانے نہ سمجھے جاتے۔

ان مضامین میں ایک مضمون ”روح“ پر مولانا کے قلم سے نکلا تھا۔ اس کو پڑھ کر سید احمد خاں نے منشی نو لکشور کو اس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ ”اودھ اخبار میں ”روح“ پر جو مضمون چھپا ہے بہت اعلیٰ درجہ کا ہے میں اپنی تفسیر میں اس کے چند خیالات کو لینا چاہتا ہوں۔ لہذا ان صاحب سے جن کا وہ مضمون ہو مجھے اخذ کرنے کی اجازت دوا دیجئے“ منشی نو لکشور نے مولانا سے دریافت کر کے سید صاحب کو منگی خواہش کے مطابق اجازت دے دی۔

رسالہ محشر کا اجراء

اسی زمانے میں مولوی محمد عبدالباسط صاحب کے نام سے مولانا نے ایک منہجہ دار رسالہ نکالا جس کا نام ”محشر“ تھا اس میں اول سے آخر تک کل مضامین مولانا ہی کے قلم کے ہوتے تھے ”محشر“ رنگین اور شاعرانہ مذاق کا پرچہ تھا جس میں بہت سی نازک قسم کی خیال آرائیاں ہوتی تھیں ایک زمانہ تک اس میں ”زمانہ کا جائزہ“ کے عنوان سے ایک نر اے مضمون کا سلسلہ جاری رہا۔ اردو میں یہ تیا اور اچھوتا رنگ تھا۔ سب لوگوں نے غور کیا انگریزی خوانوں نے خصوصاً ان مضامین کو پسند کیا

”رفیق ہند“ میں راجہ بلی کے نام سے پادری رجب علی صاحب اکثر مضامین لکھتے تھے راجہ بلی نے ایک بار لکھا کہ جو رنگ ”محشر“ کا ہے صرف عشق اور شاعری کی دنیا کے ساتھ مخصوص ہے اگر ایڈیٹر محشر کو دعویٰ ہے تو ان دو چر سبکٹوں پر اسی رنگ میں مضامین لکھیں جو ہم بتاتے ہیں۔ اور انہوں نے چند سبکٹ بھی شائع کر دئے جن میں ایک کو ”روح“ تھا ایک یہ کہ ”ہندوستان کے لئے استمراری بندوبست مناسب ہے یا معاصر“ اور اسی قسم کے اور بھی کئی عنوانات تھے مولانا نے ان سب عنوانوں پر اپنے اسی رنگ میں نہایت پُر زور مضامین لکھ کر محشر میں شائع کئے جن کو دیکھ کر لوگ عثر عثر کرنے لگے اور راجہ بلی نے خاموشی سے داد قبولیت دی

دو سال بعد منشی نوٹشور نے مولانا کو خاص نامہ نگار بنا کر ریاست حیدر آباد دکن بھیجا

حیدر آباد کا قیام اور
اودھ اخبار سے قطع تعلیق

جس کی وجہ سے ”بمشر“ بند ہو گیا۔ وہاں نواب محسن الملک نے مولانا شہر کے کھانہ گاہوں ہاتھ لیا اور بعض اوقات اس بات کا شوق بھی دلایا کہ وہ حیدر آباد کی سرزمین اختیار کر لیں۔ لیکن مولانا نے اس امر کو وضو داری کے خلاف سمجھا

اتفاقاً اخبار ہزارستان کے مالک نے یہ سمجھ کر کہ مولانا شہر ان کے پرچہ کے ایڈیٹری قبول کر لیں گے۔ اپنے سابق ایڈیٹر سے قطع تعلق کر لیا اور مولانا پر ہر طرف سے زور ڈلوا یا کہ وہ اخبار بند کر کے ایڈیٹری قبول کر لیں مولانا اس شرط پر رضی ہوئے کہ واپس لکھنؤ جا کر اودھ اخبار سے قطع تعلق کر دیں مگر مطبع کے حسابات کا تصفیہ نہیں ہونے پایا تھا کہ ہزارستان بند ہو گیا اور مولانا کو حیدر آباد جانے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

ناول نگاری | اودھ اخبار سے قطع تعلق کرنے کے بعد مولانا شہر نے

پرائیویٹ طور پر اپنی انگریزی کی قابلیت بڑھانا شروع کی۔ اور اچھی اور کافی استعداد بہم پہنچائی۔ اسی زمانے میں مولانا نے اپنا پہلا ناول ”دلچسپ“ لکھا جسے منشی نثار حسین صاحب مالک ”پیام یار“ نے چھپوایا اور اس کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دوسرا حصہ لکھنے کے ساتھ ہی پہلے حصہ کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے کی ضرورت ہوئی اس کے بعد مولانا نے درگیش سندنی کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں کیا یہ بھی خوب مقبول ہوا۔

۱۸۸۶ء کے آخر میں مولوی بشیر الدین صاحب

دلگداز کا اجراء

مالک ایڈیٹر ”البشیر“ اٹاوا سے لکھنؤ میں :

اتفاقیت ہو گئی انہوں نے مولانا کو مشورہ دیا کہ وہ ایک مختصر ادبی رسالہ جاری کریں اور مولوی بشیر الدین نے پانچ روپیہ پانچ رسالوں کی قیمت اسی وقت پیشی ادا کئے کیونکہ یہ تجویز تھی کہ ایسے رسالہ کی قیمت صرف ایک روپیہ سالانہ ہو اس میں روپیوں سے مولانا نے دلگداز کا اشتہار شائع کیا اور اشتہار کے شائع ہوتے ہی کثرت سے درخواستیں اور قیمتیں آنا شروع ہو گئیں اور اسی آمدنی سے جنوری ۱۸۸۷ء سے ”دلگداز“ شائع ہونا شروع ہو گیا دلگداز میں اس وقت صرف شاعرانہ و شقانہ خیالی مضامین ہوتے تھے یا کبھی کبھی تاریخی مضامین نکل جاتے تھے اور سال رواں کے ختم تک اس کے دو ہزار خریدار ہو گئے تھے“

ملخصاً از ”سیر المصنفین“
 و بروایت جناب حکیم محمد عبد اللطیف صاحب فلسفی و اس پر نسل طبریہ کا راج علی گڑھ
 ”مولانا کے بعض ناول شتر کھنوی نے قدسے تصرفات کے ساتھ اپنے نام سے شائع کر دئے جس پر مرحوم نے ان پر دس ہزار روپے کی نالاش دائر کر دی مقدمہ چتار ہا۔ آخر عرضی دعوے کے ایک قانونی سقم کی بنا پر مولانا بطل گواہ صوب ہوئے اصل واقعوں میں کسی قدر تھوٹ کی آمیزش ضروری تھی اور اسی پر ڈگری کا مولانا کے حق میں فیصلہ ہونا لازمی مگر مرحوم کو کذب سے خدا واسطے کی دشمنی تھی، دستوں نے بھی یہ چند زور ڈالیا مگر عرضی نہ ہوئے۔ اور
 حکیم صاحب مزار کھنوی کے مشہور حبیب خاندان عزیز سے ہیں اور مولانا شتر کے شرف و معرجت اور فخر جو رستہ منقطع ہے یہ بزرگ ہندو تھے۔ اور انھیں آپ کا بھی سر رہی تھا۔

اسی پر نالیش خارج ہو کر ذریعہ مخالفت کے خرچہ کی ڈگری دا کرنا پڑی،
 اور ایسا بخیر شخص اس قسم کے جھوٹ سے کیونکر ملوث ہو سکتا تھا۔ قربت اور
 اور دوستوں کی مالی اعانت دن رات کا مشغہ تھا۔ سو روپیہ ہوا جیہ آباد
 دکن سے وظیفہ ملتا۔ اسی قدر رسالہ دلگہ از اور تصانیف کی آمدنی تھی، اگر آئے
 دن قبضہ کر لیں (جو مولانا کا وطن قدیم تھا) ورنہ توحی کے قربت دار اپنی اپنی
 ضروریات کی فریادیں لے آتے۔ اور مولوی صاحب یہ بارہ سو روپیہ اگلے
 مہینے سے پہلے وصول کر دیتے، اور کچھ معمولی رقمیں نہ دیتے بلکہ سو سو سو سو سو
 تک کی حاجت روانہ کرتے،

اور ظاہر ہے کہ جب دیہات کا کوئی باشندہ شہر میں سکونت اختیار کرے
 پھر خدا تعالیٰ اُسے مال و نعمت سے بھی بہرہ ور فرمائے اس پر دستِ اخلاق
 کی دولت سے بھی مستمند ہو، تو نواحی کے رہنے والوں کی جو ضروریات شہر سے وابستہ
 ہوتی ہیں۔ اُن کی وجہ سے شہر میں اُن کا نات لگا رہتا ہے۔ پھر مولانا عبدالحلیم صاحب
 جیسا متواضع اور کریم النفس مہمانوں کو اجازت رخصت ہی نہ ملتی، روپیہ سے
 اعانت کرتے، سفارشوں سے مہاداد فرماتے، حسن اخلاق اور مدارات سے
 دلجوئی کرتے۔

محاسن اخلاق آپ کے محسن اخلاق میں سب سے نمایاں پہلو اُس وقت
 کا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ملنے والوں میں سے اعلیٰ و ادنیٰ کے ساتھ
 مساوی برتاؤ کرتے، احمد بن حنبلہ فرودش ایک معمولی آدمی تھا۔ آئے دن قرضداروں
 کو پیچھے لگا لاتا اور مولانا کے سر لڑا لے پہلے آپ تہنیت فرماتے، پھر اُس کا قرض

ادا کرتے یہی احمد بلکہ ہر ایسا معمولی درجہ کا دوست اگر رؤسا و علما کے مجمع میں بھی مولانا سے اپنے پاس آتے دیکھ لیتے تو ضرور اپنے قریب جگہ دیتے پنہنجہ ایک دفعہ راجہ محمود آباد اور مرزا امادی رسوا بیٹھے تھے، یہی احمد گینہ فروش آگیا۔ فرمایا۔ آؤ بھی احمد! اور اُسے اپنے قریب جگہ عنایت زمانی،

حسن اخلاق میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے، کہ دوستوں کی غیبت میں کبھی خود نہ اُن کی بُرائی کرتے نہ اوروں سے سنا گوارا کرتے

علوم میں یہ تبحر تھا کہ میں اکثر سرِ مل طلب پر آپ سے گفتگو کرتا۔ اور اس کا ہمیشہ آرزو مند رہا کہ مولانا کبھی تو میرے سوال کے جواب میں عاجز آسکیں مگر تعجب ہے کہ جب میں عدم مزادلت کے باوجود بھی کبھی اور کسی مسئلہ میں اُن کی طرف سے سہو علم نہ پایا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی طبی تصنیف ”ہماری سائنٹفک طبِ یونانی“ میں کئی مسائل میں مرحوم سے استفادہ کیا (یہ کتاب چھپ چکی ہے)

سات زبانوں میں ماہر تھے عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، جرمن، فرنگ، اطالین، سنسکرت کا بھی مطالعہ فرما رہے تھے، اور اردو تو خود ان کی دستِ نگر تھی اس قسم کے ہفت زبان عالم کے کتب خانہ کا کیا شمار۔ رہائش کا مکان معمولی، مگر کتابوں کی کثرت حد سے فزون تر۔

حدیث میں نظر مولانا کی حدیث میں نظر کا یہ شہرہ تھا، کہ عبد آپ سے اس فن میں سیر ستودہ کے نئے و منہوتے چنانچہ لکھنؤ ہی کے ایک علمی خاندان کے بزرگ..... نے فن حدیث پر جو مشہور کتاب..... لکھی ہے اس میں اکثر اقوال، مولانا شہر کے ہیں

الغرض مولانا جامع انعم بزرگ تھے اور تحریر تصنیف کا وقت رات کے ایک بجے سے بے کر تباہ فجر ہوتا۔ بعد تناول و طعام واداسے فیضہ جاتے اور صبح نو بجے جاگ اٹھتے۔ اس وقت کا معمول خاص یہ تھا کہ فوراً ٹھنڈے پانی کے نل کے نیچے جا کر غسل فرماتے اس کے لئے موسم کا استنہ نہ تھا۔

ارتحال آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز مغرب میرے برادر بزرگ عظیم عبدالمعید صاحب کے ہاں تشریف لاتے یہ صحبت نو بجے شب تک ہوتی۔ آخر اپنی راتوں میں سے یکے ایک اپنے دامن میں وہ صبح قیامت بے کرا آتی کہ جس میں ہم سب — مولانا کے فیضان صحبت سے محروم ہو گئے، شب کو وہ بجے آپ کو اچانک لپکھی شروع ہو گئی۔ ہم لوگوں نے دولت خانہ پر پہنچایا۔ بنجار شروع ہو گیا۔ ساتھ ہی زبان میں سنت اور حواس میں اختلال آتا گیا۔ کہ آخر ایک ہفتہ کے بعد قبر میں جا سوئے، وقت رحلت ۴۴ بجے صبح ہے ۷۷ سال عمر پائی،

اولاد میں ۲ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ میاں محمد صدیق صاحب ہیں جو دفتر سالہ اردو اورنگ آباد میں ملازم ہیں۔

آپ کے مشہور ناول ”دربار حرام پور کے اسرار“ کی وجہ تصنیف سب پر عیاں ہے، مگر اشاعت سے پہلے اس کے نئے دس ہزار روپیہ کا لایع دلایا گیا، تاکہ مولانا اسے شائع نہ کریں مگر آپ نے پائے استغناء سے ٹھکرا دیا۔

”دربار حرام پور کے اسرار“ کے سلسلہ میں آپ کو گونا گوں تکالیف کا سامنا ہے، اس ناول کی اشاعت کے بعد اس کے ہیرو نے اپنے ایک خاص عمدہ دارمخت کو چار اور شہ زور پہلوانوں کے ساتھ مولانا شہر کے قتل کے لئے

لکھنؤ بھی، مگر کلکٹر بریلی کو معلوم ہو گیا۔ اس نے فوراً جاپلنگ صاحب کلکٹر
 لکھنؤ کو تار دیا کہ فداں شخص ۴۴ اور پہلوانوں کے ساتھ مولانا شہر کو قتل
 کرنے کے لئے لکھنؤ آ رہے ہیں، کلکٹر مولانا کا شاکر د تھا اس نے اطلاع کی،
 آپ کو بھی پتہ شریف لے گئے، تمام جہز اسیان کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں
 انتظام کیسے کر سکتا ہوں اس پر پولیس کے سپاہی آپ کی حفاظت کیسے
 مقرر ہوں؟ جو شب کو مکان پر چوکیداری کرتے اور جب مولانا منہ گشتی
 کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک سپاہی مشایعت میں رہتا، مولوی صاحب
 کا حملوں یہ تھا کہ سر شام گھر سے نکلتے آگے آگے ملازم لالٹین لے کر چلتا
 اپنے معمولات کے مطابق دوستوں کے ہاں مجلسیں ہوتیں اور شب کو ایک
 بجے واپس تشریف لاتے، یہ عادت اس خوف میں بھی نہ چھٹ سکی، مگر شب
 بھر سپاہیوں کا جو پہرہ چھت پر رہتا، موسم گرما میں پردہ کی تکلیف
 کی وجہ سے ناقابل برداشت ہو گیا۔ مولانا کلکٹر کے پاس گئے۔ اور شکایت کی
 کہ آخر ہم لوگ کب تک اس مصیبت میں رہیں گے۔ اس پر جاپلنگ صاحب
 (کلکٹر) نے ریاست.... کے ریڈنٹ کو تار دیا کہ.... صاحب نے
 مولانا شہر کے پیچھے جو آدمی لگا رکھے ہیں۔ اگر شہر کا بال بھی بیکا ہوا۔ تو
 اس کے ذمہ دار آپ کے نواب صاحب ہوں گے، تب جو کراں شہزادوں
 کو لکھنؤ سے واپس بریا گیا،

جناب شہر نے زبان اردو کی جو خدمت کی، اس کے احباب سے دنیائے
 ادب کبھی بکدوش نہ ہوگی جن اہل قلم حضرات نے اردو میں ناول نویسی

کی طرح ڈالی۔ مرحوم اُن کی صف اول میں نظر آتے ہیں، آج جبکہ فن ناول
 نویسی منازل ارتقاء پر چمک رہا ہے، مگر آپ کے ناول اب بھی اُسی دلچسپی سے
 پڑھے جاتے ہیں جس سے اُن کے زمانہ تصنیف میں پڑھے جاتے ہیں۔ پھر
 یہ ناول محض فسانہ نہیں، بلکہ فنانوں میں اسلامی تاریخ اور مسلمان
 بہادروں کے کائنات میں جنہیں عوام کا تاریخ کے خشک عنوان سے پڑھنا
 ناگوار سا تھا۔ اس لئے آپ نے، انہیں قصہ کی چاشنی سے یوں لذیذ تر بنوایا
 کہ جب پڑھئے لطف دو بالا

مرحوم ادیب عربی سے آگاہ تھے علوم و فنون کی تمام کتابیں پڑھی
 تھیں، منقولات حدیث و تفسیر و فقہ کے عالم تھے۔ اور اس میں شک نہیں
 کہ وہ اگر مذہبی مسند پر حکم ہوتے تو محفل کو دنگ کر دیتے۔ آخر اُن کے اُستاد
 حدیث جناب میا نصیب (سید نذیر حسین محدث دہلوی) انہیں داؤد
 ظاہری کے لقب سے یاد فرماتے، لیکن انہوں نے تحدیث کو چھوڑ کر رنگ
 کیوں اختیار کر لیا!

جب مسلمانوں کے اقبال و دولت کے ساتھ اُن کے خصائص بھی مٹنے
 لگے خود بے خبر اور اغیار طعنہ زن، تاریخ کے اوراق اُن کی بہادری و غیور
 اور نصفت شعاری کے واقعات سے مزین، مگر سننے والے طرز کمن سے
 بیزار۔ اب اگر انہوں نے

بچی خم ہی تو کیا ہے تو جازی ہے میری
 تفرہ ہندی ہی تو کیا ہے تو جازی ہے میری

کے مطابق ذوق محفل کو ٹھونڈ رکھتے ہوئے یوں داستانِ غم بیان کر دی،
تو یہ بھی تو وقت کی ضرورت تھی،

تایخ و سیر پر آپ نے ۳۰ کتابیں لکھیں جن کے مطالعہ سے ہر مذاق
برابر کا حظ حاصل کر سکتا ہے

ایک خاص نکتہ نظر سے یہ کتابیں قابلِ قہ ہیں، یعنی تایخ اسلام جو پاک
حق، خاتم المرسلین، تایخ خلافت، تایخ سنیہ، صقیہ میں اسلام،
عرب قبل از اسلام، مسیح و مسیحیت، تایخ یہود، ابو بکر شبلی، ثانی الثین،
ذوالنورین، ابوالحسنین، وغیرہ آخر الذکر ۳ کتابیں اس سلسلہ کا ڈھیلے کے
جسہ میں پڑھی گئیں، جسے مرحوم نے اپنے اسلمی درد کی وجہ سے قائم کیا،
اور اب تک زندہ ہے یہ تینوں کتابیں تحریری لیکچر تھے، جنہیں آپ نے ۳ جلدوں
میں پڑھا، راقم نے حروفِ اُن کا مطالعہ کیا، خلافتِ صدیقی، عہد عثمانی اور
امامت مرتضیٰ علی کے واقعات اور ان کے نتائج جس ندرت کے ساتھ ان لیکچروں
میں تحریر ہیں دوسری کتابوں میں کم ملیں گے، شیعہ حضرات کی آپ پر برہمی، مغل
کتاب سکینہ بنت حسین اور حسن بن صباح کے ان لیکچروں کی وجہ سے بھی ہے
جس پر آپ کے عقائد کی پختگی نے "اُداسے ناز پہ اک اور تازیاں" کر دیا،
آپ کا مرتبہ صومنین میں مت ز تھا کہ اردو کے اخبار و رسالے شہر کے
مضامین کو اپنا مایہ ناز سمجھتے ہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مضامین
کے مجموعے چھپنا شروع ہو گئے، تصانیف کی تعداد بقدر ۲۰ کے ہے، اور ان کتب
کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، جو آپ کے ماہانہ رسالہ دنگداز سے متبصر ہیں،

جلد اول

تاریخ میں تاریخ بغداد، تاریخ اسلام، حروب صلیبیہ، خاتم المرسلین،
تاریخ خلافت، تاریخ سندھ (۲ جلدیں)، صقلیہ میں اسلام، عرب قبل از اسلام،
عصر قدیم، مسیح و مسیحیت، تاریخ یسوع، ابو بکر شبلی، فسانہ قیس، جغیہ بغدادی،
حسن بن صبر، خواجہ معین الدین چشتی، مکہ زوہیر، سکینہ بنت حسین،
شیریں ملکہ عجم، صد پارہ دل، ثانی الشہین، ذوالنورین، ابوالحسنین،
قرۃ العین، مخدرات، سیر علما آغا علی صاحب، امام ابو الحسن اشعری،
ولادت سرور عالم، (رسالہ امام ابن جوزی کا ترجمہ) جوئے حق،
محالات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حلیۃ العذراء، سدھ کا قنون،
الحکم الرفاعیہ، (معرفت میں) معاشرت، سرسید کی دینی برکتیں، معیار
زندگی، ہندوؤں کا اردو سے تعلق، ہندوستان کی موسیقی، سفرنامہ نام
شافعی، معتزلہ، ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ۔

ناول (تاریخی)، الفانسو، ایام عرب، بابک خرمی، حسن انجیلنا، ملک
العزیز ورجنا، منصور موہن، ذوالبغداد، روتہ الکبریٰ، فتح اندلس
مفتوح فاتح (فرانس میں عربوں کے داخل ہونے کی تاریخ کے ساتھ...)،
شوقین ملک (دوسری صلیبی لڑائی) طاہرہ، (ایک پاکدامن عقیفہ کی
سرگزشت) علمائے ہند و حجاز و مصر کے اجتہاد کا فرق، عزیزہ مصر، فلورا
فلورنڈا، فردوس بریں، قیس و لبنی، لبعث چین، مقدس ازمنہ،
ماہ ملک، عینا بازار، نیکی کا پھل، (آخری تصنیف) یوسف و زلیخہ
کامل

ناول (خیالی) دلچسپ (سب سے پہلے ناول) دلکش، آغوش صادق
 کی شاعری، حسن کا ڈکھو دور بار حرام پور کے اسرار، بدراشا
 کی مصیبت، خوفناک محبت، غیب داں و نمن، ڈاکو کی گولہ باری،
 مستحکومات، اسیری بابل، زمانہ اور اسلام، شب غم،
 شب دہس، شیدوق، میوہ تلخ،

علمائے بریلی

(موجودین)

سید ابوالحسن (علی) بن سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء

(عدد مسلسل ۱۸۸)

(عدد ۱)

(خود نوشتہ حالات)

"علی نام ابوالحسن کنیت والد کا نام سید عبدالحی (مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء و مصنف تصانیف کثیرہ) راقم کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء الدینی صاحب مکتبہ جو مولانا محمد ابراہیم صاحب آرومی مرحوم اور دوسرے مشاہیر کے شیخ طریقت اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ و مرشد تھے راقم الحروف کا تعلق سید احمد صاحب کے خاندان سے ہے محرم الحرام ۱۳۳۵ء میں ولادت ہوئی، ۹ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا اور بڑے بھائی مولوی حکیم ڈاکٹر سید عبدالحی صاحب بی ایس سی ایم بی بی ایس ناظم ندوۃ العلماء کی نگرانی

و شفقت میں پرورش پائی، صرف و نحو و ادب و درسیات کی تعلیم شیخ فیصل بن محمد بن شیخ حسین ایہانی استاد نواب صدیق حسن خاں سے پائی جنہوں نے نہایت شفقت و توجہ سے تعلیم دی، راقم ان کا نہایت ممنون رہے ^{۱۹۲۵ء} کو جب میہ کی عمر ۱۵-۱۶ سال کی تھی فاضل ادب لکھنؤ یونیورسٹی کا امتحان دیا اور درجہ اول میں کامیاب ہوا، دوسرے سال فاضل حدیث کا امتحان پاس کیا لیکن اب اس پر نام دم ہے ^{۱۹۲۹ء} سے اس نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دو سال مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ سے حدیث کی کتابیں اور کتب صحاح تحقیق سے پڑھیں اور شیخ محمد تقی الدین الموالی سابق ادیب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء و حال استاد یونیورسٹی جرمنی سے ادب و دانش و تفسیر میں استفادہ کیا، اس کے بعد چند مہینے دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد صاحب کی خدمت میں اور لاہور میں مولانا احمد علی صاحب سے درس قرآن میں باقاعدہ شریک رہا اور امتحان میں امتیاز سے کامیاب ہوا۔

سنہ ۱۳۴۷ھ میں سید احمد صاحب کے تذکرہ پر ایک مضمون عربی میں لکھا جو پہلے انصار مصر میں پھر یک مستقل رسالہ کی صورت میں مصر سے شائع ہوا (بنام "ترجمہ سید الامام احمد بن عرفان" مؤلف) سنہ ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں محکم کی حیثیت سے تقریر ہوا اور اس وقت سے تفسیر حدیث و ادب کے اسباق پڑھاتا ہے، سنہ ۱۳۴۹ھ میں سید صاحب اور ان کی جماعت خلف کبیرہ تذکرہ التذکرہ کے نام سے تقریباً ۱۰۰ صفحہ لکھا،

(مرحوم)

سید عبدالحمی (ناظم مدرستہ ندوۃ العلماء لکھنؤ)

بن فخر الدین بن عبدالحی بن علی محمد بن اکبر شہ بن محمد شاہ تہذیب خرد سادات حسنی و حسینی
 مدظلہ سلسلہ ۱۱۸۴ متوفی ۱۲۵۵ جمادی الثانی ۱۳۳۷ ۲۷ فروری ۱۹۱۸ء (عمر ۷۲)
 آپ کے اجداد میں ایک بزرگ سید قاضی احمد تھے۔ اور بھی تہذیب خرد خاندان خیر
 میں اقامت گزریں تھے کہ کسی سادہ میں یک زلیق سے خزان ہو گیا۔ قاضی احمد دوم
 نے دورانِ غفلت میں کہیں یہ کہہ دیا کہ ”یہی خدا رسول کا علم ہے“ اس پر ذوقِ شاذ
 بہت برپا ہوا اور جواب میں یہاں تک کہہ ڈالا ”کہ میں خدا و رسول کا علم کوئی چیز
 نہیں سمجھتا“ اور اس فتنہ علی کے عقید میں یہ جملہ معمولی سا تھہر قاضی صاحب اس کے
 تحمل سے قاصر تھے۔ نصیر آباد سے ترک اقامت فرما کر اسے بریلی میں سکونت پذیر ہو گئے
 اور اسی سلسلہ اندسب کی ایک کڑی صاحب ترجمہ مولانا سید عبدالحی مرحوم من
 آپ کا مولدہ اسے بریلی تیار پنج دلا دت ۱۸۷۸ رمضان ۱۲۸۶ء ہے۔ اور ان
 حضرات سے استفادہ کیا۔ یعنی رائے بریلی میں رہ کر فارسی فنی محمد قاضی طبع سے۔
 ابتدائی عربی شاہ عبدالمجید سے مبادی صرف و نحو شاہ نصیر الدینی سے۔ درالمنہج
 میں اپنے پھوپھا مولوی سید سعید الدین صاحب کی توجہ سے مٹن تک انگریزی پڑھی
 اب الہ آباد داروہوئے اور مولانا محمد حسین صاحب سے استفادہ کیا۔ پنج پڑھو۔

رہ کر فتنہ مولانا نور محمد سے پڑھی یہاں سے کچھ مدت بھوپال قیام رہا
 یزدانہ نواب صدیق حسن خان صاحب کی علم پروری کا تھا یعنی ۱۳۱۲ھ مگر اس
 عہد قیام میں پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ بلکہ اس کے بعد دوبارہ تشریف فرما بھوپال
 ہوئے جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔

لکھنؤ تشریف لے آئے اور یہاں ان حضرات کے سامنے زانوئے ادب
 تہ کئے یعنی مولانا سید میر علی صاحب (طبع آبادی) مولوی الطاف حسین صاحب
 نائب اخوند مولانا فضل اللہ صاحب اور مولانا محمد نعیم اللہ صاحب فرنگی مہلی سے
 کتب درسیہ پڑھیں اب (دوبارہ) بھوپال رونق فرما ہوئے۔ مگر اس زمانہ میں
 نواب صدیق حسن خان صاحب طبع اجل ہو چکے تھے یعنی ۱۳۱۹ھ میں مگر باطالع علم ہنوز
 قائم تھی۔ اس سفر میں ان حضرات سے پڑھ۔ یعنی بقیہ درسیات قاضی عبدالحی سے،
 ریاضی مولانا سید احمد دیوبندی سے۔ ادب شیخ محمد عرب اور حدیث حسین بن محسن
 عربی سے سی طح لکھنؤ آ کر طب کی تکمیل فرمائی۔ اور اُس وقت کے مشہور اساتذہ
 سے یہ فن حاصل کیا۔ لغرض تکمیل تمام کے بعد ۱۳۲۰ھ میں واپس وطن (رائے بریلی)
 تشریف فرما ہوئے و لیکن حصول نسبت کے لئے لٹنوپانی پت اور دہلی آئے۔ مولانا
 رشید احمد مرحوم و قاری عبد الرحمن علیہ الرحمۃ اور سید نذیر حسین صاحب (شیخ
 اکمل) مغفور سے علیحدہ علیحدہ جازہ حدیث و اوراد و اعمال حاصل کیا۔

تکمیل کے بعد

سے یہ بزرگ ہمدیش بیق سے پڑھے۔ اور علمائے اعلوم سے ان کے صحابہ رسالہ مسیح سعادت پوچھو
 میں بری نظرت فرمائی۔ مگر سہو تغفل کی وجہ سے نقص نہ کر سکا (مؤلف)

مفت اصحابات قومی و وطنی کے بعد، وہ شوال ۱۳۳۳ھ میں ندوۃ العلماء
 لکھنؤ کی نظامت ہاتھ میں لی۔ اولاً ایک سال بل طلبہ سے وہ خدمت کی، مگر
 اس سبب دینیوں کے فقدان کی وجہ سے معمولی مشاہیرہ کے بغیر مغز نہ تھا۔ اس طرح
 ۱۳۳۳ھ بذیت ۱۳۳۳ھ یعنی ۹ سال تک خدمت کی۔ مگر مشاہیرہ کی قلت در
 اور مصارف خانگی کی زیادتی کی وجہ سے آخر معاشش کی دست فزوری تھی۔
 اور ندوہ جو ہمیشہ مسلمان ہند کی بے توجہی کا شکار رہا، دور بیک اس کے
 تحمل سے قاصر تھا۔ آخر ۱۳۳۳ھ میں آپ نے نظامت سے مستعفی ہو کر لکھنؤ ہی
 میں مطب جاری کیا۔ جس سے متعلقین کی کفالت میں ذر سہوت ہوئی، مگر ندوہ
 سے اب بھی تعلق خدمت قائم رہا۔ یعنی اس زمانہ میں اس نظامت کو ۳ حصوں میں
 تقسیم کر دیا گیا۔

(۱) صیفہ تعیمات اس پر مولانا شبلی مرحوم کا تدریسی عمل میں آیا (۲) صیفہ
 ماں اس کے منصرم منشی محمد احتشام علی صاحب ہوئے (۳) مستند اور اس کی
 ذمہ داری مولانا عبدالحی (صاحب ترجمہ) کو تفویض ہوئی، مگر یہ بد طلب معوضہ
 تھی اس غرض اسی طرح کئی سال تک آپ نے ندوۃ العلماء کی خدمت میں طر عزیز
 صرف فرمادی۔

اولاد میں دو صاحبزادہ گرامی (۱) سید عبدالحی صاحب ندوۃ العلماء لکھنؤ
 اور خلیفہ اصغر سید ابوالحسن علی صاحب ثانی (۲) ذکر کے سوانح (خود نوشتہ) اس
 کتاب میں زیب دہ اوراق ہیں، ورنہ ذرا بھی جریعہ میں حاصل ہوئے
 آپ کو شاعری میں بھی شغف حاصل تھا کلام کا مختصر نمونہ یہ ہے:

۲۲۲

ہدفِ ناز و کب تو نبیا ہیں ہم
آپ اپنے لئے بلا میں ہم
آج کس غم میں مبتلا ہیں ہم
یعنی کس مرض کی دوا ہیں ہم
کون کتا ہے پر سا ہیں ہم

کشتہ فخرِ ادب ہیں ہم
دل دیا پھر انہیں حسینوں کو
سرسر رکھتی ہو دل دھڑکتا ہو
آج تک ہم پہ کچھ نہ عقدہ کھلا
ہم تو آزادِ زندہ میکش میں

دیگر

کوئے جاناں کی خاکِ ٹائیں گے
روئیں گے اُن کو بھی رلاؤں گے
ایسی قسمت کہاں سے لائیں گے
آج بک زور پھر لگائیں گے
دغ پر دغ ہم بھی کھائیں گے

”دن بھلیات ہم توجہ میں گے
کہہ کے افسانہ دل پر غم
اُس کے کوچہ میں ہو گزرا پنا
گرچہ ہے نالہ مار سا لیکن
لارہ رویوں کو دیکھ لے آزاد

فارسی کا کیم مچھین کا متا ہے تیرہ برس کے سن میں ایک شہسوی سوزِ دل لکھی تھی
اُس کے ددین شعرِ پیر

زہیرِ وقاب طاقتِ دورِ ہستم
دلِ محزون مارا شاد فرما
سبک سارا ز غم از دوری خود
تن پرور دما را جانِ ہستی

بسنِ چشمہ تور بخور ہستم
تن ویرن ما آباد فرما
خدا کی بخشش از مجھوری خود
کہ دردِ عشق را در ما ہستی
یک نعتِ قصیدہ سے چند بیت

ابن الکرم، خواجہ الہدیٰ السودی
 حزن صدق شقیق عز سرمد
 غرض منی متمک المستنجد
 مولیٰ البریہ مجاور المسترفد
 نعم الملیک الواحد متوحد
 بصداقہ وثاقہ دتو دو
 زانت کرامۃ مقام سودو

خیر البریہ را سم و در غم
 رجا بند راغ حلیف مجد سا بخ
 نور سعدی غوث الوری غیث اللہ
 کشف الراحون قلب خائف
 المصطفیٰ المختار من تمت بہ
 ادنی البریہ ذمۃ و امانۃ
 ذاک المتوج بالامانۃ و التقی

تصنیفات

(۱) "جنتہ المشرق و مطلع النور المشرق" یہ کتب عربی میں ہے اور تین
 فنوں پر مشتمل ہے فن اول جغرافیہ ہند میں۔ فن ثانی تاریخ میں اور فن ثالث خطہ
 و آثار میں جغرافیہ کے حصہ میں قدیم و جدید تاریخی و مذہبی و تمدنی حیثیتوں سے
 ہندوستان پر نظر ڈالی گئی ہے اور ہر حیثیت سے یہ حصہ مکمل بہت جتنی معلومت
 اس میں فراہم کی گئی ہیں وہ کہیں یکجا نہیں مل سکتی ہیں۔ تاریخ کے حصہ میں مسلمانوں
 کے عہد کی تاریخ مجتہدانہ انداز سے لکھی گئی ہے اور ہندوستان کا کوئی اسلامی
 حکمران خاندان ایسا نہیں جو اس میں نہ ذکر کیا گیا ہو۔ اکثر تاریخی اعداد و جوشائع
 و ذائع ہو چکے ہیں ان کی تصحیح کی گئی ہے۔ حصہ ثالث بالکل نئی چیز ہے شاہانِ اسلام
 کے عہد میں ہندوستان میں جو جو ترقیوں ہوئی ہیں وہ سب اس میں بیان کی گئی
 ہیں۔ مسلمانوں کے عہد کا تمدن و طرز معشرت شاہانِ اسلام کے ہر عہد کے
 رسوم اور معشرت کی تبدیلیاں ان کے محصل و خراج و طریق حکمرانی وغیرہ

سب پر غایت استقصا کے ساتھ بحث کی گئی ہیں۔ بہت سے امور خیر مشرق باغات
واندروددارس و جوامع وغیرہ جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا تھا وہ با تفصیل
بیان کئے گئے ہیں۔ جتنی معومات اس باب میں یکجا مل سکتی ہیں وہ تاریخ کے
متوسط درجہ کے کتب خانوں کی ورق گردانی سے نہیں مل سکتیں، یہ کتاب
دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ذریعہ سے طبع ہو رہی ہے۔

(۲) "معارف الخوارف فی انواع العلوم والمعارف" یہ کتاب بھی عربی
میں ہے اور اس کی نظر سے کہ سے ہندوستان کے ساتھ تعلق ہے اپنے موضوع پر
پہلی ہے علوم معارف کی تاریخ پر کتاب الفہرست یا کشف الفنون کی ایسی اول کتاب
موجود ہیں۔ ہر ہندوستان میں مسلمانوں کے عصر میں علوم و فنون میں جو ترقیاں ہوئی
ہیں وہ اب تک منضبط نہیں ہوئی تھیں۔ اس میں ایک مقدمہ ہے جس میں نصاب تعلیم
کی تاریخ اور وقت فوقتاً اس میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ سب بیان کی گئی ہیں۔
اس کے بعد فنون ادبیہ نحو صرف، اشتقاق الفہم، بلاغۃ، عروض و قافیہ، انشاء
شو، تاریخ، جغرافیہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف، کلام، مناظرہ، منطق
طبیعت، اہمیت، ریاضی، طب وغیرہ علوم کی تاریخ اور ہندوستان میں اس
علوم میں جو ترقیاں ہوئی ہیں اور جو تصنیفات کی گئی ہیں اور جن علم کے پانچوں
یہ ترقیاں مل گئی ہیں وہ سب بیان کی گئی ہیں۔

(۳) "نزهة الخواصر و جہۃ المسامح والنوائل" یہ کتاب بھی عربی میں ہے اس
کتاب میں پہلی صدی ہجری سے بے کرب صیابہ کے بابرکت قدم صل سینڈ پر آئے
چودھویں صدی تک کے ہندوستان میں مسلمان مشاہیر کے حالات ہیں۔

”اس کتاب کی حسب ذیل جلدیں ہیں۔“

(۱) جلد اول۔ طبقہ اولیٰ اُن لوگوں کے بیان میں جو ہندوستان میں قرن اول میں آئے، طبقہ ثانیہ اُن لوگوں کے ذکر میں جو قرن ثانی میں آئے، طبقہ ثالثہ و بقیہ طبقات ثالث سے قرن سابع تک کے مشاہیر کے حالات ہیں۔
(۲) جلد ثانی در ذکر اعیان قرن ثامن (۳) جلد ثالث در ذکر عین قرن عاشر (۴) جلد رابع در ذکر اعیان قرن ہادی عشر (۵) جلد خامس در ذکر اعیان قرن ثانی عشر (۶) جلد سادس در ذکر اعیان قرن ثالث عشر (۷) جلد سابع در ذکر اعیان قرن ہاضر۔“

(۸) ”تلخیص الاخبار“ یہ کتاب آخر عمر کی تصنیف میں سے ہے اس کتاب میں احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع کی ہیں حدیث کی کتابیں اور بھی ہیں مگر اُن میں یہ مجموعہ خاص وقت رکھتا ہے۔ اس میں خاص کردہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں جن کا تحقق تہذیب اخلاق تزکیہ باطن تدبیر منزل سیاست مدین حسن معاشرت سے ہے۔ انسان کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ نئے نئے خیالات اور نئے نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس عصر میں جو مشکلات ایک مسلمان کو پیش آ سکتی ہیں ان کا حل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سے یہ کتاب بیکر سکتی ہو۔
(۹) ”منتہی الافکار فی شرح تلخیص الاخبار“ یہ تلخیص الاخبار کی عربی میں شرح ہو۔
(۱۰) ”تذکرۃ الابرار“ یہ کتاب فارسی میں ہے اس میں مصنف مرحوم کے فاضل تبطیرہ حسنیہ کے مشائخ و علماء و مشاہیر کے تذکرے ہیں۔“

(۱۱) ”یادایام“ یہ کتاب اردو میں مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی صدر الصدور

امور مذہبی حیدرآباد دکن کی فرمائش سے گجرات کے حانات میں لکھی گئی اور یہ کتاب
ایجوکیشنل کانفرنس کی جانب سے شائع ہو چکی ہے۔ اس میں گجرات کی سید سی
تمدنی علی بیگم اور دو مشائخ و مراد کے صاحبزادے سلاطین اسد م کے کارنامے
ان کی علم دوستی و ریہ پروری اور ان کے ذریعہ سے ملک میں جو تمدنی و صنعتی
ترقیات ہوئی ہیں وہ بیان کی گئی ہیں۔ اور اس زمانہ کے تمدن و ترقی و شہرت
درمسنوعات پر ردشہی ڈالی گئی ہے۔ مصنف مرحوم کا ارادہ تھا کہ اسی طرز کی
کتابیں ہندوستان کے اور صوبوں کے متعلق بھی لکھتے۔ چند پنجہ "پورب" کے حرات
میں ایسی ہی ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی مگر چند صفحے لکھتے تھے کہ پھر نو بہت نہ
آئی اور افسوس کہ یہ سزا جس کا مواد مصنف مرحوم کے دماغ میں محفوظ تھا اور
صرف قلمبند کرنا باقی تھا نہ تمام رہ گیا۔ اگر یہ سلسلہ مکمل ہو جاتا تو سلسلہ ہند
کی تاریخوں میں سب سے بلند مرتبہ پر شمار کیا جاتا۔

(۷) کتاب الغنا "یہ کتاب بحث غنا پر عربی میں لکھی گئی یہ کتاب آخر عمر کی
تصنیف میں سے ہے اور اپنے بحث پر مبنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے
مکمل ہے۔"

(۸) قرابادین "اس میں اپنے خاندانی نسخے جن کا خود بارہا تجربہ کر چکے تھے
جمع کئے گئے ہیں یہ کتاب س عاجز ہے نابہ (سید عبد علی صاحب) کے لئے لکھی
گئی، ان نسخوں کی قدر وہی ہوگ جان سکتے ہیں جنہیں ممدوح کی خدمت میں علاج
کے لئے حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔"

(۹) تحفۃ الہیاب "یہ کتاب اس سفر کی یادگار ہے جو ممدوح نے سن ۱۳۱۷ھ

میں علم و مشائخ سے مستفید ہونے کے لئے کیا تھا۔ اس کتاب سے سائنس و فنی و ذہنی
 زوال کا پتہ چلتا ہے جو اس بخور سے جو میں مسلمانان ہند کے اندر پید ہو گیا ہے۔
 (۱۰) طبیب العائکہ "یہ کتاب اردو میں بہت عورتوں و بچوں کی روزمرہ
 کی بیماریوں حفظان صحت کے طریقے اور مہینہ وار عوارض جیسے حمل و زائیدہ
 کے علاج بیان کے ہیں اس سے یہ کتاب علمی حیثیت سے نہایت بیش بہا ہے اور
 اس طرز پر لکھی گئی ہے کہ معمولی پڑھے لکھے بھی بد کسی خطرے کے اس سے نفع
 اٹھاتے ہیں۔ اس کتاب میں وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جو بار بار کی آزمائش سے
 صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔ یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔"

(۱۱) شرح سونہ معلقہ "یہ کتاب مصنف مرحوم نے عربی میں ایک شاگرد کی ہمت
 پر لکھی تھی مگر نہ تمام رہ گئی۔"

(۱۲) ریحانۃ الادب و شمامۃ الطرب "یہ کتاب مروج نے ادب کے طب
 کے لئے لکھی تھی اس کے کئی حصوں میں سے بعض مکمل ہو چکے ہیں اور بعض ناتمام ہیں
 اس کتاب سے عربی ادب میں مصنف کا پایہ معلوم ہوتا ہے اس سلسلہ کے ذریعہ سے
 صرف دنیوی تعلیم جدید استقرانی اصول سے دی جاسکتی ہے اور ادب عربی کی
 اتنی لیاقت پیدا ہو سکتی ہے کہ طالب علم بلا تکلف تقریر و تحریر پر قادر ہو سکتا ہے۔
 (۱۳) اصلاح "مسلمانوں کی اخلاقی حالت زار نا اہل قیام خاندانی مناسقات
 اعزہ ہمایوں اور عام مسلمانوں کے حقوق پر۔"

(۱۴) "تعلیم الاسلام" یہ کتاب سلیس و آسان اردو زبان میں لکھی گئی ہے
 اس میں ضروری ضروری مسائل جن کی ہر شخص کو ضرورت پڑتی ہے لکھے ہیں۔

(۱۵) "تورالایمان" یہ اردو رسالہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے لکھا تھا۔
اس کتاب میں عقائد اسلام بیان کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا حلیہ شریف
اور اخلاق و عادات بیان کئے ہیں۔

(۱۶) "۱۲ سالہ در بیان سلسلہ خاںوادہ نقشبندیہ" یہ رسالہ میری نظرت
سینے گذرا۔ میرے نامیوں مولوی سید ابوالفتح صاحب مرحوم نے برکات
احمد ہیں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "در بیان سلسلہ خاںوادہ نقشبندیہ
رسالہ است از برادر عزیز، تقدیر سرتاں کا برومند صاحب ارباب المصنف خراسید
عبداللہ رزق اللہ حنا و افراد من العلم و العمل و بارک لہ فیہ، عطاء جمع مانی ابا
کیچ صاحب سلسلہ این خاندان در آں جمع نمودہ گویا کہ در مشورہ اور سلسلہ نظم
آوردہ و یا بجز خود در کوزہ بندہ رختہ دیدنی بست و قابل ہر تحسین و آفرین"
(۱۷) "تعلیقات علی سنن ابی داؤد" یہ کتاب عربی میں بہتر ناموں پر
(۱۸) "التقانون فی انتفاع المہتمن بالمرہون" یہ رسالہ بھی عربی میں ہے
اور ترجمہ کی تعلیقات سے ہے۔

(۱۹) "گل رعنا" مقدمہ میں اردو زبان کی تاریخ نہایت تحقیق سے لکھی ہے اس کے
بعد دوش عری کو مختلف دوروں میں تقسیم کر کے ہر دور کے بالکل مشاعرے کے حالات
سے پرہیز سے اس زمانہ کی حقیقی جاگتی تصویریں انکھوں کے سامنے پھر جاتی
ہیں اس کے بعد ان کے کلام کا انتخاب سے دیا ہے موزن خانہ تحقیق اور نقد سخن
دونوں حیثیتوں سے یہ کتاب اس فن کی بہترین تصنیف کہی جاسکتی ہے۔

ان میں کتب میں جس طرح کی ہیں (۱) تاریخ گجرات بنام یاد دہام (۲) گل رعنا (۳) تعلیم اسلام
(۴) اصلاح منشور از ترجمہ حضرت سید محمد علی صاحب

ڈاکٹر سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

از قلم سید ابو محسن آل صاحب برادر خوار و جاہل و جاہل

(عدد مسلسل ۱۶۰)

(عدد ۳)

مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالحی صاحب بی۔ بی۔ سی۔ ایم۔ بی۔ بی۔ سی۔
 ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید عبدالحی کے بڑے صاحبزادے ہیں سترہ سال کی عمر میں
 ہونی دادھیال درائے بریلی، اور زیادہ تر ناٹھیاں رسوہ خجور میں غنہ
 کے بزرگوں کی تربیت میں رہے بعد محترم مولوی حکیم سید فخر الدین کی زحور و
 وفارسی کے زبردست انشا پر دانا، جنت پاد، دیب، و رشاعر و نسخ تھے،
 نگرانی میں اردو و فارسی و رخص کی پختہ کتابی حکیم محل کی درپنی خاندانی
 خصوصیتیں (اردو و فارسی کی نیات و خوشخطی) کم عمری ہی میں پیدا کر لیں
 واد مرحوم خطوط کے ذریعہ سے تعلیم و تربیت کی بدائیتیں فرماتے رہتے تھے
 یہ خطوط ابھی محفوظ ہیں، اور ان میں سے چند ہمیشہ پر شاہ صاحب مولوی فضل
 ہید آفندی ڈپارٹمنٹ بنارس یونیورسٹی کے خطوط مثلاً بیہ اردو میں شائع
 کردئے ہیں بچپن ہی سے شائستگی و سادگت و سادگت فہم و حسن تفہیم
 نمایاں تھا، صرف و نحو پڑھنے کے بعد و سادگت کے خطوط میں لکھنؤ کے درسیات
 دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ساتھ سے تہذیبی امور میں شہس صاحب مولانا
 سید علی صاحب زینبی، مولانا عبدالمکریم کے معنویت مولانا سید محمد
 بکلی سے ہیئت اور مولانا شیر علی صاحب سے ہندو در کچھ کتابیں و مرحوم

پڑھیں، ورنہ شروع کی شیخ حسین صاحب سے حدیث کی اجازت لی،
 ۱۲۵ھ میں دارالعلوم دیوبند گئے اور دورہ حدیث میں شریک ہو کر مولانا
 محمود حسن شیخ امجد ترمذی دہلوی درمورانا انور شاہ صاحب سے
 برد و دوستی اور کچھ سبق حافظہ صاحب سے پڑھے دارالعلوم کا آخری
 امتحان دیا اور کامیاب ہوئے، لکھنؤ و پس آکر کرپچین کالج میں چاعت نم
 میں داخل ہوئے لوگوں کو حیرت تھی کہ مولوی عبد علی صاحب نے انگریزی
 کب اور کہاں پڑھی؟ ۱۲۵ھ میں یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان سکند ڈوئین
 میں پاس کیا، میٹرک میں آپ نے وہ مضامین سے جو عربی خواں طلبہ کے لئے نسبتاً
 نامانوس ہوتے ہیں عربی میں آپ کو سہولت تھی مگر آپ نے سائنس لی، جو نیا
 مضمون تھا قابل ذکر بات یہ ہے کہ کالج کی اور دارالعلوم دیوبند کی زندگی
 میں کوئی فرق نہ تھا لباس وضع اور معمولات میں قطعاً کوئی تغیر پیدا نہیں ہونے
 پایا، وہی دہلی کا سلیم شاہی جوتہ، گھڑے کا لباس اور کرتہ، اس وضعداری
 اور کیرئیر کی وجہ سے کالج کے ساتھ بہت احترام کرتے تھے، میٹرک کے بعد
 ف، سی، سی، بی، سکند ڈوئین میں پاس کیا اور کینٹ کالج میں داخل
 ہوئے ۱۲۹ھ میں اسے آبادیو نیورسٹی سے امتیاز کے ساتھ بی۔ ایس، سی، پاس
 کیا، کالج میں آپ اول اور یونیورسٹی میں آپ دوم رہے اور دو تہے حصے کئے
 کالج کی سزا موافق فضا و رعیت ماحول میں بھی آپ وہی رہے جو دارالعلوم
 دیوبند و ندوہ میں تھے، آپ کے ساتھ آپ کا احترام کرتے اور ڈاکٹر کیمرون
 سابق وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی آپ کے مداح رہتے تھے، ۱۲۹ھ و

سلسلہ کے درمیان آپ دہلی گئے اور مسیح ملک حکیم محل خان صاحب مرحوم کے مطلب میں چھ مہینے شریک ہوئے حکیم صاحب مرہٹوں کو دیکھنے جاتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے، دہلی سے واپس آکر اسی سال کھنڈ ٹیکل کالج میں داخل ہوئے اور پانچ سال مکمل تعلیم حاصل کر کے سلسلہ میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری لی اور اپنے قدیم محلہ بازار جھاؤ لال میں صاحب شروع کیا، آپ کا مطلب قدیم و جدید کا جامع ہے سلسلہ میں آپ نے مولانا خلیل عرب صاحب کے ساتھ زبیر علی شاہ دکنی، ابن سعود نے خاص طور پر ملاقات کی اور دیر تک گفتگو کی

والد مرحوم کے انتقال کے بعد سے آپ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن رہے، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نائب ناظم منتخب ہوئے درکنی سال تک نواب علی حسن خاں مرحوم کا ہاتھ بٹاتے رہے سلسلہ کے قریب جناب نواب صاحب مرحوم نے استغفار دیا تو آپ بال تفاق ناظم منتخب ہوئے، آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ پر ارکان ندوۃ العلماء کی مختلف انجمنیں جماعتوں کو اعتماد ہے اور آپ کو ان کا تعاون حاصل ہے،

زندگی کا یہ ایک مختصر خاکہ اور چند ضروری سنین ہیں، مگر بس سے اہم آپ کی یہ خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے آپ "نوا اور روزگار" میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔

(۱) پہلی اور سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ جامع اعداد اور کئی جہتوں سے "مجمع البحرین" ہیں آپ علوم قدیمہ اور علوم عصریہ کے جامع اور طب قدیم و طب جدید کے جامع اور اس آیت کے مصداق ہیں "مرج

حسین یثقیان بیہا برزخ لایبغیان میرنے دوست نمودی
 عبد السلام صاحب قدوائی نے ندوہ کے مفتا صد و صرف و کا زیریں سمجھ
 کتب است کہ "ڈاکٹر صد جب ندوہ کے تخیل کی عملی تصویر میں "برہمورتی ہی
 نہیں کہ آپ کو ان اصناف علوم میں صرف و فضل ہے جلد آپ کے دونوں
 کی علمی تعلیم مکمل و باضابطہ نہایت پر حاصل کی، قدیم علوم میں ملک کے زکو
 اس تہذیب سے درسیات کی تعلیم کی، اور ایک عام اپنے قدیم علوم کی جزیرہ
 سے زیادہ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں آپ نے جس کی دوسری طرف جدید علوم میں بہتر
 و مشہور درسگاہوں میں باضابطہ تعلیم حاصل کی اور علمی ڈگریاں لیں۔ آپ
 کی ایک علمی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے مکتب سے نہ ندوہ و دیوبند اور
 کالج و یونیورسٹی ملک جو کچھ ترہ نہایت اتقان کے ساتھ پڑھیں، اس زمانہ
 کی تعلیم و ہر کام میں خافی، مختصر گری، اور محبت کے جو عیوب ہیں ان سے
 آپ محفوظ رہے

(۲) دوسری بے غیر خصوصیت آپ کی استقامت اور دھنداری ہے
 جس میں آپ نہ صرف انگریزی خواں مسلمان ہندو کے لئے بلکہ مدرسیں
 دینیہ کے عربی خواں جیسے کے لئے بھی مثال و نمونہ ہیں۔ برس کا بچہ و
 یونیورسٹی کی غیر سہمی، فرنگی اور ناجوہی فضا میں رہ کر بھی آپ میں
 مستحق تخرینیں ہوا اور آپ کے لباس، وضع، سیرت، اخلاق و عادات
 فکر و خیالات اور معمولات پر کوئی اثر نہیں پڑا، مولانا عبد الماجد صاحب
 مدیر "صدق" نے بخیر طبع قدیم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مشائخ کے

جلسے میں آپ نے خطہ استعجالیہ میں خوب کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ گریزی چڑھ کر
عقائد میں تنزلاں کسے درجہ میں تو بہر حال آجاتا ہے اور باہنہ سہی ہے
تو سلا مت رہنے ہی نہیں پاتا اس خیال کی واضح علی تردید مرقعہ دور
اس باب میں شرح صدر اگر معصوب ہو تو کوئی آکر یہاں اس مودی صورت
اور صوفی سیرت کی زیارت کرے جس نے چار سال تک نگریزی کتب میں
تعلیم پا کر بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری لی سائنس کے بعض مضامین میں ساری
یونیورسٹی میں امتیاز حاصل کیا، پھر متصل پانچ سال تک مابو جی فضا میں
سائنس لے لے کریمہ بی۔ بی۔ ایس کی سند حاصل کی اور آج تین بڑے
ادارہ کی ذمہ داری اپنے سر لے ہوئے ہے۔“

(۳) میرے نزدیک آپ کی ایک بڑی خصوصیت دروہن رشک صفت
یہ ہے کہ اپنے والد مرحوم کی تنہا تابعداری اور خدمت کی جتنی ایک تابعدار
ملازم سے بھی ممکن نہیں

اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ گرمی میں میڈیکل کالج سے (جو مکان سے
بہت فاصلہ پر ہے) پیدل چل کر آتے ہیں اور اسی وقت معلوم ہوا ہے کہ
چٹنی کے پودینہ نہیں ہے آپ اسی وقت بازار گئے اور ڈھونڈ کر لائے
میں نے یہ واقعہ متعدد اشنی ص سے سنا ہے کہ آپ میٹرک کالامتوں دے
رہے تھے والد مرحوم کو خیال نہیں رہا اور آپ کو ایک معمولی ضرورت سے
لکھنؤ کے باہر بھیجا چاہا آپ فوراً تیار ہو گئے بعد میں والد کو خیال آیا تو منع
کر دیا والد مرحوم ہمیشہ آپ سے بہت خوش رہے اور دعا فرماتے رہے

لے دنی انعمک افد تبصرون (ابو یحییٰ)

میں سمجھتا ہوں کہ سب اسی کی برکت ہے، نرہستہ بخواہر کی آٹھویں جلد میں
والد مرحوم نے آپ کا تذکرہ لکھا ہے اور فرمیں یہ وہیہ کلمات تھے ہیں
فتح اللہ سبحانہ علیہ ابواب معارفہ وجعلہ من علماء اعیانہ
رفع شانہ وبارک فیہ وجعلہ فی ذرۃ عین بحوہ وطلہ ارجو اللہ تعالیٰ ان
ینفعہ وینفع بہ ویجعلہ من عبادہ الصالحین ومن علماء انا شرفین لدین
القولیم

سید ابوالخیر حسنی

نوشتہ سید ابوالحسن علی صاحب بریلوی

(عہد مسلسل ۱۵۱)

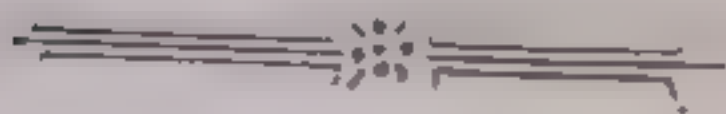
سید بریلی (عہد ۳)

سید عبد اللہ صاحب کے بیٹے، حضرت سید شاہ غیاث بنی کے (جو اپنے
وقت کے جلیل القدر تھے) اور مورثانہ محمد ابراہیم صاحب آردی مولانا کی صاحب
والہ مولانا ابوبکر محمد شہید صاحب (اور وقت کے شیخ تھے) پوتے ہیں مشہور میں
وردت ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد درالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے
درپہنی بے انتہا ذکاوت سے جلد ممتاز پیدا کر لیا، ایک مرتبہ جب آپ بتدری
درجہ ہی میں پڑھتے تھے، ندوہ کے ایک جلسہ میں عربی میں درجہ تہ تقرر کی جس پر
نواب ذو القدر صاحب بہ درسنے تنویر و پیہ پیش کئے، جو ندوہ کو دیدہ سکے گئے

چند سال آپ علیحدہ مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے شروع سے شعر و سخن کا ذوق
تھا، لکھنؤ کے خاص اساتذہ فن سے اس شوق کی تکمیل کی اور خاص طور پر مرزا
نقیب قزلباش سے مشق سخن کرتے رہے درجہ پہلے شعر کہنے لگے، اردو کے
آپ خوشگوار شروع در صاحب اسلوب ادیب ہیں، انثر پر آپ کو بڑی قدرت حاصل
ہی اور لکھنؤ کے محاورات اور رد مزمرہ میں آپ فرد ہیں، ادب عربی میں بھی آپ کو
اچھی دستگاہ ہے اور لغت و فنون ادب پر بڑا عبور ہے، سب سے بڑا قیاس آپ کا
یہ ہے کہ آپ نے سینکڑوں حدیثیں مع سند کے یاد کیں درپور موطا، مسمک، مشک
اور صحیح مسلم کا ایک حصہ حفظ کر لیا، چنانچہ آپ کسی مسئلہ پر سلسل احادیث مع سند
سناتے ہیں

ایک کتاب "نوادر" بڑی محنت و وقایت سے لکھی ہو جو تاریخ و ادب کا گنج گرنہ
ہی، تئسہ عیس ج ادا کیا مدرسہ فخریہ کے ناظر شیخ محمد اسحاق نے سند تقیم دی، جس کے
الفاظ یہ ہیں :-

ان مدرستاں فخریہ عثمانیہ لتفتخر با حلیت من تو جہات حضرت اعلیٰ
ایشیخ مولوی ابی الخیر لکھنوی فہ فی غضون مہدۃ سنی قد تصابا بکلمۃ مکرمة
کان یختار فیہ طلا بہا فی فنی الحدیث و لتفسیر فامدرستہ تحفظ لہ مذکرۃ
شکرۃ حسن عنایت و کمال خلقہ و رعایتہ و تدعوہ کسی نہ و تحلیہ الی شکر
من امثالہ و متحبہ فی محلہ انہ سمیع قریب



خلیل بن محمد عرب سابق پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی

نوشتہ سید بو، حسن علی صاحب بریلوی

(دبستان لکھنؤ (عدد ۴)

(عدد مسلسل ۵۲)

مولانا محمد عوب صاحب سابق دیبہ راعیہ ندوۃ العلماء کے بیٹے اور امام عسکر شیخ رستم حسین بن حسن نقاری یہانی کے نامور پوتے ہیں، بھوپال میں ولادت ہوئی، والدہ سے تعلیم شروع کی و دانے احمد بن فضل زمان قاضی محمد صاحب مہجلی شہری کے سپرد کیا، قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد حدیث کی تعلیم شروع کی، لکھنؤ آ کر مولانا سید میر علی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء سے حدیث کی کتابیں اور روایت دہ کی کتب پڑھیں اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنی ذہانت علمی، ذکاوت طبع و خصوصیات موروذی سے مکہ تہم پیدا کر لیا، اور تدریس تعلیم کے اہل ہو گئے، عرصہ تک مدرسہ یہ کلکتہ اور دہلی میں پڑھاتے رہے، اور جہاں رہے علمی و دینی فائدہ پہنچاتے رہے ۱۲۳۰ھ یا ۱۲۳۱ھ میں آپ لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی کے پچھڑ ہوئے و دس برس سے زیادہ نہایت نیک می عزت و فیض رسانی کے ساتھ اس عہدہ پر رہ کر صحت کی خرابی کی وجہ سے استعفیٰ دیا،

آپ کی ذات اخلاص کا مجسمہ، خلاق کا نمونہ، شاعر عرب کا دیوان، می درات دنو اور اشیا کا منبع، آپ کا دولت خانہ طبائے عربی کا مدرسہ اور اقامت گاہ دونوں کا کام دیتا رہا مگر انوس کہ چند سال سے آپ صحت کی خرابی کی وجہ سے اور بعض اسباب کی بنا پر پونیورسٹی سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور اب گوشہ نشین ہیں۔

علمائے مراد آباد

(موجودین)

حافظ عزیز الدین

(عدد مسلسل ۱۴۳)

(عدد ۱)

نور و نوشتہ

”مراد آباد میں خالص جماعت اہل حدیث کا مرکز رہ چکا ہے ڈپٹی مراد اعلیٰ صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر مراد آباد کی سرپرستی میں بڑے بڑے مشہور قیام پذیر رہے ہیں بعد اس دور کے جناب قاضی مولانا احتشام الدین صاحب مرحوم بڑے جید عالم صاحب تصانیف کثیرہ مثل اختیار الحق بجا اب انتصار الحق تھے اور مولانا حکیم ہدایت احلی صاحب ایک فیصل جید نامور طبیب عاذق چند سال ہوئے جو گزر چکے،

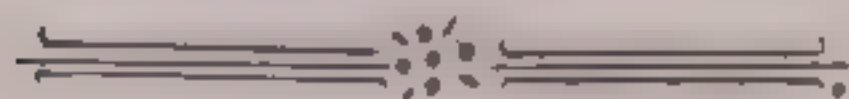
یہ دونوں عالم حضرت میانصاحب مرحوم دہلوی کے تلامذہ تھے موفرا الذکر انجمن اہل حدیث مراد آباد کے صدر بھی تھے علاوہ بریں چند موحدین خالص بزرگ ہستیاں مراد آباد میں تھیں جن سے فیوض و برکات تاحال نمایاں ہیں مثلاً مولانا سید عبدالرشید صاحب مرحوم، مہتمم مدرسہ شاہی مسجد اور مولانا حافظ عمادۃ الاذکار محمد قسین صاحب مرحوم اور مولانا میرزا امام الموحدین سرآدر محققین حفیظ اللہ بیگ صاحب

مرحوم اور جناب حاجی محمد اکبر صاحب مرحوم اور مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم جو انجمن
الہدیث کے مہتمم و مدرس بھی تھے حضرت یہ نصیب مرحوم کے شاگرد بھی تھے۔
یہ احقر ناچیز بندہ عزیز عنی غنہ چاروں حضرات پر برکات کی خدمات سے مستفید ہوا
اور یہ حضرات دلی توجہ کے ساتھ متوجہ رہے چنانچہ سب سے پہلی کتاب تقویۃ الایمان
آٹھ نو سال کے سن میں بخورتاں پڑھ کر بحمد اللہ تعالیٰ کو ہر مقصود ہاتھ آیا اور اس فیض
کامل کی نسبت تمام اور لذت تائین دم مہل ہے واللہ علی ذلک حمد اکثر

پھر حضرات علماء دیوبند میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ سے حسن عقیدت
رہی آپ نے مسائل الہدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا شرف علی
تہذیبی سلمہ اللہ سے بھی حسن عقیدت ہے اور وہ چند مسائل فقہی جو نصیب صاحب کے
خدت ہیں بندہ کو آپ سے خلاف رہا اور اسی بنا پر مجھ سے ناراض ہیں کہ مراد آباد میں
انجمن الہدیث مدرسہ محمدیہ کا سن ۲۹ھ میں بمشورہ مولانا عابد اللہ صاحب مرحوم
مرادی کے قیام ہو چند اراکین و عمدہ داران تجویز ہوئے اکثر تحریرات و اشعارات
محمد بندہ ناچیز کے نام سے شائع ہوئیں یہ بنا رنجی گفت حضرت مولانا تھانوی سلمہ اللہ
کو پیدا ہوئی مگر آپ کو مقدس بزرگ مانتا ہوں

بہار محلہ کی مسجد جس کے سرپرست و متولینہ خدمات ہمارے خاندانی حضرات
نانا صاحب اور والد صاحب مرحومین کی سپردگی میں تھیں ان کی حیات ہی میں محمد
بندہ ناچیز کی سپردگی میں رہی اور اب تک ہے بحمد اللہ تعالیٰ جس کو عرصہ ۴۵
سال کا ہوتا ہے سن ۲۹ھ سے تسلسلہ الہدیث ہوا جو انجمن و مدرسہ محمدیہ کا افتتاحی
سال ہے پھر اس کی توسیع بہ تمام و کمال ہوئی مدرسہ کذا جرا سن ۳۷ھ تک ہوا

کانفرنس اہلحدیث بھی اٹھارہ روپیہ ماہوار داکرتی رہی۔ مگر حسدوں خود غرضوں
 کی شہزادت سے درمہ تنزل میں آگیا اب بحمد اللہ آمدنی مسجد اُس کی دکانات سے
 پندرہ سو روپیہ ماہوار ہے اور چند اجاب منقصین کی سہی سے کچھ کم ایک سال ہوتا ہے
 کہ ایک مدرس کا قیام ہے جن کو بیس روپیہ ماہوار ملتے ہیں دو عارضیہ میردنی جو دیگر
 مدارس میں بھی پڑھتے ہیں اسی انجمن مسجد میں رہتے ہیں اور چند بچے پڑھتے ہیں
 انجمن میں بقدر ضرورت کافی مقدار میں کتب خانہ دینی بھی ہے جو وقف ہے جس سے
 تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں فی الحال انجمن کے صدر جناب منشی انور رسول صاحب
 سلمہ مراد آبادی ہیں انجمن سے مقامی ضروریات کے متعلق رسائل و تحریرات کا سلسلہ
 بھی جاری ہے جو مجھ بندہ چیز کی سپردگی میں رہا ہے اب تقریباً پانچ سال سے
 سلسلہ مضمون اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان مستقل طور پر حسب تجویز اراکین
 انجمن باریشاہ جناب مولانا ابوالوفائے ثناء اللہ صاحب مدرسہ سلسلہ اللہ جاری
 ہے جو بحمد اللہ تکمیل کو سوزہ پہنچ چکا ہے اور اس کی اشاعت خیر اہلحدیث میں
 جاری ہے اور حضرات خواص و عوام میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہے کاش حضرت
 اہلحدیث جماعت اُس کی طرف کتبانی صورت میں اشاعت کے لئے متفقت ہوں
 تاکہ نفع اس کا عام حاصل ہو۔ فی الحال بجائے مولانا محمد حسین صاحب کے
 مدرس مولانا ہارون الرشید صاحب منشی کامل الہ آباد منشی فاضل مولوی
 فاضل پنجاب یونیورسٹی لاہور میں



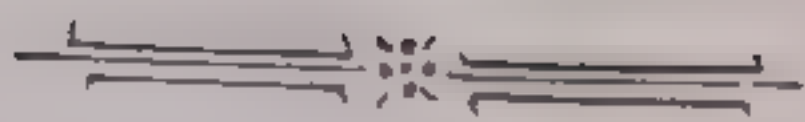
محمد حسین ابن عبد اللہ نوگٹوئی

(عدد مسلسل ۱۹۴)

(عدد ۲)

مولد مسکن نوگٹو نواں سادات اور ان حضرات سے پڑھ، یعنی مولوی
 عبد الرحمن نیکی مدرسہ خندق میرٹھ اور مولوی احتشام احمد (موضع
 کوتانہ ضلع قنٹر نگر پنجاب) اور مولانا فظ عبد اللہ صاحب امتیازی مدیر اخبار
 تنظیم اہلحدیث و مولانا عبد الوہاب صاحب سرودی اور مولوی ابوالحسن (ابو
 الفضل) صاحب بہاری مدیر اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی، الغرض تمام نقاب
 مرتبہ علوم و منقولات از قسم حدیث و تفسیر کی تکمیل کی، اور بعد تکمیل مختلف مدارس
 مثلاً مدرسہ خندق میرٹھ اور مدرسہ اہلحدیث سبزی منڈی مراد آباد میں تیس
 روزہ، ابھی نوجوان ہیں،

شیب قدرت است و طعنه زانم به
 سلامتی حق مطلق و نفی



تاریخ طبع کتاب

از مولانا سید اقدار احمد صاحب آسمانی

ز در قسم چون مولوی عبد الغنی
 علما بن سنت و قدر آن را
 شد چو مبلوغ طابع این کتاب
 حالت اعلا م و بر آن تبصره
 کرد از احبار دنیا تخرجه
 گفت سحر سال او التذکره
 ۱۳۵۷ هـ

دیگر

تراجم علمائے حدیث قرآن را
 غرض نبود زتبیغ این کتاب مگر
 چہ سال طبع نوشته بفضل رب سحر
 نوشت مولوی عبد الغنی ز فضل مغیث
 مرد بود کہ ھیت جدا شود ز خصیث
 حیات ثانیہ علما بن الھدایت
 ۱۹۶۱ ۳۴

دیگر

جناب مولوی عبد الغنی ابویحیی
 زبان خود ساقرب ل غیر جزئی
 نوشت تذکرہ علما کہ ہست شگفت
 تراجم علمائے حدیث ہند نوشت
 ۱۳۵۶ ۱۳

نمبر رقم نصف کتاب ہم خان کا مصلی نام عبد الغنی ہے

شیخ ممتاز علی بن سید عبدالغنی

دسترس

—

موجودہ موضع کسکی تحصیل ڈیرا گنج، پیر۔ سال ۱۸۵۷ء میں مسٹر جیمز رابرٹس نے یہ موضع

میں سند فرغ حاصل کی اس دوران میں استقامت و حثیت عظیمہ سے مدد جب غمزدگی سے

حدیث پڑھی۔ اے بدوینہ رستی سے متوکل بنو جس رب بے پناہ کی فرمائے حد موعود

کر تھی دھبی (بستی) کو سکونت گاہ بنائی۔ تبلیغ تو یہی درست ہے۔ ورنہ سے افسوس ہو

میں نامیہ، شش، عشرہ کی شہادت ہے مگر آپ کی تائید سے جہنم، میہ، عقد، شہادت میں

وخل ہو گئے۔ یہی نہیں بلکہ قیدیں کی وہم ہارے مسجدوں کی شعلیں میں ہو گئے۔

ایسی مندر بھی فرزند اسلم کی ولادت گاہ بن گئے نصیحت منور نہ ہے طرز

و حوی میں بھی بنے مثال ہیں۔ بو جو دیکھ کر اور سچی کے درمیان نام پرنا ہے۔

بھی برسات وغیرہ برسات میں ہجد کی نماز مسجد ہی میں پڑھتے ہیں اس حقویٰ کے بارے سے
 حکماء مختلف ہوتے رہے ہیں کہ کب تک تنہا ہوں گا کہ کب تک گنہگار ہوں گا

حکام صبیح حترم سے یس اسے ہیں۔ علم دنیوی سے کم ہو وہ ہے یا رجب کی دوست کے

مالدار ہیں۔ جمع ہستی کے نام مشہور علمائے اہل حدیث سے ہیں تین درجہ سے دوسرے

میراث میں بھی جو عمت کی دھاب بندھ گئی ہے۔ آپ کے ایک بردار شیخی مورخہ عباسیہ

۱۔ حب میں کسی زندہ بھی قصاص و رقیصوں کو نہ کاڑے گا۔

نابے، اولاد میں "عاجز و سہل" عربی پر ہے، اور جہدِ شمس میں اپنے والد
 (لام) کو نمونہ بنیں۔

گرامی کا نمبر: ہیں

اب مدرسہ سجدہ فتحپوری دہلی میں پہنچے اور دو برس میں کتب فصول فقہ فقہ منہج مونی کلام فسطوح و
پیشی۔ لغز کل درس اندامی پڑھا۔ سن ۱۲۸۵ھ اور بعد فرغ دوسرے کتب پڑھنے و مہر میں مشغول
رہے تب تک رہے دراب مدرسہ سعیدہ عربیہ مذکورہ صدر میں پڑھاتے ہیں

شکر اللہ بن مولا

(۹۸ مسلسل)

بروایت مولوی عبدلرزاق صاحب دسکن بونڈھیاں، مولہ مسلک موضع بونڈھیاں سن ۱۲۸۵ھ
۱۲۸۵ھ تقریباً دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے ذریعہ شہر میں۔ اور اس زمانہ میں یہ حضرات (مدرسہ تانیہ)
میں یعنی مولوی سکندر علی صاحب مولوی عبد اللہ صاحب بک پوری مولوی عبد الرحمن صاحب بک پوری
مولوی سر سہیل صاحب و شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب محدث ہر تاب مذکور۔ اور بعد فرغ شہر مدرس
کے ایک مدرسہ بلحدیث جسکا نام مستحضر نہیں ہو سکا میں پڑھاتے ہیں

عبد الغفور بن رستی بن منصور

(۹۹ مسلسل)

مولہ دسکن موضع بک پوری، متصل بہ مور تحصیل ڈیرہ گنج اسن ولایت قسطنطنیہ تقریباً
اساتذہ میں یہ حضرات ہیں کہ بتہ مولوی شکر اللہ صاحب دسکن موضع تہنی متصل بہ قصبہ بانسی ضلع
بستی اسے ازبیزان منشعب تا بہ کافیہ و از شرع ہادی تا بہ فقہ و کتب صحیح ستہ وغیرہ مولوی
عبید اللہ مرحوم مدرس مدرسہ زبیدیہ نواب گنج دہلی سے پڑھیں۔ فرغ کے بعد شغل تبیین
کر لیا (حبہ فقہ) بسر اوقات کے لئے کاشتکاری و رقم سے زمینداری ہے۔ اور
عمر کا ابھی ۲۲ واں سال

عبداللہ بن شکر اللہ بن اشرف علی

—

(۱) مسیح

مسئل و موروہ منع تہی و زفتہ تہی ترتیب اس طرح سے ہے۔ یہی تالیف ہے جس سے
مدرسہ درجہ بی یوسٹ پور بستی میں مولوی عبد الرحمن صاحب (ساکین دو گڑھ) مدرس
دارہ محمدیہ بریلی سے، یوسٹ پور ہی میں مولوی عابد علی سے تالیف و مشکوٰۃ وغیرہ
اور مدرسہ، بیت مسکین موضع کرسی بستی میں مولوی بہتال صاحب سے شرح جامی
شرح اوقیہ و مقیہ شرح ہندیہ درری وغیرہ اور مدرسہ شہرہ مولوی صاحب رحیم الرحمن
صاحب اہار دہلی سے مسئل کتاب مناقب فقہ تہجد بہ نور نور فقہ میں مسببہ فی
بائن کتاب ادب و جہان۔ مسئلہ میں اہل مدرسہ محمدیہ پور بستی میں اہل کسے اور
مولانا موسیٰ بن لدیں صاحب فی ثلث سے حسابی توضیح تہذیب بہترین صبیحہ حقیقہ،
ماسہ مشکبی و کتاب میں مستور و ماری و زمیناوی پڑھیں۔ کسی فیہ میں فلسفہ
کی تمام و زلفہ تہذیب میں مشافہہ شرح ورس نظامہ و کتاب ہمیشہ میں در کس
محل کریمہ و زلفہ تہذیب ہی میں مدرسہ محمدیہ کی مسند تہذیب پڑھیں محل ہونی
س وقت دہلی میں قیام سے۔

سَمْعًا بِمَنْزِلِ الْبَرِّ تَقْوَى

اعلام

نہ ست ترجمہ علم کے حدیث ہند میں دوم

جس کا بیسندہ بھگت نہ تھا تیرا ہی درجہ میں رہا خیر اسکے ترجمہ غول میں
 سب دوسری جگہ کے صاحب ہویت ہیں ان حضرات کے سوجن میں اکرم کے ساتھ
 موصول ہوں گے شمل کے جائیں گے، خدا کاتبت کا مستقل یہ
 مقام دھاک خانہ سوہدرا صنم کو جو نو رہا پنجاب۔

صوبجات

(۱) بہار (۲) بنگال (۳) دکن (۴) مدراس (۵) ممبئی (۶) راجپوتانہ

(۷) سندھ (۸) پنجاب (۹) سرحد

بسمہ صاحب، ریت مولانا، ریت علی خلیفہ میر مومنین اسٹیڈ بریلوی

از علی کے صمدی پور بہار (مرحومین) (۱) ریت علی (۲) ریت علی نادر

(۳) لب علی (۴) فرقت حسین (۵) عبد اللہ (۶) ہدایت اللہ (۷) عبد الکریم

(۸) محمد حسن ذبیح (۹) عبد روف (۱۰) عبد الرحیم (۱۱) نور الدین (۱۲) دلسلہ

مولوی انی بخش جعفری (مرحومین) (۱۲) انی بخش (۱۳) یحییٰ علی (۱۴) حمد اللہ

(۱۵) فیض علی (۱۶) کبر علی (۱۷) حکیم عبد المجید (۱۸) شرف علی (۱۹) عبد العظیم

(۲۰) رحمت اللہ (۲۱) محمد تقی (۲۲) عیسیٰ عرف امجد علی (۲۳) محمد یوسف بنجور

(۲۴) عبد ایتوم (۲۵) محمد موسیٰ — از موجودین — (۲۶) حکیم عبد الغنی

دبلسد اولاد مولوی اولیٰ علی مرحومین (حکیم ادرت حسین د ۲۸) محمد یعقوب
(۲۹) مولوی محمد اسحاق دبلسد محمد نمویہ مرحومین (۳۰) شہ محمد حسین

(۳۱) شاہ محمد سجد

واز صوبہ بہار مرحومین (۳۲) عبد اعزیز محدث اکبر پوری (۳۳) عبد غفور

دانی پوری (۳۴) قاضی بخش احمد بڑا کرمی (۳۵) سیم الدین حسین نگر نیسوی

(۳۶) متزعیت شہ سید محمد اسحاق بدوسری (۳۷) ابو نصر عبد غفار

مناوی (۳۸) نور احمد ڈیانوی (۳۹) محمد زبیر عتیق ڈیانوی (۴۰) بو محمد ابرہیم

آردی (۴۱) حکیم عبد السلام آردی (۴۲) شرف الحق محدث ڈیانوی

(۴۳) شمس الحق ڈیانوی صاحب "عون المعبود" (۴۴) محمد عبد اللہ گیس ڈیانوی

(۴۵) سنی بخش بڑا کرمی (۴۶) سید محمد حذق (۴۷) عبد اعزیز رحیم آبادی

(۴۸) محمد رفیع الدین شکرانوی (۴۹) زین العابدین (۵۰) ابو ہریر (۵۱)

علی نعمت پھلوار دی (۵۲) عبد الحکیم پیغمبر پوری (۵۳) از موجودین (۵۴) سید

سیمان ندوی (۵۵) حکیم محمد ادریس ڈیانوی (۵۶) سید عثمان (فیاض مصر)

(۵۷) عبد اللہ ڈیانوی (۵۸) بو فضل عبد الحن (۵۹) شاہ حمید پھلوار دی

(۶۰) عبد حبیب سنی والماخوین (۶۱) عبید اللہ (۶۲) عبید الرحمن پیغمبر پوری

واز صوبہ بنگال از مرحومین (۶۳) محمد ابرہیم ضیہ دیب کنڈی (۶۴) حکیم

محمد علی (مینا پاڑہ) (۶۵) عبد الرحمن (دیوداد) (۶۶) عبد ابرہیم (ساکن)

(۶۷) الف اقد در بخش و از موجودین (۶۸) عبد اللہ ندوی بیر بھومی

واز صوبہ دکن و در اس از موجودین (۶۹) محمد صاحب "عون المعبود"

فی شرح ابی داؤد (۹۸) محمد ابوالقاسم (۹۹) فخر عام (۱۰۰) عبد السلام
 (۱۰۱) عبد اللہ (بت لوی پنجابی) (۱۰۲) محمد عثمان بنگوری (۱۰۳) سید اسماعیل
 بن سید سرست حسین (۱۰۴) سید عبدالرحیم و از مرجمین (۱۰۵) و ابی حیدر
 (۱۰۶) و بدیع الزمان (۱۰۷) سید عباس (۱۰۸) و سید عبد اللہ (۱۰۹) و حقین
 (۱۱۰) و قاضی آصف (۱۱۱) و سید یعقوب (۱۱۲) و عبد القادر المعروف بہ
 قادیان (۱۱۳) و صوفی عبدالحق (۱۱۴) و عبدالمجید نادوی (۱۱۵) و منظور محمد
 (۱۱۶) و غوث سید (۱۱۷) و قاضی عبدالغنیم کرنولی (۱۱۸) و محمد قاسم (۱۱۹)
 و قاضی عبدالرحیم کرنولی (۱۲۰) و ابوالبرکات عید اللہ حیدر آبادی (۱۲۱)
 و قاضی محمد سلیمان

(۹۲)

(۹۳)

(۹۴)

(۹۵)

و از صوبہ ممبئی مرجمین (۹۶) سلیمان مین (۹۷) محسن عابد (۹۸) محمد
 جونا گڑی (مگر دہلوی نہیں) (۹۹) عبدالحق (۱۰۰) و قاضی محمد و قاضی شافعی
 (۱۰۱) ابراہیم اسماعیل مایت پوری (۱۰۲) سید عبداللہ الدہشمی (۱۰۳) و محمد اسماعیل
 گودہردی (۱۰۴) علامہ عبدالعزیز راج کونی پروفیسر مسلم یونیورسٹی
 و از راجپوتانہ مرجمین (۱۰۵) محمد یوسف بے پوری و از موجودین از فیضان
 یعنی (۱۰۶) عبدالحمید (۱۰۷) سید داؤد (۱۰۸) عثمان (۱۰۹) عبدالحج
 کھنڈیلوی و از ٹونک از مرجمین (۱۱۰) ابوالرضا حافظ محمد الراج (۱۱۱) سید
 محمد مصطفیٰ (۱۱۲) سید عرفان (۱۱۳) سید معین الدین (۱۱۴) سید سعید احمد

(۱۱۵) سید محمد یوسف و از موجودین (۱۱۶) سید محمد طلحہ ایم اے (۱۱۷) و عبید اللہ
 و از صوبہ سندھ از مرحومین (۱۱۸) شیخ محمد حیات سندھی صاحب مدنی
 (۱۱۹) و محمد معین صاحب "دراسات البلیب"

و از صوبہ پنجاب بسلسلہ غزنویہ امرتسر از مرحومین (۱۲۰) عبید اللہ صاحب
 (۱۲۱) از ایشار عبداللہ (۱۲۲) یعنی محمد (۱۲۳) عبداللہ (۱۲۴) احمد (۱۲۵) امام

عبد الجبار (۱۲۶) عبدالرحیم (۱۲۷) عبدالواحد (۱۲۸) از احفاد عبداللہ یعنی

(۱۲۹) عبدالغفور (۱۳۰) عبدالغفور (۱۳۱) محمد یحییٰ و از موجودین یعنی

(۱۳۲) سید محمد داؤد (۱۳۳) یعنی (۱۳۴) ذکر یا — اور از غیر غزنویہ

یعنی (۱۳۵) صوفی عبدالحق مہاراجہ مرزا اے قادیان، و از اہل امرتسر مرحومین

(۱۳۶) حیات علی (۱۳۷) غلام الی علی قصوری (۱۳۸) خلیفہ عبدالرحمن (۱۳۹) و

عبد العزیز دینانگری (۱۳۹) احمد اللہ (۱۴۰) حکیم خیر الدین و از موجودین

(۱۴۱) ابوالوفاء ثار اللہ (۱۴۲) حافظ عبداللہ (۱۴۳) محمد حسین ہزاروی

(۱۴۴) ابوالحسن نیک محمد (۱۴۵) عبداللہ ثانی و از گورداسپور مرحومین یعنی

(۱۴۶) ابوسعید محمد حسین بٹالوی و از موجودین - دینانگری یعنی (۱۴۷) عبد المجید

(۱۴۸) عبدالغنی (۱۴۹) عبد المجید (۱۵۰) و محمد یوسف اور ... (۱۵۱) خواجہ

عبدالحی فاروقی شیخ التفسیر جامعہ ملیہ دہلی ... (۱۵۲) شیخ عبید اللہ ساکن بہت

و از لاہور مرحومین (۱۵۳) شیخ محی الدین (۱۵۴) رحیم بخش (۱۵۵) ابوالحسن محمد

ابراہیم بیگ پوری (۱۵۶) سید محمد شاہ، و از خاندان سعادت قصور یعنی

(۱۵۷) احمد علی عرف غلام احمد (۱۵۸) و عبدالقادر (۱۵۹) و محی الدین احمد

(۱۵۶) و محمد علی (۱۶۰) و عبداللہ (۱۶۱) و فضل حق (۱۶۲) و محمد اسماعیل (دین آفرین)
 (۱۶۳) یعنی محمد حیات (۱۶۳) و ابو نعیم عبدالحکیم و از فیروز پور از موجودین
 (۱۶۵) عبدالکریم امین خاندان غزنویہ و از مرحومین (۱۶۶) عبداللہ ساکن
 گھدوالہ و از لکھو کے از مرحومین یعنی (۱۶۷) حافظ محمد (۱۶۸) محی الدین
 عبدالرحمن (۱۶۹) عبدالقادر و از موجودین (۱۷۰) محمد حسین (۱۷۱) و
 محمد علی (۱۷۲) و عطار اللہ و از ملتان از مرحومین یعنی (۱۷۳) قمر الدین و
 از موجودین (۱۷۴) عبدالغفار (۱۷۵) عبدالنواب (۱۷۶) عبدالواسع
 (۱۷۷) عبدالودود (۱۷۸) و عبدالحق (۱۷۹) و عبدالعزیز (ابوالحریر)
 و از سیالکوٹی از مرحومین (۱۸۰) محمد (۱۸۱) فقیر اللہ مدراسی (۱۸۲)
 حکیم عبدالرحمن پروفیسر طبیہ کلج دہلی (۱۸۳) و ابراہیم ساکن چکڑالہ (۱۸۴) و
 حافظ شاہ محمد و از جہلم از مرحومین (۱۸۵) عبدالعزیز (۱۸۶) عبدالروف و از
 موجودین (۱۸۷) نور محمد (۱۸۸) و عبدالجبار از سیالکوٹ از مرحومین یعنی
 (۱۸۹) ابوالحسن محمد (۱۹۰) و غلام حسن (سامووالہ) و از موجودین (۱۹۱)
 احمد الدین و از گوجرانوالہ از مرحومین (۱۹۲) غلام الدین (۱۹۳) غلام رسول
 (قلعہ والے) (۱۹۴) و عبدالقادر (۱۹۵) و سید احمد از بوٹہ (۱۹۶) و شیخ
 پنجاب عبدالمنان محدث و از موجودین (۱۹۷) حافظ محمد (۱۹۸) محمد اسماعیل
 ابوالخیر (۱۹۹) و قاضی عبدالرحیم (۲۰۰) و حافظ ابو عمران غایت اللہ وزیر آباد
 (۲۰۱) و محمد حنیف ندوی (۲۰۲) و عمر الدین وزیر آبادی (۲۰۳) عبدالعزیز قلعہ والے
 و از سوہدرہ از مرحومین (۲۰۴) عبدالحمید (۲۰۵) و غلام نبی فقط

تراجم علماء ہند

جلد اول

مؤلف: ابویحییٰ امام خاں نوشہری

بقیمت دو روپے آٹھ آنے

عبدالحمی والاخوان مقام سوہدرہ گوجرانوالہ

پنجاب

طلب فرمائیے

